آنکھ زخمی ہے، نظر زخمی ہے، چہرہ ہر گل زخمی ہے
حادثے ٹوٹ پڑے ہیں دل پر، ظلم سے اللہ کا گھر زخمی ہے

زخم

اور

عزم

مرتب

علامہ قاضی نعیم اللہ غفاری

خاکپائے غلامان صحابہؓ

صاحبزادہ

ابومعاویہ مسعود الرحمٰن عثمانی

Scanned with CamScanner

وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ط اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ج وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَالَا يَرْجُوْنَ ط

ترجمہ: اور نہ ہمت ہارو انکا پیچھا کرنے سے اگر تم بے آرام ہوتے ہو تو وہ بھی بے آرام ہوتے ہیں جیسا کہ تم ہوتے ہو اور تم کو اللہ سے امید ہے جو ان کو نہیں ہے۔ (سورہ نساء)

زخم اور عزم

از قلم

خاکپائے غلامان صحابہؓ

ابو معاویہ **مسعود الرحمٰن عثمانی**

مرتب

علامہ قاضی نعیم اللہ غفاری

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	**زخم اور عزم**
از قلم	ابو معاویہ مولانا مسعود الرحمان عثمانی
ترتیب و تزئین	(مولانا) قاضی نعیم اللہ غفاری فاضل جامعہ بنوری ٹاؤن
سن اشاعت	رمضان المبارک 1424ھ بمطابق اکتوبر 2003ء
تعداد	1100
قیمت	-/165 روپے

ملنے کے پتے

☆ المرکز الاسلامی جامعہ مسجد ابوبکر صدیقؓ بالمقابل (رہبراڈہ) سوڈیوال بندروڈ لاہور

☆ جھنگوی شہیدؒ دواخانہ محلہ فاروق اعظمؓ شین گھڑی لنڈیر غخو پشاور سرحد

☆ المرکز الاسلامی جامعہ علامہ ضیاء الرحمان فاروقی شہیدؒ

گلبرگ کالونی بازار نمبر 1 نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ

☆ مکتبہ فاروقیہ حنفیہ عقب فائر بریگیڈ اردو بازار گوجرانوالہ

☆ مکتبہ عمر فاروقؓ شاہ فیصل کالونی کراچی

☆ اشاعت المعارف ریلوے روڈ فیصل آباد

☆ اسامہ تقاریر سینٹر سریاب روڈ کوئٹہ بلوچستان

☆ مکتبہ نقشبندیہ المکہ ریکارڈنگ سینٹر سلام کتب مارکیٹ

نزد جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

Scanned with CamScanner

اللهم صل على محمد وعلى آل محمد

كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم

انك حميد مجيد

اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد

كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم

انك حميد مجيد

Scanned with CamScanner

انتساب

میں اپنی اس ادنیٰ سی کوشش کو مریمہ اسلام ام المومنین محسنہ

کائنات حافظ محدثہ **عائشہ صدیقہ** رضی اللہ عنہا

اور محترم ومکرم والد صاحب مولانا عبدالمعبود دامت برکاتہم

اور شہداء ناموس صحابہؓ کے نام کرتا ہوں جنہوں نے اس گئے

گزرے دور میں اپنی جانوں پر کھیل کر ناموس صحابہؓ کے تحفظ

کے لئے **شیعہ** جیسے بدترین کافروں کو لوہے کی لگام دی۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دست بستہ دعا ہے کہ اللہ پاک

اس حقیری کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین

خاکپائے غلامان صحابہؓ

مسعود الرحمان عثمانی

۲۷۔۶۔۲۰۰۳

Scanned with CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جبلِ استقامت آبروئے دیوبند ثانی احمد بن حنبلؒ

حضرت مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمۃ اللہ علیہ

اہل حق نے جب بھی صدائے حق بلند کی تو مصائب والام کی جانگسل وادیوں سے انہیں گزرنا پڑا۔ اسی تسلسل کا حصہ ہے کہ جب تحفظ ناموس صحابہ کرامؓ کے لئے فاتح وقاطع رافضیت امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے حق گوئی کے جوہر دکھاتے ہوئے۔ رافضیت کو للکارا تو انکی آواز حق کو دبانے کے لئے انہیں ظلم وستم کے ایسے خوفناک اور کرب ناک مراحل سے گزرنا پڑا کہ جنکے تذکرے سے رونگٹھے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی استقامت نے انکی صدائے حق کے پیغام میں صداقت کی جب جھلک دکھائی تو غیرت مند سنی نوجوانوں کے ضمیر نے کروٹ لی اور دیکھتے ہی دیکھتے سپاہ صحابہ کے نام سے قائم ہونے والی تنظیم نے تحریک کی صورت اختیار کرلی۔ چنانچہ حسب معمول بانی تحریک اور دیگر اہل حق کی طرح اس تحریک تحفظ ناموس صحابہؓ سے وابستہ مجاہدین کو بھی سختیوں کلفتوں کی پرخار راہوں سے گزرنا پڑا صحابہ اکرامؓ کی ناموس پر رفض کی طرف سے ہتک آمیز حملوں سے دل تو پہلے ہی زخمی تھے۔ مگر اب جسم وجان کو بھی دفاع صحابہؓ کے جرم میں زخمی اور چھلنی کروانا پڑا اور یہ سلسلہ چند ماہ ہی نہیں بلکہ سترہ سال سے جاری ہے۔ ہر روز طلوع ہونے والا سورج جور وستم کا اک نیا پیغام لاتا۔ 2002-12-13 جنوری کی درمیانی شب جماعت پر پابندی کا حاکم وقت نے جو حکم سنایا وہ زخمی دلوں کو مزید ریزہ ریزہ کر گیا۔

جس طرح ہر زخم کے لئے مرہم پٹی کی جاتی ہے۔ اسی طرح دین حق کی راہ میں لگنے والے زخموں کی مرہم پٹی اللہ پاک نے صبر واستقامت اور پرعزم حوصلوں کو قرار دیا ہے۔ یہی بات

Scanned with CamScanner

زیرِ نظر کتاب زخم اور عزم کا موضوع سخن ہے۔ جس میں تمام قافلہ حق اور خصوصاً مجاہدین ناموسِ صحابہؓ (جو کہ زخم خوردہ ہیں) اپنے زخموں پر صبر و استقامت کی مرہم پٹی کر کے عزمِ مصمم کے ساتھ کاز کو منزل تک پہنچانے کی ترغیب دی گئی ہے۔

یہ کتاب حضرت مولانا مسعود الرحمان عثمانی سلمہ اللہ تعالیٰ کی جیل میں لکھی گئی تحریروں کا مجموعہ ہے۔ کتاب کے چیدہ چیدہ عنوانات پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ عمدہ اور سلیس انداز میں قرآن، سنت کی روشنی میں بات سمجھائی گئی ہے۔ مولانا عثمانی صاحب حفظہ اللہ ہماری جماعت کی پارہ کی طرح متحرک شخصیت ملک بھر میں صدائے حق کی پہچان اور مشن جھنگوی شہیدؒ کے امین ہیں۔ قلیل عمر کے باوجود پُرخطر حالات میں بے خطر ہو کر حکمرانوں اور دشمنانِ صحابہ کو جرأت سے للکارنا ان کا قابلِ تحسین شیوا ہے۔ مجھ سمیت حضرت مولانا ضیاء الرحمان فاروقی شہیدؒ حضرت علامہ علی شیر حیدری صاحب مدظلہ العالی جب پسِ دیوارِ زنداں حکمرانوں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔ تو مولانا موصوف نے ملک بھر میں اپنی خداداد کاوشوں سے اعلیٰ قیادت کی کمی جماعت کے کارکنان کو محسوس نہ ہونے دی اور جب کہ مولانا موصوف خود بھی آوازِ حق کے جرم میں پابند سلاسل کر دیئے گئے اور ادھر جماعت پر پابندی لگا دی گئی تو جیل میں ہونے کے باوجود ان تحریروں کے ذریعہ کارکنوں کو ان کے درمیان اپنی موجودگی کا احساس دلاتے رہے۔ جو کہ یقیناً سب کی طرف سے فرضِ کفایا کا مقام رکھتا ہے۔ مجھے بڑی خوشی ہے کہ مولانا عثمانی صاحب نے خطیبانہ صلاحیتوں کے ساتھ قلم کی صلاحیتوں سے بھی جماعت اور کاز کے ایفادہ کیلئے تحریروں کا آغاز کیا۔ ماشاء اللہ ان کی لسانِ حق کی طرح قلم بھی حق گوئی کا مرصع ہے۔ کچھ احباب مجھ سے کہتے ہیں کہ آپ کی تقریر میں جلالت کی بجائے اب حکمت آ گئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اولاد جب جوان ہو جائے تو بڑوں کو آرام ملنا چاہئے۔ اس لئے مسعود الرحمان عثمانی میرا بیٹا ہے جرأت کے ساتھ آوازِ حق کو قلم و زبان سے جاری رکھتے ہوئے۔ گلشنِ جھنگوی کو سیراب اور دشمنانِ صحابہؓ کی نیندوں کو خراب کر رہے ہیں۔

Scanned with CamScanner

میری دعا ہے اللہ پاک ان کی حفاظت فرمائے۔ اور استقامت نصیب فرمائے آمین۔

یہ مجموعہ ناموس صحابہ کے سپاہیوں کیلئے نادر تحفہ اور قیمتی شہ پارہ ہے اس سے استفادہ کرتے ہوئے عمل کی کوشش کریں۔ اللہ پاک ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

آمین ثم آمین

محمد اعظم طارق

یکم اکتوبر 2003 (پشاور) سرحد پاکستان

Scanned with CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش گفتار

اعتراف حقیقت

سب سے پہلے یہ عرض ہے کہ بندہ ناچیز نہ صاحب علم و عمل ہے، اور نہ ہی مصنف و مولف یا قلمکار ہے۔ لہٰذا اس مذکورہ تحریر کو ایک زخمی دل کی دکھ درد بھری پکار سمجھیں جو بتوفیق اللہ تعالیٰ قلم سے قرطاس پر منتقل ہو کر آپ تک پہنچی۔ البتہ کفر کی ظالمانہ یلغار کے جواب میں تلوار ہے جسے جیل کی پابندیوں کے باوجود قلم کیصورت میں چلا کر بحمد اللہ کفار کو کاری ضرب اور گہرا زخم لگانے کی سعادت حاصل کی۔ دیگر اسیران ناموس صحابہ کیلئے بھی عرض ہے کہ جب حالات کی سنگینیوں اور مقدمات کی سنگیوں میں جکڑ دیا جائے تو کم از کم قلم سے تیغ کا کام ضرور لیں۔ یہ ہمارے اکابر کی سنت بھی ہے اور سعادت بھی

قلم سے کام تیغ کا اگر کبھی لیا نہ ہو
تو مجھ سے سیکھ یہ فن اور اس میں بے مثال بن

حق گوئی کا حق

یہ تحریر کوئی باقاعدہ کتاب نہیں بلکہ بس دیوار زنداں لکھے گئے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو شعائر اسلام اور اسلام کی مقدس ہستیوں اور مسلمانوں کے خلاف اٹھنے والی ظالمانہ یلغار کے جواب میں حق گوئی کا حق ادا کرنے کے لئے بحمد اللہ تحریر کئے کیونکہ حکمرانوں نے سنکڑوں مقدمات میں ملوث کر کے ہتھکڑیوں، بیڑیوں سے جکڑ کر پابند سلاسل کیا اور دو سال تک بچوں اور جماعتی احباب سے ملاقات پر پابندی و خط و کتابت اور دیگر سہولیات سے محروم رکھ کر بندہ ناچیز کے ادنیٰ نظریاتی جذبوں کو پست اور خوف سے ناچیز کو مغلوب یا لالچوں سے مرغوب کرنے کا ہر حربہ استعمال کیا۔ تاکہ شیعہ کے کفر خلاف آواز حق دب جائے۔ تو اس حال میں ضروری سمجھا کہ کفار کی کاسہ

Scanned with CamScanner

لیسی کرنے والے ایمان سے عاری حکمرانوں کی ناپاک خواہشات کی تکمیل نا ہونے پائے اور اکابر کی سنت کو زندہ کرتے ہوئے تمام تر بے بسی کے باوجود آواز حق کو جاری رکھا جائے اس بات کے پیش نظر رب تعالیٰ نے کچھ لکھنے کی توفیق عطا فرماتے ہوئے چند مضامین لکھوا دیے، اگرچہ کفار وحکمرانوں کے مظالم کے جواب میں وہ کچھ تو نہ کرسکتا تھا جو آزاد فضاؤں میں ہونے چاہیے، مگر مجبوری، بے بسی کو بہانہ بنا کر خاموشی کو دینی حمیت کے خلاف سمجھتے ہوئے تمام تر خطرات کے باوجود ان تحریرات سے حکمرانوں کو گویا یہ پیغام دیا کہ

....

زنداں میں تو مجھ کو ڈال دیا اے حاکم زنداں تو نے مگر
پرواز میری جو روک سکے کوئی ایسی بھی دیوار اٹھا

وجہ تسمیہ کتاب ھٰذا

اس مجموعہ کا نام زخم اور عزم رکھا گیا ہے اسلئے کہ اس کے مضامین میں ان زخموں کا بھی تذکرہ بھی ہے جو مختلف ظالموں، کافروں کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں کو لگائے گئے ہیں اور ان پر افسوس کے اظہار کے ساتھ ساتھ زخم خوردہ قلوب کو اپنی کوتاہیاں دور کر کے اللہ سے ربط قائم کرنے کی ترغیب اور نصرت الٰہیہ کو متوجہ کرنے کی ترتیب بتائی گئی ہے اور مزید یہ کہ مسلمانوں اور مجاہدین کے مایوس اور شکستہ حوصلوں کو مضبوط بنانے کیلئے اور پر عزم بننے کی رغبت دی گئی ہے۔ زخمی ہونے کے باوجود مسلمان اور مجاہد کی شان یہ ہے کہ وہ مایوس اور خوف زدہ ہونے کے بجائے اسلام کے دفاع اور کفر کے فضاء کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہادے مگر اپنی جدو جہد اور پائے استقامت میں لچک نہ آنے دے

Scanned with CamScanner

محض وقت پاس نہ کریں

ایک درخواست ہے کہ ان تحریروں کو محض وقت پاس کرنے کیلئے نہ پڑھیں بلکہ حرز جان بنانے کی کوشش کرنیں ہمارے قائدین نے بڑی جانفشانی اور عرق ریزی سے مطالعہ کر کے کتابیں لکھیں ہیں مگر ہم روائتی انداز میں کتاب خرید کر لائبریری کی زیبت بنا لیتے ہیں یہ غلط ہے کتاب پڑھیں اور عمل کی کوشش کریں یہی کتاب کا حق ہے۔اور خصوصا کتاب ھذا میں جابجا بعض سطور پر خط کھینچا گیا ہے ان خط کشیدہ سطور کو زیادہ غور س پڑھیں۔

اعانت کا شکریہ

جیل میں کتابوں کی قلت ھی جو لکھا کچھ تغیر کا مطالعہ کر کے کچھ اپنے ناقص مطالعہ کی روشنی میں جسکی بعد میں تصحیح کی گئی ہے۔اس لئے چند جگہ پر حضرت مولانا پیرزادہ ضیاالدین صاحب دامت برکاتہم کا بھیجا ہوا مواد بھی شامل کیا گیا۔اور پھر رہائی کے بعد جب احباب نے اصرار کیا کہ ان مضامین کو افادہ عام اور خصوصا مجاہدین ناموس صحابہ کے لئے شکل میں شائع کروادیا جائے تو اس سلسہ میں اخی المکرم فاضل بنوری ٹاؤن مولانا مولانا قاضی نعیم اللہ غفاری صاحب مدظلہ نے بڑی محنت اور کاوش سے اسکی نظر ثانی اور نوک پلک وحوالہ جات کو درست کر کے شائع کروا کر آپکے ہاتھوں تک پہنچایا۔برادرم جاوید احمد بوبک صاحب نے بھی پریس کی تمام تر ذمہ داریاں احسن طریقہ سے نبھانے میں معاونت کی ان ہر سہ حضرات کی معاونت کا شکریہ اللہ پاک انکی سعی جمیعہ کو قبول فرما کر مقبول عالم اور ذخیرہ آخرت بنائے (آمین)

اعتزار

کچھ تنقیدی سطور بھی نظر سے گزرینگی انکا مقصد کسی کی تحقیر یا کسی پر تنقید نہیں بلکہ قرآن وسنت کی روشنی میں حقیقت پر متوجہ اور آمادہ کرنا اور اصلاح کی طرف اشارہ کرنا ہے پھر بھی اگر کسی کی دلازاری ہو تو معذرت خواہ ہوں۔

Scanned with CamScanner

دعاء کی درخواست

پڑھنے والوں کے لئے دعا گو ہوں اور انکو نا چیز کیلئے دعا گو ہونا چاہئے کہ اللہ پاک ہم سب کو عمل کی توفیق دے اور ان تحریرات کو ذریعہ ہدایت و ہمت و جرات ایمانی بنائے ہوئے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین

خاکپائے غلامان صحابہؓ

ابو معاویہ مسعود الرحمٰن عثمانی

27.6.2003ء

نوٹ

اس مجموعہ میں اکثر مضامین جیل میں لکھے گئے ہیں صرف دو مضمون بعد میں شامل کئے گئے ہیں

عرض مرتب

حق جلہ مجدہ کا اپنے بندوں پر یہ احسان عظیم ہے کہ اس نے انسانوں کو اشرف المخلوقات بنایا اور اشرف المخلوقات بنا کر مقصد تخلیق سے بھی آ گاہ فرمادیا۔ اور میدان ارواح میں وعدہ لیا کہ وہ اپنے رب کے بتائے ہوئے مقصد کے مطابق زندگی بسر کرینگے۔ ادھر شیطان کو انسان کی عظمت وشرف برداشت نہ ہوا تو اس نے آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تو رب تعالی نے۔ فخرج فانک رجیم۔ کہہ کر اسکو دھتکار دیا۔ شیطان نے جواب میں یہ ناپاک جسارت کرتے ہوئے کہا کہ میں آپکے بندوں کو گمراہ کرتا رہوں گا چنانچہ رب تعالی نے اپنے بندوں پر مہربانی فرماتے ہوئے انبیاء کرامؑ کا سلسلہ شروع فرمادیا کہ شیطان کے فتنہ سے بچنے کے لئے اور رحمان کے محبوب بندے بننے کے لئے تم میرے نبیوں کے بتائے ہوئے راستہ پر چلو تاکہ تم اپنے مقصد زندگی میں کامیاب ہوسکو۔ چنانچہ سوا لاکھ کم وبیش انبیاء کرامؑ نے انسانیت کی اصلاح اور عقائد واعمال رزیلہ کا رد کیا۔ آخر حضورﷺ پر یہ سلسلہ نبوت ختم ہوگیا۔ دین الہی کی تکمیل بھی ہوتی اور اسلام کا غلبہ بھی مگر شیطان کی فتنہ انگیزیاں تو موجود رہنی تھیں۔ تو اب انسانیت کی اصلاح کے لئے اور فتنوں سے انسانوں کو بچانے کے لئے ضروری تھا کہ انبیاء کرام والا کام کسی نہ کسی انداز میں جاری رہے تو اللہ پاک نے اس امت پر مزید احسان فرمایا کہ اس امت میں ایسے مصلح پیدا فرمائے علماء کرام کی صورت میں جنکو انبیاءؑ کا وارث بنایا کہ وہ قیامت تک امت کی اصلاح اور تجدید بھی کرتے رہیں گے۔ اور انسانیت کو گمراہی سے بچانے کے لئے اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کی سرکوبی بھی کرتے رہیں گے۔ چنانچہ یہ سلسلہ چودہ سو سال سے جاری ہے ہزاروں کی تعداد میں علماء کرام نے ہر دور میں جہاں امت کی اصلاح کے لئے جدوجہد کی وہاں فتنوں کا سد باب بھی ہر دور میں کرتے رہے اسی سلسلہ کی کڑی ہے کہ اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنوں میں سب سے زیادہ عیار ومکار فتنہ شیعت کا ہے کہ جس نے اول روز سے ہی اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنی شروع

Scanned with CamScanner

کر دیں تو اول روز سے ہی انکی سرکوبی کے لئے اللہ پاک نے انتظامات فرما دیئے۔ خصوصیت کے ساتھ سابقہ صدیوں میں اس فتنہ کے خلاف کھل کر جن ہستیوں نے کام کیا ان میں بطور خاص امام ابن تیمیہ اور خصوصاً ہندستان میں امام احمد سرہندؒ کا نام قابل ذکر ہے پھر اسی قافلہ کے سلسلہ میں چلتے ہوئے حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی فاروقیؒ نے شیعت کے خلاف آواز بلند کی۔ پاکستان بننے کے بعد سب سے پہلی تحریک امام اہلسنت مولانا عبدالستار تونسوی دامت برکاتہم کی قیادت میں چلی اور پھر جبکہ خمینی انقلاب نے شیعت کو مزید پروان چڑھانے کی کوشش کی تو رب تعالی نے علاج بالمزاج کے لئے حضرت امام عزیمت مولانا حق نواز جھنگویؒ شہید نور اللہ مرقدہ کو اس کام کے لئے منتخب فرمایا حضرت جھنگوی شہیدؒ نے جس انداز میں اس فتنہ کا نوٹس لیا اسکی مثال چودہ صدیوں میں نہیں ملتی۔ تحریک ایسی چلائی کہ اسے چھٹی کا دودھ یاد آ گیا۔ اگر چہ حضرت جھنگویؒ شہید کی آواز حق کو دبانے کے لئے انہیں شہید کر دیا گیا مگر وہ ایسے افراد تیار کر گئے تھے کہ انکے جانے کے بعد بھی وہ جذبہ جرأت اور للکار آج بھی انکے تیار کردہ روحانی فرزندوں میں موجود ہے۔ جو کہ انہیں کی طرح بے دھڑک دشمن صحابہؓ کو للکارتے ہیں ان ہی جرأت مند ہستیوں میں سے ایک حضرت جھنگویؒ شہید کا روحانی فرزند مشن جھنگویؒ کا وارث حضرت مولانا مسعود الرحمٰن عثمانی دامت برکاتہم ہیں جنہوں نے باقی قائدین کی طرح دشمن کی نیندیں حرام کیں۔ صرف دشمن ہی کی نہیں بلکہ حکمرانوں کے ظلم و ستم کو دیکھ کر وہ ان کو بھی للکارے چنانچہ ان کی حق گوئی بے باقی سے دشمن اور حکمرانوں کے ایوانوں میں لرزا طاری ہو گیا۔ خصوصاً پاکستان کے سابقہ وزیر اعظم نواز شریف اور سابقہ وزیر اعلی پنجاب شہباز شریف کے تمام تر مظالم کے خلاف تلوار سے تیز زبان حق استعمال فرما کر ملک بھر میں کھل کر مخالفت کی، وہ تو ملک بدر ہو گئے لیکن آنے والے حکمرانوں نے اس شاہین صفت باہمت جوان کی غیرت ایمانیہ سے خائف ہو کر اسے پابند سلاسل کر دیا مگر یہ دیوبند کا ہونہار جیالا قفس میں بھی خاموش نہ بیٹھا اس نے وہاں بیٹھ کر اکابر کی سنت پر عمل کرتے ہوئے زبان کی بجائے قلم کو حرکت دی اور دشمن صحابہ کو بھی للکارا اور حکمرانوں کو بھی اور جب پابندی کی وجہ

Scanned with CamScanner

سے اپنے کارکنوں کو مایوس دیکھا تو ان کے حوصلے بھی جیل سے پیغامات کے ذریعہ پست نہ ہونے دیئے۔ زیر نظر کتاب "زخم اور عزم" انہیں مضامین کا مجموعہ ہے۔

اکثر جیل کے دنوں میں حضرت موصوف سے احقر خط وکتابت کے ذریعہ ملاقات کا شرف حاصل کرتا رہا حضرت کا ہر نیا خط ناچیز کے دل و دماغ میں پیوست ہوجاتا کہ آج بھی اللہ نے ایسی ماؤں کو تخلیق فرمایا ہے۔ جو ایسے جرات مند بیٹے جنتی ہیں حضرت کے ایک خط اور مضمون سے احقر کی تمام پریشانیاں دور ہوجاتیں اور دل چاہتا کہ اسی وقت جاکر حضرت کی قدم بوسی کا شرف حاصل کراوں...... اور پھر جب 21 مئی 2002ء کو کوٹ لکھپت جیل سے علامہ موصوف کو رہائی ملی تو بجائے گھر میں بیٹھ جانے کے پورے ملک کے دورے کئے ساتھیوں کو سمجھایا ان کی اصلاح کی فکر کی، ان کو دوبارہ مشن پر لگایا اور ان کو پھر آکر ایک لڑی میں پرو دیا ایک دن بھی حضرت نے رہائی کے بعد آرام نہ کیا حتیٰ کہ پولیس آپ کے گھر کا سارا سامان اٹھا کر لے گئی، گھروالوں کو تنگ کیا" بوڑھے والدین کو ستایا...... لیکن حضرت نے صحابہؓ کی عظمت اور ناموس کی خاطر اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں اور ان میں ذرا بھر بھی کمی نہ کی ہر وقت مشن کو آگے بڑھانے کی فکر میں کبھی بالاکوٹ کی وادیوں تک پہنچ رہے ہیں تو کبھی کراچی میں پروگرام کے تحت ساتھیوں سے نجی محفلوں اور اجلاسوں میں مل رہے ہیں تو کبھی کوئٹہ اور پشاور تک کا سفر کررہے ہیں الغرض ان کٹھن مراحل میں تمام پاکستان کا دورہ کرکے جماعت کو سہارا دیا اور بکھرے ہوئے ساتھیوں کو یکجا کیا یہ حضرت کی بہت بڑی قربانی ہے اور پھر دلچسپ بات یہ کہ حضرت نے یہ تمام (بڑے) لمبے اسفار بائی روڈ طے کئے نہ کہ بائی ایئر اللہ ان کی اس محنت کو قبول فرمائے۔ (آمین)

حضرت نے بڑی شفقت اور کرم نوازی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے اس کتاب کی ترتیب وتزئین اور تصحیح کا کام احقر کے ذمہ لگایا جو اللہ رب العزت کی مدد نصرت سے پایہ تکمیل تک پہنچا اگرچہ احقر تو اس قابل نہ تھا اور احقر کی حیثیت ہی کیا ہے۔

من آنم کہ من دانم

اور ناچیز کیلئے یہ بڑا کٹھن مرحلہ تھا "الامر فوق الادب" کے تحت اور اللہ پر

بھروسہ

کرتے ہوئے اس کام کو شروع کر دیا اور نہایت محنت اور جانفشانی سے اسکی (کمپوزنگ) کتابت پر توجہ دی گئی جیسا کہ آپ انشاء اللہ محسوس کریں گے اور کوشش یہ کی گئی ہے کہ اس میں کسی قسم کی کوئی غلطی خاص کر لفظی غلطیاں (جو کہ آجکل اکثر کتب میں ہوتی ہیں) باقی نہ رہ جائیں پھر بھی بندہ خطاوار ہے اگر کوئی ساتھی اس میں کسی قسم کی غلطی دیکھے تو بندہ کو مطلع فرمائے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اسکی اصلاح کی جاسکے...... چند ایک مزید خصوصیات اس کتاب کی یہ ہیں۔

(1) اس کتاب کا اس دور جدید میں جہاں پر غیروں کے علاوہ اپنوں کے فتنے ہمارے کاز میں رکاوٹ بن رہے ہیں مسلمانوں کیلئے اور خاص کر کارکنان ناموس صحابہؓ کیلئے ہونا ضروری تھا تاکہ کارکنوں کی صحیح رہنمائی کی جاسکے اس کتاب کے بعد میرے ناقص خیال میں کارکنوں کیلئے (اس موضوع پر) کسی اور کتاب کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔

(2) اس کی کمپوزنگ اعلیٰ طریقے سے کروائی گئی ہے تاکہ غلطی باقی نہ رہے۔

(3) تیسری بات یہ کہ اس میں عنوانات لگا کر بات کی گئی ہے تاکہ اسکو سمجھنے میں آسانی ہو۔

(4) اکثر واقعات واحادیث اور قرآنی آیات مبارکہ کے حوالے نقل کر دیئے ہیں تاکہ قارئین کو دلائل ڈھونڈنے میں سہولت ہو۔

الله لم یزل کی بارگاہ ایزدی میں دست بستہ التجاء ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک علامہ موصوف کی اس کتاب کو شرف قبولیت سے نوازے اور کارکنان اور پورے عالم اسلام کیلئے صحیح رہنمائی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ذریعہ نجات بنائے۔

(آمین ثم آمین)

وکان ذالك علی الله یسیراً

والسلام

احقر الانام (مولانا) قاضی نعیم اللہ غفاری

فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی نمبر 5

۲۷-۶-۲۰۰۳

۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ

Scanned with CamScanner

آئینہ مضامین

نمبر شمار	مضمون کا نام	صفحہ نمبر
1	کارکنوں کے نام پیغام	21
2	چند آنسوؤں کے قطروں کی ضرورت ہے	27
3	مایوس مت ہونا حق ہر صورت غالب ہو کر رہے گا	46
4	غلبۂ حق کا راز تقویٰ میں مضمر ہے	61
5	عزم مصمم کر کے بنیان مرصوص بن جائیں	81
6	حالات بدلتے نہیں حالات کا رخ بدلا جاتا ہے	99
7	حالات کا منہ تکتے رہنا کوئی کام نہیں	117
8	صحابہ کرامؓ کی صفات اپنے اندر پیدا کریں	127
9	تحریک مدح صحابہؓ ہندوستان و پاکستان میں	144
10	آؤ ہم بھی طالبان بنیں	157
11	ایسی مائیں ہم کہاں سے لائیں	169

Scanned with CamScanner

نمبر شمار	مضمون کا نام	صفحہ نمبر
12	اسلامی قلعوں میں امریکی فوج داخل ہوگئی	180
13	مدارس کے متعلق اکابر کا طرز عمل اور ہم	191
14	حق گوئی و بے باکی	211
15	میں سینہ زخمی زخمی	224
16	اپنوں کے زہریلے نشتر	236
17	آیئے ہم اپنی آنکھیں پھوڑ ڈالیں	257
18	صدیق اکبرؓ اور ہمارے حکمراں	261
19	اسلحہ کی نمائش پر پابندی اور حکم ربی و عمل رسولؐ	274
20	شریف اور مشرف نام ایک تو انجام بھی ایک ہوگا	284
21	اسلامی حکومت کی تعریف	293
22	بحری کی میں میں کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی	296
23	تجھے بھی کسی کا پیار نہ ملے خدا کرے	312
24	پاکستان کا مستقبل اور حضرت شاہ جیؒ کی پیشن گوئی	327
25	جیل میں خطاب	337
26	شاہکار انٹرویو	356
27	شیعہ کے لگائے ہوئے زخم اور ہمارا عزم	458
28	تیرے خون کا قطرہ قطرہ بنائے انقلاب	445

Scanned with CamScanner

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	**کارکنوں کے نام پیغام**	21
2	**چند آنسوؤں کے قطروں کی ضرورت ہے**	27
۱	یہ سب کیسے ہوا؟	28
۲	گناہ مسلمانوں کے لئے سم قاتل ہیں	31
۳	نتیجہ یہ ہوا	31
۴	گناہوں کا اثر بد اور ظالم بادشاہ کا تسلط	32
۵	دو محبوب قطرے	33
۶	آنسوؤں کو معمولی نہ سمجھیں	35
۷	اللہ والوں کے آنسو	37
۸	آنسوؤں کی افادیت	38
۹	چلیں ہم بھی کچھ آنسو بہائیں	39
3	**مایوس مت ہونا حق ہر صورت غالب ہو کر رہے گا**	46
۱۰	حق کیا ہے؟	50
۱۱	وحی الٰہیہ بھی حق ہے	50
۱۲	کیا ہوا؟	51

Scanned with CamScanner

۱۳	آزمائشی ہچکولے	53
۱۴	تاریخ اسلام میں حق والوں کے چند واقعات	54
۱۵	مقصود ابقائے حق اور افنائے باطل ہے	56
۱۶	حق رحمت ہے	58
4	**غلبہ حق کا راز تقویٰ میں مضمر ہے**	61
۱۷	عبرت آموز واقعہ	64
۱۸	ایک چیز مشترک ہو گئی	65
۱۹	تم بھی شیطان کو دشمن تصور کرو	67
۲۰	اللہ کی معیت اور نصرت	68
۲۱	صحابہؓ کی کامیابی کا راز	71
۲۲	صحابہ کرامؓ کی جھلک پیدا کریں	73
۲۳	کسریٰ کا تاج	74
۲۴	ضرورت اس بات کی ہے کہ......	77
5	**عزم مصمم کر کے بنیان مرصوص بن جائیں**	81
۲۵	عزم مصمم کی طاقت	85
۲۶	ایک عجیب واقعہ	87
۲۷	عزائم جھنگویؒ	89
۲۸	پر عزم رہنے کا راز	93
۲۹	پختہ عزائم والوں سے اللہ کی محبت	95
۳۰	ایک اہم نکتہ	96

Scanned with CamScanner

۳۱	مشکل حالات میں جو کار کن کام نہ کریں وہ سوت کاتیں	98
6	**حالات بدلتے نہیں حالات کا رخ بدلا جاتا ہے**	99
۳۲	آپ کون ہیں ؟	102
۳۳	ایمان کا تقاضا	103
۳۴	منافقت چھوڑ دو	104
۳۵	صحابہؓ پر ظلم کی انتہا	105
۳۶	اللہ پاک کیسے راہیں نکالتے ہیں	108
۳۷	چند مثالیں	109
۳۸	صحابہ کرامؓ کے بعد اکابر کا طرز عمل	112
۳۹	مذکرہ	115
7	**حالات کا منہ تکتے رہنا کوئی کام نہیں**	117
۴۰	قوم عرب اور حضور ﷺ کا مشن	117
۴۱	دوسری ترکیب	119
۴۲	شعب ابی طالب اور آپ ﷺ کا مشن	120
۴۳	مذکرہ	121
۴۴	(۱) انفرادی دعوت	122
۴۵	(۲) عمومی دعوت۔ دعوت طعام کے ساتھ	123
۴۶	(۳) خفیہ دعوت	123
۴۷	(۴) درس قرآن	124
۴۸	(۵) محفل قرأت ونعت	124

Scanned with CamScanner

۴۹	(۶)دیہات میں پروگرام	125
۵۰	بیٹری چارج کرلیں	125
8	**صحابہ کرامؓ کی صفات اپنے اندر پیدا کریں**	**127**
۵۱	ہمارا مقصد	128
۵۲	(۱)اشدآء علی الکفار	129
۵۳	(۲)رحمآء بینھم	133
۵۴	(۳)تراھم رکعا سجداً	134
۵۵	حضرت جھنگوی شہیدؒ کا اللہ سے رابطہ	137
۵۶	(۴)یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا	137
۵۷	خلوص کی برکات	139
۵۸	سبق آموز واقعہ	140
۵۹	آخر میں چند قابل غور باتیں پیش خدمت ہیں	140
9	**تحریک مدح صحابہؓ ہندوستان وپاکستان میں**	**144**
۶۰	وجوب مدح صحابہؓ کی دوسری وجہ	147
۶۱	وجوب مدح صحابہؓ کی تیسری وجہ	147
۶۲	صحابہ کرامؓ کی مدح پر پابندی	150
۶۳	اوراب تحریک مدح صحابہؓ پاکستان میں	152
۶۴	قابل غور بات	154
10	**آؤ ہم بھی طالبان بنیں**	**157**
۶۵	حصول علم کے ذرائع کو پاک کریں	159

٦٦	ہاتھ 'آنکھ	160
٦٧	واقعہ	160
٦٨	کان 'زبان	161
٦٩	علم کی حقیقت	163
٧٠	عالم اور مولوی کسے کہتے ہیں؟	165
٧١	نیت میں خلوص پیدا کریں	166
٧٢	تمہیں کون چاہئے گا؟	167
11	**ایسی مائیں ہم کہاں سے لائیں**	**169**
٧٣	ماؤں کے کرنے کے کام	175
٧٤	ماں (نظم)	178
٧٥	وہ مائیں (نظم)	179
12	**اسلامی قلعوں میں امریکی فوج داخل ہو گئی**	**180**
٧٦	ان کے قول و فعل میں تضاد نہ تھا	182
٧٧	طلباء کی فوج ظفر موج سے کام لیں	188
٧٨	مہتمم حضرات سے درخواست	189
٧٩	طلباء اکرام سے گزارش	189
13	**مدارس کے متعلق اکابر کا طرز عمل اور ہم**	**191**
٨٠	مدارس دینیہ کے قیام کا مقصد	193
٨١	طلباء سے خدمت اسلام کا حصول دوران تعلیم	198
٨٢	تعلیمی معیار	199

Scanned with CamScanner

۸۳	تعلیم کا عنصر	200
۸۴	علم کا ماتم	202
۸۵	کفار سے معاونت ایک قبیح رسم کا پھر آغاز	202
۸۶	سرسید کا حضرت قاسم نانوتوی ویعقوب نانوتوی کو خط اور اسکا جواب	205
۸۷	جامعہ ملیہ اسلامیہ کے سنگ بنیاد کے موقع پر حفیظ جالندھری کی نظم	209
14	**حق گوئی و بے باکی**	**211**
۸۸	یہ قید رحمت ہی رحمت ہے	213
۸۹	طمع یا ظلم و تشدد کوئی چیز بھی ان چٹانوں کو ہلا نہ سکی	213
۹۰	شیخ العرب والعجم کا خالقدینا ہال میں بیان	216
۹۱	(مولانا ابوالکلام کا) اعلان بغاوت اور عدالت	219
۹۲	عدالتی بیان	220
۹۳	یہ خدا کے قانون کی عدالت	222
15	**میں سینہ زخمی زخمی**	**224**
۹۴	قابل غور بات	226
۹۵	شیعہ کی قرآن دشمنی	227
۹۶	جس نے تم کو وقار دیا اس کو تم نے برباد کیا	229
۹۷	قرآن کی فریاد	230
۹۸	بصورت نظم قرآن کی فریاد	231
16	**اپنوں کے زہریلے نشتر**	**236**
۹۹	لا تجد قوما یؤمنون کی تفسیر معارف القرآن سے	242

۱۰۰	کفار سے تعلق اللہ کے غضب کو دعوت دینا ہے	242
۱۰۱	صحابہ اکرامؓ کا عمل	244
۱۰۲	شیعہ سے قطع تعلقی کے متعلق آقاء نامدار ﷺ کے ارشادات	245
۱۰۳	مفتیان دیوبند کے فتاویٰ جات	247
۱۰۴	شیعوں کے متعلق حضرت علیؓ کا فرمان	247
۱۰۵	لاتتخذو عدوی وعدوکم کی تشریح حضرت شیخ الہندؒ کے قلم سے	249
۱۰۶	ترک موالات پر درد بھری تحریر اور شیخ الہندؒ کا علماء کو حکم	253
۱۰۷	یہ سب کیوں؟	254
۱۰۸	صحبت کے اثرات	255
17	**آیئے! ہم اپنی آنکھیں پھوڑ ڈالیں**	**257**
18	**حضرت صدیق اکبرؓ اور ہمارے حکمران**	**261**
۱۰۹	خلیفہ بننے کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ کا پہلا خطبہ	263
۱۱۰	پہلی بات	263
۱۱۱	دوسرا جملہ	265
۱۱۲	تیسری بات	267
۱۱۳	چوتھی بات	267
۱۱۴	پانچویں وچھٹی بات	268
۱۱۵	ساتویں بات	269
۱۱۶	آٹھویں بات	270
۱۱۷	نویں بات	270
۱۱۸	دسویں وگیارھویں بات	271

Scanned with CamScanner

۱۱۹	آخری گزارش	273
19	**اسلحہ کی نمائش پر پابندی اور حکم رمی و عمل رسول ﷺ**	**274**
۱۲۰	قرآن سے اسلحہ کا ثبوت	277
۱۲۱	احادیث سے اسلحہ کا ثبوت	279
۱۲۲	سالار اعظم ﷺ کا اسلحہ	281
۱۲۳	تلواریں، ڈھالیں	281
۱۲۴	خود، زرہیں، نیزے اور برچھیاں	282
۱۲۵	جرنیل اعظم ﷺ باڈی گارڈ رکھتے تھے	283
20	**مشرف اور شریف......کام ایک تو انجام بھی ایک ہوگا**	**284**
۱۲۶	شریف مکہ کا انجام	285
۱۲۷	شریف اور مشرف میں مماثلت	287
۱۲۸	موجودہ حکومت کے کام اور شرعی احکام	290
21	**اسلامی حکومت کی تعریف**	**292**
۱۲۹	ان حالات میں عام مسلمانوں کی ذمہ داری	294
22	**بکری کی میں میں کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی**	**296**
۱۳۰	میں میں کس کی سنت ہے	297
۱۳۱	لطیفہ	300
۱۳۲	میں میں ہوں	301
۱۳۳	آخری گزارش	311

Scanned with CamScanner

23	تجھے بھی کسی کا پیار نہ ملے خدا کرے	312
۱۳۴	کون سا خون؟	319
۱۳۵	خون کے بعد آنسوؤں کا سیلاب	320
۱۳۶	کون سے آنسو؟	321
۱۳۷	مسلمان کی آبرو مقدس ہے	323
۱۳۸	دو محبوب قطرے	324
۱۳۹	مظلوم کی آہ کرے تجھے تباہ	324
24	پاکستان کا مستقبل اور حضرت شاہ جیؒ کی پیشن گوئی	227
۱۴۰	مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ	328
۱۴۱	پاکستان کیا ہوگا؟	330
۱۴۲	شاہ جیؒ کی پیشن گوئی	333
۱۴۳	دل سے جوبات نکلتی ہیز	334

Scanned with CamScanner

کارکنوں کے نام پیغام

میرے قابل صد احترام صحابہ کرامؓ کے سپاہیو! جانثارو ' جانبازو مخلص جھنگویؒ شہید کے شیدائیو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ اللہ کے فضل وکرم سے ان مشکلات کے بھنور میں ہمت، صبر، استقامت کے ساتھ ناسازگار حالات کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کر رہے ہوں گے...... اللہ پاک آپ کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور آزمائش کی اس کٹھن گھڑی میں اپنی مدد و کرم کا معاملہ فرمائے۔ آمین

13 جنوری 2002ء کی شام ملک پاکستان کی تاریخ کی سیاہ ترین شام تھی۔ جب صدر پاکستان جنرل مشرف نے غیر مسلم آقاؤں کو خوش کرنے کیلئے اسلام اور نظریہ و مقاصد پاکستان پر تنقید کرنے کی ناپاک جسارت کر کے اللہ پاک کے قہر و غضب کو دعوت دی۔

ان حالات میں جماعتی ذمہ دار اور خادم ہونے کی حیثیت سے اپنے ہم مشن اور ہم سفر رفقاء کارکنوں کے لئے پہلے چند قابل غور و قابلِ عمل معروضات پیش خدمت کرنا چاہتا ہوں تاکہ ان کڑی و آزمائشی ساعتوں میں ہم اپنی راہ متعین کر سکیں اور کام کی ترتیب جاری رہ سکے......

☆...... پہلے غور فرمائیں کہ ایسا ہمارے ساتھ کیوں ہوا؟ اس لئے کہ دین کی سربلندی کے لئے کام کرنے والوں کو عام مسلمانوں سے کہیں زیادہ تعلق مع اللہ کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ قدم قدم پر اللہ کی رحمت کا سایہ لیکر اس کی نصرت سے فتح و کامیابی حاصل کرتے ہوئے منزل کی طرف بڑھتے جائیں اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب "اطیع اللہ و اطیع الرسول" پر عمل ہو کیونکہ قرآن پاک نے اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ اللہ کی معیت تو ہر کسی کے ساتھ ہے لیکن اللہ کی نصرت متقی حضرات کے ساتھ ہوتی ہے۔ ہماری

Scanned with CamScanner

حالت افسوس کن رہی ہے کہ ہم صحابہ کرامؓ کا نام لیتے رہے اور اپنے آپ کو ان کا غلام اور سپاہی کہا مگر عملی زندگیوں میں ان کے مقدس پاکیزہ کردار کو اپنانے کی کوشش نہیں کی جس کی وجہ سے ہماری عملی زندگی اور جماعتی زندگی و طریقہ کار صحابہ کرامؓ کے نقوش سے کافی بعید رہا...... ساتھ ہی ہم اپنے دعوؤں میں وعدہ وفا نہیں کر سکے...... غور فرمائیں ہم نے اپنی عزتوں اور آبروں کو محفوظ کیا مگر صحابہ کرامؓ کی عزت و عظمت کا تحفظ کرنے کے لئے جو عزم کیا تھا وہ پورا نہ کر سکے۔ مصلحتوں اور باہمی شقاوتوں کا شکار ہو کر رہ گئے۔ عہدوں کو پرکشش بنا کر اختلافات و بد اعتمادی کا بیج بو کر باہم دست و گریباں ہو گئے اور غیر ضروری معاملات میں الجھ کر مشن و کاز کی روح اور اصل مقاصد کو بھول گئے۔ جماعت کو چلانے کے بجائے ذات کو چلانے میں مصروف رہے۔ دیگر جماعتوں کے افراد کو شیعہ کافر کا نعرہ نہ لگانے پر مصلحت پسندی شیعہ ناؤٹی کا طعنہ دیتے دیتے خود اس نعرہ کو چھوڑ بیٹھے...... فرائض و طرائق نبوی ﷺ کو نظر انداز کر کے خود کو اور اہل و عیال و جماعت کو دنیاداری کی دلدل میں سے نکالنے کی قطعاً ضرورت محسوس نہیں کی اور منکرات کے سدباب سے چشم پوشی کا دانستہ مظاہرہ کیا ......اسی طرح

☆......ہر جماعت کی کامیابی کا راز اس کے بانی کی فکر و نظر پر عمل کرنے میں مضمر ہے...... ورنہ جماعت شکست و ریخت کا شکار ہو جاتی ہے۔ حضور ﷺ کی فکر و نظر، طریقہ و انداز کو جب تک خلفاء راشدینؓ و صحابہ کرامؓ اور دیگر مسلم حکمرانوں نے برقرار رکھا اور عمل کرتے رہے اس وقت تک افرادی و مادی طور پر مسلمان قلت میں ہونے کے باوجود اکثریت پر غالب رہے۔ لیکن جب مسلمانوں اور مسلم حکمرانوں نے فکر محمدی ﷺ کو چھوڑ دیا تو مسلمان کثرت افراد و وسائل کے باوجود آج ہر طرف پس رہے ہیں۔ اس طرح مشن جھنگویؒ پر جب سے ہم نے فکر جھنگویؒ و انداز جھنگویؒ سے ہٹ کر چلنا شروع کیا تو آج کثرت افراد و وسائل کے باوجود ہمارا رعب خاک ہوا اور حکمران طبقہ جو ہمارے ایک کارکن کو زیر نہیں کر سکتا تھا آج اس نے پوری جماعت کو زیر کر لیا ہے۔ یہ ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے اس لئے خلوص و

Scanned with CamScanner

تقویٰ کو اختیار کر کے مشن جھنگویؒ کو...... فکر جھنگویؒ کے مطابق چلانے کی کوشش کریں......
اسی میں ہماری فلاح ہے۔......

☆...... لہٰذا آئندہ ان کوتاہیوں کا ازالہ فرمائیں اور سوچ سمجھ کر مستقبل کا فیصلہ کریں۔ قیادت پر مکمل اعتماد و باہمی اتحاد و اتفاق اور رابطہ کی پابندی کریں...... قیادت کے فیصلہ کا انتظار فرمایئے...... بہت جلد انشاء اللہ قائدین کی طرف سے ہدایات آپ تک پہنچ جائیں گی۔

☆...... اس کے بعد عرض یہ ہے کہ جو کچھ ہوا اس سے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ مایوس نہ ہوں...... بلکہ ہمت و حوصلہ سے آگے بڑھنے کی کوشش فرمائیں...... یہ مصائب اور آلام کوئی نئی بات نہیں...... بلکہ جو کچھ حضور ﷺ اور صحابہؓ کرام کے ساتھ احد، طائف، شعب ابی طالب، مکہ کی گلیوں میں ہوا۔ جو کچھ ہمارے اکابر امام ابو حنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ سے لیکر امام عزیمت حضرت جھنگویؒ تک ان کے ساتھ ہوا اور جو کچھ ماضی قریب میں ناموس رسالتؐ کے عمائدین و مجاہدین کے ساتھ یا موجودہ دور میں طالبان و عرب مجاہدین کے ساتھ ہوا وہ ہمارے ساتھ نہیں ہوا۔ بلکہ اس کا عشر عشیر بھی ہم پر مظالم نہیں ڈھائے گئے۔ لاہور کی سڑکیں دس دس ہزار مجاہدین سے ابھی رنگین نہیں ہوئیں...... ابھی ہمیں راوی کے دریا میں بوریوں میں بند کر کے گولیاں نہیں ماری گئیں...... ابھی کھوودر کی طرح مساجد میں پولیس نے شراب کی بوتلیں نہیں توڑیں۔ علمائے کرام کی ڈاڑھیوں پر پیشاب نہیں کیا گیا۔ بے شک آپ نے بھی بے مثل بے مثال قربانیاں دی ہیں۔ جب مذکورہ مصائب ہم پر نہیں آئے تو صرف پابندیوں، گرفتاریوں سے خوف زدہ اور نجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں، بلکہ یہ سب مشکلات ہماری تحریک کا حصہ ہیں۔ ہمیں اول روز مولانا حق نواز جھنگویؒ نے بتادیا تھا کہ ہماری سپاہ صحابہؓ کی راہ پھولوں کی سیج نہیں کانٹوں کی راہ ہے...... اس موقع پر اس فرمان الٰہی پر بھی غور فرمائیں...... ام حسبتم ان تدخلوا الجنة و لما یأتکم (سورۃ البقرہ آیت نمبر 114) کیا تم یہ گمان رکھتے ہو کہ بغیر آزمائش کے جنت میں داخل ہو جاؤ گے جبکہ تم سے پہلو کو خوب آزمایا گیا یہ آزمائش بھی حصول جنت کے لئے ہے لہٰذا ہمت نہ ہاریں۔

Scanned with CamScanner

مغرب زدہ ذہنیت کے دلدادہ اللہ کے غضب کو دعوت دینے والے غداران اسلام حکمرانوں کے اقدام شنیعہ مجاہدینِ ناموسِ صحابہؓ و مسلمانوں و اسلام کے خلاف ہمیشہ سے جاری ہیں۔اپنے اقتدار کو بچانے کیلئے راسخ العقیدہ مسلمانوں پر مظالم ان کا وراثتی وطیرہ ہے مگر آپ جرأت سے ان کو پیغام دیں کہ ہم مجاہدین کو ختم کرنے والو یاد رکھو تم خود تو ختم ہو جاؤ گے لیکن نہ مجاہدین ختم ہوں گے نہ کفار کے خلاف جہاد ختم ہو گا۔

میرے محترم کارکنو! آپ کو ایک لحاظ سے خوش ہو کر اللہ کا شکرادا کرنا چاہئے کہ آواز جھنگویؒ...... للکار جھنگویؒ اتنی زور دار اور کڑک دار ہو چکی ہے کہ مولانا جھنگویؒ کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے باوجود ایوان اقتدار میں زلزلہ برپا ہے۔ایک طرف حکمران لرزہ براندام ہیں تو دوسری طرف شیعہ زخمی سانپ کی طرح تڑپ رہا ہے...... اور ہمارے مقابل بے بسی کا پتلا بن چکا ہے۔یہ ہماری کامیابی ہے......

☆...... میرے ہمسفر کارکنو! مایوس نہ ہوں...... جماعت پر پابندی کا دکھ اپنی جگہ بڑا ہی کبیدہ ہے...... مگر قابل غور بات یہ ہے کہ اس میں بھی ہماری کامیابی ہے...... وہ اس طرح سے کہ ...... آپ کو یاد ہو گا کہ حضرت امام عزیمت جھنگویؒ نے متعدد بار یہ فرمایا تھا کہ شیعو تم پر ایک دن پاکستان کی دھرتی تنگ کر دی جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ سپاہ صحابہؓ پر پابندی محض پابندی نہیں بلکہ تحریک جعفریہ پر پابندی کا پیش خیمہ ہے جو ہماری جدو جہد کا حصہ ہے اور کامیابی ہے...... جیسا کہ حضرت جھنگویؒ کے فرمان کے مطابق یوم صدیق اکبرؓ کا ہمارا جلوس ...... صرف مقصد جلوس نہیں بلکہ محرم کے شیعہ جلوس بند کرانے کا ایک قدم ہے...... یا ہمارا جلوس بھی نکلے گا یا شیعہ کا بھی بند ہو گا۔

☆......دل گرفتہ، دلبرداشتہ نہ ہوں کیونکہ یہ بات مسلم ہے کہ افراد دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔جماعتیں بنتی اور ٹوٹ بھی جاتی ہیں...... مگر یاد رکھیں نظریات افکار نہ مرتے ہیں نہ ختم ہوتے ہیں اور خصوصاً اسلامی نظریات میں تو قدرت نے لچک رکھی ہے اس کو جتنا دباؤ گے اتنا ہی ابھرے گا...... کیا ہوا جو جماعت پر پابندی لگی مگر نظریہ تو باقی ہے حمد اللہ فکر جھنگویؒ تو باقی ہے اور یہ نظریہ

ہم سے انشاء اللہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں چھین سکتی...... جب تک ہم خود نہ اس کو پامال کریں۔

میرے ساتھیو! یہ پابندیاں...... نظر بندیاں...... جیلیں...... ہتھکڑیاں...... بیڑیاں ...... ظلم و تشدد...... مقدمات...... چھاپے...... اور حکمرانوں کے ہمارے عقائد و نظریات پر ڈاکے...... ساتھیوں کی قربانیاں...... اسیریاں...... شہادتیں...... یہ سب ہمارے مشن کی صداقت کی دلیل ہیں اور منزل کی راہ گزر ہیں۔ منزل کے حصول کیلئے ان دشوار گزار وادیوں سے گزرنا ضروری ہے اور نظریات کی تقویت کا سبب ہے...... لہٰذا حالات کی حشر سامانیوں واقعات کی قربانیوں سے دلبر داشتہ ہونے کی ضرورت نہیں...... عسر یسر...... دکھ سکھ...... اور ان آلام واحزان میں مستقبل اسی شخص کا تابناک اور روشن ہوتا ہے جو حالات کی تند و تیز آندھیوں سے ٹکرا کر بھی استقلال کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دے...... جب ہر طرف سے بے بس کر کے دبایا جائے یا دھمکایا جائے تو صحابہ کرامؓ کے جیالو! صحابہ کرامؓ کی طرح حسبنا اللّٰہ کہہ کر مندرجہ ذیل آیت کا مصداق بنو۔

ایک موقع پر کفار مکہ نے جنگ احد کے بعد صحابہ کرامؓ کو خوفزدہ کرنے کی کوشش کی تو صحابہ کرامؓ ابھی تازہ ہی زخم خوردہ ہوئے تھے۔ انھوں نے کافروں سے خوف زدہ ہونے کی بجائے کہا حسبنا اللّٰہ ہمارے لئے اللہ ہی کافی ہے اور ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا۔

الذین قال لهم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوهم فزادهم ایمانا وقالوا حسبنااللّٰہ و نعم الوکیل۔ (سورہ آل عمران آیت ۱۷۳ پ ۴)

☆...... اللہ پاک کی مدد و نصرت حاصل کرنے کیلئے آیئے اب رجوع الی اللہ کریں اور آنسو بہا کر دعاؤں کا اہتمام کریں اور اللہ سے مانگیں۔ ہم نے اپنے اللہ رب العزت کو راضی رکھا تو حکومت اور دشمن ہمارا انشاء اللہ کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اگر خوانخواستہ ہم نے غفلت اور اللہ کی نافرمانیوں پر کمر باندھے رکھی تو دشمن ہم پر غالب ہو سکتے ہیں۔ تمام ساتھی صلوٰۃ الحاجات۔ صلوٰۃ الاستغفار کا اہتمام کریں۔ اپنے نفس کا محاسبہ کریں اور ہمارا کوئی عمل شریعتِ مطہرہ کے

Scanned with CamScanner

خلاف نہ ہونا چاہیے۔ حضور ﷺ کی مقدس سنتوں کا اتباع نصرت الٰہیہ کا ہمیں مستحق بنا سکتا ہے۔

تمام ساتھی مسواک سے لیکر لباس تک سنتوں کی پابندی کریں اور صبر و تحمل کا مظاہرہ کریں۔

تند موجوں کے تھپیڑوں سے حراساں مت ہونا
یہ تھپیڑے کبھی ساحل سے لگا ہی دیتے ہیں

والسلام

ابو معاذ مسعود الحق عثمانی

اسیر ناموس صحابہؓ کوٹ لکھپت جیل لاہور

۱۴-۱-۲۰۰۲

Scanned with CamScanner

اللہ کو راضی کرنے اور اللہ کی نصرت کو متوجہ کرنے کے لئے

چند آنسوؤں کے قطروں کی ضرورت ہے

کسی حادثہ میں چوٹ لگ جائے یا کسی دوسری وجہ سے انسان کا خون ضرورت سے زیادہ بہہ جائے تو ڈاکٹرز حضرات اس شخص کی سلامتی اور جان بچانے کے لئے لواحقین سے خون طلب کرتے ہیں..... چنانچہ انسیت اور دکھ درد رکھنے والے لوگ اس انسان کی سلامتی کی خاطر اپنے خون کو پیش کرتے ہیں۔

اسی طرح مسلمان..... ایک جسم..... ایک جان..... ایک روح کی مانند ہیں۔ کسی ایک مسلمان کے ساتھ ظلم و زیادتی ہو تو فطری طور پر دوسرے مسلمانوں کو دکھ اور قلق ہوتا ہے۔ آج افغان کے مسلمان..... طالبان..... القاعدہ کے عرب مجاہدین..... اور فلسطین کے مظلوم و مجروح مسلمانوں کی حالت زار پر دلِ مسلم غمزدہ اور زخمی ہے۔ اس دکھ درد کو دور کرنے کے لئے اللہ کی مدد و نصرت کو متوجہ کرنے اور مسلمانوں کی سلامتی کے لئے آنسوؤں کی ضرورت ہے۔

۳۱ دسمبر ۲۰۰۱ء بیتے برس کی آخری شب اپنے اندر مسلمانوں کی مظلومیت..... بے بسی..... بے حسی..... آہیں..... ماؤں بہنوں کی سسکیاں..... یتیم بچوں کی حسرت بھری..... مستقبل سے مایوس نگاہوں کی داستان..... مسلم بیٹیوں کے دکھی ارمان..... شہداء کے مبارک خون کی ندیاں..... حرمین شریفین اور بیت المقدس کی آزادی کے ادھورے خواب جیسی بے شمار داستانیں سمیٹے دھیمے دھیمے رخصت ہو رہی ہے۔

رات کا پچھلا پہر ہے بتوفیق اللہ ۴ بجے شب بعد از فراغت نماز تہجد ہاتھ دعا کے لئے اٹھے تو سامنے پڑے ہوئے اخبار ضرب مومن کے شمارہ پر نگاہ پڑی اور ایک عنوان "دلِ غمزدہ کی پکار" پر نظر ٹھہر گئی۔ دعا کی جائے ان سطور کو پڑھنا شروع کیا۔ دعائیہ کلمات پر

Scanned with CamScanner

مشتمل یہ مضمون واقعی دل غمزدہ سے نکلی ہوئی پکار تھی۔ حرف حرف خون اور آنسوؤں کے قطروں سے گویا کہ تحریر کیا گیا تھا۔

جس مجاہد ملت کے عطر بار قلم سے یہ مضمون لکھا گیا تھا وہ مرد جلیل اس وقت ایک بار پھر کفار کے ناپاک غلاموں کے نرغے میں پابند سلاسل کر دیا گیا ہے۔ میری مراد اس سے شیخ المجاہدین حضرت مولانا مسعود اظہر دامت برکاتہم العالیہ وحفظہ اللہ تعالیٰ ہیں...... جن کو چند روز قبل بھارت اور امریکہ کے دباؤ پر حکومت پاکستان نے گرفتار کیا۔ بندہ عاصی اگرچہ اس وقت خود بھی تحفظ ناموس صحابہؓ و حق گوئی کے جرم میں کوٹ لکھپت جیل لاہور میں اسیر ہے۔ مگر مجاہدین محصورین اسیران کی گرفتاریوں کا سن کر اپنا غم بھول گیا ہے۔

خیر میں عرض کر رہا تھا کہ ضرب مومن میں حضرت موصوف کا مضمون دل غمزدہ کی پکار کو میں نے پڑھنا شروع کر دیا۔ دعا کی جائے یہی دعائیہ الفاظ پر مشتمل مضمون میری دعا بھی بن گیا۔ آنکھوں سے آنسو سیل رواں کی طرح بہنے لگے...... مضمون کے اختتام پر بے ساختہ ہاتھ قلم و قرطاس کی طرف اٹھا......اور یہ چند جملے زینت ورق بنا کر پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

اس ناکارہ کے دل میں خیال آیا کہ آنسو بہانے کی ضرورت ہے ان ناساز گار حالات میں مجاہدین خون بہا رہے ہیں اللہ کے نیک بندے رات کی تنہائیوں میں آنسو بہا رہے ہیں۔ آج مجھ گناہ گار...... نابکار...... سیاہ کار...... کو بھی رب العالمین نے امت مسلمہ کے زخموں پر آنسو بہانے کی توفیق دی تو ضروری ہے کہ عام مسلمانوں کو بھی اس کی ترغیب دی جائے۔ شاید کسی کے دل میں بات اتر جائے اور چند قطرے آنسوؤں کے کوئی بھی مسلم بہا لے نہ جانے کس کا قطرۂ آنسو قبول ہو جائے اور مسلمانوں پر سے یہ آزمائش کا وقت ختم ہو جائے۔

یہ سب کیسے ہوا؟

ایک نظر اس طرف بھی فرمایئے۔ فلسطین و افغان مجاہدین طالبان، عرب مجاہدین

Scanned with CamScanner

سمیت مسلمانوں کی حالت زار پر۔

ایمان و عمل کے پیکر...... خلوص و تقویٰ کے خوگر...... اخلاق و وقار میں بے مثال' جن کی صورت و سیرت سے نور ہی نور چھلکتا ہے۔ بہادر...... غیرت مند...... مسلمانوں کا یہ کارواں دنیا بھر میں کفر کے خلاف بر سر پیکار۔ اسلام کی حفیظ کافروں کی تذلیل کے لئے سرگرم عمل تھا۔ ظالموں...... جابروں...... فرعونوں...... نمرودوں کو زیر کر کے...... بتوں کو پیوند خاک کر کے منہیات کا سدباب کرتے ہوئے اسلام کو عزت بخشنے والے اور اسلامی سلطنت کا قیام کر کے خلفائے راشدین کے دور کی حقیقی جھلک دکھانے والے اللہ کے محبوب و مرغوب بندوں پر آج کیا گزر رہی ہے اور کیوں...... ؟ وہ طالبان جو دوسروں کی عزتوں کے عقیدے کے اور ایمان کے محافظ بنے۔ آج وہ کن مشکلات سے دوچار ہیں۔ افغانستان کے برف پوش پہاڑ...... سنگلاخ وادیوں میں خوفناک دشمن کا نرغہ...... بے بسی کی انتہا...... زخموں سے چور جسم...... دہکتے انگاروں پر جلتی کھالیں...... صحراؤں...... و غاروں میں پڑی لاوارث لاشیں...... فلک کو تھر تھرانے والی...... آہ و بکا...... مسلمان عورتوں میری ماؤں بہنوں بیٹیوں کی غیر محفوظ خوفزدہ عصمتیں...... یتیم بچوں کو سینوں سے لگا کر در در کی ٹھوکریں کھاتیں مائیں ...... ماں کی ممتا کو ترستے معصوم پھول...... ہجرت کی مجبوریاں...... اپنوں سے دوریاں...... شہداء کے کٹے پھٹے وجود با سعود...... بھوک و افلاس کے سروں پر کوہ گراں...... پردیس میں اپنوں کے نشتر...... تضحیک و دلخراش طنز...... غرض کہ مجاہدین ہر طرف سے منافقوں کافروں...... اپنوں اور غیروں کے تختہ مشق بنے ہوئے...... پابندیاں...... گرفتاریاں...... سولیاں...... تحقیق و تفتیش کے دلسوز مناظر و مراحل...... مثل جبل مصیبتیں...... مگر یہ سب کیسے ہوا...... ؟ کیا ایمان' تقویٰ' جرات' غیرت میں کمی تھی ؟ نہیں ہرگز نہیں۔

لرزاں تھی ساری دنیا تلوار سے ہماری
مانے ہوئے تھا لوہا سارا جہاں ہمارا

تو پھر...... یہ سب کیسے ہوا؟ اس ناچیز کی سوچ و فکر اور ناقص عقل یہی تسلیم کروا

رہی ہے۔ ہاں ہاں جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر ضمیر پکار رہا ہے کہ یہ سب صرف اور صرف میرے تیرے برے عملوں' خطاؤں' گناہوں کے اثرات کی وجہ سے ہوا۔

ایک تو اس برائی کا اثر کہ ہم نے طالبان کی اسلامی حکومت اور سچے کھرے مسلمانوں کے محافظوں کی قدر نہ کی۔ ان کو بنیاد پرست' انتہا پسند وغیرہ کہہ کر طعنے دیتے رہے۔ حقیر سمجھتے رہے۔ اللہ نے اپنے پیاروں کی تحقیر کو پسند نہ کیا اور ان کو ہم سے کہیں دور کر کے چھپا دیا ہے۔ "اب تلاش کریں انہیں چراغ رخ زیبا لے کر" اور دوسرا یہ کہ ہم میں سے کچھ مسلمان ان کو تو اچھا کہتے رہے...... مگر خود اچھے بننے کی کوشش نہ کی ان کو کامل مسلمان' مجاہد' غازی' نمازی' سب کچھ کہتے اور مانتے تھے ...... مگر خود ان سارے عملوں سے دور رہے۔ صرف دور ہی نہیں بلکہ اپنے آپ کو ہم باقی مسلمانوں نے گناہوں اللہ تعالیٰ و رسول ﷺ کی نافرمانیوں میں مکمل مصروف کر لیا اور اس آیت کا مصداق اپنے آپ کو بنا لیا۔ زین للناس حب الشھوات من النساء والبنین (ال عمران پارہ نمبر ۳ آیت نمبر ۱۴) کہ دنیا کی زیب و زینت عورتوں' اولاد' مال و دولت سونے چاندی وغیرہ دنیاوی مرغوبات میں پھنس کر رہ گئے۔ پھر سر عام فرامینِ خالق ......اور...... سنت رسول ﷺ کو پامال کرنے لگے بے حیائی' فحاشی عام کر دی...... رقص و سرور کی محفلیں بے پردگی...... شراب و زنا...... جھوٹ و غیبت......بد کلامی......بد اخلاقی وغیرہ یہ سب گناہ ہمارے محبوب مشغلے بن گئے۔

ہر کوئی مست مے ذوق تن آسانی ہے
تم مسلمان ہو' یہ انداز مسلمانی ہے؟

ہر شام مسلمانوں کے اعمال اللہ کے حبیب ﷺ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ غور کرو ہماری حالت کو دیکھ کر حضور ﷺ کا دل کتنا دکھی ہوتا ہوگا؟ انہی بد اعمالیوں کی وجہ سے آج یہ دن دیکھنا پڑے۔

Scanned with CamScanner

گناہ مسلمانوں کے لئے سم قاتل ہیں

اس لئے کہ میرے آقا اللہ کے حبیب ﷺ کا مقدس ارشاد ہے۔ کہ کسی قوم میں ایک آدمی گناہوں کا ارتکاب کرے اور وہ قوم قدرت کے باوجود اس کو نہ روکے تو اللہ پاک مرنے سے قبل اس قوم کو عذاب میں مبتلا کرتے ہیں (ابو داؤد شریف)

ہم اپنی حالت کا ذرا مشاہدہ فرمالیں دوسروں کو روکنا تو در کنار جو قوم بحیثیت پوری قوم گناہوں میں مبتلا ہو۔ کیا اس کا کوئی اثر نہیں ؟ یقیناً اس کے اثرات ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جسے قرآن و سنت میں واضح اور مکرر بیان کیا گیا ہے کہ گناہوں کی نحوست قلب و جسم سے لے کر ماحول' معاشرہ' فضا' در و دیوار تک ہوتی ہے۔ اور یہی گناہ مسلمانوں کے لئے سم قاتل ہیں اور رب العالمین کی ناراضگی کا سبب ہیں۔ یہی گناہ اور معصیات اللہ کی مدد و نصرت کو متوجہ نہیں ہونے دیتیں۔ واضح بات ہے کہ انہی اعمال سئیہ......افعال قبیحہ...... شنیعہ کا اثر بد ہے......جو آج مسلمان اکثریت کے باوجود پوری دنیا میں پس رہے ہیں اور کفر کے سخت نرغے میں ہیں۔

نتیجہ یہ ہوا

نتیجہ یہ ہوا کہ ہم اس آزمائش کی سخت گھڑی میں اللہ کی رضا اور نصرت سے محروم ہوتے جا رہے ہیں جس کا اشارہ آج سے ۱۵ سو سال قبل حضور ﷺ نے اس وقت سے خبر دار رہنے کیلئے فرمادیا تھا۔ کہ جب مسلمان گناہوں میں مبتلا ہو جائیں گے تو ان کی یہ حالت بن جائے گی کہ وہ دعا مانگیں گے تو قبول نہ ہوگی......مدد چاہیں گے تو......مدد سے محروم رہیں گے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ دولت کدہ پر تشریف لائے تو آپ ﷺ کے چہرہ انور پر میں نے ایک خاص اثر محسوس کیا کہ کوئی اہم بات پیش آئی ہے۔ حضور ﷺ نے کسی سے کچھ بات نہیں کی۔ اور وضو فرما کر مسجد میں تشریف لے گئے۔ میں حجرہ کی دیوار سے لگ کر سننے کھڑی ہو گئی کہ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

چنانچہ حضور ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ پاک کی حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا۔

مروا بالمعروف وانهوا عن المنكر قبل ان تدعوا فلا اجيبت لكم و تسالونی فلااعطیکم و تستنصرونی فلا انصرکم فما ذاد علیهن حتی نزل... اے لوگو!...... اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (یعنی نیکیوں کی اشاعت برائیوں کا سدباب) کرتے رہو۔ ایسا وقت نہ آجائے کہ تم دعا مانگو تو قبول نہ ہو۔ تم سوال کرو اور سوال پورا نہ کیا جائے...... اور تم اپنے دشمنوں کے خلاف مجھ سے مدد چاہو تو میں مدد نہ کروں۔ اس کے بعد آپ ﷺ منبر پر سے نیچے تشریف لے آئے۔

گناہوں کا اثر بد اور ظالم بادشاہ کا تسلط

اسی قسم کی ایک دوسری روایت بھی حضرت ابو الدرداءؓ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو۔ ورنہ اللہ پاک تم پر ایسے ظالم بادشاہ کو مسلط کردے گا۔ جو تمہارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے۔ تمہارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے۔ اس وقت تمہارے برگزیدہ لوگ دعائیں کریں گے (مگر) قبول نہ ہوں گی۔ تم مدد چاہو گے مدد نہ کی جائے گی...... تم مغفرت چاہو گے 'مغفرت نہ ہو گی۔

حضرت حذیفہؓ سے بھی درمنثور میں اسی قسم کی روایت موجود ہے۔

ان روایات کی روشنی میں حالات کا موازنہ کیا جائے اور علمائے کرام سے معلوم کرلیا جائے کہ اس وقت مسلمانوں پر جو مشکلات و مصائب کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں اور سخت آزمائشی مراحل سے گزر رہے ہیں۔ کیا مذکورہ روایات کے مصداق مسلمان بن گئے ہیں یا کہ نہیں؟ بلکہ یہ جملہ تو عام لوگوں کی زبان پر بارہا مرتبہ سنا کہ جی دعا بہت مانگتے ہیں مگر قبول ہی نہیں ہوتی۔

؎ جب میں کہتا ہوں یا اللہ میرا حال دیکھ
حکم ہوتا ہے تو اپنا نامۂ اعمال دیکھ

اور ۵۳ اسلامی ممالک ہیں مگر مشرف سمیت سب حکمران امریکہ یورپ اور غیر مسلموں کے کاسہ لیسی کرنے والے اور کافروں کے ایماء پر اپنے مسلمانوں کو مارنے...... دبانے...... دھمکانے میں مصروف ہیں کوئی ان ظالموں کو پوچھنے والا نہیں (ورنہ کفر کو اتنی جرات پہلے کبھی نہ ہوئی تھی) اب اپنے اعمال اور ماحول معاشرہ پر نظر کریں تو یقیناً مذکورہ بالا فرامین رسول ﷺ کے مصداق بنتے ہیں۔ تو پھر آیئے اس کا حل تلاش کریں۔

قرآن و سنت میں متعدد جگہ اس کا حل ایک ہی سامنے آیا ہے۔ اور وہ ہے اللہ کو راضی کرنا اور اللہ پاک کو راضی کرنے کے لئے اپنے گناہوں سے یکسر سچی توبہ...... یعنی توبۃ النصوح۔ اور گناہوں پر ندامت و شرمندگی کا اظہار کرنا ہے۔ جہاں اللہ کی راہ میں مجاہدین قربانیاں دے کر خون کے قطرات بہا رہے ہیں۔ ہمیں توبہ و استغفار کر کے گناہوں پر ندامت کے آنسوؤں کے قطرے بہانے کی ضرورت ہے۔ جب آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات ہوگی تو اللہ پاک کی رحمت جوش میں ضرور آئے گی۔ اور متوجہ ہوگی۔ اس لئے کہ آنسو اللہ کو بہت محبوب ہیں۔ اور آنسوؤں کی تاثیر بھی مسلم ہے۔

دو محبوب قطرے

اگرچہ انقلاب و فتوحات کے لئے خون کے قطرات بھی بہانے پڑتے ہیں...... مگر ان فتوحات کی کامیابی کے لئے مسلمانوں کو اللہ کی نصرت کی ضرورت بھی ہوتی ہے اور اللہ کی نصرت کے حصول کیلئے عجز و انکساری کے ساتھ آنسو بہانے کی بڑی تاثیر ہے...... چنانچہ اسلام کے پہلے معرکہ میں جب بدر کے میدان میں کفار کے مدمقابل مسلمان صف آراء ہوئے تو صحابہ کرامؓ بے سروسامانی کی حالت میں اپنے سے تین گنا زیادہ مسلح لشکر سے نبرد آزما ہوئے۔ ظاہری طور پر صحابہ کرامؓ کی مادی اور افرادی قلت کے باوجود فتح و کامیابی اور کثرت پر غلبہ...... درحقیقت اس کا پس منظر یہی ہے کہ عریش مبارک میں در یتیم ﷺ کی مقدس آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں کا بہت اہم...... اور نمایاں کردار تھا۔ حضور ﷺ نے اپنے

جانثاروں کو دشمن کے سامنے کھڑا فرما کر خود سپر پاور اللہ سے رابطہ کے لئے سربسجود ہوگئے اور آنسو بہانے شروع کئے۔ یہاں تک کہ زمین آنسوؤں سے تر ہوگئی تو رمز شناس نبوت حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ میرے آقا ﷺ فداك ابی و امی سر مبارک اٹھایئے۔ نصرت الٰہیہ بس بالکل پہنچنے کو ہے...... چنانچہ حضور ﷺ نے سر مبارک اٹھایا اور ادھر فرشتے اترنا شروع ہوگئے۔ قطار اندر قطار تو دیکھیں مسلمانوں کی قلت تھی۔ افرادی اور مادی دونوں لحاظ سے مگر حضور ﷺ کی آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں نے فرشتوں کی فوج ظفر موج سے جو نصرت الٰہیہ کا مظہر تھی وہ کامیابیاں حاصل کیں کہ قیامت تک دنیا کی طاقتیں اس پر حیران ہیں۔

کوئی بات نہیں کہ طالبان کے پاس......اسامہ کے پاس طیارے نہ تھے......ڈیزی کٹر بم...... نیپام بم...... کروز میزائل...... کلسٹر بم......وغیرہ جو امریکہ برسا رہا تھا......اس کا مادی جواب نہ تھا مگر آنسو تو تھے۔ یقیناً ان آنسوؤں نے کام دکھایا۔ ملک واقتدار تو قربان کر دیا مگر انھوں نے مسلمانوں اور اسلام کی عزت ووقار اور اپنے ایمان و نظریہ کو ٹھیس نہ پہنچنے دی۔

ہم سوچتے ہیں...... تڑپتے ہیں کہ ہم وہاں ہوتے تو ہم بھی کچھ نہ کچھ تعاون کرتے......اگر آپ وہاں نہیں تو یہاں سے تعاون کریں۔ ان کی فکر و حفاظت اور مدد کے لئے آنسوؤں کی قربانی دیں۔ آنسو بہا بہا کر اللہ سے مانگیں اس پر اجر بھی آپ کو ملے گا......اور اللہ کی نصرت بھی آئے گی۔ وہ خون بہا رہے ہیں مگر ہم کیوں گناہوں میں مبتلا غفلت......یا مایوسی کا شکار ہیں...... آنسو چہروں پر سجا کر تو دیکھیں پھر رب العالمین کی مدد کا نظارہ کریں...... کیونکہ اللہ کی راہ میں جس طرح خون کا قطرہ بہت محبوب مقدس ہے اسی طرح گناہوں پر ندامت خوف الٰہیہ سے آنکھ سے بہنے والا آنسو کا قطرہ...... مسلمانوں کی مظلومیت پر افسردہ ہو کر نکلنے والا آنسو کا قطرہ بھی عند اللہ بہت ہی زیادہ محبوب و مرغوب ہے۔

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

لیس شئی احب الی اللہ من قطر تین واثرین قطرۃ دمرع

من خشية الله و قطرة دم تهراق في سبيل الله واما الاثرين فاثر في سبيل الله واثر فريضة من فرائض الله (رواہ ترمذی)

کہ اللہ پاک کے نزدیک دو قطروں اور دو قدموں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے۔ ایک آنسو کا وہ قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو اور ایک خون کا وہ قطرہ جو اللہ کے راستے میں بہایا گیا ہو۔ اور دو قدم ایک قدم جہاد میں اٹھنے والا ایک قدم اللہ کے راستہ میں کسی فریضہ کی ادائیگی کے لئے اٹھنے والا۔

مذکورہ حدیث طیبہ میں دو قطروں کی اہمیت کو بیان فرمایا ہے اس قیمت کا اندازہ فرمالیں کہ رب العالمین کے ہاں تمام قسم کے قطرات میں سے سب سے زیادہ یہی (خون فی سبیل اللہ آنسو من خشیۃ اللہ) دو قطرے محبوب و مرغوب ہیں......اب جہاں تک تعلق ہے خون مقدس کے قطرہ کا تو وہ طالبان و عرب و عجم مجاہدین نے اپنے مبارک پاکیزہ خوشبودار خون سے سرزمین افغانستان کے کہساروں کو سرخ کیا...... فضاؤں کو معطر کیا......اور ایک دو قطرے خون دے کر نہیں بلکہ [illegible] ندیاں بہادیں۔ دریاؤں سمندروں کے پانی کے رنگ بدل دیئے......ان مجاہدوں نے کوئی کسر نہ چھوڑی۔

اب جہاں تک بات ہے دوسرے محبوب قطرے آنسو کی تو وہ میری اور آپ کی اور دنیا بھر کے فکرمند مسلمانوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اس میں کنجوسی...... سستی......کاہلی نہ کریں اور اپنے مبارک آنسو کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے رات کے آخری حصہ اور تنہائی کا فوراً انتخاب کریں اور آنکھوں کو پرنم کریں...... رخساروں کو آنسوؤں کے پارہ سے سجائیں...... تاکہ اللہ پاک کی مدد و نصرت آئے......اور مسلمان خصوصاً مجاہدین دشمنوں پر غلبہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکیں اور اسلام کا ایک بار پھر بول بالا ہو۔

آنسوؤں کو معمولی نہ سمجھیں

ان آنسوؤں کو معمولی نہ سمجھیں۔ یہ وہ کام کر سکتے ہیں جو امریکہ سمیت دنیا کی

Scanned with CamScanner

ساری طاقتیں نہیں کر سکتیں۔ نہ اسلحہ کے زور پر ...... نہ ڈالروں کو پانی کی طرح بہا کر......
کیونکہ ان آنسوؤں میں اللہ نے بڑی تاثیر رکھی ہے۔
ایک طرف یہ کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے۔ اتق دعوة المظلوم فانها لیس بینه و بین الله حجاب۔ کہ مظلوم کی آہ سے بچو۔ مظلوم اور اس کے رب کے درمیان کوئی حجاب (پردہ) نہیں ہوتا۔ اس وقت مسلمان مظلوم ہیں۔ جب مظلومیت کے دکھ درد میں ڈوب کر اللہ کے سامنے دامن پھیلائیں گے...... آنسو بہائیں گے...... اپنی مظلومیت کا رونا روئیں گے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات ہماری مظلومیت پر ضرور رحم فرمائے گی اور دوسری طرف ان آنسوؤں کی تاثیر ہے کہ حضرت مسلم بن یسارؓ حضور علیہ السلام کا ارشاد بیان فرماتے ہیں۔

فاغرو رقت عین بمائها الا حرم الله سائر ذالک الجسد علی النار

کوئی آنکھ اپنے آنسو نہیں ڈبڈباتی مگر اللہ تعالیٰ اس تمام جسم کو آگ پر حرام فرماتے ہیں۔

ولاسالت قطرة علی خدها فیرهق ذالک الوجه قتر

اور کوئی آنسو (ایسا نہیں جو کہ) اس کے رخسار پر نہیں بہتا (مگر) اس کے چہرہ کو غبار (عذاب) وذلت سے محفوظ کر لیتا ہے...... یعنی کہ ایک آنسو سے پورے جسم کو نار جہنم سے خلاصی ہوگی اور رخساروں کو ہمہ قسم کی تکالیف سے محفوظ کر لیا جائے گا اور پھر اسی پر بس نہیں۔ اس چھوٹے سے آنسو کی اہمیت پر اسی مذکورہ حدیث میں یہ بھی فرمایا کہ اگر امتوں میں سے کسی امت میں کوئی (اللہ کے خوف سے) رونے والا ہو تو سب امتوں پر رحمت کا نزول ہو اور فرمایا کہ ہر شے کی کوئی نہ کوئی مقدار ہوتی ہے وزن ہوتا ہے۔ مگر آنسو کا وزن مقدار کوئی نہیں۔ اس (ایک آنسو) سے (رونے والے کے لئے) دوزخ کے کئی سمندر بجھا دیئے جاتے ہیں۔ اندازہ فرمائیں۔ جس آنسو سے دوزخ کی آگ کے کئی سمندر بجھ سکتے ہیں۔ اے مسلمانو! اگر ہم بھی خلوص واخلاص...... فکر و ندامت...... عجز وانکساری کے ساتھ آج آنسو بہائیں تو یقیناً کفر کی بڑھکتی ہوئی آگ کے شعلے بجھ سکتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

حضرت ابن مسعودؓ حضور ﷺ سے یہ بھی نقل فرماتے ہیں کہ مسلمان جس کی آنکھوں سے خوف خدا کی وجہ سے آنسو نکلا (ہو) اگرچہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہی کیوں نہ ہو پھر اس آنسو کا کچھ حصہ اس کے چہرے کی نرمی تک جا پہنچے تو اللہ پاک اس کو دوزخ پر حرام فرما دیتے ہیں.........

ہے کوئی حد اس رب کے عطا کرنے کی۔ ان كان مثل رأس الذباب.
مکھی کے سر کے برابر آنسو ہوتا کتنا ہے...... لیکن رحمت خداوندی کتنا کرم برساتی ہے۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ اللہ کی رحمت تو بہانہ ڈھونڈتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ والے اتنے نیک ہو کر بھی آنسو بہا کر ہر وقت اللہ تعالیٰ کے کرم و فضل کی بہاریں لوٹتے ہیں...... لیکن ہم گناہ گار ہو کر بھی اس طرف نہیں آتے۔ ہمارے آنسو پھر دنیاوی فضول غموں میں بہنا شروع ہو جاتے ہیں اور اپنے اندر سے نصرت الٰہیہ...... رحمت الٰہیہ کو متوجہ کرنے والی تاثیر ختم کر دیتے ہیں۔

اللہ والوں کے آنسو

حضرت ابن عمرؓ کی روتے روتے آنکھیں بیکار ہو گئیں۔ ایک بار کسی نے روتے ہوئے دیکھ لیا تو فرمانے لگے۔ میرے رونے پر تعجب کرتے ہو۔ اللہ کے خوف سے تو سورج بھی روتا ہے۔

ایک نوجوان صحابیؓ فاذا انشقت السماء فكانت وردة كالدهان یہ آیت پڑھتے پڑھتے رو دیا اور روتے روتے دم گھٹنے لگا...... کہ ہاں جس دن آسمان پھٹ جائیں گے یعنی قیامت کے دن میرا حال کیا ہو گا۔ ہائے میری بربادی...... اس صحابیؓ کے رونے کو دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے اس رونے کو دیکھ کر فرشتے بھی رونے لگے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ رو رہے تھے۔ بیوی بھی ان کی اس حالت کو دیکھ کر رونے لگی۔ فرمایا تو کیوں روتی ہے کہنے لگی جس وجہ سے آپ روتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ

Scanned with CamScanner

نے فرمایا کہ میں تو اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ جہنم کے اوپر (پل صراط) سے گزرنا تو ہے نہ معلوم نجات ہو سکے گی یا وہیں رہ جاؤں گا.......

حضرت یزید بن میسرہؒ فرماتے ہیں کہ رونا سات وجہ پر ہے۔(۱) خوشی سے (۲) جنون سے (۳) درد سے (۴) گھبراہٹ سے (۵) دکھلاوے سے (۶) نشہ سے (۷) اور اللہ کے خوف سے اور یہی (آخر الذکر) رونا وہ ہے کہ جس کا ایک آنسو بھی جہنم کے سمندر کو بجھا دیتا ہے۔

بہشتی زیور میں بھی میں نے ایک اللہ والی کے رونے کا واقعہ پڑھا ہے جو ہمہ وقت خوف خدا سے روتی رہتی تھی...... اور کہا کرتی تھی کہ میں چاہتی ہوں کہ اللہ کے لئے اتنا رووں اور اتنے آنسو بہاؤں کہ میرے جسم سے آنسو کا پانی ختم ہو جائے اور پھر آنسوؤں کی جگہ خون نکلنا شروع ہو جائے۔ یہاں تک کہ سارے جسم کا خون بھی آنسو بن کر اللہ کے لئے بہہ جائے۔ اس طرح کے متعدد واقعات ہیں۔ میری مائیں، بہنیں فطرتی طور پر آنسو بہانے میں تیز ہوتی ہیں۔ تھوڑے سے نقصان یا کسی ڈانٹ سے آنسو نکل آتے ہیں...... میں ان ماؤں بہنوں سے درخواست کرتا ہوں کہ دنیاوی نقصان پر آنسو بہانے کی بجائے اور کسی کی میت پر غیر شرعی طریقہ سے رونے کی بجائے رات کی تنہائیوں میں اپنے گناہوں کی مغفرت...... امت کی ہدایت...... وحفاظت کے لئے اپنے اللہ کے حضور آنسو بہا کر دعائیں کریں۔

یہ زیادہ بہتر ہے اور مفید ہے...... کیونکہ ایک طرف یہ آنسو تیرے اپنے لئے مفید ہے اور دوسری طرف محاذ جہاد پر مجاہد...... بیٹے...... ماؤں کی دعاؤں کے...... بہنوں کی دعاؤں کے...... شوہر بیویوں کی دعاؤں کے...... منتظر ہیں...... محتاج ہیں۔ آپ کے آنسو کے...... چند قطرے یقیناً ان مجاہدین اور اسیران کی آزادی اور کامیابی کا سبب بن سکتے ہیں۔

آنسوؤں کی افادیت

مصائب اور مشکلات کے جس گرداب میں مسلمان پھنس چکے ہیں اس سے نکلنے

کے لئے اس کا ایک ہی طریقہ ہے۔ توبہ کا اہتمام کریں اور معافی کی درخواست اپنے ارحم الرحمین اللہ کے حضور کریں اور خوب خوب آنسو بہائیں...... اللہ کے خوف سے آنسو بہانا ایمان کی دلیل ہے۔ خوف خدا رکھنے والے مومن حقیقی کی آنکھوں سے بہنے والے آنسو گناہوں کی گندگی و نجاست سے دل کو دھو کر پاک و شفاف کر دیتے ہیں...... ان آنسوؤں سے باطن سیراب و شاداب ہو جاتا ہے...... ان آنسوؤں سے دل کو سکون ملتا ہے جہنم کی آگ حرام ہو جاتی ہے...... ان آنسوؤں سے اللہ کی معرفت اور ایسا قرب ملتا ہے کہ شب و روز کی نفلی عبادت کی مشغولیت سے بھی نصیب نہیں ہوتا...... یہی آنسو غیبی امداد ربی کا ذریعہ ہوں گے...... یہی آنسو کوتاہیوں کی غبار کو صاف کروا کر مسلمانوں کو کامیابیوں سے ہمکنار کروالیں گے...... یہی آنسو طالبان اور مجاہدین کے زخموں پر مرہم اور دلاسوں کا کام بھی دیں گے...... ان آنسوؤں میں مسلمانوں کی فلاح کا راز پنہاں ہے...... یہی آنسو دینی و دنیاوی پریشانیوں کا سدباب کروانے کا سبب بنیں گے...... یہی آنسو اللہ کی نصرت...... رحمت...... لطف و کرم و مہربانیوں کی تحصیل کا سبب بنیں گے...... اور کامیابی کی نوید سنائیں گے۔

چلیں ہم بھی کچھ آنسو بہائیں

واستفرغ الدمع ممافات من زمن
جو وقت ہاتھ سے نکل گیا اس پر آنسو بہا
واندم بتوب علی ایامک الاول
اور اپنی گزشتہ زندگی پر شرما کر توبہ کر

رات تہجد کا وقت قبولیت کا وقت ہوتا ہے...... اور تنہائی بھی ہوتی ہے...... اس وقت کو منتخب کرلیں تو بہتر...... ورنہ جس وقت مناسب سمجھیں اور سہولت ہو...... وضو کر کے دو رکعت نفل پڑھ لیں اور پھر...... باادب دوزانوں قبلہ رخ بیٹھ کر دست طلب اللہ کے سامنے پھیلادیں۔ پہلے...... رب العالمین کی حمد و ثنا کریں اور...... کچھ دیر درود شریف

Scanned with CamScanner

پڑھیں۔ اس کے بعد اپنی دعا کا آغاز فرمائیں۔

کہ اے اللہ...... اے میرے مالک...... اے میرے خالق...... اے میرے مشکل کشا اللہ...... اے میرے رحم کرنے والے مغفرت و بخشش کو محبوب و مرغوب رکھنے والے رب...... میں آپ کا خطاکار...... گناہ گار...... سیاہ کار...... بندہ ہوں۔ خطاؤں کے ڈھیر تلے دبا ہوا اور سیاہ اور تباہ حال ہو کر اب آپ ہی کی توفیق سے آپ کے در پر حاضر ہوا ہوں۔

سب سے پہلے ندامت و شرمندگی کے ساتھ اپنے جرموں ...... قصوروں ...... گناہوں ...... کا اعتراف کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے بنایا تھا۔ اپنی عبادت اور فرمانبرداری...... اور اپنے محبوب ﷺ کی اطاعت کے لئے اور مجھے ہر قسم کی نعمتوں سے نوازا ...... اور حکم دیا کہ ان نعمتوں کو آپ ہی کے حکموں اور حضور ﷺ کے طریقوں کے مطابق استعمال کروں...... مگر میں نے شیطان کے بہلاوے میں آکر اور اپنے نفس کی پیروی کر کے آپ کے حکموں اور زندگی کے مقصد کو پامال کر چکا اور اپنے آپ کو تباہ کر چکا ہوں۔ اے اللہ رحم فرما کر مجھے معاف فرمادیں۔

اے میرے اللہ آپ کی دی ہوئی نعمتوں کی قدر میں نہ کر سکا...... دل و دماغ دیا تھا دین کو سمجھنے کے لئے...... میں نے ان کو صرف دنیا کے حصول کے طریقوں کے سمجھنے میں مصروف رکھا...... آنکھ دی تھی قرآن پر غور و تدبر...... والدین کو محبت کی نگاہ سے دیکھنے کے لئے...... میں نے ان کو غیر شرعی چیزوں...... غیر محرموں اور فلموں وغیرہ فواحش کے دیکھنے میں مصروف کر دیا...... کان دیئے تھے قرآن پاک سننے' دینی واعظ و نصائح کو سننے کے لئے۔ میں نے دشمن کی سریلی آوازوں کو سننے کے لئے کانوں پر اپنی سماعت کو وقف کر دیا...... ہاتھ دیئے تھے نیک کام کرنے...... قرآن پاک اٹھا کر پڑھنے کے لئے...... جہاد میں کافروں پر تیر و تلوار برسانے کے لئے...... میں نے ان ہاتھوں سے ہر غیر شرعی کام کیا...... زبان سے ذکر اللہ اور کلام اللہ کی تلاوت کی جائے بری باتیں...... غیبت...... وغیرہ کرتا رہا اور اسلام کی تبلیغ نہ کر سکا...... اسی طرح میرے اللہ آپ نے حسن جمال کی نعمت...... اور صحت و تندرستی کی

Scanned with CamScanner

نعمت سے نوازا۔ میں بے پردگی کر کے آپ کو راضی کرنے کی بجائے غیروں کو راضی کرتی رہی...... خود گناہ گار ہوئی اور دوسروں کو بھی گناہ کی دعوت دیتی رہی...... اللہ میں نے اپنے سراپا کو آپ کی حکم عدولیوں میں مصروف رکھا۔ غفلت در غفلت میں آپ کے محبوب ﷺ کے طریقوں کو پامال خستہ حال کیا۔ میں نے جیسے جیسے جرم کئے ظاہراً معافی کی کوئی گنجائش نہیں اور معافی مانگی جائے تو معافی مل بھی نہیں سکتی......

عصیاں سے رو سیاہ ہیں مجرم پُر خطا ہیں
کھوٹے ہیں بے حیا ہیں لائق صد سزا ہیں

مگر میرے اللہ میں کسی مخلوق کے آگے یا کسی بادشاہ کے سامنے...... کسی حاکم کے دربار میں نہیں بلکہ میں تو اس ذات احکم الحاکمین...... ارحم الراحمین کے دربار اقدس میں حاضر ہوئی ہوں[1] جو خالی ہاتھ خالی دامن نہیں لوٹاتا...... کہ یہ اس کی شان کے خلاف ہے...... آپ کی ذات وہ پاک ذات ہے کہ آپ معافی مانگنے کو پسند فرماتے ہیں۔ آپ کی مغفرت ورحمت آپ کی قہاریت وغضب پر غالب ہے...... اے میرے اللہ میں اپنے گناہوں کو دیکھتا ہوں تو معافی کے قابل نظر نہیں آتے لیکن جب آپ کے فرامین پر غور کرتا ہوں۔ان رحمتی وسعت کل شئی اور ان ربک واسع المغفرہ تو میرا حوصلہ بڑھتا ہے اور مایوسی دور ہو جاتی ہے...... اس لئے آپ کے در پر امید لے کر حاضر ہوا ہوں۔ اے اللہ مجھے معاف فرمادیں اور اپنا اور اپنے محبوب ﷺ کا مطیع وفرمانبردار بنادیں۔

اے میرے اللہ! مجھے قرآن پاک کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمادیں...... پھر مزید رقت آمیز انداز میں آنسو بہا کر عجز کے ساتھ یہ بھی دعا کریں کہ یااللہ یا رحمن یا رحیم۔ آج میرے علاوہ آپ کے حبیب ﷺ کی پوری امت گناہوں میں نافرمانیوں میں گھر چکی ہے اور اسلام کے طور وطریقے چھوڑ کر غیر مسلموں کے انداز اپنا چکی ہے۔ ہر طرف بے حیائی فحاشی کا دور دورہ ہے۔ مساجد ویران' بازار آباد ہیں۔ امت حضور ﷺ کے مقدس طریقوں کو پامال کرتی ہوئی تباہی کے دہانے پر پہنچ چکی ہے اور شیطان

---

[1] یہ جملے مذکر مونث دونوں کے لیئے ہیں

نے ان کے لئے مغربی، یورپی تہذیب و تمدن کو زین لهم الشیطان اعمالهم. کا مصداق (خوبصورت) بنا کر کھا ہے...... اے اللہ...... کچھ تو جانتے ہوئے بھی اور کچھ نادانستہ طور پر اس برائی میں پھنس چکے ہیں۔ اللہ اپنے محبوب ﷺ کی امت کے اس حال پر غضب کے نہیں رحم کے فیصلے اور معاملہ فرما...... اے اللہ...... پوری امت کو ہدایت نصیب فرما...... تمام غیر شرعی کاموں سے محفوظ فرما کر ادخلوافی السلم کآفه کا مصداق بنادے۔ اے اللہ...... ہم سب کو ایسا بنادے جیسا آپ چاہتے ہیں۔ اللھم وفقنا لخیر وما یرضیک ارضاء امینا...... اے اللہ دیکھیں نا ہمارے ان گناہوں کی وجہ سے ہمارے دیگر مسلمان بھائی مجاہدین، کتنی تکلیفوں میں مبتلا ہیں۔ اللہ ہمیں معاف فرما کر ان کی مدد و نصرت فرما...... اے اللہ، ہم نے آج غفلت میں آپ کے محبوب ﷺ کے محبوب طریقوں کو چھوڑا...... اے اللہ آپ نے ہمیں چھوڑ دیا...... ہم سے آپ کی توجہ ہٹ گئی۔ آپ کی رضا و رحمت دور ہو گئی...... اللہ ہمیں معاف فرمادیں...... اے اللہ ہم خطاکار ہیں...... کمزور انسان ہیں...... یہ ہماری کوتاہی ہے کہ ہم سے غلطی ہو گئی...... لیکن میرے رب تعالیٰ اگر آپ معاف نہیں فرمائیں گے...... عفو و درگزر کا معاملہ نہیں فرمائیں گے تو ہمارا کیا بنے گا...... ہم تباہ ہو جائیں گے...... اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ اپنے بندے سے کتنی محبت کرتے ہیں...... اس لئے آپ اپنے بندے کو تباہ و برباد بھی نہیں دیکھنا چاہتے تو...... پھر اللہ میری کوتاہیوں کو درگزر فرما کر مجھے سہارا دیں اپنی رحمت کا......

تیری اک نظر کی بات ہے
میری زندگی کا سوال ہے

(اب خوب آنسو بہا بہا کر یہ بھی کہہ دیں رقت کے ساتھ)

گرچہ میں بدکار و نالائق ہوں اے شاہ جہاں
پر تیرے در کو چھوڑ کر میں اب جاؤں کہاں
کشمکش سے ناامیدی کی ہوا ہوں میں تباہ

Scanned with CamScanner

دیکھ مت میرے عمل کو لطف پر کر اپنی نگاہ
حد سے بڑھ گیا ہے حال مجھ ناشاد کا
کر میری امداد اللہ وقت ہے امداد کا
گر میں ہوں اک بندہ عاصی غلام پر قصور
جرم میرا حوصلہ ہے نام تیرا رب غفور
تیرا کہلاتا ہوں میں جیسے بھی ہوں اے رب شکور

اس پر تصور کریں اپنے اللہ کی ذات کی طرف اور اپنی عجز و انکساری پر اپنی حقیری حقیقت کو تسلیم کریں۔ خوب آنسو بہائیں کہ میرے اللہ میں جو کچھ ہوں۔ جیسا بھی ہوں ...... تیرا کہلاتا ہوں۔ تو میرا مالک ہے ...... میں تیرا بندہ ہوں ...... اللہ تو میرا خالق ہے ...... میں تیری مخلوق ہوں ...... میرے گناہ بے شک بہت بڑے مگر میرے اللہ میرا تیرا تعلق تو ہے ...... تو میرا اللہ ہے میں تیرا بندہ ہوں ...... صرف تیرا ...... صرف تیرا ...... تو پھر مجھ سے خطائیں ہوگئیں تو مجھے معاف کردے ...... آنسو ...... آنسو ...... آنسو ...... اے میرے اللہ میں تیرے در پر حاضر ہوں ...... آپ بڑے ہیں ...... میں چھوٹا ہوں ...... اے اللہ چھوٹے تو ہمیشہ غلطیاں کرتے ہیں کرتے رہتے ہیں ...... چھوٹوں کا کام ہی غلطیاں کرنا ہے ...... جبکہ بڑوں کی شان معاف کرنا ہے ...... درگزر کرنا ہے ...... میرے پیارے اللہ میرے کرم والے اللہ آپ تو سب سے بڑے ہیں ...... بڑائی کل جہاں میں حقیقی صرف آپ کی ہے ...... اے اللہ مجھے معاف کردیں۔

میں تیرا کہلاتا ہوں جیسا بھی ہوں اے رب شکور
آپ نے ٹھکرا دیا تو کدھر جاؤں گا ...... آپ کے علاوہ کون ہے مجھ بے نوا کا
میں تیرا کہلاتا ہوں جیسا ہوں اے رب غفور
انت شاف انت کاف فی مھمات الامور

اے اللہ جس طرح کا حق ہے مانگنے کا مجھ سے تو وہ ادا بھی نہیں ہو سکتا۔ نہ وہ

ڈھنگ ہے...... نہ وہ رنگ ہے...... نہ وہ سوز و گداز ہے...... میں نے آپ کی دی ہوئی توفیق سے یہ چند جملے ادا کر کے آپ کی منت سماجت کی ہے...... اے اللہ قبول فرما کر رحم و کرم کا معاملہ فرمائیں...... اے اللہ میں دکھیا بھی ہوں۔ نادم بھی ہوں کہ میرے گناہوں کی نحوست کی وجہ سے آج تیری کتنی مقدس نعمتیں ہم سے چھن گئیں...... اسلامی سلطنت کا سقوط ہو گیا...... حرمین شریفین کفر کے نرغے میں چلے گئے...... مسلمان لٹ پٹ گئے...... اے اللہ ناراضگی معاف فرما کر مسلمانوں کی حالت کو درست فرما دیں...... اے رب العالمین میں سوال کرتا ہوں امت کے لئے...... اپنے لئے...... مجاہدین کے لئے...... طالبان کے لئے...... اپنے خاندان اور والدین...... بیوی بچوں کے لئے اور سب کے لئے...... اللہ ہمیں ہدایت عطا فرما...... اللہ سب کو عافیت عطا فرما...... اپنی مدد و نصرت عطا فرما...... یا اللہ طالبان اور مجاہدین عرب اور دیگر مجاہد تنظیمیں...... اسلامی مذہبی عمائدین...... سپاہ صحابہؓ کے اسیران...... فلسطین...... افغانستان اور دنیا بھر کے مظلوم...... محصور...... محبوس مسلمانوں کے حال پر اللہ رحم فرمائیں...... اپنی رحمت و مغفرت کے معاملے فرمائیں...... اے اللہ سخت سردی کا موسم ہے برف پوش پہاڑوں میں رہنے والے ننگے آسمان تلے بے سہارا پڑے ہیں...... معصوم بچے ننگے بدن...... ننگے پاؤں...... بلکتے بدن...... بھوک و پیاس...... کے مارے کسمپرسی کی حالت میں ہیں...... بچیاں بے سہارا بے گھر ہو گئیں...... اے اللہ ان کی مدد فرما...... ان کے حال پر کرم فرما...... اے اللہ ہم سب سمیت ان کے ایمان، جان، عزت آبرو...... عقیدہ نظام، ملک، مال و اسباب سب کی سب لحاظ سے حفاظت فرما...... آمین

اے اللہ ہمیں اور مسلمانوں کو برباد کرنے والے...... طالبان سے اسلام کا مقدس نظام چھیننے والے...... مسلمانوں پر بمباری کرنے والے...... ظالموں...... سفاکوں...... مسلمانوں کے غدار مسلم حکمرانوں...... اور کافر حکمرانوں کو ہدایت نصیب فرما...... اگر ان کے حصہ میں ہدایت نہیں تو اے اللہ ان کو عبرت کا نشان بنا...... ان کو تباہ و برباد فرما دیں...... اے اللہ ہماری استقامت، بہادری، استقلال کا امتحان نہ لے۔ ہم کچھ بھی نہیں...... ہم بہت کمزور

ہیں...... اگر ہم کسی آزمائش میں کامیاب ہوئے تو اس میں بھی ہمارا کمال نہیں...... آپ کی توفیق شامل حال ہوگی اور اگر خدانخواستہ پائے استقامت میں ذرہ بھر لغزش آگئی تو آپ کی گرفت و غضب میں پھنس جائیں گے اس لئے آپ اپنے فضل کا معاملہ فرمائیں...... اے اللہ مسلمانوں کو فتح غلبہ نصرت عطا فرمائیں...... کافروں کو تباہ و برباد فرمادیں...... اے اللہ کافروں کی سازشوں' منصوبوں کو خاک میں ملادیں...... اسلام کے دشمن امریکہ۔ صحابہ کرامؓ کے دشمن ایران' پاکستان کے دشمن انڈیا' اسرائیل سمیت سب کو پیوند خاک فرمادیں...... ان کافروں کے گھروں کو تباہ کردیں۔ ان کی جمعیت کو پارہ پارہ کردیں۔ ان میں اختلاف ڈال دیں۔ ان کافروں کے قدم اکھاڑ دیں۔

اللھم خذھم خذھم اخذ عزیز مقتدر

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

عوام و خواص گھریلو مستورات درود شریف و استغفار کی کثرت کا اہتمام کریں اور علمائے کرام ائمہ مساجد فجر کی نماز میں قنوت نازلہ کا اہتمام فرمائیں۔

آخر میں اس ناکارہ سیاہ کار کیلئے بھی خصوصی دعاؤں کا سلسلہ رکھیں۔ یقیناً کسی نہ کسی کے آنسو تو اللہ پاک کے ہاں قبول ہوں گے...... اور امت محمدیہ ﷺ کے لئے کامیابی کے دروازے کھل جائیں گے۔ اس لئے میں نے عرض کیا کہ چند آنسوں کے قطروں کی ضرورت ہے۔ اللہ رب العزت ہمیں عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

آمین ثم آمین یارب العالمین برحمتک یا ارحم الراحمین

اب یہ بھی زخم لگا ہوش میں لانے کے لئے
شمع ایمان و یقین دل میں جلانے کے لئے
آؤ سجدوں گریں اپنی جبیں رگڑیں
اپنے روٹھے رب کو منانے کے لئے

(کیفی)

Scanned with CamScanner

مایوس مت ہونا
حق ہر صورت غالب ہو کر رہے گا

تاریکیوں سے وقت کی مت ناامید ہو
وہ رات کون سی ہے کہ جس کی سحر نہیں

افغانستان میں طالبان کی اسلامی حکومت کی بہاریں چھنک جانے کے بعد مسلمانان عالم پر مصائب و آلام کا جو طوفانی ریلا کفر و باطل کی طرف سے آرہا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے عالم اسلام کو اپنی لپیٹ میں لے کر چند دنوں میں الٹ پلٹ کر نڈھال کر گیا ہے (حقیقت میں یہ کفر کا کمال نہیں بلکہ نتیجۂ اعمال ہے)۔

ادھر سپاہ صحابہؓ پاکستان، جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم سمیت متعدد مذہبی جماعتوں پر پابندی۔ امیر المومنین ملا محمد عمر، مجاہد اسلام اسامہ بن لادن، ملا عبدالسلام ضعیف، مولانا محمد اعظم طارق، مولانا علی شیر حیدری سمیت متعدد علمائے کرام مجاہدین اسلام کی گرفتاری۔ نظر بندی، روپوشی سے کچھ وقت کے لئے کفر و باطل کے مقابل میدان خالی دکھائی دینے لگا۔

انتہا پسندی کے نام پر علمائے کرام، طلباء عظام، مذہبی جماعتوں کے کارکنان کا قافیہ تنگ کیا جارہا ہے۔ مساجد اور مدارس پر سرکاری تسلط، بے باک و حق گو خطباء کرام کی زبانوں پر بھاری بھرکم تالے...... القاعدہ و دیگر مجاہدین کی...... کفر کے نرغے میں...... شبرغان...... کیوبا...... پاکستان کے مختلف عقوبت خانوں...... زندانوں...... جیلوں میں اسیری...... بے بسی...... ظلم و ستم کی ناقابل بیان داستانیں۔

ادھر عدالتوں پر ناانصافی کا شب خون ملٹری کورٹ کی صورت میں۔ نہ تڑپنے کی

Scanned with CamScanner

اجازت......نہ احتجاج......نہ فریاد...... گھٹ گھٹ کر مر جانا ہے۔ مرضی صیاد...... ماڈرن جدید اسلام کی منفیذ کا نعرہ۔ اسلامی روایات کی سر عام پامالی کے سرکار کی طرف سے حکم...... داعیان اسلام پر پابندی...... عیسائی مشنریاں آزاد...... قرآن پاک کی دعوت کے لئے لاؤڈ اسپیکر پر پابندی...... گانے جانے کی آزادی...... بیت اللہ...... روضہ رسول ﷺ' بیت المقدس...... کفار کے نرغے میں...... ہر طرف خاموشی...... ہو کا عالم...... کوئی خطیب...... کوئی ادیب...... کوئی طبیب...... ان حالات کو پیدا کرنے کا ذریعہ بننے والے عیسائیوں کے پٹھو حکمرانوں کے خلاف بولنے' لکھنے اور ان کا علاج کرنے والا نہیں...... امام احمد بن حنبلؒ کی حق گوئی...... امام ابو حنیفہؒ کی استقامت...... ابن تیمیؒ کی جرات...... ابو الکلام آزادؒ کی یلغار...... عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی للکار...... امیر عزیمت مولانا حق نواز شہیدؒ کی لسان حق سے نکلنے والی باطل شکن آواز...... سے منبر خاموش...... قیادت روپوش...... مسندوں والے ہمہ تن گوش...... اور کچھ خوف کی وجہ سے بے ہوش...... باقی ماندہ سرکار کے حمایتی پر جوش...... اس صورتحال کی وجہ سے ہر صاحب دل مسلمان...... ہر صاحب ایمان...... درد دل رکھنے والے انسان کی پریشانی انتہا کو پہنچ گئی ہے اور یہ ایک فطری عمل ہے۔ ہر مسلمان اپنے ایمان عقیدہ نظریہ ملک پاکستان وافغانستان کی بقاء کے لئے فکر مند ہے۔ اسلام اور شارع اسلام قرآن پاک' ناموس رسالت ﷺ' ناموس صحابہ کرامؓ' حرمین شریفین' کے تحفظ کے لئے بے قرار...... مگر بے بس ہے...... خصوصاً مذہبی جماعتوں کے کارکنان...... اور میری جماعت سپاہ صحابہؓ کے جیالے...... امی عائشہؓ کے متوالے بھی...... حوصلہ شکن حالات سے کبیدہ خاطر نظر آتے ہیں اور روز بروز بڑھتی ہوئی حکمرانوں کی اسلام دشمنی نے ذہنوں میں بہت سارے وساوس اور شکست خوردہ خیالات کو جنم دیا ہے...... کچھ مایوسی کا شکار ہوتے نظر آتے ہیں اور زبان واذہان میں یہ سوال بار بار انگڑائی لیتا نظر آتا ہے کہ اب کیا ہوگا؟ اب کیا بنے گا؟

اگرچہ درد دل رکھنے والے مسلمان کے لئے یہ ذہنی کوفت مذموم عمل نہیں ہے بلکہ یہ اس کی بیداری اور غیرت ایمانی کا ثبوت ہے۔ کہ مظلوم مجاہدین کی آہیں اسے مغموم

Scanned with CamScanner

کئے ہوئے ہیں۔ البتہ مایوسی کی حد تک دل گرفتہ ہونا مذموم اور قبیح ہے...... مسلمان اور خصوصاً مجاہدین کا تندیٔ باد مخالف سے گھبرانا خلاف شان ہے کیونکہ یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے.........

زمانہ منقلب ہے انقلاب آیا ہی کرتے ہیں
اندھیرے رات میں کچھ دیر کو چھایا ہی کرتے ہیں
مہ و خورشید کو بھی لگ ہی جاتا ہے گہن ایک دن
پھر اس کے بعد پیہم نور برسایا ہی کرتے ہیں

یقیناً آپ کی یہ پریشانی ذات کے بچاؤ کے لئے نہیں کہ میرا کیا بنے گا؟ بلکہ آپ کی پریشانی مذہبی فطرت کے عین مطابق۔ اسلام اور مسلمانوں کے لئے ہے...... محاذ جہاد کی طرف جانے والے راہوں کی بندش کو دیکھ کر متمنی شہادت دل مسوس کر رہ گئے ہیں ...... ناموس صحابہؓ کے لئے دل و جان سے فدا ہونے والے مجاہدین ناموس صحابہؓ ...... جنہوں نے دشمن صحابہؓ' شیعہ کے کفریہ فتنہ کو پیوند خاک کر دیا تھا۔ اس کے بعد دوبارہ سر اٹھانے کے خطرہ کے پیش نظر فکر مند ہیں۔ کہ کہیں وہ قلم و زبان سے کفریہ نشتروں کی بارش تبرا کی صورت میں کر کے صحابہؓ کرام کو ہدف نہ بنانے لگ جائیں۔ اس لئے ہر مجاہد...... غازی' نمازی...... خطیب...... سالار قافلہ...... رضاکار...... پریشان و حیران ہے کہ اب کیا ہو گا؟

اس سوال کے جواب کے لئے مندرجہ ذیل سطور آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ ان کو پڑھیں...... سمجھیں...... اور مایوسی کو ذہن سے نکال دیں اور اللہ کی رحمت و نصرت کا انتظار فرمائیں۔

میرے مذہب میں کیفی جرم ہے احساس مایوسی
مسلمان داستان عظمت کو دہرایا کرتے ہیں

اب کیا ہو گا؟...... اب ہو گا یہ کہ تم اگر مخلص تھے اور حسب استدعا تم نے کفر کے

مقابلے میں سستی کوتاہی نہیں دکھائی.....اور مشن تحفظ ناموس صحابہؓ جو حق وصداقت پر مبنی مشن تھا اور ہے (یقیناً ہے) طالبان اور دیگر مجاہدین کا جہاد بھی حق تھا اور ہے (یقیناً ہے).....تو پھر اللہ کا اعلان سن لو کہ تم ہی غالب رہو گے۔ کامیاب بھی تم ہو گے.....تمہیں دنیا کی کوئی طاقت زیر اور ختم نہیں کر سکتی۔ اس وقتی آزمائش.....اور خاموشی سے دل گرفتہ نہ ہو۔ اللہ پاک کا وعدہ ہے۔

انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیوٰۃ الدنیا

(پارہ نمبر ۲۴ سورہ مؤمن آیت نمبر ۵۱)

یعنی کہ ہم اپنے رسولوں کی اور ان پر ایمان لانے والوں کی مدد کرتے ہیں وہ جس بھی دینی مقاصد کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں ہم انکا بول بالا کرتے ہیں۔ لہذا حق پرستوں کی قربانیاں ضائع نہیں ہوتیں۔ چاہے کتنے ہی اتار چڑھاؤ آئیں..... امتحان پیش آئیں.....آخرکار ان کا مشن کامیاب ہو کر رہتا ہے ..... اور مزید فرمایا کہ ویوم یقوم الاشہاد کہ دنیا میں بھی حق والوں کا بول بالا ہوگا اور دن قیامت کے بھی تمام اقوام کی موجودگی میں ان کی عزت افزائی ہوگی.....اور دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے کہ

وکان حقا علینا نصر المؤمنین (پارہ نمبر ۲۱ سورہ روم آیت نمبر ۴۷)

اللہ پاک فرماتے ہیں کہ مومنین کی مدد و نصرت ہم پر لازمی ہے۔ ہمارا حق ہے کہ ہم ان کی مدد کریں۔ جس کی مددگار و معاون اللہ رب العزت کی ذات ہو۔ اس کو بھلا دنیا کی کوئی طاقت زیر کر سکتی ہے؟ قطعاً نہیں۔ کیونکہ فان حزب اللہ هو الغالبون۔ اللہ ہی کی جماعت غالب رہے گی۔ اور آپ اللہ کے لئے۔ اللہ والوں کے ساتھ ..... اللہ ہی کے دین کی سربلندی کے لئے..... کفر کے مقابل برسرپیکار تھے۔ آپ کے حزب اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں اور حزب اللہ حق والوں کی جماعت ہے اور حق ہر صورت غالب ہو کر رہے گا۔ اس لئے کہ حق آیا ہی دنیا میں غالب ہونے کے لئے ہے

حق کیا ہے؟

حق۔ عربی لغت میں حق کہتے ہی اس کو ہیں جو ثابت اور قائم ہو...... پائیدار ہو...... قرار ہو...... جبکہ باطل حق کی نقیض ہے...... باطل جھوٹ ہے۔ باطل کمزور ہوتا ہے۔ باطل پانی پر بلبلہ کی طرح...... باطل کی جڑیں نہیں ہوتیں...... باطل پانی پر نقش کی مانند ہے...... باطل کے پاؤں ہی نہیں کہ وہ قائم رہ سکے...... جم سکے‘ باطل کو ثبات اور قرار نہیں...... باطل زہوق ہے۔ اور پھر حق کیسے ختم ہو سکتا ہے کیونکہ حق تو اللہ پاک کا صفاتی نام بھی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے کہ فتعلی اللہ الملک الحق اللہ بلند بادشاہِ حق ہے...... فذالکم اللہ ربکم الحق پس یہی ہے اللہ تمہارا رب حق ہے...... تو حق اللہ پاک کی صفت ہے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ جس طرح اللہ پاک کی ذات قائم‘ ودائم ہے اس طرح رب تعالیٰ کو زوال اور فنا نہیں۔ اسی طرح اللہ پاک کی ہر صفت بھی دائمی اور غیر فانی ہے۔ اور حق اللہ کی صفت ہے لہٰذا حق اللہ کا دین مذہب اسلام ہے۔ جس طرح وہ ذات باقی ہے۔ اسی طرح اس اللہ کا دین حق بھی قیامت تک باقی رہے گا اور حق والے بھی رہیں گے۔ البتہ اس کو مٹانے والے مٹ گئے۔ آئندہ بھی مٹ جائیں گے مگر حق اور حق والے نہ مٹے ہیں نہ مٹ سکتے ہیں۔

یہ کسی نہ کسی صورت پھر اُبھر ہی آتے ہیں۔ قیامت کا وقوع حق و باطل والوں کی جیت اور ہار کے فیصلے کے لئے ہے۔ جس کے بعد پھر حق والوں کو جنت میں داخلہ کی صورت بلند اور دائمی بقاء نصیب ہو گی۔

وحی الٰہیہ بھی حق ہے

قرآن پاک میں وحی الٰہیہ کو بھی حق سے تعبیر کیا گیا ہے۔ انما انزل الیک من ربک الحق ۔ والذی انزل الیک من ربک الحق (یعنی میرے

Scanned with CamScanner

محبوب ﷺ جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل ہوا وہ حق ہے)......اور ظاہری بات ہے کہ وحی ربانی سے بڑھ کر کوئی چیز اسلام میں قائم ودائم اور باقی نہیں......اور اسی وحی کو قرآن کہتے ہیں اور اسی قرآن کے احکام و نظام کو اسلام کہتے ہیں......اور اسی اسلام کو طالبان نے نافذ کیا تھا اور پاکستان میں سپاہ صحابہؓ و دیگر مذہبی جماعتیں نافذ کروانا چاہتی ہیں اور یہی حق ہے۔ جب یہی حق ہے تو پھر کیسے مان لیا جائے کہ یہ حق ختم ہو گیا ہے۔ یا حق والے ختم ہو گئے ہیں۔ طالبان 'القاعدہ یا دیگر مسلمان اور سپاہ صحابہؓ ختم ہو گئی ہے؟ نہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وحی برحق بصورت قرآن باقی ہے۔ اور حق والے بصورت مجاہدین 'مسلمان باقی ہیں۔

میرے ساتھیو! مجاہدو...... غازیو...... نمازیو...... اسیرو...... پریشان اور مایوس کیوں ہوتے ہو۔ صرف چند افراد کا شہادت کے جام پی کر سو جانے......اور ہماری نظروں سے اوجھل ہو جانے سے...... اور دیگر قائدین کے اسیر یا روپوش ہو جانے سے...... ہمارا حق پر مبنی پروگرام اور مشن ختم نہیں ہوا...... بلکہ انشاء اللہ عنقریب نئے ولولے...... نئے جذبے کے ساتھ ایک بار پھر میدان میں باطل کے مقابل نمودار ہو گا۔

خزاں کے بعد دورِ فصلِ گل آتا ہے گلشن میں
چمن والو! خزاں میں پھول مرجھایا ہی کرتے ہیں

ظاہری حالات پر محدود نظر رکھ کر مایوس سوچ مت بنائیں......بلکہ اللہ علام الغیوب کی حکمتوں اور قدرتوں کے کرشمے کا انتظار فرمائیں۔ کہ وہ ذات کس طرح اور کس طرف سے اپنی رحمت و نصرت کا مینہ برساتی ہے۔

کیا ہوا؟

آج ایک حضرت جھنگویؒ...... ایک ملا عمر......ایک اسامہ بن لادن...... ایک ملا ضیف...... ایک اعظم طارق......ایک علی شیر حیدریؒ......ایک ملا داد اللہ ...... ایک حقانی[1]...... نہیں نظر آتا تو شکستہ دل کیوں ہوتے ہو۔ جو جذبہ ان مذکورہ مقدس بہادر ہستیوں

---

[1] ان میں سے کچھ حضرات شہید تھے کچھ گرفتار اور کچھ روپوش تھے

کے سینوں میں تھا۔ وہ آج ہزاروں 'لاکھوں 'اربوں مجاہدین مسلمانوں کے سینوں میں موجزن ہو چکا ہے۔ جو دل ان مذکورہ شخصیات کے سینے میں دھڑکتا تھا۔ آج وہ دل ایک دو نہیں بلکہ اربوں دلوں کی دھڑکن بن چکا ہے۔ کل صرف یہ چند مذکورہ شخصیات اور ان کے ساتھ چلنے اور کفار سے لڑنے والے مجاہدین امت مسلمہ کی فلاح وبقاء کے لئے فکر مند رہتے تھے اور ہم غفلت میں اپنے آپ کو غیر ذمہ دار سمجھ کر پر سکون زندگی گزار رہے تھے۔ آج وہ شخصیات نہیں۔ اکثر حضرات قائدین گرفتار ہیں مگر وہ اپنی فکر اور نظریہ کو پوری دنیا کے مسلمانوں میں بیدار کر گئے ہیں...... جس کی وجہ سے آج مسلمانوں کی حالتِ زار پر صرف وہ اکیلے ہی نہیں بلکہ ہم سب فکر مند ہیں...... اس آزمائشی جھٹکے سے بہت سے سوئے ہوئے جاگ چکے ہیں۔ بس انتظار کیجئے کہ کہاں سے کوئی موسیٰ اٹھتا ہے۔ باطل کو للکارنے کے لئے...... لہذا شکستہ دلی چھوڑیں۔ یہ مسلمان کی شان نہیں...... مایوسی گناہ ہے...... اور حق والوں کیلئے معیوب ہے۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

ٹھوکریں کھا کر ہی منزل کی راہ ملتی ہے۔ یہ وقتی ناکامیاں پتہ دیتی ہیں منزل کا۔ لہذا یہ موقع دلِ خونبار لے کر ناکامیوں پر اشک بہانے کا نہیں...... بلکہ ہمت و حوصلہ کے ساتھ جوان عزم کے ساتھ آگے بڑھنے کا ہے۔ خود کو بھی امت مسلمہ کو بھی مصیبت کے اس بھنور سے نکالنے کا ہے۔ حضرت زکی مرحوم نے کیا خوب کہا

؎ سدا ناکامیاں بنتی ہیں زینہ کامیابیوں کا
وہ منزل سامنے ہے ہمتیں بے دم نہ ہونے دو
کہیں سوزِ طلب کو سازِ ناکامی نہ لے ڈوبے
کرو ضبطِ فغاں آنکھیں ابھی پرنم نہ ہونے دو

Scanned with CamScanner

آزمائشی ہچکولے

دراصل ہوتا یہ ہے کہ کسی وقت ہماری بداعمالیاں اتنی بڑھ جاتی ہیں اور ہم غفلت در غفلت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ شیطان ہم پر حاوی ہونے میں کامیابی کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ ہم تباہی کے گڑھے میں گرنے والے ہو جاتے ہیں کہ اللہ رب العزت ہمیں اپنی طرف متوجہ کرنے اور ہمیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلانے کے لئے کسی نہ کسی امتحان میں مبتلا فرما دیتے ہیں...... تاکہ ابتلاء اور آزمائش کے جھٹکوں سے تھوڑے ہچکولے کھانے کے بعد بیدار ہو جائیں اور سنبھل کر زندگی گزاریں۔ موجودہ حالات بھی آزمائشی ہچکولا ہے۔ اٹھو بیدار ہو جاؤ۔ کوتاہیوں کو دور کرو۔ درست ہو جاؤ...... برائیوں 'بداعمالیوں سے تائب ہو کر صالح بن جاؤ...... اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو اور ذمہ دار اور اسلام کے چوکیدار بن جاؤ...... افتراق وانتشار کو ختم کرو...... یکجا ہو کر یکجان ہو کر یک آواز بن کر متحد و متفق ہو کر کفر پر چھا جانے والے بن جاؤ......

سر کفر کے عفریت کا قدموں میں کچل دو\
ہے سامنے دشمن اسے پیغام اجل دو\
جانباز جوانو! رخ حالات بدل دو\
دل میں ہیں جو ارماں شجاعت کے نکالو

اور یہ آزمائشی ہچکولے اس لئے بھی حق والوں پر آتے ہیں تاکہ مسلمان دیگر مظلوم مسلمانوں کے لئے فکر مند ہو کر اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں۔ ہم نے یہ ایک طرز اپنا رکھا ہے۔ کہ امت مسلمہ کی حالت زار شاہراہِ اسلام کی حفاظت ناموس رسالت ﷺ اور ناموس صحابہؓ کا کام صرف مجاہدین اور طالبان 'القاعدہ' سپاہ صحابہؓ یا دیگر چند مذہبی جماعتوں کی ٹھیکہ داری میں دے دیا تاکہ یہی حضرات آواز بھی اٹھائیں۔ یہی حضرات ٹھوکریں بھی کھائیں۔ یہی حضرات مظلوموں کی دادرسی کا ذریعہ بھی بنیں لیکن نہیں...... یہ صرف ان کی

Scanned with CamScanner

کے لئے نہیں بلکہ احساس دلانے ذمہ داری نہیں۔ بلکہ موجودہ حالات ہمیں مایوس کرنے کے لئے نہیں بلکہ احساس دلانے کے لئے ہیں کہ تم دیکھو! افغانستان، فلسطین، پاکستان و کشمیر سمیت دنیا بھر میں مسلمانوں کے ساتھ کیا گزر رہی ہے۔ ذرا سوچو! اسیران اس وقت کہاں کہاں کس کس حال میں ہیں؟ تصورات میں غور فرمائیں۔ اپنی ماؤں...... بہنوں...... بیویوں سے دور یہاں ہزاروں میل تھر تھراتے...... جسم...... پاؤں میں بیڑیاں...... ہاتھوں میں زنجیریں...... سوکھے بدن...... و خشک ہونٹ...... ٹوٹی ہڈیاں...... لوہے کے گرزوں سے تشدد...... زخموں پر مرچیں...... ڈرل مشینوں سے جسم میں سوراخ...... طعنے...... تضحیک آمیز رویہ سے پیش آتے آفیسر...... انسانیت سوز مظالم...... دل سوز مناظر ہمیں دعوت فکر دے رہے ہیں کہ ہم تو کفر کا مقابلہ کرتے ہوئے باطل سے ٹکراتے ہوئے یہاں قربان گاہوں میں پہنچ گئے ہیں۔ اب آپ کی باری ہے۔ آپ کی ذمہ داری ہے۔ میدان کارزار کو گرمانے کی، باطل کے سامنے کلمۃ الحق کو بلند کرنے کی۔ ہاں اگر تم نے محض مایوسی، اور سستی و کاہلی، مصلحت پسندی کو اپنائے رکھا تو یاد رکھو! حق تو پھر بھی غالب ہوگا لیکن اللہ پاک۔ یستبدل قوما غیرکم، کسی اور سے کام لے لے گا مگر......

ع ہماری داستاں تک نہ ہوگی داستانوں میں

اس لئے گھبرانے...... دل گرفتہ ہونے...... مایوس ہونے کا وقت نہیں۔ ہمت اور حوصلہ کے ساتھ آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔

زخم پہ زخم کھا کے جی، اپنے لہو کے گھونٹ پی
آہ نہ کر لبوں کو سی، عشق ہے دل لگی نہیں

تاریخ اسلام میں حق والوں کے چند واقعات

تاریخ اسلام میں ایسے متعدد موڑ آئے ہیں کہ حق والوں کو ہر طرف سے گھیر لیا گیا اور بظاہر کوئی راہ کامیابی اور فتح و غلبہ کی نظر نہ آتی تھی۔ مگر حق والے اپنے حق پر مبنی عقیدے...... نظریئے پر مستقیم رہے...... اور حق تعالیٰ سے مانگتے رہے تو رب العالمین نے

Scanned with CamScanner

غائب سے مدد فرما کر ظاہری اسباب کے معدوم ہو جانے کے باوجود حق والوں کو کامیابیاں اور کامرانیاں عطا کیں...... کفار و باطل حیرت زدہ رہ گئے۔

صحابہ کرامؓ کئی مرتبہ ایسے نرغے میں اور مشکل میں جہاں ہر طرف سے کوئی سبب بظاہر نظر نہ آتا ہو...... وہاں سے بتوفیق اللہ نکلنے میں کامیاب ہوئے...... اور فتح و غلبہ ان کو نصیب ہوا۔

حضرت علاء بن الحضرمیؓ بحرین کی طرف چلے...... اور اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بھی ایک موقع پر لشکر لے کر نکلے۔ راستہ میں دریاؤں کو عبور کرنا پڑا۔ کشتی نہ تھی تو اللہ کا نام لے کر پانی میں داخل ہو گئے اور پانی کے اوپر چلتے ہوئے پار ہو گئے۔ دشمن نے دیکھا تو بھاگ گیا۔ یہ کہتے ہوئے کہ...... "دیوان آمدند دیوان آمدند"۔ یہ تو کوئی دیو آ گئے ہیں۔ کبھی توشہ ختم ہو جاتا تو سمندر سے مچھلی رب تعالیٰ نکال کر پیش کر دیتے...... زادِ راہ کی قلت ہوتی تو اللہ تعالیٰ برکت عطا فرما دیتے...... راستہ بھول جاتے تو شیر ان کو کھانے کی بجائے اپنی کمر پر بٹھا کر راہ پر ڈال کر منزل تک چھوڑ آتا...... جنگل میں قیام کرنا پڑتا تو جانور جنگل خالی کر دیتے۔ یہ کیا ہے؟ یہ سب...... حق والوں کی کامیابی ہے۔ ظاہری اسباب نہ ہونے کے باوجود اللہ نے کس کس انداز میں ان کی نصرت فرمائی۔ کیونکہ رب تعالیٰ حق والوں کو تنہا نہیں چھوڑتا۔

اب آپ شاید پھر بھی سوچیں کہ جناب مان لیتے ہیں کہ حق کو غلبہ ضرور نصیب ہو گا مگر فی الحال تو کوئی اس کے آثار نظر نہیں آ رہے۔

یہ بات ٹھیک ہے...... لیکن آپ فتح مکہ کی پیش گوئی پر غور فرمائیں تو یہ بات با آسانی سمجھ سکتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ قل جاء الحق و ذھق الباطل...... تو اس وقت بظاہر کوئی آثار غلبہ و فتح کے موجود نہ تھے۔ خود حضور ﷺ کو مکہ مکرمہ چھوڑنا بھی پڑا تھا۔ لیکن پھر وہ دن آیا کہ آپ ﷺ فاتحانہ انداز میں مکہ میں داخل ہوئے اور کعبۃ اللہ کے گرد رکھے ہوئے بتوں کو جن کی تعداد (۳۶۰) تین سو ساٹھ تھی ایک چھڑی سے ضرب لگاتے

جاتے اور زبان مبارک سے یہ پڑھتے جاتے۔ جاء الحق و زھق الباطل۔ ان الباطل کان ذھوقا۔ کہ حق آیااور باطل بھاگ نکلا۔ کیونکہ باطل بھاگنے والا ہی ہے۔ چھڑی لگنے سے ایک ایک بت گرتا جاتا۔ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اس وقت بتوں کے خلاف گفتگو بھی مشکل تھی۔ مگر آج بت گرائے جارہے ہیں۔

اسی طرح دوسری آیت قل جاء الحق وما یبدئ الباطل وما یعید ......جب نازل ہوئی اس وقت تک کفار مکہ میں دندناتے پھرتے تھے...... مگر وہ وقت بھی آیا کہ اس آیت کی پیش گوئی پوری ہوئی اور حضور ﷺ نے علی الاعلان یہ فرمایا اخرج الیھود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب...... کہ جزیرہ عرب سے کفار کو نکال باہر کردو...... چنانچہ کفار کو عرب اور خصوصا حرمین سے نکالا گیا۔

آج تک وہ وہاں پر قابض نہ ہوسکے۔ تو جب مذکورہ آیات میں پیشن گوئیاں سنائی جارہی تھیں اس وقت بظاہر فتح مکہ و غلبہ اسلام واقتدار کے کوئی آثار نہیں تھے مگر چند سالوں کے بعد بفضلہ وبعونہ کفر وباطل دم دبا کر بھاگا۔ اور حضور ﷺ و صحابہ کرام ؓ اہل حق کی جماعت کو رب العزت نے استحکام واستقرار نصیب فرمایا۔ اور یہ استحکام کسی محدود علاقے تک نہ رہا بلکہ............

نیل کے ساحل سے لے کر تاخاکِ کاشغر

ہر طرف دین کا' اسلام کا علم لہرادیا گیا۔ شرق وغرب میں اسلام کو غلبہ نصیب ہوا۔ کفر کو پاؤں تلے مسل ڈالا گیا اور حق کا بول بالا ہوا۔ کفر کا منہ کالا ہوا۔

مقصود ابقائے حق اور افنائے باطل ہے

مذکورہ بالا سطور میں محض تسلی' وحوصلہ افزائی کے لئے آپ کی مایوسی دور کرنے کی غرض سے حق کے غلبہ کے فضائل نہیں لکھے گئے......بلکہ یہ حقیقت ہے جو قرآن وسنت کے مستند ترین دلائل اور واقعات کے ظہور پذیر ہونے والے اقوال سے مسلم طور پر ثابت ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ حق واقعی غالب...... برقرار...... ثابت...... کامیاب ہے جبکہ انجام

Scanned with CamScanner

کار باطل بہر صورت مغلوب...... مقہور...... منہزم...... معدوم...... منتشر و مردود ہے......اور ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔

اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار کم از کم مسلمان نہیں کر سکتا۔ ورنہ ایمان میں نقص پیدا ہو گا۔ اس کو سمجھیں' جس طرح ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ مقصود کائنات ہیں۔ تو آپ حق کو لے کر آنے والے ہیں۔ اسی طرح حق بھی مقصود کائنات ہے۔ تخلیق آفرینش عالم سے مقصود و مطلوب ہی ابقائے حق اور افنائے باطل ہے۔ یعنی یہ کائنات پیدا ہی حق کے بقاء اور باطل کے فنا کے لئے کی گئی ہے۔ چنانچہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

وما خلقنا السمآء والارض وما بینھما لٰعبین (پارہ نمبر ۱۷ الانبیاء آیت نمبر ۱۶) کہ ہم نے یہ دنیا کھیل نہیں بنائی......اس کے بنانے میں کچھ نہ کچھ مصلحت ہے۔ ایسے کھلونے بنانے میں ہماری شایان شان ہوتے بھی تو ہم بنا لیتے ......لیکن محض دنیا کو کھیل تماشا نہ سمجھو۔ بلکہ یہ ایک میدان کارزار ہے جہاں حق و باطل کی جنگ ہوتی ہے۔ بل نقذف بالحق علی الباطل فید مغہ فاذاھو زاھق (حق حملہ آور ہو کر باطل کا سر کچل دیتا ہے اور باطل بھاگنے پر بہر حال مجبور ہوتا ہے) اور یہی سلسلہ ابتداء آفرینش سے چل رہا ہے

؎ ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفویؐ سے شرار بولہبی

لہٰذا حق کے غلبہ کو قانون فطرت تسلیم کرتے ہوئے اور مقصد کائنات جانتے ہوئے اپنے شکستہ ولولوں کو پھر سے مضبوط کریں...... ہمت سے کام لیں...... یہ چند روز مادیت پرست اور مغربی بے حیاء تہذیب کا شور و غوغا ہے...... جس کی وجہ سے باطل نے ظلم کی انت مچا رکھی ہے۔ کچھ باطل کو مسلمانوں پر شب خون مارنے کا حوصلہ ہمارے غدار حکمرانوں اور مفاد پرست...... موقع پرست ملاؤں کی وجہ سے ہے...... لیکن پھر بھی گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ اگر بش کے ساتھ بلیئر ہے...... مشرف کے ساتھ بش ہے...... ادھر واجپائی ہے اور اس کے ساتھ ایریل شیرون ہے...... تو کیا ہوا...... ؟ محمد مصطفیٰ ﷺ کا خدا'

اللہ رب العزت ہمارے ساتھ ہے۔ حق تعالیٰ اور حق کا پیغام' ہمارے ساتھ ہے...... تو فتح انشاء اللہ ہماری ہی ہوگی۔ باطل دب جائے گا' حق ڈٹ جائے گا۔ ایک اور مثال سے اللہ پاک حق کی تقویت اور باطل کی کمزوری کو بڑے خوبصورت اور سہل انداز میں بیان فرما کر انسانیت کو سمجھاتے ہیں۔ غور فرمائیں۔

حق رحمت ہے

قرآن پاک کی ابتداء ہی میں رب العزت کے اسم ذات کے ساتھ جن دو صفتوں کا ذکر کیا ہے وہ صفتیں رحمت خداوندی کا اشارہ دیتی ہیں۔ الحمد للہ رب العالمین کہ تمام تعریفیں اسی اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ کیسا رب الرحمان الرحیم...... جو کہ رحمت و مہربانی والا ہے اور رحمت...... فضل و نفع چاہتی ہے۔ نقص و ضرر نہیں چاہتی...... یعنی مقتضائے ربوبیت فیضان رحمت کو عام کرنا ہے' فساد کو نقصان کو نہیں۔ لہٰذا حق میں ہر طرح رحمت...... نفع...... خوبیاں ہی خوبیاں ہیں...... جبکہ باطل میں نقص' ضرر...... فساد...... برائی ہی برائی ہے...... اور اللہ پاک انفع چیز کو کار آمد چیز کو باقی رکھتے ہیں۔ مگر فضول ناکارہ کو ختم کر دیتے ہیں۔ اس بات کو اللہ پاک نے قرآن پاک کی اس آیت میں مثال دے کر بہت ہی اچھے انداز میں بیان فرمایا ہے۔

انزل من السمآء مآء فسالت اودیة بقدرها فاحتمل السیل زبدا رابیا ؕ ومما یوقدون علیه فی النار ابتغآء حلیة اومتاع زبدمثله ؕ کذالک یضرب اللہ الحق والباطل فاما الذبد فیذهب جفآء واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض کذالک یضرب اللہ الامثال ۝

(پ ۱۳' آیت ۷' سورہ الرعد)(ترجمہ قرآن میں دیکھ لیں)

اس آیت کی تشریح میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے جو لکھا ہے لفظ بہ لفظ لکھتا ہوں۔

"آسمان سے بارش اتری جس سے ندی نالے بہہ پڑے۔ ہر نالے میں اس کے

ظرف اور گنجائش کے موافق جتنا اللہ نے چاہا پانی جاری کر دیا..... چھوٹے میں کم بڑے میں زیادہ..... پانی جب زمین پر رواں ہوا تو مٹی اور کوڑا کرکٹ ملنے سے گدلا ہو گیا۔ پھر میل کچیل اور جھاگ پھول کر اوپر آیا۔ جیسے تیز آگ میں چاندی' تانبا' لوہا اور دوسری معدنیات پگھلاتے ہیں تاکہ زیور' برتن اور ہتھیار وغیرہ تیار کریں۔ اس میں بھی اسی طرح جھاگ اٹھتا ہے۔ مگر تھوڑی دیر بعد خشک یا منتشر ہو کر جھاگ جاتا رہتا ہے اور جو اصل کار آمد چیز تھی (یعنی پانی یا پگھلی ہوئی معدنیات) وہی زمین میں یا زمین والوں کے ہاتھ میں باقی رہ جاتی ہیں جس سے مختلف طور پر لوگ منتفع (فائدہ) ہوتے ہیں۔"

یہی مثال حق و باطل کی سمجھ لو۔ جب وحی آسمان دین حق کو لے کر اترتی ہے تو قلوب بنی آدمؑ اپنے ظرف اور استعداد کے موافق فیض حاصل کرتے ہیں پھر حق اور باطل باہم بھڑتے ہیں تو (باطل) کا میل ابھر آتا ہے۔ بظاہر باطل جھاگ کی طرح حق کو دبالیتا ہے (جیسا کہ آج کل باطل ہر طرف سے غالب نظر آرہا ہے لیکن اس کا یہ غلبہ بالکل اسی طرح ہے جیسا کہ بارش کے بعد جمع ہونے والے پانی کے اور خس و خاشاک و بھوسا وغیرہ کا گند اکٹھا ہو کر پانی کے اوپر چھا جاتا ہے اور پانی کو ڈھانپ لیتا ہے۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ وہ بھوسا تھا جھاگ ہوتا فضول اور عارضی ہے۔ بعد میں کناروں پر لگ کر ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح آج کا باطل بھی بھوسا اور گند ہے جو ہر طرف سے اٹھ کر حق کے صاف پانی پر جمع ہو چکا ہے۔ مگر یہ ہے عارضی)۔

لیکن اس کا یہ ابال عارضی اور بے بنیاد ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کے جوش و خروش کا پتہ نہیں رہتا۔ اللہ جانے کدھر گیا۔ جو اصلی اور کار آمد چیز جھاگ کے نیچے دبی ہوئی تھی (یعنی حق و صداقت) بس وہی رہ گئی۔ دیکھو! اللہ کی بیان کردہ مثالیں کیسی عجیب ہوتی ہیں۔ کیسے مؤثر طرز میں سمجھایا کہ دنیا میں حق و باطل بھڑتے ہیں۔ یعنی دونوں کا جنگی مقابلہ ہوتا ہے تو گو بدائے چند (تھوڑی دیر کے لئے) باطل اونچا اور پھولا ہوا نظر آئے لیکن آخر کار باطل کو منتشر کر کے حق ہی ظاہر و غالب ہو کر رہے گا۔ کسی مومن کو باطل کی عارضی نمائش

سے دھوکا نہ کھانا چاہئے۔

(ظاہری حالات اور نظام کے ساتھ ہی صورت روحانی یعنی دل کو بھی ہے اس کے متعلق فرماتے ہیں) اسی طرح کسی انسان کے دل میں جب حق اتر جائے (تو) کچھ دیر کے لئے اوہام ووساوس زور و شور دکھلائیں تو گھبرانے کی بات نہیں۔ تھوڑی دیر میں یہ ابال بیٹھ جائے گا اور خالص حق ثابت اور مستقر رہے گا۔

مقصد و خلاصۃ الکلام یہ ہوا کہ باطل کی مثال ایسے ہی ہے جیسے بارش کے برسنے سے بڑے زور و شور سے جھاگ بھوسا پانی کے اوپر جمع ہوتا ہے مگر کچھ دیر بعد اصل پانی تو کام کا رہ جاتا ہے مگر وہ بھوسا نما جھاگ خام ہو کر ختم ہو جاتا ہے۔

اسی طرح نزول حق کی بارش سے باطل مشتعل ہو جاتا ہے اور انتہائی جوش و خروش سے اٹھتا ہے اور حق پر حق والوں پر پل پڑتا ہے اور حق و باطل کے درمیان کشمکش شروع ہو جاتی ہے۔ کچھ دیر کے لئے باطل غالب ہوتا ہوا نظر آتا ہے جو کہ جھاگ کی طرح اس کا محض ابال ہے۔ پھر اس کا نام و نشان صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ جاتا ہے۔ اور حق کا بول بالا ہو جاتا ہے۔ تو وقتی کفر کا، ظلم کا، باطل کا، یہ ابال بالکل عارضی ہے۔ ہمیں تھوڑا سا بیدار ہونے، متحد ہونے کی دیر ہے۔ یہ بہت جلد خس و خاشاک کی طرح بہہ جائے گا۔ انشاء اللہ

☆☆☆☆☆

Scanned with CamScanner

غلبہ حق کا راز تقوی میں مضمر ہے

سقوط افغانستان کے بعد امریکہ کی طرف سے بڑھتی ہوئی جاحیت اور سفاکیت کے واقعات نئے نئے انداز میں داستان ظلم رقم کر رہے ہیں۔ ہر نکلنے والا سورج مسلمانوں کیلئے ایک نئی ایمانی جذبات کو پاش پاش کر دینے والی غم زدہ خبر کے ساتھ طلوع ہوتا ہے۔ طالبان مجاہدین اور القاعدہ کے عرب مجاہدوں : غازیوں کے ہاتھوں اسلامی حکومت جبراً چھن جانے کے بعد ہر روز مسلمانوں کو ایک نئے دکھ کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے...... کبھی کیوبا میں اسیران ناموس اسلام کے ساتھ انسانیت سوز مظالم کی دل خراش اطلاعات...... کبھی کوہاٹ کی جیل میں قرآن پاک جیسی مقدس کتاب کلام اللہ کو پاؤں کی ٹھوکریں...... کبھی مذہبی جماعتوں پر پابندی...... مساجد...... خانہ خدا کو تالے ادھر مظلوموں...... بے بسوں مسلمانوں کے آہ و نالے...... جیسے دل کو خوں بار اور آنکھوں کو اشک بار کر دینے والے لرزہ خیز سانحات سے دل مسلم غم زدہ اور آنکھ پرنم ہے۔ خصوصاً مذہبی جماعتوں کے کارکنان...... میری جماعت سپاہ صحابہؓ کے مجاہدین دل مسوس کر رہ گئے ہیں۔ ان حضرات کی حوصلہ افزائی اور حقائق سے آگاہی کیلئے چند دن قبل ایک مضمون قرطاس کی زینت بنایا تھا ۔اور قرآن وسنت کے دلائل سے یہ بات سمجھائی تھی کہ حق ہمیشہ غالب رہے گا۔ کفر اور باطل غلبہ وقتی ہے اور پانی پر جھاگ کی مانند ہے۔ لہذا پریشان اور مایوس نہ ہوں فتح اور نصرت حق اور حق والوں کیلئے ہے۔ لیکن حالات اتنے دگرگوں ہو چکے ہیں کہ فی الحال کسی طرف سے واضح نصرت الٰہیہ کا نزول نظر نہیں آتا۔ جس کی وجہ سے ایک نیا سوال ذہنوں میں اٹھنا شروع ہو چکا ہے کہ حق اور حق والوں کے ساتھ اللہ کی مدد ونصرت لازمی ہوتی ہے مگر تاحال مدد اور نصرت الٰہیہ کا نازل نہ ہونا اور حق اور حق والوں کو مشکوک بناتا جا رہا ہے کہ شاید طالبان، عرب مجاہدین اور

مجاہدین ناموس صحابہ سمیت سب کا مشن اور کاز حق پر نہ تھا جس کی وجہ سے لٹے پٹے ہی جارہے ہیں کسی طرف کوئی کامیابی کی اطلاع موصول نہیں ہوتی۔

تو مذکورہ سوال کے جوب میں کچھ لکھنے کیلئے احباب نے تقاضا کیا تو بندہ عاصی نے چند سطور تحریر کرنے کیلئے قلم کو بتوفیق اللہ حرکت دی ہے۔ اللہ پاک صحیح اور سچ لکھنے اور سمجھنے اور سمجھانے کی توفیق دے آمین۔

تو اس ضمن میں کچھ باتیں (چند آنسوؤں کے قطروں کی ضرورت ہے) کے عنوان سے مضمون میں گزر چکی ہیں، مزید یہ عرض ہے کہ حق اور حق والوں پر شک کرنے کی قطعی ضرورت نہیں اور نہ ہی قرین انصاف ہے...... طالبان ...... عرب مجاہدین...... ملا عمر اسامہ بن لادن حفظھم اللہ تعالی...... سپاہ صحابہؓ...... اور جیش محمد ﷺ وغیرہ سب کا مشن حق اور سچ پر مبنی تھا اور اپنے اپنے مشنوں کے قائدین بھی جو کہ مذکورہ جماعتوں سے منسلک ہیں وہ اہل حق ہیں اس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں...... حقیقت یہ ہے کہ جس طرف ہمیں غور کرنے کی ضرورت ہے وہ یہ کہ دراصل ہمارے اعمال مشکوک ہیں...... جو مدد و نصرت الٰہیہ کو متوجہ نہیں کر رہے...... ہماری تمام تر پریشانیوں، امتحانوں' آزمائشوں' کے باوجود عملی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آئی' کوئی اصلاح کی بطور خاص کاوش نہیں کی۔ جبکہ حق کے ساتھ نصرت الٰہیہ یقینی ہے مگر حق والوں کے ساتھ نصرت الٰہیہ اعمال کہ کمال سے مشروط اور مشروع ہے جسکی ہمارے اندر بہت ہی کمزوریاں پائی جاتی ہیں، خصوصاً میں اپنی جماعت کے کارکنوں کو اس چیز کا احساس کرنے کی دعوت دونگا، ذرا غور فرمائیں۔

غور کر اس پر' کیوں ایسی تباہی آئی
کس لیے نور پر غالب یہ سیاہی آئی
کیوں کڑے وقت میں کام آئی نہ طاقت کوئی
کیوں نہ امداد کو طاقت الٰہی آئی

ہمارے ہاں سپاہ صحابہؓ میں بھی اور دیگر مذہبی جماعتوں میں بھی ایک بات بڑی عجیب پائی جاتی ہے کہ جب ہم مذہبی جماعت سے منسلک ہو جاتے ہیں تو بجائے اس کے کہ غیر شرعی امور سے پہلے سے زیادہ اہتمام کے ساتھ بچنے کی کوشش کریں الٹا ہم اپنے آپ کو بخشا بخشایا سمجھنے لگتے ہیں، اور اپنی اصلاح اعمال پر توجہ دینا چھوڑ کر دوسروں کی اصلاح کی فکر میں لگ جاتے ہیں، غیر دین دار مسلمانوں کو تحقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں اور خود کو ایڈوانس جنتی کہتے ہیں صرف اس وجہ سے کہ ہمارا تعلق حق والوں کے ساتھ ہے ہم بھی تو کفار کے مقابلہ میں اللہ کے دین کا تحفظ کرنے والے پہرے دار اور چوکیدار ہیں ہم تو اس میں بخشے جائینگے (اللہ کرے ایسا ہی ہو کہ ہماری بخشش ہو جائے) محترم اس میں کوئی شک نہیں کہ نسبت کا بڑا اثر ہوتا ہے لیکن نجات کہ لیے نیک اعمال کی بہر حال ضرورت ہے، خود سرور دو عالم ﷺ نے اپنی سب سے پیاری چھوتی چہیتی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ بیٹی اس گھمنڈ میں نہ رہنا کہ میں امام الانبیاء امام المرسلین حضرت محمد ﷺ کی بیٹی ہوں، اسی نسبت سے جنت میں داخلہ ہو جائے گا، نہیں بلکہ عمل اپنے کروگی۔ اعمام اچھے ہونگے تو بخشش نجات اور مغفرت ہوگی۔

اس سے معلوم ہوا کہ احکام ربانی کی اطاعت اور محبوب ربانی ﷺ کی اطاعت بہر حال ضروری ہے اور خصوصا جس کو اللہ پاک نے اپنے دین کی سربلندی اور تحفظ کہ لیے منتخب کر لیا ہو تو وہ پھر بھی دن رات اللہ پاک کی نافرمانی میں گزارے تو تعجب خیز بات اور قبل افسوس ہے دراصل یہ بات ہمارے ذہنوں میں نقش ہو چکی ہے کہ ہم شہادت کی تمنا لیے میدان عمل میں کفار سے نبرد آزما ہیں ہمارا لحہ لحہ عبادت میں گزر رہا ہے اور جب ہم شہید ہونگے تو سیدھے جنت میں چلے جائینگے، حساب کتاب تو ہونا نہیں (خدا کرے ایسا ہی ہو) اللہ پاک ہم سب کو شہادت کی موت نصیب فرمائے۔

لیکن میرے عزیز مجاہدین کرام! یہ ہمیں پتہ ہے کہ واقعی ہم شہید ہوں گے؟ واقعی ہم کفار سے لڑتے لڑتے ہی اس مشن پر مرجائیں گے؟یقیناً آپ کا جواب یہی ہوگا کہ ہم میں سے یقین کے ساتھ کسی کو بھی نہیں پتہ تو پھر خدانخواستہ بغیر شہادت کے موت آجائے تو اس کے لئے کوئی تیاری کی ہے؟ اگر کی ہے تو پھر اللہ کا شکرادا کریں اور اگر نہیں تو پھر اس کی فکر کریں۔

عبرت سے آموز واقعہ

شیخ ابوالقاسم القشیریؒ نے دوصوفیوں کا قصہ لکھا ہے کہ بڑے نیک تھے اور عبادت ریاضت میں خاصا مقام رکھتے تھے۔احسان وسلوک کی منزلیں طے کررکھی تھیں۔ پھران میں جدائی ہوگئی۔ان میں سے ایک رومیوں کے مقابلہ میں غیروں کے ساتھ جہاد میں شریک ہوگیا۔جہاں کا آغاز ہوا تو رومیوں کی طرفسے ایک شخص نے مسلمانوں کو للکارا۔دیکھتے ہی دیکھتے تین مسلمان مجاہدوں کو شہید کردیا۔یہ دیکھ کر مذکورہ صوفی نے تلوار لے کراس شخص کے مقابلہ کے لئے نکلا۔اس نے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو وہ صوفی حیران رہ گیا کہ وہی شخص صوفی بزرگ تھا۔جوان کا ساتھی رہ چکا تھا۔انہوں نے پوچھاتم کافروں کی طرف سے لڑرہے ہوتمہیں کیا ہوا؟ اس نے بے نیاز وبے پروا ہوکر کہا۔دنیا کے چکر میں پڑگیا۔اسلام چھوڑ چکا ہوں۔اب میرے پاس عورتیں رہتی ہیں۔مسلمانوں کی طرف سے لڑنے والے بزرگ صوفی نے کہا کہ تمہیں جوقرآن یاد تھا اس کا کیاہوا۔اس کا کیاہوا۔اس نے کہا کہ سب بھول چکا ہوں۔ایک حرف بھی یادنہیں۔بزرگ صوفی نے کہا کہ اسلام کی طرف پلٹ آؤ۔اس نے کہا کہ رومیوں میں میری بڑی عزت ہےلہٰذا اسلام کی طرف واپسی کی ذلت (معاذاللہ) برداشت نہیں کرسکتا (اعاذنااللہ) مسلم صوفی بزرگ نے وارکرکے اس کوجہنم واصل کردیا۔غورفرمائیں کہ وہ عالم اور اللہ کاولی تھا مگر شیطان کے فریب میں آکر سب کچھ کھوبیٹھا اور خاتمہ شہادت کے بجائے ذلالت پر ہوا۔یہ تو

ولی تھا اور ہم تو پہلے سے ہی اعمال میں کمزور ہیں۔ ہمیں فکر کرنی چاہئے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

بہر غفلت یہ تیری ہستی نہیں

دیکھ جنت اس قدر سستی نہیں

دوسری بات یہ ہے کہ شہادت کی موت کے بے شک متعدد فضائل ہیں جس میں سب سے اہم یہ کہ حساب کتاب کے بغیر جنت میں داخلہ ہوگا۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اب مجاہدین نماز پڑھنا...... قرآن پاک کی تلاوت...... روزہ...... حیا...... کردار...... اخلاص...... اخلاق۔ سب کچھ چھوڑ کر منکرات پر عمل کرنے لگ جائیں اور اللہ ورسول ﷺ کی نافرمانی میں مصروف ہوجائیں۔ یا صرف نماز وغیرہ تک تو اپنے آپ کو شریعت کا پابند بنائیں اور باقی تقوی اختیار کرنے کی کوشش نہ کریں۔ نہیں نہیں۔ ایسا بالکل نہیں ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کا واقعہ ہے کہ جب مالٹا کی جیل میں ان کو سزائے موت سنائی گئی تو رونے لگے۔ حضرت حسین احمد مدنیؒ نے عرض کی کہ حضرت شہادت ملنے والی ہے یہ تو نعمت خداوندی ہے۔ اس پر تو خوش ہونا چاہیے۔ آپ رو رہے ہیں؟ حضرت نے فرمایا" حسین احمد" شہادت ملنے والی ہے لیکن میں اللہ کی بے نیازی پر رو رہا ہوں کہ آیا میری شہادت قبول بھی ہوگی یا نہیں؟ اللہ اللہ کتنی گہرائی والی بات فرمائی ہے۔

جس مجاہد کا اللہ پاک کے دین پر خود عمل نہیں۔ وہ دوسرے سے عمل کیسے کروا سکے گا۔ دین کا تحفظ کیسے کر سکے گا۔

ایک چیز مشترک ہوگئی

ذرا غور فرمائیں۔ ہمارا تعلق کتنی مقدس جماعت اور کتنے عظیم مشن کے ساتھ ہے اور ہمارے اعمال کیا ہیں؟

Scanned with CamScanner

۱۔ نماز پڑھتے ہی نہیں یا پڑھتے ہیں تو پابندی نہیں کرتے یا اہتمام سے..... خشوع اور خضوع سے..... پڑھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ گھر والوں کو تلقین نہیں کرتے نہ پابندی کرواتے ہیں۔

۲۔ قرآن پاک کی تلاوت، ذکر اذکار میں حد درجہ کی کوتاہی پائی جاتی ہے۔

۳۔ سنتوں پر عمل کو قطعی اہمیت نہیں دیتے خصوصاً ریش مبارک کی سنت سے اکثر محروم ہیں۔

۴۔ گھروں میں ٹی وی..... وی سی آر..... ڈش..... انڈین گانے کی کیسٹیں موجود ہیں۔

۵۔ مائیں، بہنیں شرعی پردہ نہیں کرتیں۔ غیر شرعی رسومات زور و شور سے ہوتی ہیں۔

۶۔ جماعتی عہدیدار خلوص کی جگہ عہدوں کو اپنے مفاد کے لئے استعمال کرتے ہیں اور فنڈ میں خیانت کو معمولی تصور کیا جاتا ہے۔ باہمی محبت کی جگہ نفرت وانا کثرت سے ہے۔ خطیبوں واعظوں میں اکابر والی جھلک کی قلت ہے۔

اس کے علاوہ اور بہت ساری قباحتیں پائی جاتی ہیں۔ خود سوچیں کہ جہاں کھلی نافرمانیاں ہم کرتے ہوں..... اللہ اور رسول ﷺ کے حکموں کو پامال کرتے ہوں تو ایسی صورت میں اللہ پاک کی مدد و نصرت آجائے گی.....؟ ہم مشن میں کامیاب ہوجائیں گے.....؟ ہم کفار پر غلبہ حاصل کرلیں گے؟ یقیناً جواب یہی ہے کہ ہم کامیاب نہیں ہوسکتے..... کیونکہ ہم جن کفار سے لڑ رہے ہیں۔ ان سے لڑنے کی وجہ یہی ہے کہ وہ اللہ کے نافرمان ہیں..... تو جب وہ بھی نافرمان اور ہم بھی نافرمان تو پھر جھگڑا کس بات کا.....؟ کیونکہ کفار اور ہم مسلمانوں میں ایک چیز مشترک ہوگئی اللہ کی نافرمانی اور یہی نافرمانی غضب الٰہی کو دعوت اور نصرت ورحمت خداوندی کو روکنے والی ہے۔ جب یہ بات ہے تو پھر غلبہ اور فتح کے لئے نصرت ومدد کا انتظار کیسا.....؟ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ صحابہ کرامؓ جیسی مقدس جماعت جو کہ عملی زندگی میں پوری امت کے لئے نمونہ و معیار ہیں..... متقی اور صالح ہیں..... مگر ان

سے بھی ایک سنت مسواک کی کچھ دن کے لئے چھوٹ گئی تو ے اون تک قلعہ فتح نہ کر سکے اور ہم ہیں کہ شب وروز اللہ رب العزت اور حضور ﷺ کے ہزاروں حکموں کو چھوڑ دیتے ہیں تو ہمیں پھر کامیابی کیسے ملے......؟ اللہ پاک کی مدد و نصرت کیسے آئے......؟ باطل پر فتح کیسے میسر ہو......؟

(اگرچہ مجاہدین کی صفوں میں شامل ہونے اور کفار کے خلاف ہمہ قسم جہاد کا آغاز کرتے وقت ہر شخص کا ولی کامل ہونا ابتدا ہی سے ضروری نہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں کہ جان بوجھ کر اعمال صالحہ اور فرائض کی ادائیگی سے پہلو تہی کرے۔ محض سستی، کاہلی اور ان کو غیر ضروری سمجھ کر اصلاح کی کوشش ہی نہ کرے...... تو یہ غلط ہے)۔

تم بھی شیطان کو دشمن تصور کرو

ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدوا

ترجمہ: شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اس کو دشمن تصور کرو۔

یعنی وہ تمہارا دشمن ہے اور برے اعمال کو اچھا کر کے دکھاتا رہتا ہے۔ تم اس کے دھوکے میں نہ آؤ...... بلکہ تم بھی اس کو دشمن تصور کرو۔

شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے اور خصوصاً مسلمان......اور مسلمانوں میں سے بھی مجاہدین کرام، علمائے کرام، صالحین پر تو وہ خاص نظر رکھتا ہے......اور ایک ایک کے ساتھ کئی کئی شیطانوں کی ڈیوٹی لگائی ہوتی ہے اور کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ صالحین کو گمراہ کرنے اور گناہ کروانے کا۔ جبکہ اعمال صالحہ کی برکت سے اللہ پاک گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرماتے ہیں اور سوئے خاتمہ سے محفوظ رکھتے ہیں۔

ہم کیا اور ہمارے اعمال کیا ہیں؟ شیطان نے تو بڑے بڑے مجاہدوں، عالموں، ولیوں کو بھی معاف نہیں کیا اور زندگی بھر جہاد کرنے والے عبادتوں، ریاضتوں میں مشغول رہ کر کمال حاصل کرنے والے بھی شیطان کے وار سے محفوظ نہ رہ سکے۔

Scanned with CamScanner

جیسا کہ صوفی بزرگ کا واقعہ ابھی آپ نے پڑھا لہذا نیک اعمال شیطان کے مکر و فریب سے بچنے اور سوئے خاتمہ سے بچنے کا سبب بھی ہیں اور اللہ کی مدد و نصرت کو متوجہ کرنے کا سبب بھی۔ راقم اثیم نے گزشتہ مضمون "حق ہر صورت میں غالب ہو کر رہے گا" میں یہ بات قرآن و سنت سے ثابت اور واضح کی ہے کہ حق اور حق والے ہمیشہ مظفر و منصور ہو کر باطل پر فتح پائیں گے اور غالب رہیں گے زیر نظر مضمون میں اپنے مجاہدین ناموس صحابہؓ (و دیگر مجاہدین) کے لئے ایک بات کی وضاحت ضروری سمجھ کر پیش خدمت کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ ــــ یہ بات کہ حق والے ہمیشہ فتح پالیں گے بالکل صحیح ہے۔ حق تو اس وجہ سے غالب ہو گا کہ وہ حق ہے اور حق آیا ہی غلبہ اور فتح حاصل کرنے کے لئے ہے۔ لیکن حق والے غالب ہوں گے نصرت ربانی سے اور نصرت ربانی کا نزول اس وقت ہوتا ہے کہ جب حق والے اللہ کی فرمانبرداری کا حق ادا کرتے ہیں۔ اب ذرا اس مسئلہ کو سمجھیں۔

اللہ کی معیت اور نصرت

ایک ہے اللہ کی معیت (ساتھ) اور ایک ہے اللہ کی نصرت (مدد) اب اللہ پاک کی معیت تو ہر بندے کے ساتھ ہر انسان کے ساتھ ہر وقت ہے۔

علم اور احاطے کے اعتبار سے معیت ہر انسان کے ساتھ یہ ہے کہ وھو معکم این ماکنتم (سورۃ الحدید آیت ۴) تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے۔

مایکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم الخ (پارہ نمبر ۲۸ سورہ مجادلہ آیت نمبر ۷) مفہوم و ترجمہ یہ ہے کہ جہاں کہیں بھی تین شخص اکیلے مشورہ کے لئے جمع ہوں تو چوتھا ان کے ساتھ اللہ ضرور ہوتا ہے۔ جہاں پانچ ہوں تو چھٹا اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ یعنی انسان جہاں کہیں بھی ہے وہ اللہ کے احاطہ علم و قدرت میں ہے۔

Scanned with CamScanner

دوسری معیت نصرت و تائید خداوندی کی ہے جو کہ باطل پر، دشمن پر غالب کرنے والی معیت ہے اور یہ خصوصی طور پر ایمان والوں کے لئے ہے۔ جس کا تذکرہ قرآن پاک نے حضور ﷺ کے مبارک قول کو نقل کرکے اس طرح فرمایا کہ اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللّٰہ معنا (توبہ پارہ ۱۰ آیت ۴۰) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبرؓ کو غار ثور میں دشمن کی آمد پر حزن میں دیکھ کر فرمایا کہ آپ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اور عام مسلمانوں کے لئے بھی اللہ پاک فرماتے ہیں کہ وانتم الاعلون واللّٰہ معکم (سورہ محمد آیت ۳۵) تم ہی غالب رہو گے۔ اللہ تمہارے ساتھ ہے۔

یعنی ہر انسان کے ساتھ تو اللہ پاک کی صرف معیت ہے اور مسلمانوں کے ساتھ...... ایمان والوں کے ساتھ معیت بھی ہے نصرت بھی ہے۔ جس کی وجہ سے مسلمان دشمن پر غلبہ پالیتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ معیت مع نصرت مسلمانوں کو نصیب اس وقت ہوتی ہے کہ جب مسلمان بندہ...... ایماندار بندہ...... بندگی کا حق ادا کرتا ہے اور اس کی بندگی میں شائبہ تک نہیں ہوتا نافرمانی کا۔ ایسے مجاہد بندے پر دنیا کی کوئی طاقت غالب نہیں آسکتی۔

اللہ پاک فرماتے ہیں۔ ذالک بان اللّٰہ مولی الذین امنوا وان الکفرین لا مولیٰ لھم۔ (پارہ ۲۶ سورہ محمد آیت ۱۱) یعنی جو مومن ہیں ان کا اللہ پاک کارساز ہے۔ ساتھ دینے والا...... مدد و نصرت کرنے والا ہے جبکہ کافروں کا کوئی مددگار اور ساتھ دینے والا رفیق نہیں۔

غزوہ احد میں حضرت ابو سفیانؓ نے (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) پکارا تھا۔ لنا العزی ولا عزی لکم۔ تو جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا۔ اللّٰہ مولانا ولا مولی لکم کہ ہمارا معاون و رفیق ساتھ دینے والا اللہ ہے اور تمہارا کوئی نہیں۔

سورہ محمد ﷺ کی مذکورہ اس آیت میں مومن کے ساتھ معیت و نصرت کا اللہ پاک نے جوذکر فرمایا ہے۔ ابتدائی آیات کے مفہوم سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ معیت اور

طاقت الٰہیہ اعمال صالحہ کی برکات کے سبب تھی...... مقصد یہ ہے کہ اللہ کی نصرت ایمان والوں کے ساتھ تو ہے مگر اس نصرت اور مدد کو حاصل کرنے اور متوجہ کرنے کے لئے بندگی اور فرمانبرداری کا حق ادا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے...... اور یہ اس وقت ممکن ہوتا ہے کہ جب مجاہد اپنے اعمال کی اصلاح کرتا رہے۔ کیونکہ جب مجاہد اللہ کی بندگی اور فرمانبرداری کا حق ادا نہیں کرتا تو اللہ پاک کے احکام پر عمل نہیں کرتا......یا غیر مسلموں کی طرح گناہوں میں پڑا رہتا ہے تو اس میں اور دشمن خدا میں ایک چیز مشترک ہو جاتی ہے اور وہ ہے اللہ تعالی کی نافرمانی۔

......چنانچہ نتیجتاً کافروں کی طرح اس کے دل میں دشمن کا رعب...... دنیا کی محبت......زندگی سے پیار...... جیسی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں اور وہ ذلت کی زندگی کو عزت کی موت پر ترجیح دینے لگتا ہے جس کی وجہ سے نصرت خداوندی ہٹ جاتی ہے اور پھر نافرمانی بھی جس قدر بڑی ہوگی اس کا اثر بھی بڑا ہوگا اور اگر نافرمانی چھوٹی ہوگی تو اسکا اثر بھی کم ہوگا۔ اب اگر ہم فرائض کو چھوڑ کر نافرمانی کر رہے ہیں تو اثرات بھی ہمارے سامنے ہیں۔ اگر چھوٹی کوتاہیاں ہوتیں تو شاید اتنا مسئلہ نہ بنتا۔ اگرچہ چھوٹے گناہ کو چھوٹا سمجھ کر کرنا بھی برا ہے، ممکن ہے اس کی گرفت بڑی ہو جائے۔

آپ دیکھیں غزوۂ حنین میں صرف چند نئے مسلمانوں نے اپنی کثرت پر فخر کا اظہار کر دیا اور اللہ پر نظر نہ رکھی تو ابتدائی طور پر مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ غور فرمائیں اتنی سی بات پر مدد ہٹ گئی اور ہم شب و روز جو بداعمالیوں اور غیر شرعی امور غیر مسنون طریقوں پر مجاہد بن کر بھی زندگی گزاریں تو نصرت الٰہیہ کو کیسے متوجہ کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں؟

اللہ پاک نے قرآن پاک میں کئی جگہ جہاد و قتال کے ساتھ تقوی کا ذکر بڑے اہتمام کے ساتھ کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجاہدین کو مصروف کار رہتے ہوئے دشمن کے خلاف سرپیکار رہتے ہوئے اپنے اعمال پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

Scanned with CamScanner

رب تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

یا ایھا الذین امنوا قاتلوا الذین یلونکم من الکفار ولیجدوا فیکم غلظہ (پارہ ۱۱ سورہ توبہ آیت ۱۲۳) اے ایمان والو! اپنے قریب کے کافروں سے لڑو اور چاہئے کہ وہ تمہارے اندر سختی پائیں۔ اس کے ساتھ ہی آگے اللہ پاک فرماتے ہیں کہ یہ ذہن میں رکھنا کہ ...... واعلموا ان اللہ مع المتقین۔ جان لو کہ اللہ پاک متقین کے ساتھ ہے۔ یعنی کفار سے قتال تو کرو اور سختی بھی کرو لیکن میری معیت تمہارے ساتھ تمہارے تقویٰ کو دیکھ کر ہی ہوگی..........

دوسری جگہ مزید فرمایا کہ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون (پ ۱۴ آخری آیت) کہ کوئی شک نہیں اللہ پاک پرہیزگاروں' نیکوکاروں کا مددگار اور معاون ہے۔

ان مذکورہ آیات سے ہمیں یہ بات واضح طور پر سمجھ لینی چاہئے کہ اللہ پاک کی معیت و نصرت حق والوں کے ساتھ ضرور ہے مگر اس نصرت کے حصول اور توجہ کے لئے اعمال حسنہ اور کردار حمیدہ کو اپنانا ہوگا اور اپنی اصلاح کی بھرپور کوشش کرنی ہوگی۔ اپنے دنوں کو دشمن سے مقابلہ کے لئے اور راتوں کو اللہ پاک سے رابطہ کے لئے مصروف کرنا ہوگا۔

خلفائے راشدین کے جس قانون کا مطالبہ ہم ملک میں عملی نفاذ کا کر رہے ہیں' اس کی محنت کے لئے ہمیں اپنا کردار خلفائے راشدین جیسا بنانا ہوگا...... ان کی طرح صداقت ان کی طرح عدالت...... اور ان کی طرح حیا بیٹی...... ان کی طرح شجاعت...... تدبر...... سیاست...... ریاضت...... عبادت کی جھلک اپنے اندر پیدا کرنی ہوگی۔

صحابہؓ کی کامیابی کا راز

صحابہ کرامؓ کی کامیابی کا راز یہی تھا کہ وہ اندر باہر سے سچے تھے۔ ان کا ظاہر و باطن ایک جیسا تھا۔ وہ جھوٹ...... خیانت...... انانیت...... سے پاک تھے۔ سچائی اور دیانت ہی انسان

Scanned with CamScanner

کو طاقتور بناتی ہے جس سے انسان کی سوچ و عزائم بلند ہو جاتے ہیں۔ جبکہ بد عملی 'دروغ گوئی اور خیانت انسان کو بزدل بنا دیتی ہے۔

ہمارے ہاں سپاہ صحابہؓ سمیت مذہبی جماعتوں میں مرکزی عہدیداروں سے لے کر عام کارکنوں تک میں (الا ماشاء اللہ) یہ بات عام طور پر پائی جاتی ہے کہ وہ فرائض کی ادائیگی اور سنتوں کا اہتمام نہیں کرتے اور منکرات کا مرتکب ہونا محض وقتی عارضی مصلحت کے پیش نظر بہت سارے افعال قبیحہ کو کر گزرنا مذموم تصور نہیں کیا جاتا۔

رقم کا بے جا...... بے حساب...... بے تحاشا...... استعمال...... حق اور حق دار......اور مستحق کی تمیز کئے بغیر ...... جائز و ناجائز کا فرق کئے بغیر ...... بے قدری کے ساتھ استعمال کرنا تو عام معمول بن چکا ہے۔

اسی طرح منصب و حیثیت کا غلط استعمال 'جائز و ناجائز کاموں میں جماعتی لیبل کو استعمال کرنا اور ذاتی کاموں میں جماعتی اشیاء کا استعمال کرنا گاڑی...... فون...... قلم کاغذ...... وغیرہ کو تو بالکل اپنی ملکیت سمجھ کر ذاتی حق تصور کیا جاتا ہے اور اس میں شرعی احکامات کو قطعی اہمیت نہیں دی جاتی۔ بڑے بڑے حیرت انگیز عقلی و نقلی دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ ہر ناجائز کو جائز بنانے کے لئے۔ لیکن معذرت سے عرض کروں گا کہ یہ ہماری بہت بڑی غلطی ہے۔ ہم ان باتوں کو چھوٹا سمجھتے ہیں لیکن رب العالمین کے ہاں تو ہر ایک عمل نوٹ کیا جاتا ہے۔

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ۔ و من یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ (زلزال)

یعنی ہر ایک کا ذرہ ذرہ عمل بھلا ہو یا برا اس (اللہ) کے سامنے ہو گا۔ جو ہم کرتے ہیں اچھا برا سب اللہ پاک دیکھ رہے ہیں۔ پھر ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ حق پر ہیں مگر مار کیوں کھاتے ہیں۔ پتے کیوں جھڑ رہے ہیں؟ اللہ کی مدد و نصرت کیوں نہیں آتی؟

؎ جب تو کہتا ہے اللہ میرا حال دیکھ
تو اللہ کہتا ہے تو اپنا نامہ اعمال دیکھ

Scanned with CamScanner

صحابہ کرامؓ کی جھلک پیدا کریں

مندرجہ ذیل سطور میں اسی نسبت سے چند واقعات پڑھیں اور دیکھیں کہ ہمارے اکابر کتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کا بھی خیال کیا کرتے تھے اور کتنی چھوٹی چھوٹی باتیں چھوٹ جانے کی وجہ سے کیسے کیسے امتحان اور ابتلاءٗ میں اللہ کے محبوب مقرب بندے آزمائے گئے۔

○ ایک مشہور واقعہ جو کہ اکثر علمائے کرام سے آپ نے سنا اور کتابوں میں پڑھا ہوگا۔ کہ صحابہ کرامؓ سے ایک قلعہ فتح نہیں ہو رہا تھا روز حملے کرتے کوشش کرتے مگر کامیابی نہ ملتی۔ اسی طرح تقریباً ۱۰ دن گزر گئے۔ چنانچہ امیر لشکر نے سب کو متوجہ کر کے کہا کہ غور کرو کس عمل کی کوتاہی کی وجہ سے ایسا ہو رہا ہے؟ غور و فکر کے بعد بات سمجھ میں فوراً آگئی کہ مسواک کی سنت چھوٹ رہی ہے۔ امیر نے حکم دیا کہ چلو سارے مسواک کرو۔ اب ٹہنیاں توڑ توڑ کر ہر شخص مسواک کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اسی سنت پر عمل کرنے کی برکت تھی کہ دشمن یہ سمجھ کر مرغوب و مبہوت ہو گیا کہ دانت تیز کر رہے ہیں مسلمان...... اور ہمیں کچا چبا جائیں گے۔ پھر کیا تھا اللہ کی نصرت آئی اور فوراً قلعہ فتح ہو گیا۔

○ حضرت ابوذر غفاریؓ کا یہ فرمان بھی اس سلسلے میں بہت قابل غور اور لائق عمل ہے کہ آپ نے حضرت حبیب بن مسلمہؓ سے فرمایا کیا دشمن میدان جنگ میں تمہارے سامنے ایک بکری کے دودھ دھونے کی مدت ٹھہرتا ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں۔ اور (بعض اوقات) تین بکریوں کا دودھ دوہنے کی مدت بھی ٹھہرتا ہے۔ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا رب کعبہ کی قسم کہ تم میں مال غنیمت میں خیانت کرنے والے موجود ہیں (جس کی وجہ سے دشمن تمہارے سامنے اتنی دیر ٹھہرتا ہے) یعنی مسلمان کے سامنے دشمن کا زیادہ دیر ٹھہرنا مسلمانوں کے اعمال کی کسی نہ کسی کوتاہی کی وجہ سے ہے۔ لہذا صحابہ کرامؓ کی جھلک ہمیں اپنے اندر پیدا کرنی چاہئے۔

صحابہ کرام نے بے خوفی، جرات، شجاعت، بہادری کے کارنامے پیش کر کے دنیا

Scanned with CamScanner

بھر کی سلطنتوں اور طاقتوں کو' دولت مندوں' بہادروں کو' مغلوب کر کے ورطہ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ ساری دنیا میں ان کا لوہا مانا جانے لگا اور دنیائے کفران کے نام سے کانپنے لگی۔ کیونکہ وہ متقی ہونے کے ساتھ ساتھ یقین کامل کے پیکر تھے کہ دشمن بھی ان کا معترف تھا۔

وہ ایسے نہ تھے کہ ابتدا خلوص سے جماعت میں شامل ہوئے اور بعد میں افزائش و مال کی فراوانی و حالات کی آسانی کو دیکھ کر سوچ بدل گئی ہو اور مقصد کام کی بجائے محض نام و نمود رہ گیا ہو...... نہیں ہر گز نہیں...... بلکہ حالات کی تبدیلی' ناہمواری' دولت کی قلت و کثرت' آسائش کی چمک و لطافت' صحابہ کرامؓ کی سوچ و عمل کو قطعاً نہیں بدل سکی۔ انہوں نے زندگی بھر حالات کی تنگی و کشادگی کے باوجود اپنے آپ کو سادہ رکھا۔ ان کی تواضع عجز وانکساری' تقویٰ' ریاضت' عبادت' جہاد میں کوئی فرق نہ آیا نہ آنے دیا۔

کسریٰ کا تاج

○ کسریٰ کے محل کا ایک پردہ جس میں سے دس لاکھ مثقال کا سونا مال غنیمت کے طور پر مسلمانوں کے ہاتھ لگا اس سے اندازہ کریں کہ بادشاہ کا تاج کتنا قیمتی ہو گا۔ وہ تاج ایک غریب مسلمان مجاہد کے ہاتھ لگا۔ بے بہا قیمتی ہیرے جواہرات سے مرصع تھا۔ غریب مجاہد چاہتا تو اس کو چھپا سکتا تھا۔ اس کے بچے اور آنے والی کئی نسلیں آرام سے گھر بیٹھ کر کھاتی رہتیں۔ کسی کو پتہ بھی نہ تھا۔ مگر قربان جاؤں محمد ﷺ کی تربیت پر۔ وہ غریب مجاہد چہرہ چادر میں چھپائے ہوئے امیر لشکر کے پاس آکر خاموشی سے تاج حوالے کر کے چل دیا۔ امیر لشکر ایک طرف اس مجاہد کی دیانت سے متاثر ہوئے دوسری طرف اس کے پھٹے پرانے لباس کو دیکھ کر مزید حیرت زدہ ہوئے اور آواز دے کر غریب مجاہد کو رکنے کو کہا۔ مجاہد پلٹ کر قریب ہوا۔ امیر لشکر نے کہا کہ محترم تمہارا نام کیا ہے تاکہ تمہیں کوئی انعام و شاباش دی جائے۔ غریب مجاہد نے بڑا ایمان افروز جواب دیا کہ اے امیر لشکر جس رب تعالیٰ کے ڈر اور جس رب تعالیٰ کی رضا کے لئے میں نے اس دیانت داری کا ثبوت دیا ہے وہ میرا نام خوب جانتا ہے۔

Scanned with CamScanner

میرے ساتھیو! ایسی خوبیاں ان کو پروان چڑھا رہی تھیں جن کی ہمارے اندر آج بہت ہی زیادہ کمی ہے جبکہ ہم آج تک دشمن کے مقابل کامیابی تو کیا ہم اپنوں سے اپنا آپ نہیں منوا سکے نہ ہی اپنا مشن عملی طور پر تسلیم کروا سکے ہیں۔

صحابہؓ نے اپنے قول و فعل میں یکسانیت اور صداقت سے دشمنوں کو بھی اپنا گرویدہ کر لیا تھا اور دشمن ان کی تعریف اور توصیف میں مثل نہ کرتا تھا۔

○ حضرت عمرو بن العاصؓ کو قبطی بادشاہ مقوقس (جو مسلمانوں سے پسپا ہو کر ایک محدود علاقے میں پناہ گزین تھا) نے مسلمانوں کو ڈرانے کے لئے خط لکھا۔ خط لے کر جانے والے دونوں قاصد حضرت عمرو بن العاصؓ کے پاس پہنچے۔ آپ نے خط پڑھا اور فوراً کوئی جواب نہ دیا بلکہ ان دونوں قاصدوں کو بطور مہمان مسلمانوں کے لشکر میں ٹھہرا دیا...... تاکہ وہ مسلمانوں کی نشست و برخاست...... اخلاق و کردار...... امیر کی اطاعت...... و جذبہ ایثار کو دیکھ لیں۔ چنانچہ ان قاصدوں نے دو دن کے معمولات صحابہ کرامؓ کے دیکھے بڑے متاثر ہوئے اور بادشاہ کے پاس واپس لوٹ گئے۔ بادشاہ مقوقس نے پوچھا تم نے ان لوگوں کو کیسا پایا؟ جس کے جواب میں ان غیر مسلم دشمنوں کے قاصدوں نے صحابہ کرامؓ کا تعارف اس طرح کروایا کہ

رائینا قوما الموت احب الی احدھم من الحیات

ہم نے ایسی قوم دیکھی جس کے ہر فرد کو موت زندگی سے زیادہ محبوب ہے۔

والتواضع احب الیھم من الرافعه۔

وہ لوگ تواضع کو ٹھاٹ باٹھ سے زیادہ پسند کرتے ہیں۔

لیس لاحد ھم فی الدنیا رغبة و لا نھمة۔

ان میں سے کسی کے دل میں دنیا کی رغبت اور حرص نہیں ہے۔

وانما جلوسھم التراب واکلھم علی رکبھم۔

Scanned with CamScanner

وہ زمین پر بیٹھے ہیں اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر کھاتے ہیں۔

وامیر ھم کو احد منھم

ان کا امیر ایک عام آدمی کی طرح ہے۔

مایعرف رفیعھم من وضیعھم ولا السید من العبد.

ان کے درمیان اونچ نیچ نچلے درجے کے آدمی پہچانے نہیں جاتے۔ نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں آقا کون ہے اور غلام کون ہے۔

واذا حضرت الصلوٰۃ لم یتخلف عنھا منھم احد.

جب نماز کا وقت آتا ہے تو ان میں سے کوئی پیچھے نہیں رہتا۔

یغلسون اطر افھم با لماء ویخشون فی صلوتھم

وہ اپنے اعضاء کو پانی سے دھوتے ہیں اور بڑے خشوع سے نماز پڑھتے ہیں۔ بادشاہ مقوقس نے یہ سن کر کہا کہ ان کے سامنے اگر پہاڑ بھی آجائیں تو وہ بھی نہیں ٹھہر سکیں گے بلکہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔

یہ تعریف صحابہ کرامؓ کی وہ دشمن کر رہا ہے۔ جس سے وہ نبرد آزما تھے۔ یعنی جنگ کر رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے لئے دریا راستہ بنا دیتے تھے...... جانور جنگل خالی کر دیتے۔ فرشتے ان کی مدد کے لئے اترتے تھے۔ وہ جدھر رخ کرتے اللہ پاک کی مدد و نصرت سایہ کی طرح ان کے ساتھ ہوتی۔ وہ صرف نعرہ بھی لگاتے تو پہاڑ ہل جایا کرتے تھے۔

آج ہم شکوہ کناں ہیں۔ پریشان حال ہیں کہ کفار کا ظلم حد سے بڑھ گیا۔ مگر اللہ کی مدد کیوں نہیں آئی۔ دعا کرتے ہیں قبول نہیں ہوتی۔ نعروں سے دشمن پر ہیبت نہیں طاری ہوتی۔ کچھ دیر مراقبہ فرما کر اپنا محاسبہ کریں اور سوچیں کہ کیا ہم یا ہمارے اعمال اس قابل ہیں کہ بدر و حنین کے مجاہدوں کی طرح ہمارے لئے بھی آسمان سے فرشتوں کا نزول ہو۔ کرامات ظاہر ہوں۔ ہمارے کام کا انداز ہماری صداقت، دیانت، احساس ذمہ داری اس قابل ہے کہ ہمارے ساتھ بھی نصرت الٰہیہ آئے...... کبھی ہم نے سوچا کہ عبادات کے لحاظ سے ہم پر

Scanned with CamScanner

فرائض وواجبات کی کیا ذمہ داریاں ہیں۔ ہم کتنی پوری کرتے ہیں اور کتنی کوتاہی پائی جاتی ہے...... کبھی ہم نے سوچا کہ ہم جس سطح کے بھی منصب پر (عہدیدار یا کارکن) ہیں کیا ہم اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے نبھارہے ہیں۔ ہم سے کل روز قیامت حساب ہوگا۔ ہم کیا جواب دیں گے؟

سب اپنی نقارہ بجانے میں مست ہیں۔ مشن ناموس صحابہؓ کی ترقی..... تنزلی کی طرف رواں دواں کیوں ہوگئی ہے؟ دشمن صحابہؓ شیعہ کو کافر قرار دلوانے والے مطالبات مکافات عمل کا شکار ہو چکے ہیں۔ بیوہ گان اور یتیم بچوں کے معصوم اور اداس چہرے اداسی کی تصویر بنے معاونین کی راہیں تکتے رہتے ہیں اور شیعہ نے اپنے کفر کی غلاظت بھری ٹوکریاں پھر ہمارے دروازوں پر پھینکنا شروع کررکھی ہیں ۔ اور ہم ادھر اسیران ناموس صحابہؓ لاوارثی بے بسی کی تصویر بنے جماعت اور مشن کی عزت کی خاطر مہر بلب ہیں مگر ہمارا کوئی پرسان حال نہیں۔ اور ہم ہیں کہ اف تک کرنے کی سکت سے محروم کردیئے گئے ہیں۔ خواب غفلت میں ہمہ تن گوش ہیں۔ کہ ہوش میں آنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ تو پھر مدد نصرت کیسے آئے...... پھر کامیابیاں...... مقدر کیونکر بنیں؟......

ضرورت اس بات کی ہے کہ

ضرورت اس بات کی ہے کہ اپنے آپ کو بدلو۔ درست کرلو اپنے اندر وہ اوصاف پیدا کرو جو مجاہدین سابقین میں تھے۔ اپنی اصلاح کرو، عبادت، ریاضت، تقوی طہارت اختیار کرکے اپنے آپ کو محمد ﷺ کا سچا غلام بناؤ، تو اضع انکساری، خوف خدا، مشن کی صداقت پر یقین کامل، امانت، قیادت پر اعتماد کارکنوں سے پیار، جیسے اوصاف کو اپنا شعار بناؤ تو انشاء اللہ کایہ ابھی بھی پلٹ سکتی ہے۔ زمین اور حالات ہماری موافقت کرسکتے ہیں۔ آسمان ساتھ دے گا۔ تو انسان جانور بھی ہماری بات کو سنیں گے۔ حرمین شریفین انشاء اللہ آزاد ہوگا۔ افغانستان و پاکستان اور دنیا بھر میں اسلام کا نظام نافذ ہوگا۔

Scanned with CamScanner

دشمن یعنی کفر بار کہا جائے گا۔ امریکیت 'عیسائیت' یہودیت 'ایرانیت' شیعیت' یسوعیت اسرائیلیت بریلویت 'قادیانیت 'ہندومت 'مودودیت سب فتنے خاک ہو جائیں گے۔ ان کی بربریت وسفاکیت ختم ہو جائے گی۔

عبادات میں خشوع پیدا کریں۔ دعاؤں میں سوز پیدا کریں۔ ایسا بنالیں اپنے آپ کو کہ اللہ کو پکارنے میں لطف محسوس ہو۔ رکوع و سجود میں سکون آئے۔ سر سجدے میں جائے تو زمین آنسوؤں سے تر ہو جائے۔ دن رات کو گزارنے کا معمول ہو رھبان باللیل و فرسان بالنھار کا مصداق بن جائے۔ یہی تقویٰ ہے اور یہی نصرت الٰہیہ کے حصول کا سبب ہوگا۔ (صحابہؓ کی صفات جو عربی میں ہیں ان کو خصوصاً اپنائیں)

○ علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ سلطان رکن الدین بیبرسؒ کے زمانہ میں ایک مجاہد کا شاندار گھوڑا جنگ میں خوب آگے بڑھ بڑھ کر لڑتا تھا۔ مگر ایک بار وہ بہت ہی سست پڑ گیا۔ گھوڑے کو مجاہد مار کے آگے کرتا مگر وہ پیچھے ہی ہٹتا آگے نہ بڑھتا۔ مجاہد حیران و پریشان ہو گیا۔ خواب میں دیکھا اور اپنے گھوڑے کو کوسنا شروع کیا کہ تم سست کیوں پڑ گئے ہو۔ گھوڑے نے کہا کہ میں دشمن پر کیسے چڑھائی کروں۔ تو نے کل مجھے کھوٹے پیسے کا چارہ کھلایا تھا۔ صبح اٹھتے ہی مجاہد چارہ والے کے پاس گئے اور پیسہ درہم تبدیل کر کے آئے۔

سوچیں ہم کیا کر رہے ہیں۔ ایک جانور کھوٹے پیسے کے چارہ سے دشمن کے مقابلے میں کم ہمت ہو جاتا ہے تو کیا ہم کھوٹے عملوں کے ساتھ کیسے دشمن پر فتح پالیں گے؟ فیا للعجب

یہی چیزیں ہمارے لئے اور مجاہدین کے لئے ذلت اور شکست کا باعث بنتی ہیں لہذا اپنے دلوں میں اللہ کی نافرمانی کا ارادہ تک نہ آنے دیں اور اپنے باطن کو نافرمانیوں کی غلاظت سے پاک رکھیں۔ وساوس کی تاریکیوں میں یقین کامل اور توکل کے چراغ جلائیں۔ انشاء اللہ فتح آپ کی ہوگی حق اور حق والوں کی ہوگی۔

○ ہمارے اکابر کی تو تاریخ بہت ہی مبارک اور سنہری حروف سے لکھنے کے قابل

Scanned with CamScanner

ہے جن کے تذکرے ہم کتابوں میں پڑھ کر اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک اور ایمان کو حرارت پہنچاتے ہیں۔ مگر ماضی قریب میں عین الیقین کی طرح خود حضرت جھنگوی شہیدؒ ہمارے لئے بہترین نمونہ ہیں ان کی سیرت و کردار کو پڑھ لیں تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ اس وقت ہمہ قسم قلت کے باوجود کامیاب کیوں تھے اور غالب ہی غالب ہوتے جا رہے تھے۔ جبکہ آج ہم کثرت کے باوجود پست ہی پست کیوں ہوتے جا رہے ہیں۔ تو جواب اعمال سے صاف ظاہر ہے ۔ مولانا حق نواز شہیدؒ امام ابو حنیفہؒ کی طرح ایک شخص کے پاس کسی کام سے گئے کام بھی اس آدمی کا تھا مگر دھوپ میں کھڑے ہو کر اس کا انتظار کیا۔ اس کی دیوار کے سایہ کو بھی استعمال نہ فرمایا کہ اس کا بھی جواب دینا پڑے گا۔

جلسہ میں تقریر کے بعد جو فیس ملتی تھی اس پر شرعی جواز ان کے ذاتی استعمال میں لانے کا موجود تھا مگر پھر جو کرایہ کا خرچہ ہوتا وہ رکھتے۔ باقی رقم جماعت کے دفتر میں جمع کرا دیتے۔ ایسی بے شمار مثالیں ہیں۔ (بحوالہ امیر عزیمت)

یہی وجہ ہے کہ ان کی تنہا للکار ایران کے کفریہ ایوانوں میں لرزہ طاری کرتی مگر آج ہم سب جھنگویؒ کی آواز ہیں مگر دشمن شیعہ ہمارے دروازوں پر بھی صحابہ کرامؓ کا نام لے کر بھونکنے لگ گیا ہے اور حکومت جو کل ہمارے ایک جلسہ پر پابندی نہ لگا سکتی تھی۔ آج اس حکومت نے پوری جماعت پر پابندی لگانے کی مذموم جسارت کر لی۔ یقین نہ آئے تو اپنی کمزوریوں پر مندرجہ ذیل واقعات کی روشنی میں نظر ڈالئے اور گریبان میں جھانکئے۔ ہم کیا تھے ؟ کیا ہو گئے ہیں ؟ اور کیا کر رہے ہیں ؟

Scanned with CamScanner

آخر میں مودبانہ گزارش ہے کہ مضمون کو محض تفریح کے لئے نہ پڑھیں۔ بلکہ احساس اور توجہ سے پڑھنے کے بعد عمل کی نیت کرلیں اور اپنے آپ کو بدلنے کی کوشش کریں اور اس ناچیز سیاہ کار کے لئے بھی دعا فرمائیں کہ رب العزت مجھے بھی اپنی اصلاح کی اور ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین

؎ غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں
کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

☆☆☆☆☆

Scanned with CamScanner

عزم مصمم کر کے بنیان مرصوص بن جائیں

بی بی حضرت عفرائی انصاریہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ آقا مدنی ﷺ نے جہاد میں جانے کے لئے اعلان فرمایا ہے...... میرے گھر میں مردوں میں سے میرا کوئی بھی نہ تھا۔ جس کو میں یہ عظیم سعادت حاصل کرنے کے لئے میدان جہاد میں بھیجتی۔ نہ خاوند نہ بھائی نہ جوان بیٹا...... جہاد جیسی مقدس نعمت سے محرومی سے دل بھر آیا...... اور بے ساختہ آنکھوں سے آنسو رواں ہو کر رخساروں تک پہنچ گئے۔ قریب ہی گلاب کی پنکھڑیوں جیسے معصوم بچے موجود تھے ...... ان کی نظر جب ماں کے رخساروں پر موتیوں کی طرح رینگتے ہوئے آنسوؤں پر پڑی...... تو فوراً پوچھا...... اماں جاں کیا بات ہے؟ یہ رونا کیسا؟ یہ آنسوؤں کی لڑیاں کیسی؟ ماں نے تھر تھراتی آواز میں کہا...... میرے لعل! میں اس لئے رو رہی ہوں کہ آج مسلمان میدان جہاد میں دشمنان اسلام کا مقابلہ کرنے جا رہے ہیں اور میں اس سعادت سے محروم ہوں کہ میرے گھر سے کوئی فرد بھی شریک جہاد نہیں ہو رہا...... بیٹوں نے اپنے معصوم ہاتھوں سے دوپٹہ کا پلو پکڑ کر ماں کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا کہ ...... اماں جان ...... ہم کس لئے ہیں...... بچوں کے پر عزم جواب نے ماں کی آنکھوں میں چمک پیدا کر دی...... اپنی انگلیوں سے بچوں کے بالوں میں کنگھا کرتے ہوئے ماں نے کہا...... بیٹو تم ...... تم تو ابھی چھوٹے ہو...... تم کیا کرو گے؟ بیٹوں نے کہا...... اماں جان! اصول تو یہ بھی ہے کہ آگ جلانے کے لئے چولہے میں چھوٹے چھوٹے تنکے ڈالے جاتے ہیں۔ اور کچھ نہیں۔ ہم میدان کارزار میں آگ[1] لگانے کے کام تو آئیں گے۔ اماں جان...... بے شک عمر اور جسم میں ہم چھوٹے ہیں مگر...... عزائم ہمارے جوان ہو چکے ہیں...... صرف آپ کی اجازت اور دعاؤں کی ضرورت ہے...... غمزدہ افسردہ ماں کے چہرے پر مسکراہٹیں بکھر گئیں...... ہزاروں دعاؤں

---

[1] جنگ کی آگ بھڑکانے۔

Scanned with CamScanner

مگر عزائم مضبوط...... عزائم فولاد...... عزائم سے بچوں کو رخصت کیا...... یہ بچے تھے تو بچے...... ایک چٹان کی مانند لیکن پر وقار انداز میں میدان جہاد میں پہنچ گئے ...... اور پہلی صف میں پوزیشن سنبھال لی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ میرے سامنے دشمن تھا۔ میں نے لڑائی شروع ہونے سے قبل اپنی دونوں اطراف بغیت دفاع اور تحفظ نظر دوڑائی تو میں ششدر رہ گیا کہ میری ایک طرف بھی بچہ اور دوسری طرف بھی بچہ ہے...... میں سوچ میں پڑ گیا...... کہ میرے دونوں اطراف کمزور ہیں...... اتنے میں بچوں میں سے ایک نے سوال کیا ...... یا عمی ...... این ابو جھل ...... اے چچا! ابو جہل کہاں ہے؟ یہی سوال دوسری طرف سے دوسرے بچے نے بھی کر دیا۔ میں نے پوچھا تم ابو جہل کو کیا کہنا چاہتے ہو...... اور کیا کرو گے...... دونوں بچوں نے کہا کہ

؎ مر جائیں یا ماریں گے ناری کو
سنا ہے وہ گالیاں دیتا ہے محبوبِ باری کو

فرماتے ہیں میں نے انگلی کے اشارے سے بتایا ہی تھا کہ وہ ہے ابو جہل...... تو پلک جھپکتے ہی وہ دونوں اس دشمن اسلام کافروں کے سردار تک جا پہنچے اور ایک نے اس کے گھوڑے پر اور دوسرے نے ابو جہل پر وار کر کے اس کو جہنم واصل کر دیا...... کہتے ہیں عزم مضبوط ہوں تو بڑی بڑی چٹانیں ریزہ ریزہ ہو جاتی ہیں ...... عزم مضبوط ظاہری قوت' جسامت ہتھیار اور سہارے کا محتاج نہیں ہوا کرتے...... یہ فطرت کا عطا کردہ ایسا عطیہ ہے کہ جس کے سامنے جبل الجبالی بھی مانند فراش ہو جاتے ہیں...... بظاہر ان بچوں سے دوران جنگ دشمن کے کسی ملی کتے کا مارنا بھی محال دکھائی دیتا تھا...... لیکن عزم مصمم کے ساتھ جب قدم اٹھاتے ہیں تو قدم قدم پر نصرت خداوندی سے وہ کارنامے سرانجام دیتے ہیں کہ جو ایک بہت بڑے بہادر شخص سے بھی توقع رکھنا مشکل معلوم ہوتا ہے...... نہ قدامت ہے نہ جسامت ہے...... مگر عزم ہے کہ پہلے ماں کے آنسو صاف کیے...... پھر جہاد میں شامل ہوئے

ہمشکل اجازت لے کر...... پھر پچھلی صفوں میں بھی نہیں بلکہ پہلی صف میں...... پھر یہ عزم ہے کہ دشمنوں میں سے عام آدمی پر نظر نہیں رکھی بلکہ دشمنوں کے سردار کا انتخاب کیا...... پھر یہ بچے تھے وہ بڑا تھا...... یہ پیدل تھے...... وہ سوار تھا...... اس سے بھی گھبرائے نہیں...... عزم مضبوط کے ساتھ آگے بڑھے...... ترکیب استعمال کی کہ ایک نے گھوڑے پر وار کرکے اس کو نیچے گرایا اور دوسرے نے عزم وہمت کے ساتھ ابو جہل پر وار کیا اور خوب تسلی کے ساتھ جہنم واصل کردیا...... سبحان اللہ

یہ جذبہ...... یہ ولولہ...... یہ عزم ہمارے لئے بہت ہی سبق آموز ہے...... کہ عزم مضبوط ہو تو ممکن کام تو ممکن ہے ہی...... لیکن ناممکن بھی ممکن ہو جاتا ہے...... ناسازگار حالات...... مخالف سمت چلنے والی باد سموم...... حکومت کی طرف سے قانون کی چاروں طرف آہنی سدیدیں (دیواریں) گرفتاریاں' اور زندانوں کی حشر سامانیاں ودلسوز ظلم و تشدد کی کارروائیاں...... قیادت سے دوریاں...... پابندیاں...... دشواریاں...... ہمیں ہمارے کام سے نظریہ اور پروگرام سے بدگشتہ...... کرنے کے لئے ہیں......

مگر ان سب رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے...... اور ان سب رکاوٹوں کے باوجود کام کرنے کے لئے...... صحابہ کرامؓ اور حضرت معاذؓ اور حضرت معوذؓ کی طرح کا جذبہ عزم اور ولولہ درکار ہے۔

میرے ہمسفر ہم مشن ساتھیو! عزم جوان بہت بڑا ہتھیار ہے دشمن کو اور حکمرانوں کو زیر کرنے کے لئے اور راستہ میں موجود رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے۔

ہم تھوڑی سی سختی...... پابندیاں...... دشواریاں...... شہادتیں اور گرفتاریاں دیکھ کر گھبرا جاتے ہیں...... مایوس ہونے لگتے ہیں...... کام میں سستی کرتے ہیں...... قیادت کے بغیر ایک قدم آگے بڑھنے کی سکت نہیں رکھتے...... قیادت گرفتار ہو تو ہم بھی کام کی رفتار کم کرلیتے ہیں...... ہم صحابہ کرامؓ کے نام لیوا ہیں۔ یہ کام ہمیں زیب نہیں دیتا...... نہ یہ ہمارے شایان شان ہے...... بلکہ ہم آسانی میں ہوں یا مشکل میں...... مشکلات کے دریا میں ہوں یا صحرا

Scanned with CamScanner

میں...... پسِ دیوارِ زنداں ہوں یا مسکن مقتل میں...... بیت اللہ کی دیوار کا سایہ ہو یا تلواروں کی چھاں...... پھولوں کا اسٹیج ہو یا کانٹوں کی سیج...... گلوں کا گلستان ہو یا شعلوں کی آتش زار...... یہ طے کر لیجئے کہ اب ہر صورت آگے بڑھنا ہے راہ ملے نہ ملے...... ہمارا عزم یہی ہو کہ ہم نے کام کرنا ہے۔ اپنے اللہ پر بھروسہ رکھ کر اپنے عزائم کو مضبوط رکھئے کہ ہر صورت کام مشن ناموس صحابہؓ کا اسلام کی سربلندی کا...... دفاع صحابہؓ کا...... کرنا ہے چاہے کچھ بھی ہو......

؎ وہ اور ہی ہوں گے کم ہمت
جو ظلم و ستم سہہ نہ سکے

؎ وہ سنگِ گراں جو حائل ہے رستے سے ہٹا کر دم لیں گے
عزت سے جئے تو جی لیں گے یا جام شہادت پی لیں گے

ابھی تو صرف جماعت پر پابندی لگی ہے۔ سانس ہمارا جاری ہے بند نہیں ہوا۔ کھانا ہم کھاتے ہیں...... لقمہ ہم سے چھینا نہیں گیا...... گھر ہمارے سلامت ہیں...... ان کو زمین بوس نہیں کیا گیا...... ابھی ہم چلتے پھرتے ہیں...... پاؤں میں بیڑیاں نہیں ڈالی گئیں...... قلم ہمارا سیاہی سے بھرا ہوا ہے اور ہمارے پاس ہے...... اس کو توڑا نہیں گیا...... ہاتھ ہمارے کام کر رہے ہیں نہ کٹے ہیں نہ بندھے ہیں' نہ شل ہوئے ہیں' والدین ہمارے بہن بھائی' بیویاں' بچے ہمارے پاس ہیں...... ہم سے جدا نہیں کئے گئے...... مساجد و مدارس کاروبار زندگی سب چل رہا ہے...... کسی پر قدغن نہیں (الحمد للہ۔ اللہ پاک سخت آزمائش سے ہمیں محفوظ رکھے) تو پھر کیا ہم صرف لفظ پابندی پر ہی سارا کام روک دیں گے یا چھوڑ دیں گے...... اگر ایسا ہے تو پھر اپنی سوچ پر اور طرز عمل پر نظر ثانی کریں اور اپنی نسبت ان مقدس ہستیوں (صحابہ کرامؓ) سے ختم کر لیجئے...... جن کی سانس بند کرنے کے لئے کفار نے چٹائی میں لپیٹ کر ان کو دھواں دیا اور کمروں میں بند کر کے دھواں دیتے رہے...... مگر وہ اپنے عقیدے پر توحید کے عزم پر پکے رہے...... جن کو حضور ﷺ کے ساتھ شعب ابی طالب میں کفار نے تین سال تک بھوک و پیاس سے دوچار کر کے ان کے بچوں کے بلبلانے پر قہقہے لگا کرتے تھے

گروہ...... رسالت پر ایمان اور حضور علیہ السلام کی رفاقت کے عزم سے برگشتہ نہیں ہوئے......
ان کو گھروں سے بے گھر، وطن سے بے وطن کر دیا گیا...... ابو جندلؓ کے پاؤں میں بیڑیاں
ڈال دی گئیں...... سامانِ نشر و اشاعتِ اسلام چھین لیا گیا...... والدین سے دور کر دیا گیا......
حضرت ام سلمہؓ کو اپنے محبوب انتہائی محبت کرنے والے خاوند سے اور دودھ پیتے معصوم بچے
سے ایک سال تک جدا کر دیا گیا...... زندگیاں متاثر ہوئیں مگر عزائم مضبوط تھے...... یہ ساری
مشکلات ان کے عزائم میں ذرہ بھر لغزش نہ پیدا کر سکیں...... دور کی بات نہیں...... حال ہی
میں طالبان اور القاعدہ کے مجاہدوں کے ساتھ کیا کچھ نہیں ہوا...... ذرا سوچئے' ان کے گھر
بار واسباب کہاں گئے...... ان کی جوان بہنیں اور باحرم باشرم' باپردہ بیویاں جن کا تعلق
عرب سے...... اور خاندان رسول علیہ السلام سے تھے۔ وہ اپنے پیاروں سے جدا ہو کر کہاں ہیں......
اور کس حال میں ہیں؟ تڑپتے لاشے...... خون کی ندیاں...... بموں کی برسات...... کتوں کی
طرح سونگھتے ہوئے امریکی اہلکاروں کا پیچھا...... یہ سب دلخراش...... دشواریاں...... مگر کام
پھر بھی جاری ہے...... مشن پھر بھی جاری ہے...... کارکن قیادت سے بچھڑ چکے ہیں' مرکز
سے رابطے منقطع ہیں...... ہدایات دینے والا کوئی نہیں...... امداد مالی کرنے والا کوئی نہیں......
پھنس جائیں تو آزاد کرانے والا کوئی نہیں...... آہوں سسکیوں میں دلاسہ دینے والا کوئی نہیں
...... زخم پر مرہم رکھنے والا کوئی نہیں...... گھر کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں...... گرفتار
شدگان سے ملاقات کرنے والا کوئی نہیں...... دنیا بھر سے رابطے کٹ چکے ہیں...... پہاڑ ہیں
...... درخت ہیں...... پتے ہیں...... صحرا تپتے ہیں...... خوف و ہراس ہے۔ مگر کام جاری ہے
کیونکہ عزائم مضبوط ہیں...... عزائم فولاد ہیں...... ارے...... بے بس اور بے کس ہو کر بھی......
کفار کے مقابلے میں اسی عزم...... مصمم نے ان کو بنیان مرصوص بنا دیا ہے

عزم مصمم کی طاقت

میرے ہمسفر ہم مشن ساتھیو!

عزم مصمم میں اللہ پاک نے ایک ایسی طاقت رکھی ہے کہ اگر خلوصِ نیت کے

Scanned with CamScanner

ساتھ اللہ پر بھروسہ کر کے قدم اٹھایا جائے جس باطل کے خلاف بھی...... تو اس میں کامیابی ضرور ہوتی ہے...... میرے ہمسفرو! عزم ایسے مضبوط ارادوں کو کہتے ہیں جو دنیا کی کسی طاقت سے نہ ٹوٹتے ہیں...... نہ بکھرتے ہیں...... نہ کٹ سکتے ہیں...... عزم ایک غیر مجسم چیز کا نام ہے جو مضبوط ارادوں اور صدقِ ایمانی جذبوں سے تخلیق ہوتا ہے...... مگر خود غیر مجسم ہوتے ہوئے بھی بڑی بڑی مجسم عمارتوں...... ہتھیاروں...... انسانوں...... چٹانوں...... کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے...... عزم مصمم کے سامنے...... حالات کی سنگینیاں...... پابندیاں...... زندانوں کی آہنی سلاخیں...... ایذارسانی کے تمام حربے پانی کے بلبلے کی طرح نازک...... اور کمزور ہیں...... اور بالکل فانی ہوتے ہیں...... جو ہر صورت بہت جلد ختم ہو جاتے ہیں۔

جن کے عزم جوان ہوں...... ایمان کی تقویت سے ان عزائم کو مضبوطی اور جلا ملتی ہو...... تو پھر وہ ٹکڑے بھی ہو جائیں تو اپنے ارادوں سے...... مشن سے...... کاز سے...... عزم مصمم ہونے کی وجہ سے باز نہیں آتے...... چاہے ظاہری طور پر وہ حضرت سمیہؓ جیسی صنف نازک ہی کیوں نہ ہو...... جن کو ابو جہل نے کہا تھا کہ دو ٹکڑے کر دوں گا بتا ؤ ایمان چھوڑو گی یا جان...... تو وہ بوڑھی...... صحابیہؓ پر عزم لہجہ میں جواب دیتی ہے کہ جان تو ایک ہے...... اے کاش سینکڑوں جانیں ہوتیں میں وہ بھی قربان کر دیتی مگر ایمان نہ چھوڑتی...... چنانچہ وہ صحابیہؓ دو لخت ہو گئیں مگر اپنے ایمان کو پر عزم رہ کر محفوظ رکھا۔

اور یہ پر عزم جذبوں کا ہی نتیجہ تھا کہ جب حضرت معاذؓ نے ابو جہل پر حملہ کیا تو پیچھے سے عکرمہ (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ بعد میں مسلمان ہو گئے۔ از قلم قاضی نعیم) نے حضرت معاذؓ پر حملہ کیا جس سے انکا ایک بازو کٹ گیا...... اور تھوڑا سا چمڑا کٹنے سے رہ گیا جس کی وجہ سے بازو گرنے کی بجائے ساتھ ہی لٹکنے لگا...... حضرت معاذؓ...... بچے ہونے کے باوجود عزم کے پکے تھے...... اس بازو کو پکڑ کر نہیں بیٹھ گئے...... بلکہ فوراً پاؤں کے نیچے دبا کر جسم سے کھینچ کر الگ کر دیا...... اور اپنے جہاد کے کام میں مصروف ہو گئے۔

ایک عجیب واقعہ

الاربعین لابی الحسن الہروی میں لکھا ہے کہ حضرت علی بن بکار فرماتے ہیں کہ میں نے روم کی لڑائی میں ایک شخص کو دیکھا کہ ان کی آنتیں (دشمن کا وار لگنے سے) ان کے گھوڑے کی زین پر نکل پڑی تھیں ..... انہوں نے ان آنتوں کو خود اپنے پیٹ میں ڈال کر اوپر سے اپنی پگڑی باندھ دی ...... اور اسی حالت میں لڑتے ہوئے دس کافروں کو قتل کیا۔

حضرت حسانؓ حضرت زبیرؓ کے جذبۂ فولادیت اور فکر پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

وهو الفارس المشهور والبطل الذی
یصول اذا کان یوم محجل

ان کے عزائم ایسے تھے کہ جب کفر کے ساتھ سخت مقابلہ کے وقت لوگ بچنے کی کوشش کرتے تھے تو حضرت زبیرؓ ایسے حالات میں بڑھ چڑھ کر جنگ میں حصہ لیتے تھے یعنی ڈر کر سہم کر بیٹھ نہیں جاتے ...... بلکہ اپنے آپ کو ایسی دشواریوں میں ڈالتے جہاں اپنے آپ کو موت کے منہ میں دینے کے مترادف ہوتا ...... مگر اپنے مضبوط عزم کی وجہ سے ڈرتے گھبراتے نہیں ..... آگے بڑھتے چلے جاتے تھے۔

غزوۂ موتہ میں حضور ﷺ نے تین صحابہ کرامؓ کو امارت (سپہ سالاری) کی ذمہ داری سونپی اس ترتیب پر کہ اگر ایک شہید ہو جائے تو دوسرا امیر (سپہ سالار) ہوگا۔ دوسرا شہیدؓ ہو جائے تو تیسرا امیر ہوگا۔ الخ ...... چنانچہ دوران جنگ جب حضرت زید بن حارثہؓ شہید ہو گئے تو امیر حضرت جعفر طیارؓ بن گئے اور پرچم اسلام بھی انہی کے ہاتھ میں تھا ...... یہ تلوار لے کر پرچم اٹھائے ہوئے کفار کی صفوں میں گھس گئے ...... گھمسان کی لڑائی میں دشمن کے وار سے ایک ہاتھ کٹ گیا ...... حضرت جعفر طیارؓ نے پرچم دوسرے ہاتھ میں تھام لیا ...... کچھ دیر بعد دشمن کے وار سے دوسرا ہاتھ بھی کٹ گیا ...... آپ نے پرچم پھر بھی سرنگوں نہ ہونے دیا

Scanned with CamScanner

...... ہاتھ منہ کے ذریعے سے پکڑ کر کٹے ہوئے بازوؤں میں تھام کر سینہ سے لگا لیا......اور شہید ہونے تک حفاظت پرچم کرتے رہے۔

اس طرح کی مثالوں سے کتابیں بھری پڑی ہیں...... یہ سب کیا تھا۔ صرف ایمانی جذبوں اور مصدقہ عزائم کا مظہر تھا کہ بازو کٹ کر لٹک جاتے...... آنتیں باہر نکل آتیں...... ہاتھ ایک کٹ جاتا پھر دوسرا کٹ جاتا مگر پرچم اسلام کو اپنی زندگی میں سرنگوں نہ ہونے دیا...... یہ سب عزائم ہیں مضبوط عزائم...... جو کہ رگوں میں خون کی جگہ گردش کرتے ہیں اور حالات کی سنگینیاں اپنے ساتھ سمیٹتے چلے جاتے ہیں...... ظلم و تشدد برداشت کر کے عزائم والے اپنی منزل اور منزل تک پہنچنے کے لئے اپنی راہیں خود متعین کر لیتے ہیں۔

میرے قائد حضرت جھنگویؒ پر عزم تھے تو راہ اپنی تنہا متعین کی۔ جب آپ نے شیعہ کے کفر کے خلاف آواز حق بلند کی تو اپنے بیگانے سب مخالف تھے...... پولیس مارتی تھی...... مگر عزم مضبوط رکھا تو ایک دن راہ مل ہی گئی...... اور جھنگ کے منبر سے شیعہ کے کفر کے خلاف اٹھنے والی صدا بالآخر مسجد نبوی ﷺ کے منبر سے الشیخ حضرت حذیفی دامت فیوضہم کی زبانی سنائی دینے لگی...... فرماتے ہیں کہ میانوالی جیل میں حضرت صدیق اکبرؓ کی زیارت ہوئی...... اس وقت کہ جب مجھ پر بہت زیادہ تشدد ہوا...... ہاتھوں کے پوروں پر لاٹھیاں برسائی جاتیں...... جس سے خون رسنے لگتا اور ہاتھ متورم ہو جاتے...... الٹا لٹکا دیا جاتا...... جلتے سگریٹ سے جسم داغا جاتا...... بدبو کی دھونی دی جاتی...... بھوکا رکھا جاتا...... جب ظلم کی انتہا ہو گئی (اور مضبوط عزائم کی وجہ سے اف تک نہ کی) تو ایک شب حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے اپنے دیدار دلنواز سے مسرور فرمایا......اور تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ بیٹا (حق نواز) غم نہ کرو۔ تم نے میری بیٹی حضرت عائشہؓ کے دوپٹے کی لاج رکھی ہے۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔

یہ تائید خداوندی ہے جس سے عزم مزید مستحکم ہوتے ہیں۔ کوئی ساتھ دے نہ دے۔ موقع کام کا ہو یا نہ ہو۔ ایسے لوگ تنہا اللہ پر بھروسہ کر کے خود قدم اٹھاتے ہیں اور

Scanned with CamScanner

کارواں بنا چلا جاتا ہے۔ ان چند واقعات پر غور فرمایئے اور اپنی جماعتی کارکردگی کا موازنہ کیجئے۔

ظلم سہتا رہا دکھ اٹھاتا رہا
آندھیوں میں بھی وہ جگمگاتا رہا

ابھی ان اکابر کی تاریخ اس سے ہٹ کر ہے کہ جن کو کالا پانی میں قید کیا گیا۔
جن کے انگوٹھے کاٹ دیئے گئے۔

مولانا جعفر تھانیسریؒ کو تین دیگر علماء کرام سمیت گرفتار کر کے لاہور سے ملتان مال گاڑی میں ایک آہنی کانٹے دار پنجرے میں ڈال کر منتقل کیا گیا اور یہ گاڑی تین ماہ بعد ملتان پہنچی...... مگر ماتھوں پر شکن تک نہیں...... عزم حوصلے پست نہیں...... وہاں پھانسی کی سزا سنائی تو مسکرانے لگے...... انگریز ظالم جل گیا کہ ان پر کسی بات کا کسی سزا کا اثر نہیں ہوتا...... نہ ان کے عزم پگھلتے ہیں...... نہ پھسلتے ہیں۔

ابھی تو شکر ہے اللہ کا کہ ہمارے ساتھ وہ کچھ نہیں ہوا جس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہمارے بازو ہماری آنتیں...... ہمارے ہاتھ بحرم اللہ صحیح سالم ہیں...... پھر بھی ہم کام سے محض پابندی کا بہانہ بنا کر...... قیادت سے رابطہ نہ ہونے کا بہانہ بنا کر...... پہلو تہی کریں تو یہ ہمارے ایمانی عزائم کی کمزوری ہے۔

انبیاء کرامؑ اور صحابہ کرامؓ واکابرین کے عزائم کی مضبوطی کو پڑھ لیا ہے۔ اس سے ہمیں بہت سارے اپنے عزائم کو پرکھنے کی ہدایات ملیں گی۔ اگر ہم عمل کرنا چاہیں تو

چلتے چلتے آپ کو حضرت حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے عزائم کی بھی جھلک دکھاتا چلوں جنہیں علماء کرام نے اس دور میں امیر عزیمت کا لقب دیا جس کے وہ واقعی مصداق ہیں۔

عزائم جھنگویؒ

سختیوں اور ایذارسانیوں کے متعلق جب بھی ان سے پوچھا جاتا مختلف اوقات میں ...... مختلف عزائم کا انہوں نے اظہار کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ...... جب آپ سے پوچھا گیا کہ

Scanned with CamScanner

تو مسکرا کر فرماتے ہیں......

حضرت سنا ہے میانوالی جیل میں آپ کو بہت مارا پیٹا گیا ہے...... حضرت صہیبؓ سے کم مار پڑی ہے......اور میاں حضرت بلالؓ سے پھر بھی کم مار پڑی ہے......

پھر فرمایا کرتے تھے کہ برادرم جس طرح حق بیان کرنا پیغمبروں کا ورثہ ہے اسی طرح راہ خدا میں مار کھانا بھی پیغمبروں کا ترکہ ہے...... اگر حق ہوگا تو مار بھی ہوگی۔ یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ تم حق کا علم اٹھاؤ اور لوگ تم پر پھول برساتے رہیں...... آخر پتھر کھانے والی سنت کون ادا کرے گا؟ ہم چوری کھانے والے مجنوں نہیں...... بلکہ ہم خون دینے والے ہیں۔

اور فرماتے تھے ہماری راہ کانٹوں کی راہ ہے۔ پھولوں کی سیج نہیں...... ہمارے ساتھ وہ آئے جو سر اٹھا کر چلے۔

مذکورہ بالا حضرت جھنگوی شہیدؒ کے عزائم پر مشتمل الفاظ کا بغور مطالعہ کریں اور ہر لفظ پر غور فرما کر اپنے کام کی رفتار اور عزائم کی مضبوطی کی کمی بیشی پر نظر ثانی فرمائیں...... تاکہ ہم مضبوط عزائم کے ساتھ آگے بڑھنے والے ہوں اور اسی میں کامیابی ہے...... ورنہ موت ہے اور ناکامیاں ہمارا مقدر بن جائیں گی۔

شاعر کہتا ہے

؎ تاخرت استبقی الحیاۃ فلم اجد

لنفسی حیاۃ مثل ان تقدما

یعنی میں زندہ رہنے کے لئے میدان جنگ سے پیچھے رہا لیکن میں نے اپنے نفس کے لئے کوئی زندگی نہیں پائی۔ زندگی ہے تو صرف آگے بڑھنے میں ہے...... لہذا پختہ عزائم ہی حیات جاوداں اور مرگ ناگہاں کا وزن برابر تولتے ہیں...... کفن بر دوش گھر سے نکلنے والا سپاہی زندگی اور آرام پرستی کو اپنے سے کوسوں دور چھوڑ دیتا ہے...... اور یہی پختہ عزائم وقت کے فرعونوں کی چٹانوں کو موم کی طرح پگھلنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ لہذا کام کرنا ہے تو مضبوط عزائم کے ساتھ میدان میں نکل کر کرو اور منزل کی طرف رواں دواں ہو جاؤ۔

Scanned with CamScanner

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پہ ہو

طلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

سپاہ صحابہؓ کے میرے ہمسفر ساتھیو! سستی کاہلی ...... خوف و ہراس ...... مایوسی ...... بے بسی کا تصور ذہنوں سے دور کر کے انبیا کرام کی سنت زندہ کرنے کی اور اپنی ذمہ داری نبھانے کی کوشش کرو اور یہ مقدس سعادت حاصل کرو۔

انبیاء کرام کے وارثین ان کی دعوت کے لحاظ سے ہم سب ہیں (خاص وارثین علوم نبویہ کے ماہر علماء کرام ہیں) اور وارثین کے شیوہ پر تبصرہ کرتے ہیں قرآن پاک نے جذبوں کے ساتھ دین کا کام کرنے والوں اور دین کے دشمن کافروں سے نبرد آزما ہونے والوں کے اوصاف کا تذکرہ کیا ہے ...... جو کہ ہمارے لئے بہترین سبق آموز ہے ...... چنانچہ رب العالمین کا ارشاد گرامی ہے۔

وکاین من نبی قتل معہ ربیون کثیر۔ فما وھنوا لمآ اصابھم فی سبیل اللہ وما ضعفوا وما استکانواؕ واللہ یحب الصبرین

اور بہت نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر لڑے ...... ہیں بہت خدا کے طالب ...... پھر نہ ہارے ہیں کچھ تکلیف پہنچنے سے اللہ کی راہ میں نہ سست ہوتے ہیں اور نہ دبے ہیں ...... اور اللہ پاک محبت کرتا ہے ثابت قدم رہنے والوں سے (سورہ آل عمران پ ۴ آیت ۱۴۶)

یعنی کہ انبیاء کرام کے وارثین کا ہمیشہ سے یہ شیوہ رہا ہے کہ اسلام کے دشمن کفار سے مقابلہ کرتے رہے ہیں اور بہت ساری سختیاں تکلیفیں برداشت کرتے رہے ...... لیکن ان کے مصائب اور شدائد سے نہ ان کے (عزائم میں) ارادوں میں سستی ہوئی ہے اور (نہ حالات سے گھبرا کر) ہمت ہارے ہیں۔ نہ کمزوری دکھائی ہے ...... نہ دشمن کے سامنے دبے ہیں (اور نہ جھکے ہیں) ایسے ثابت قدم رہنے والوں سے واللہ یحب الصبرین۔ اللہ پاک محبت فرماتے ہیں۔

غزوہ احد میں بعض نے قدرے کمزوری دکھائی اور کوشش کی کہ کسی طریقہ سے

Scanned with CamScanner

دشمن سے مرعوب ہو جائے ..... اس پر اللہ پاک نے غیرت دلا کر فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں نے تو ایسا نہیں کیا بلکہ وہ دشمن سے نبرد آزما ہوئے ہیں اور تم تو خیر امت۔ سب سے اعلیٰ اور بہترین امت ہو۔ تمہیں تو ان سے بڑھ کر دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے مصائب و آلام کا سامنا اور سختیاں برداشت کرنی چاہئیں۔

اسی آیت کی تشریح میں مفتی محمد شفیع" صاحب لکھتے ہیں کہ فما وھنوا کہ انبیاء کے ساتھ لڑنے والوں نے مصائب میں ہمت بھی نہ ہاری...... وما ضعفوا اور نہ ان کے قلب وبدن کا زور گھٹا (یعنی عزم میں کمی واقع نہیں ہوئی) وما استکانوا اور نہ وہ (دشمن کے سامنے) دبے (کہ عاجزی میں آکر ان کی خوشامدیں کرنے لگیں) (بحوالہ معارف القرآن جلد ۲۔ ص ۲۰۰)

جیسا کہ عام طور پر آپ نے دیکھا ہوگا کہ بعض جگہوں سے یہ اطلاعات ملتی ہیں کہ ہمارا فلاں عہدے دار شیعہ کے ساتھ بڑا اٹھتا بیٹھتا ہے۔ تاکہ وہ شیعہ دشمن کو یہ تاثر دے کہ میں تو معتدل مزاج آدمی ہوں۔ میرے متعلق کوئی آپ کو شکایت نہیں ہونی چاہئے...... دوسرے لفظوں میں اس کو چاپلوسی کہہ لیں کہ اوجی اسی تے تھاڈے نال آں۔

یادرکھو! ایسا کرنے والے کے عزائم تو کمزور ہوتے ہی ہیں' ایمان بھی کمزور ہوتا ہے ...... اور وہ ایسا کر کے اپنے اللہ کے ساتھ منافقین کی طرح دھوکہ کر رہا ہے جو کہ درحقیقت ...... اس کے اپنے ساتھ دھوکہ ہے (اللھم احفظنا منه) یہ عمل حضور ﷺ کے دور کے منافقین کا تھا کہ جب منافقین کفار سے ملتے تو کہتے ہم تو تمہارے ہیں اور جب مسلمانوں سے ملتے تو کہتے ہم اصل میں تو آپ کے ہیں...... ایسوں کے متعلق قرآن پاک واضح اصول بیان فرماتا ہے۔

یخٰدعون اللہ والذین امنوا وما یخدعون الا انفسهم وما یشعرون (پ البقرہ آیت ۱۱) دغابازی کرتے ہیں اللہ سے اور ایمان والوں سے دراصل کسی کو دغا نہیں دیتے مگر اپنے آپ کو اور وہ نہیں سمجھتے۔

Scanned with CamScanner

اور یہ حرکت (یعنی دشمن کی چاپلوسی کرنے والی) مصائب اور آلام جو مقدر میں لکھے جا چکے ہوں ان کو ٹالنے کا سبب نہیں بن سکتی۔ (افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ سپاہ صحابہؓ میں ایسے لوگوں کی کثرت ہی ہماری تباہی کا سبب بنتی جارہی ہے) اور اس کا سدباب مرکز کی طرف سے نہ ہونے کے برابر ہے۔

تو بات چل رہی تھی انبیاء کرام کے وارثین کی کہ وہ مصائب و مشکلات میں مضبوط عزائم کے ساتھ دشمن کے مقابل اپنے مشن اور موقف کو جاری رکھتے ہوئے جدوجہد کرتے رہتے ہیں۔ اسی آیت میں ان کے عزائم کی مضبوطی اور ثابت قدمی کا راز بھی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔

پر عزم رہنے کا راز

بڑی سے بڑی سخت مشکلات میں اور حوصلہ شکن مراحل سے گزرنے کے باوجود بھی انبیاء کرام کے ساتھ لڑنے والے شکست خوردہ اور کمزور کیوں نہ پڑتے تھے...... ان کے عزائم خاکستر کیوں نہ ہوتے تھے...... اس لئے کہ وہ اپنے کہنے پر اتراتے نہیں تھے...... اپنی قربانیوں کو جتلاتے نہیں تھے...... اپنے کارناموں کو...... اپنی بہادری کو...... شوخی کا موجب نہیں بناتے تھے...... نہ ہی وہ اپنی جاں گسل قربانیوں کو جتلا کر اپنے آپ کو عہدوں کا...... منصبوں کا مستحق قرار دیتے تھے...... بلکہ ان کی پر عزم ثابت قدمی کا راز یہ تھا کہ وہ دشمن کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر بھی...... بنیان مرصوص کا مصداق حقیقی بن کر بھی...... دشمن کے لئے موت کا پیغام بن کر بھی...... دشمن کے لئے رعد...... و برق بن کر بھی...... کفار کے لئے تلوار بے نیام بن کر بھی...... اپنے آپ کو اللہ کے سامنے عاجزی سے پیش کر کے اپنے کئے کی بہادری نہ دکھاتے تھے...... بلکہ حق ادا نہ ہو سکنے پر ندامت کا اظہار کرتے تھے اور زبانوں سے ہمیشہ یہ دعائیں مانگتے۔ ربنا اغفر لنا ذنوبنا...... اے اللہ...... اے ہمارے رب بخش دے ہمارے گناہ...... یعنی کہ ایسا نہیں کہ ہم کافروں سے لڑ کر خود بھی پارسا ہو گئے

ہیں نہیں ہمارے اندر گناہوں کی بہت کثرت ہے۔ ہمیں معاف فرمادیں...... یہ اسی جماعت
کی دعا بتائی جارہی ہے جو خود جنت اور مغفرت کی بشارتیں متعدد بار دنیا میں پاچکی ہے۔
لیکن خوف خدا کی وجہ سے پھر بھی ایسے کہتے ہیں۔ واسرا فنا فی امرنا
...... دوسری دعا یہ کرتے کہ حالیہ عمل جہاد میں (کفار کے خلاف) کام کرنے میں جو ہم سے
کوتاہی ہوئی اس کو بھی اے اللہ معاف فرمادے۔ وثبت اقدامنا ...... اور اے اللہ ثابت
قدم رکھ ہمیں (اپنے مشن میں) وانصرنا علی القوم الکافرین...... اے اللہ مدد
دے ہم کو کافر قوم پر۔

اب ان دعاؤں سے کیا فوائد حاصل ہوئے کفار کے مقابل بہادری...... جرات اور
جس جانفشانی کے ساتھ مسلمان لڑتے ہیں یہ مسلمان کا...... مجاہد کا واقعی بہت بڑا کارنامہ ہے
مگر یہ نہ بھولنا چاہئے مجاہد کو کہ یہ سب اللہ کی توفیق ہے...... اس کا اپنا کوئی کمال نہیں......
جب اس بات کا اقرار ہو کہ اپنی عجز و انکساری اپنے اللہ کے سامنے رکھ کر دعائیں ہوں گی تو
کامیابی یقینی ہے ...... حدیث میں آتا ہے ...... فواللہ لولا اللہ ماھتدینا ولا
تصدقنا ولا صلینا ...... یعنی اگر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو ہمیں نہ سیدھے راستہ کی
ہدایت ملتی اور نہ ہم سے زکوۃ اور نماز ادا ہو سکتی...... اور یہ بات بھی ہے کہ انسان کتنا ہی اچھا
عمل کیوں نہ کرلے پھر بھی مالک الملک والملکوت کی شان جلالی کے مطابق کرلینا (کہ جیسا
اس ذات نے حکم دیا تھا) یہ انسان کے بس میں نہیں...... اسی طرح مذکورہ دعاؤں کا مقصد یہ
بھی ہے کہ عمل کتنا ہی کامل اور مکمل کیوں نہ کرلیا جائے...... لیکن کسی کو کیا معلوم کہ یہ عمل
رب تعالیٰ کے ہاں قبول بھی ہوا ہے کہ نہیں...... اس لئے جو کام کرچکے اس میں کوتاہی یا کمی
رہ جانے کا احساس دل میں رہنا چاہئے...... اور صحیح کام پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے ساتھ ساتھ
اس پر قائم رہنے ثابت قدم رہنے کی دعا کرتے رہنا چاہئے۔

اب ان مذکورہ اوصاف سے متصف ہو کر ہمیں اپنے عزائم اور ارادوں کو مستحکم
کرنے میں بہت مدد ملے گی۔ جہاں کہیں کمزوری پائی جاتی ہے وہ ہمیں خود اپنے اپنے گریبانوں

Scanned with CamScanner

میں جھانک کر دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

جب اس انگارہ خاکی میں ہوتا ہے یقین پیدا

تو کر لیتا ہے بال و پر روح الامین پیدا

مذکورہ دعاؤں میں ایک یہ لطیف نکتہ بھی مفسرین نے بیان کیا ہے کہ دشمن کے مقابل جو شکست یا دیگر پریشانیاں آتی ہیں وہ سابقہ گناہوں کے اثرات کی وجہ سے بھی آتی ہیں اس لئے مجاہدین کو مسلسل استغفار کا عمل سابقہ گناہوں کی معافی مانگنے کا جاری رکھنا چاہیے۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ

غم چو بینی نہ د د استغفار کن

غم با بر خالق آمد کار کن

کیونکہ اللہ پاک کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ما اصابک من حسنة فمن الله وما اصابک من سیئة فمن نفسک (پ ۵ نساء) جو اچھائی اور خوشی انسان کو ملتی ہے وہ اللہ کا کرم اور انعام ہوتا ہے اور جو امتحان اور تکلیف اور مصیبت آتی ہے وہ انسان کے اپنے کیے ہوئے عملوں (گناہوں) کا نتیجہ ہوتا ہے۔

پختہ عزائم والوں سے اللہ کی محبت

جیسا کہ مذکورہ بالا سطور میں آپ نے پڑھا کہ عزائم مضبوط رکھنے اور مشکلات اور ثابت قدم رہنے والوں سے اللہ پاک محبت رکھتے ہیں اس بات کی مزید وضاحت دوسری جگہ بھی اللہ پاک نے فرمادی کہ ان الله یحب الذین یقاتلون فی سبیله صفا کانهم بنیان مرصوص ...... اللہ پاک چاہتا ہے (محبت کرتا ہے) ان لوگوں کو جو لڑتے ہیں اس کی راہ میں قطار باندھ کر گویا کہ وہ دیوار ہیں سیسہ پلائی ہوئی۔

(سورہ الصف آیت ۴ پ ۲۸)

اس آیت میں بھی اللہ پاک نے دشمن کے مقابلے میں سیسہ پلائی دیوار بن کر اسلام

کی سربراہی کا کام کرنے کی ترغیب بھی دی ہے۔ اور سخت مشکلات ...... ظلم و ستم کی آندھیاں جب چل رہی ہوں تو ایسے وقت میں دشمن کے مقابلہ میں اپنے مشن اور کاز پر کاربند رہتے ہوئے ڈٹے رہنے اور دیوار بن جانے کو اللہ پاک نے محبوب عمل قرار دیا ہے...... اور یہ اسی وقت ہوتا ہے کہ جب عزائم پختہ ہوں......

ایک اہم نکتہ

مذکورہ بالا آیت کی تشریح میں تفسیر عثمانی میں حاشیہ ۵ صفحہ ۷۱۵ کی عبارت بھی پیش کرنا چاہتا ہوں جو کہ اگرچہ مذکورہ مضمون سے مکمل مطابقت تو نہیں رکھتی لیکن ہے وہ اسی ضمن میں۔

ہم نے مشکلات اور مصائب کے طوفان کو دیکھ کر جہاں عملی کام میں مایوسی اور سستی کا مظاہرہ کیا ہے وہاں ہمارے عزائم کے متزلزل ہونے کا سبب ہماری تضاد بیانی بھی ہے کہ ہم پہلے جو کہتے تھے وہ کر گزرتے تھے...... خصوصاً مولانا حق نواز شہیدؒ تقریر اور ٹیبل ٹاک پر وہی کچھ کہتے تھے جو کرتے تھے جو کر نہ سکتے تھے وہ کہتے نہ تھے...... جبکہ جماعت کے اسٹیج پر بہت ساری وارننگ ٹائپ اعلانات اور باتیں ایسی آگئی ہیں کہ جو کہہ دی جاتی ہیں جذبات میں آکر...... مگر عمل کرنے کا نہ ارادہ ہوتا ہے نہ عمل ہوتا ہے۔ کارکن بیچارے راہ تکتے رہتے ہیں ...... قرآن پاک نے اسی بات پر سخت تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ لم تقولون مالا تفعلون ...... کیوں کہتے ہو منہ سے جو کرتے نہیں (سورہ صف) یعنی جو کام کرنا نہ ہو اس کے متعلق بڑھکیں نہیں مارنی چاہئیں...... ہمیں خود اپنے قول و فعل پر نظر رکھنی چاہئے کہ ہم تقریروں میں کیا کہتے رہتے ہیں...... یا ہمارے قائدین نے ہم سے کیا کیا وعدے لئے اور ہم نے ہاتھ اٹھا اٹھا کر نعرے لگا لگا کر کیا کیا وعدے کئے...... اور آج پابندی کے بعد ہم عمل کتنا اور کیا کر رہے ہیں۔ علامہ صاحب قدم بڑھاؤ ہم تمہارے ساتھ ہیں...... قائد کا اک اشارہ حاضر حاضر خون ہمارا...... اس وقت قیادت جیل میں ہے اور کارکن و دیگر ذمہ دار گھروں میں

دیے بیٹھے ہیں۔

اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو تفسیر عثمانی کا حاشیہ......وہ لکھتے ہیں کہ بندہ کو لاف زنی اور دعوے کی بات سے ڈرنا چاہئے کہ پیچھے (بعد میں) مشکل پڑتی ہے۔ زبان سے ایک بات کہہ دینا آسان ہے لیکن اس کا نبھانا آسان نہیں......اللہ تعالیٰ اس شخص سے سخت ناراض اور بیزار ہوتا ہے جو زبان سے کہے بہت کچھ......اور کرے کچھ بھی نہیں۔

روایات میں ہے کہ ایک جگہ مسلمان جمع تھے۔ کہنے لگے کہ ہم کو اگر معلوم ہو جائے کہ کون سا کام اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے تو ہم وہی اختیار کریں۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں......لم تقولون مالا تفعلون ۔ الخ...... یعنی دیکھ کر...... سنبھل کر کہو......لو ہم بتلائے دیتے ہیں کہ اللہ کو سب سے زیادہ ان لوگوں سے محبت ہے جو اللہ کی راہ میں اس کے دشمن کے مقابلے پر ایک آہنی دیوار کی طرح ڈٹ جاتے ہیں اور میدان جنگ میں اس شان سے صف آرائی کرتے ہیں کہ گویا وہ سب مل کر ایک مضبوط دیوار ہیں جس میں سیسہ پلا دیا گیا ہے......اور جس میں کسی جگہ کوئی رخنہ نہیں پڑ سکتا......اب اس معیار پر اپنے آپ کو پرکھ لو......بے شک تم میں ایسے ہیں جو اس معیار پر کامل و اکمل اتر چکے ہیں مگر بعض مواقع ایسے بھی نکلیں گے جہاں بعضوں کے زبانی دعووں کی ان کے عمل نے تکذیب کی ہے۔ آخر جنگ احد میں وہ بنیان مرصوص کہاں قائم رہی اور جس وقت حکم قتال اترا تو یقیناً بعض نے یہ بھی کہا ربنا لم کتبت علینا القتال لولا اخرتنا الی اجل قریب

(پ ۵۔ نساء آیت نمبر ۷۷)

لہٰذا زبانی حال سے (صرف) دعویٰ مت کرو بلکہ اللہ کی راہ میں قربانی پیش کرو......جس سے اعلیٰ کامیابی نصیب ہو...... موسیٰؑ کی قوم کو نہیں دیکھتے کہ زبان سے تعلّی اور تفاخر کی باتیں بہت بڑھ چڑھ کر بناتے تھے......لیکن عمل کے میدان میں صفر تھے جہاں کوئی موقع کام کا آیا فوراً پھسل گئے اور نہایت تکلیف دہ باتیں کرنے لگے (تفسیر عثمانی سورہ صف کا حاشیہ ۵)

Scanned with CamScanner

اس مذکورہ تشریح میں جو کچھ مفسرین نے لکھا ہے اس کی روشنی میں ہمیں اپنے متضاد طرز عمل پر نظر ثانی کرنی چاہئے...... موسیٰؑ کی قوم نے کہا تھا کہ جب ان کو حضرت موسیٰؑ نے دشمن سے جہاد کے لئے کہا تو کہنے لگے (ہم تو آپ کے بڑے ماننے والے ہوئے دیوانے ہیں آپ کے ایک اشارے پر جان بھی حاضر ہے) لیکن جہاں تک بات لڑائی کی ہے تو فاذهب انت وربک فقاتلآ انا ھٰهنا قاعدون (پ۶ مائدہ آیت ۲۴) آپ اور آپ کا رب دشمن سے جا کر لڑے۔ ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ اور ہمارے حضرت شاہ جیؒ (عطاءاللہ شاہ بخاری) فرمایا کرتے تھے کہ جب میں تقریر کرتا ہوں تو لوگ کہتے ہیں واہ...... شاہ جی...... واہ اور جب گرفتاری کے لئے پولیس آتی تو کہتے ہیں کہ جا...... شاہ جی...... جا

لہذا اس کو جوان اور مضبوط عزم نہیں کہتے بلکہ یہ اپنے ساتھ اور اپنی قیادت اور مذہب و نظریہ سب کے ساتھ دھوکہ ہے۔

مشکل حالات میں جو کارکن کام نہ کریں وہ سوت کاتیں

آنحضرت ﷺ کی شہادت کا غل ہوا تو جو مایوس ہو کر پلٹے تھے یہ وحشت انگیز خبر انہوں نے مدینہ میں پہنچادی۔ اب عورتوں سے بھی رہا نہ گیا۔ حضرت ام ایمنؓ نکلیں، یہی خبر دینے والا ان کے سامنے آگیا۔ آپ نے دونوں ہاتھوں میں مٹی بھر کر اس کے منہ پر ماری اور فرمایا۔ تلوار مجھے دو اور سوت کی انٹی تم لو۔ گھر میں بیٹھ کر سوت کاتو۔ پھر آپ میدان میں پہنچیں اور پیاسے زخمیوں کو پانی پلانا شروع کر دیا۔ ایک شخص حباب بن عرفہ تیر پھینک رہا تھا اس کا تیر آپ کے لگ گیا تو آپ گر پڑیں اور بند کھل گیا جس پر حباب خوب ہنسا۔ آنحضرت ﷺ نے بے پھل کا ایک تیر حضرت سعدؓ کو دیا کہ حباب کے ماریں۔ وہ تیر حباب کے سینہ میں جا کر لگا۔ جس سے وہ بھی چت ہو کر گر گیا اور اس کا ستر کھل گیا۔ اس کلہ بکلہ انتقام پر آنحضرت ﷺ مسکرا دیئے۔ مشکل حالات میں مایوس ہونے کے بجائے حضرت ام ایمنؓ کا سا عزم مصمم درکار ہے۔ پھر دیکھیں کہ آپ کے ساتھ ظلم کرنے والوں کا بدلہ اللہ پاک آپ کے سامنے پورا کریں گے اور آخرت میں عذاب الیم بھی ان کے لئے ہوگا۔

☆☆☆☆☆

Scanned with CamScanner

حالات بدلتے نہیں حالات کا رخ بدلا جاتا ہے

میرے مجاہدین ناموس صحابہؓ، سپاہ صحابہؓ کے مخلص، موحد شاہینو!...... مشکلات کے اس بھنور میں پھنس کر یقیناً آپ افسردہ اور پریشان ہوں گے...... کیونکہ ہر طرف سے اعلاء کلمۃ الحق اور مشن ناموس صحابہؓ کی تبلیغ کی راہیں مسدود کر دی گئی ہیں...... سپاہ صحابہؓ پر پابندی...... اپنے مذہبی نظریات کے پرچار پر پابندی...... جلسوں کانفرسوں پر پابندی...... لٹریچر پر پابندی...... جماعت کے دفاتر بند...... رابطے قیادت سے ختم...... قیادت ہے جیلوں میں بند......اخبارات میں خبروں کی اشاعت پر پابندی ...... یعنی ہر طرف ہو کا عالم ہے

ان ساری پابندیوں کے بعد حالات ایسے ڈگر پر پہنچ چکے ہیں کہ...... کوئی نکلنے کی راہ ...... کوئی امید کی کرن نظر نہیں آتی...... کام کرنے کو دل تو کرتا ہے...... جذبہ بھی ہے...... مگر کوئی طریقہ سوجھتا نہیں...... کہ کام کیسے کریں...... چنانچہ ان باتوں کا اثر لے کر آپ میں سے اکثر ساتھی انتہائی مایوس کن ذہنیت لے کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئے ہیں۔

بے شک ہمارے ظالم حکمرانوں نے یہود و ہنود کی خوشنودی اور چاپلوسی کے لئے ......اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ جس غداری کا مظاہرہ کیا ہے......وہ انتہائی قابلِ مذمت اور ناقابلِ معافی جرم ہے......

دنیا بھر میں تبلیغ دین، ترویج دین اور جہاد کا کام عروج پر تھا...... قریب تھا کہ دنیائے کفر مغلوب و مقہور ہو کر رہ جاتی......اور اسلام اپنی آب و تاب کے ساتھ اپنی ضیاء پاشیاں بکھیرتا ہوا دنیا بھر کی انسانیت کو صراطِ مستقیم پر لانے میں کامیاب ہو جاتا...... مگر خدا برا کرے ان مفاد پرستوں اور غیر مسلموں کے نمک خور غداروں کا...... جنھوں نے افغانستان کی معصوم سی اسلامی ریاست پر حملہ کروا کر مثالی اسلامی مملکت کے تار پور بکھیر

Scanned with CamScanner

دیے ...... اور لاکھوں بے گناہ مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہادی گئیں ...... کفار کا مزید حوصلہ بڑھا اور متعدد مذہبی تنظیموں پر پابندی مساجد و مدارس پر کڑی نگرانی ...... سارے مذہبی طبقہ کو مختصر ...... یا کم از کم محدود کرنے کی کوشش کی گئی۔ جس میں وہ کافی حد تک کامیاب ہوئے ...... اور آج حالات ایسے پیدا کر دیئے گئے ہیں کہ مذہب اور مشن کا نام تک لینا اور مجاہدین کا سانس تک لینا دشوار کر دیا گیا ہے۔

کیا ...... ؟ ایسی صورت میں ہمیں مایوس ہو کر بیٹھ جانا چاہیے؟ یا اپنے آپ کو بالکل لاوارث سمجھ کر بے بسی کا مظاہرہ کرنا چاہیے ...... یا لمبی چادر تان کر خوابِ غفلت میں سو جانا چاہیے؟ ...... یا ان حالات کی ناسازگاری کا بہانہ بنا کر کام سے روگردانی کر دینی چاہیے؟ ......

نہیں ...... نہیں ...... نہیں ...... ہرگز نہیں ...... دشمن سے جب مقابلہ ہو تو ہار جیت لگی رہتی ہے ...... تحریکوں میں اتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے ...... یہ تحریکیں ابھرتی ہی اسی وقت ہیں کہ جب ان کو دبایا جاتا ہے ...... اور پھر اسلامی تحریکوں کا تو خاصہ ہی یہی ہے کہ

؎ اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

جہاں تک بات ہے حالات کی ناسازگاری کی ...... تو ایسے ہی حالات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بانئ سپاہ صحابہؓ حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ نے فرمایا تھا کہ ...... "حالات جب صدیق اکبرؓ کے (پرامن) دور جیسے ہوں گے تو پھر اس وقت جناب کے کام کی کوئی ضرورت نہیں پھر آپ تسبیح لے کر بیٹھ جانا اور اللہ اللہ کرنا" ...... لہٰذا ان نامساعد حالات میں کام کی اشد ضرورت ہے ...... اور حالات کے سازگار ہونے کا انتظار کرنا قطعاً عقل مندی نہیں ...... بلکہ حالات کا رخ موڑا جاتا ہے ...... حالات خود نہیں بدلا کرتے ...... اور یہی بہادری اور جرأت و مردانگی ہے۔

؎ وہ مرد نہیں جو ڈر جائے حالات کے خونی منظر سے
جس حال میں جینا مشکل ہے اس حال میں جینا لازم ہے

Scanned with CamScanner

یاد رکھیے! کہ مردانگی جرأت و بہادری یہ نہیں کہ اچھے حالات میں بغیر دشمن کی طرف سے کسی خوف اور خطرہ کے دشمن کا مقابلہ کیا جائے...... دشمن آرام سے بیٹھا ہو...... کمزور ہو...... تمہیں کچھ کہتا بھی نہ ہو...... اور تم دشمن پر چڑھائی کردو...... تو یہ کوئی کمال نہیں (اس سے تو اسلام نے بھی منع کیا ہے) مردانگی یہ ہے کہ دشمن (کافر) سر چڑھ کر بول رہا ہو...... ہماری مسجدیں...... خانقاہیں...... عقائد و نظریات...... اکابر کی عزتیں...... تمہاری ابروئیں محفوظ نہ ہوں...... تمہارا جینا دوبھر کر دیا گیا ہو...... ایسے حالات میں حکم ہے کہ نکلو دشمن سے نبرد آزما ہونے کے لئے...... انفروا خفافا و ثقالا ...... طوعا و کرھا ......اسی کو مردانگی کہتے ہیں...... اور یہی ایمان کی تقویت کی دلیل ہے۔

نہ مسجد میں نہ مندر میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں
نمازِ عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں

حضرت فضیل بن عیاضؒ جو بہت بڑے محدث گزرے ہیں اور بہت بڑے عابد زاہد بھی تھے۔ دن رات بیت اللہ شریف اور مسجد نبوی ﷺ میں عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ ان کو عبداللہ بن مبارکؒ نے چند اشعار لکھ کر بھیجے۔ ان اشعار میں حضرت فضیل بن عیاضؒ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ آپ شب و روز عبادت میں مصروف ہیں۔ ہمارا کفار کے مقابلے کے لئے جہاد میں شریک ہونا آپ کی عبادت سے افضل ہے۔ وہ عبادت جو بیت اللہ میں ہو رہی ہو۔

یا عابد الحرمین لو ابصرتنا
لعلمت انک فی العبادۃ تلعب
من کان یخضب خدہ بدموعہ
فنحورنا بدمائنا تتخضب

ترجمہ اشعار! اے حرمین شریفین کے عابد اگر آپ ہم مجاہدین کو دیکھ لیں۔ تو آپ جان لیں گے کہ آپ تو عبادت کے ساتھ کھیل رہے ہیں (کیونکہ) آپ کے آنسو آپ کے

رخساروں کو تر کرتے ہیں تو ہماری گردنیں ہمارے خون سے رنگین ہوتی ہیں۔

عبادت بے شک افضل ترین عمل ہے لیکن فرمایا کہ کفار کے مقابل جہاد میں جو مجاہدہ اور مشقت اٹھا کر علم اسلام کو بلند کیا جاتا ہے اگر آپ ان مجاہدین کی قربانیوں کو دیکھیں تو آپ کو اپنی عبادت کھیل محسوس ہو کیونکہ آپ کے آنسو آپ کے رخساروں کو تر کرتے ہیں جبکہ یہاں میدان جہاد میں ہماری گردنوں سے خون کے فوارے پھوٹتے ہیں۔ لہذا ایسی اصل میں کمال ہے اور مردانگی ہے۔

غور فرمائیں ایک ولی اللہ دوسرے ولی اللہ کو مخاطب کر کے یہ بات کہہ رہا ہے کہ جب کفار سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچ رہا ہو۔ ایسے وقت میں بیت اللہ جیسی مقدس جگہ پر عبادت کرنا افضل نہیں۔ بلکہ راہ خدا میں کفار کے خلاف علم جہاد بلند کرنا بہت زیادہ اہم اور افضل ہے۔ لہذا ہمیں ان حالات میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس اور تعین کرنا ہوگا۔

آپ کون ہیں؟

آپ سب سے پہلے اپنے اندر جھانکیں کہ آپ کون ہیں؟ اور کن کے پیروکار ہیں؟...... یقیناً آپ کو آپ کا ضمیر جواب دے گا کہ آپ...... مومن...... اور...... موحد...... ہیں اور انبیاء کرامؑ اور صحابہ کرامؓ کے وارث ہیں...... اکابرین امت کے روحانی فرزند ہیں...... تو پھر غور کریں ایمان اور توحید کا تقاضا کیا ہے؟ اور مشکلات میں انبیاء کرام و صحابہ کرامؓ کا کردار کیا ہوتا تھا...... اور اکابرین امت کفر کی چٹانوں سے کس طرح ٹکرا کر ان کو پاش پاش کرتے رہے ہیں...... کیا ہم وہ کچھ کر رہے ہیں جو ہم سے ہمارا ایمان اور عقیدۂ توحید تقاضا کرتا ہے...... کیا ہم انبیاء کرامؑ و صحابہ کرامؓ کی وراثت کا حق ادا کر رہے ہیں...... کیا ہم نے اکابر کے طریقہ کو زندہ رکھا ہے...... اپنی مصروفیات اور جماعتی کارکردگی دیکھ کر خود جواب تلاش کریں......

Scanned with CamScanner

ایمان کا تقاضا

جہاں تک بات ہے ایمان کی ..... تو مشکلات و مصائب میں گھبرانا ..... مایوس ہو کر کام چھوڑ دینا ..... دشمنانِ صحابہ کرامؓ اور کفار اور ظالم حکمرانوں کے ظلم و ستم اور ان کے سخت اقدامات کو دیکھ کر خوفزدہ ہونا یا ہمت ہار جانا ایمان کی تقویت نہیں بلکہ ایمان کی کمزوری کی دلیل ہے ..... اور اس کی اصلاح کی ضرورت ہے ..... اس مسئلہ کو قرآن پاک میں متعدد جگہ بیان کیا گیا ہے یہاں صرف ایک ہی جگہ سے قرآن کریم کا کچھ حصہ تحریر کرتا ہوں سمجھنے کے لئے کافی ہوگا۔

الٓمّٓ o احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا و هم لا یفتنون o ولقدفتنا الذین من قبلهم فلیعلمن الله الذین صدقوا و لیعلمن الکذبین۔ (سورہ عنکبوت پ۲۰' آیت 1-2-3)

مذکورہ دونوں آیات میں ان مسلمانوں کو خطاب ہے جو کفار کی ایذاؤں میں گرفتار تھے۔ شب و روز ان (صحابہؓ) کو ظلم و تشدد کا تختۂ مشق بنا رکھا تھا۔ آگ کے انگاروں سے ان کا بستر بنایا جاتا ..... غلیظ گالیوں سے ان کی تواضع کی جاتی ..... ہاتھوں میں کیل گاڑے جاتے ..... دودھ پیتے بچے زبردستی ماؤں کی چھاتیوں سے چھین کر دور کر دیئے جاتے ..... سفاکیت و بربریت کی تاریخ رقم ہو رہی تھی ..... ایسے میں ان آیات نے صحابہ کرامؓ کو خبردار کیا کہ یہ تصور نہ کر لینا کہ ہم ایمان لانے کے بعد بغیر کسی آزمائش کے پاس کر دیئے جائیں گے۔ بلکہ اللہ پاک ان آزمائشوں میں مبتلا کر کے (جاننے کے باوجود) دیکھنا چاہتے ہیں کہ ایمان کے دعویٰ میں تم میں سے کون سچا ہے؟ کون جھوٹا ہے؟ اس لئے فرمایا کہ مشکلات میں دشمن کی ایذارسانی سے دلبرداشتہ ہو کر حکمرانوں کے جور و ستم اور ہر طرف سے ہدشوں کو دیکھ کر دین کا کام چھوڑ مت دینا ورنہ قیامت کے دن رب العالمین کے ہاں اس کی پوچھ ہوگی اور یہی ایمان کی کمزوری ہے۔

ہمارے ہاں یہ روش بن چکی ہے کہ حالات اچھے ہوتے ہیں تو بہت سارے فصلی بٹیرے میدان میں بڑی آب و تاب کے ساتھ نمودار ہوتے ہیں اور بڑی پھرتیاں بھی ہوتی ہیں اور قیادت کے بالکل قریب ہو کر اخص الخواص میں شامل ہو جاتے ہیں اور قربانی دینے والے حقیقی مجاہدین کو گھور گھور کر دیکھتے ہیں اور ان کی بڑی مہارت کے ساتھ ٹانگیں بھی کھینچنے کی کوشش کرتے ہیں...... لیکن جیسے ہی حالات ناسازگار ہوتے ہیں...... حکومت کی طرف سے سختی پکڑ دھکڑ...... گرفتاریاں...... پولیس مقابلے...... تشدد...... عقوبت خانوں میں ٹارچر شروع ہوتا ہے...... دشمن کی گولیاں برسنا شروع ہوتی ہیں...... ہر وقت ہر طرف سے خوف کے سائے منڈلا رہے ہوتے ہیں...... ایسے حالات میں یہ لوگ بالکل لاتعلق ہو کر معصوم بن کر ایسے غائب ہوتے ہیں جیسے چوہا بلی کو دیکھ کر غائب ہوتا ہے......اور کہتے ہیں کہ جناب جب قائدین رہا ہوں گے تو ہم کام کریں گے......

منافقت چھوڑ دو

یاد رکھو! سپاہ صحابہؓ سے ہو یا دین کے کسی شعبہ سے متعلق ہو مشکلات میں ایسا کرنے والوں کے متعلق رب العالمین فرماتے ہیں کہ

و من الناس من یقول امنا باللہ فاذآ اوذی فی اللہ جعل فتنۃ الناس کعذاب اللہ .و لئن جآء نصر من ربک لیقولن انا کنا معکم . اولیس اللہ باعلم بما فی صدور العالمین . و لیعلمن اللہ الذین امنوا و لیعلمن المنافقین۔ (پ۲۰ ٗسورہ عنکبوت آیت ۱۱)

اس آیت کی تشریح میں علامہ شبیر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ تفسیر عثمانی میں صفحہ 514 کے حاشیہ 9 میں لکھتے ہیں کہ

یہ ان لوگوں کا ذکر ہے جو زبان سے اپنے آپ کو مؤمن کہتے ہیں۔ مگر دلوں میں ایمان راسخ نہیں تھا۔ ان کو جہاں اللہ کے راستہ میں کوئی تکلیف پہنچی یا دین کی وجہ سے لوگوں

Scanned with CamScanner

نے ستایا تو اس آزمائش کو خدائی عذاب سمجھنے لگے۔ جس طرح آدمی عذاب الٰہی سے گھبرا کر جان چھڑاتا ہے اور اپنے دعوؤں (نظریات و عقائد، مشن کاز) سے دستبردار ہونے لگتا ہے اور ناچار اعتراف کرتا ہے کہ میں غلطی پر تھا۔ یہی حال ان ضعفاء القلوب کا ہے جہاں دین کے معاملہ میں کوئی سختی پہنچی۔ بس گھبرا کر دعویٰ ایمانی سے دستبردار ہونا شروع کر دیا اور زبان سے یا عمل سے گویا اقرار کرنے لگے کہ ہم اس دعوے میں غلطی پر تھے۔ ہم نے ایسا دعویٰ کیا ہی نہ تھا (وہ غور فرمائیں جنہوں نے بغیر کسی پریشانی کے لکھ دیا تھا کہ ہمارا کوئی تعلق جماعت سے نہیں ہے)

اور جب مسلمانوں کی کامیابی اور عروج دیکھیں تو باتیں بنانے لگیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں اور اب بھی تمہارے اسلامی بھائی ہیں...... لیکن اللہ پاک کو سب معلوم ہے اولیس اللہ باعلم بما فی صدور العالمین ...... کیا زبانی ایسے دعوے کر کے اللہ پاک سے اپنے دلوں کا حال چھپا لو گے ؟ ہمارے یہ اعمال کہ آسانی میں بڑھ کر حصہ لینا اور مشکلات میں بالکل لاتعلق ہو جانے کو وہ ذات باری تعالیٰ دیکھ رہی ہے کہ ولیعلمن اللہ الذین امنوا کہ کون اپنے آپ کو قربانی دیکر مشکلات برداشت کر کے دشمن سے ٹکرا کر سچا مؤمن ثابت کرتا ہے اور ولیعلمن المنافقین اور کون جھوٹا دغاباز منافق ہے

صحابہؓ پر ظلم کی انتہا

صحابہ کرامؓ کے ایمانی جذبے ہمارے لئے بہترین معیار ہیں ان کے ساتھ کون سا ظلم ہے جو روا نہیں رکھا گیا۔ حضرت بلالؓ کو کفار مکہ لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں ڈال دیتے ...... کبھی مکہ کی بھوبھل کی طرح تپتی پتھریلی زمین پر لٹا کر سینہ پر پتھر کی سل رکھ دی جاتی گردن میں کپڑا ڈال کر بچوں کے حوالے کیا جاتا۔ وہ گھسیٹتے پھرتے اور جسم سے خون رستا تھا......

حضرت سمیہؓ عورت تھی جسم و جان میں کمزور مگر ایمان مضبوط تھا۔ ابو جہل نے ظلم و تشدد کی انتہا کر دی تھی۔ بلا خر برچھی مار کر شہید کر دیا...... حضرت ابو بکر صدیقؓ نے

Scanned with CamScanner

سرِ عام جب اعلاء کلمتہ اللہ کا آغاز کیا تو کفار نے مار مار کر بے ہوش کر دیا...... مگر یہ ایمان ہی کی حلاوت تھی کہ ہوش میں آتے ہی اپنے کاز اور مشن کے متعلق اور بانی اسلام حضرت محمد ﷺ کی خیریت کے متعلق پوچھتے ہیں۔

حضرت زبیر بن عوامؓ جب اسلام لائے تو ان کا چچا ان کو چٹائی میں لپیٹ کر لٹکا دیتا تھا۔ پھر نیچے سے ان کی ناک میں دھواں دیتا تھا...... اسی طرح متعدد مثالیں موجود ہیں۔ ان صحابہؓ کی چمڑیاں ادھیڑ دی گئیں...... ان کے دودھ پیتے بچے نیزے کی انگینوں پر رکھ کر ذبح کر دیئے گئے...... بیویاں خاوندوں سے جدا کر دی گئیں...... دنیا بھر کے تمام مظالم کی اقسام کا ان پر تجربہ کیا گیا مگر ایمان اپروگرام مشن' کام' دعوت و تبلیغ...... سب سلسلے جاری رہے۔ بلکہ بڑھتے چلے گئے۔ کفار نے جتنا بھی اس چراغ کو بجھانا چاہا اتنا ہی یہ منور ہوتا چلا گیا۔ اور یہ سب تقویت ایمان کا مظہر ہے۔ ایمان مضبوط تھے تو دنیا کی کوئی رکاوٹ ان کے لئے رکاوٹ نہ رہی۔ مشکلات اور مصائب کے بڑے بڑے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گئے...... ایک صحابیؓ کو کفار پھانسی دیتے وقت پوچھتے ہیں تجھے یہ منظور ہے کہ تیری جگہ حضور ﷺ کو (معاذ اللہ) پھانسی دی جائے اور تجھے چھوڑ دیا جائے۔ اس نے کہا خدا کی قسم! میں یہ بھی نہیں برداشت کرتا کہ مجھے چھوڑنے کے بدلے حضور ﷺ کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے۔ دیکھئے کیا جذبہ ہے صحابیؓ رسول ﷺ کا کہ تختہ دار پر بھی ثابت قدم رہے۔ اب ہمیں بھی چاہئے کہ اس ایمانی جذبہ کے مطابق حالات کی ناسازگاری کی پرواہ کئے بغیر آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ قدم اٹھانا، قدم بڑھانا آپ کا کام ہے۔ راہیں نکالنا میرے رب کا کام ہے۔ کیونکہ ایمان والوں کے لئے اللہ پاک کا وعدہ ہے۔ ولا تھنوا ولا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین۔ (پ4 آل عمران آیت ۱۳۹) تم کمزور اور غمگین مت ہو جاؤ۔ تم دوسروں سے بالاتر (غالب) رہو گے (بشرطیکہ) اگر تم مؤمن ہو۔

یعنی کہ ایمان مضبوط ہے تو پھر کمزور ہونے یا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں غلبہ تمہارا ہی رہے گا۔

ہم حمد اللہ قرآن وحدیث کی بتائی ہوئی تعلیمات کے مطابق اللہ کی وحدانیت کے بلا شرکتِ غیرے قائل ہیں اور اپنے اللہ کی ذات کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ وہ ذات علیٰ کل شیٔ قدیر ہے

امن یجیب المضطر اذا دعاہ و یکشف السوء

بھلا کون پہنچتا ہے بے کس (لاچار) کی پکار کو جب (وہ) اس (اللہ) کو پکارتا ہے (اور وہ اللہ) دور کر دیتا ہے اس کی سختی۔

فیکشف ما تدعون الیه ان شاء۔ پھر دور کر دیتا ہے اس مصیبت کو جس کے لئے اس کو پکارتے ہو اگر چاہتا ہے۔

جب سارا اختیار آزمائش میں ڈالنے آزمائشوں سے نکالنے کا اسی اللہ کے پاس ہے تو پھر اسی کی ذات پر بھروسہ کر کے پرعزم ہو کر قدم اٹھایئے وہ ذات باری تعالیٰ خود رہنمائی فرما کر ہمیں منزل کی راہ پر ڈال دے گی۔

حضرت یونسؑ نے جب مچھلی کے پیٹ میں اللہ کو پکارا۔ اللہ نے ان کی پکار کو سنا اور ایسی جگہ سے نجات خیر وعافیت دی جہاں سے دنیا کی کوئی طاقت خیریت سے محفوظ آپ کو نہیں نکال سکتی تھی...... اس اللہ کو پکارنا اس اللہ پاک کی طرف توجہ کرنا ہمارا کام ہے۔ ہمارے لئے راہیں نکالنا ہمارے اللہ کا کام ہے۔

اور موحد کی شان یہ ہے کہ جب وہ ہر طرف سے محبوس ومجبور کر دیا جاتا ہے تو وہ جس طرح آسانی میں اپنے رب پر یقین کامل رکھتا تھا...... اسی طرح مشکل میں اس کا یہ یقین مزید بڑھ جاتا ہے...... جہاں وہ اسباب سے اللہ کی مدد و نصرت کو حاصل کرتا تھا...... تو مصائب کے بھنور میں پھنس کر وہ مایوس نہیں ہوتا بلکہ اسباب سے نظر ہٹا کر اللہ کی ذات کی طرف پہلے سے زیادہ یقین کے ساتھ متوجہ ہو جاتا ہے...... اور امید کرتا ہے کہ جس طرح اللہ پاک اسباب سے اسکی مدد فرماتا رہا ہے۔ اسی طرح وہ رب تعالیٰ چونکہ علی کل شیٔ قدیر ہے بغیر اسباب کے بھی مدد فرمائے گا...... بات متوجہ ہونے اور یقین کرنے کی ہے۔

بے شک اس وقت ظاہری حالات اور اسباب دین کا کام کرنے کی اجازت نہیں دیتے اور نہ ہی کوئی خاص ترکیب پیش نظر ہے کہ جس کے ذریعہ ان حالات سے نکل کر آزادانہ کام کریں...... لیکن امید ہے کہ جلد اللہ پاک کوئی نہ کوئی صورت بنا دیں گے...... صرف ہمت کی ضرورت ہے...... موجودہ حالات تو کچھ بھی نہیں اسلام کی تاریخ میں اس سے بھی زیادہ سخت حالات گزرے ہیں...... لیکن اللہ پاک نے مسلمانوں کو وہاں بھی سرخرو کیا اور انشاء اللہ ہمارے اعمال درست ہو جائیں، نیتیں...... درست رکھیں تو بہت جلد ہمیں بھی کامیابی مل جائے گی بس عزم مضبوط اور نیت درست ہونی چاہئے کہ یہ کام کرنا ہے۔

اللہ پاک کیسے راہیں نکالتے ہیں؟

حضرت یوسفؑ کو بھائیوں نے کنویں میں ڈال دیا۔ آپ نے صبر کیا۔ عزم مضبوط رہا۔ وہاں سے نکلنے کے ظاہری اسباب نہ تھے۔ مگر اللہ نے ایک قافلے والوں کے ذریعہ نکلوا کر بادشاہ کے محل میں پہنچا دیا۔ وہاں پھر امتحان آیا تو جیل میں پہنچ گئے۔ جیل میں آپ نے صبر کیا۔ عزائم مضبوط رہے۔ مشن کی تبلیغ شروع کر دی تو اللہ نے جیل سے آزادی دے کر تخت و تاج عنایت فرما دیا۔ حضرت ابراہیمؑ آگ کے مجمہ میں ڈالے گئے۔ اللہ نے بغیر بارش اور پانی برسائے آگ کو گلزار بنا دیا۔

خود حضور ﷺ بھی جتنی مشکلات اور مصائب میں گھرے آپ ﷺ نے عزم مضبوط رکھا۔ اللہ نے ایسے اسباب پیدا فرمائے کہ جن کا ظاہری لحاظ سے تصور بھی نہ تھا...... صحابہ کرامؓ اور اکابر کے اس ضمن میں لاکھوں واقعات ہیں۔ حضرت ابو جندلؓ گرفتار تھے۔ بھاگ کر آ گئے۔ معاہدہ کے مطابق پھر جانا پڑا۔ کفار کے نرغے میں آپ نے جا کر اپنے مشن کی تبلیغ شروع کر دی۔ چنانچہ اللہ پاک نے آزمائش سے نجات دے دی۔ جن کو اپنے مقصد اور کام سے لگاؤ ہوتا ہے اور جو اپنے نظریہ سے عشق کی حد تک تعلق اور انسیت رکھتے ہیں وہ کام کرنے کے لئے اللہ کے فضل سے ہمہ قسم حالات میں اپنی راہیں خود متعین کر لیتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

ان کی سوچ اور فکر کام کرنے کے طریقہ کار و منع کرتی رہتی ہے اور وہ موجد بن جاتے ہیں۔

ہمارے اکابر میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں کہ جن کے کاز کو روکنے کے لئے وقت کے فرعونوں نے ہر حربہ استعمال کیا۔ پوری طاقت استعمال کی...... ملک کے ملک...... سلطنتوں کی سلطنتیں داؤ پر لگائیں...... مگر وہ مشن اور کاز سے ان کو ہٹا نہ سکے...... مٹانے والے خود تو مٹ گئے مگر جن کو مٹانا چاہتے تھے وہ یا ان کی آواز آج بھی موجود ہے اور انشاء اللہ رہے گی۔

چند مثالیں

انبیاء کرام اور صحابہ کرامؓ کے ادوار میں ایسی بے شمار مثالیں ملتی ہیں کہ ظاہری طور پر دین کا کام کرنے کی صورت نظر نہیں آتی تھی مگر وہ اللہ پر بھروسہ کر کے قدم اٹھاتے تو اللہ پاک اسباب پیدا فرما دیتے تھے (زیادہ واقعات کی تفصیل کا موقع نہیں) بطور تمثیل چند واقعات کی طرف صرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

صحابہ کرامؓ پر جب مشرکین مکہ کی ایذار سانی کا سلسلہ تیز ہو گیا اور مشرکین نے طرح طرح سے ستانا شروع کیا تو حضور ﷺ نے حکم دیا کہ تفرقوا فی الارض فان اللہ سیجمعکم (تم اللہ کی زمین پر کہیں چلے جاؤ (ہجرت کر جاؤ) عنقریب اللہ پاک تمہیں جمع کرے گا۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا۔ (یہ ہجرت دوبار پیش آئی) مکہ کے مشرکوں نے جب دیکھا کہ حبشہ میں جا کر صحابہ کرامؓ مطمئن ہو کر زندگی گزارنے لگے ہیں تو اپنے چند معززین کو حبشہ کے بادشاہ اصحمہ نجاشی کے پاس تحائف دیکر بھیجا۔ نجاشی کے دربار میں ان لوگوں نے صحابہ کرامؓ کے خلاف بادشاہ کی ذہن سازی کی اور کہا کہ یہ لوگ اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ چکے ہیں اور آپ ان سے کوئی گفتگو اور مکالمہ کئے بغیر ان کو ہمارے حوالے کر دیں کیونکہ یہ ہمارے بھگوڑے غلام ہیں ہم سے بھاگ کر یہاں آئے ہیں اس لئے ان کو ہمارے حوالے کر دو۔

Scanned with CamScanner

مکہ والوں کو علم تھا کہ اگر یہ اپنا موقف بیان کریں گے تو نجاشی بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے گا..... چنانچہ وہی ہوا جس کا انہیں ڈر تھا۔ نجاشی نے کہا کہ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا بلکہ میں ان (صحابہؓ) کو بلا کر پہلے حقیقت حال دریافت کروں گا ...... ایک آدمی کو صحابہ کرامؓ کے پاس بھیجا کہ ان کو بلا کر دربار میں پیش کیا جائے۔ اب جب صحابہ کرامؓ کے پاس بادشاہ کا بلاوا گیا تو کچھ حضرات کو پریشانی ہوئی کہ بادشاہ عیسائی ہے اور ہم مسلمان ہیں۔ وہ ہم سے پوچھے گا تو ہم کیا بتائیں گے..... چنانچہ طے یہی ہوا کہ بادشاہ کے دربار میں ہم وہی کچھ کہیں گے جو ہمارے نبی ﷺ نے ہم کو سکھایا ہے اور جو کچھ بھی ہو جائے اس سے سر مو تجاوز نہ کریں گے۔ یعنی اپنے دین کے متعلق سچ سچ بتا دیں گے۔ کچھ نہ چھپائیں گے...... جب دربار میں پہنچے تو سجدہ کئے بغیر سلام کر کے داخل ہو گئے...... اب بادشاہ اور درباریوں پر یہ بات بہت شاق گزری اور سوال ہوا کہ آپ نے شاہ ذی جاہ کو سجدہ کیوں نہ کیا؟ اب بظاہر صحابہ کرامؓ پہلے سے مشکل میں تھے۔ اوپر سے مزید اپنے آپ کو مشکل میں ڈالنے والی بات تھی۔ کچھ مصلحت ہی کر جاتے لیکن صحابہ کرامؓ نے مصلحت کی جائے اپنے مؤقف، عقیدہ اور نظریہ کو واضح کرنا زیادہ بہتر سمجھا اور نتائج کی پرواہ کئے بغیر اپنے عقیدہ کا اظہار کرتے ہوئے جواب دیا کہ بادشاہ سلامت! ہم مسلمان ہیں۔ ہم کو ہمارے نبی ﷺ نے صرف اللہ پاک کو سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ ہم اللہ کے علاوہ کسی کے آگے سجدہ نہیں کرتے...... صحابہ کرامؓ پردیس میں تھے۔ ہر طرف مخالفین کی نگاہیں ان کو کاٹ کھا رہی تھیں مگر اللہ پر بھروسہ کر کے صحابہؓ نے اپنے عقیدہ کا اظہار کیا تو ان کا یہی عمل مشکلات کے باوجود مشن کی تبلیغ کا سبب بن گیا۔ چنانچہ حضرت جعفرؓ نے تفصیل سے تقریر کر کے اسلام کی تبلیغ شروع کر دی اور حضور ﷺ کا پیغام جس کو مکہ والوں نے مکہ کے گلی کوچوں میں بند کرنا چاہا...... اس پیغام کی صدا نجاشی کے دربار میں گونجنے لگی۔ چنانچہ نجاشی نے صحابہ کرامؓ کو مکہ والوں کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا

(تفصیل کے لئے سیرۃ مصطفیٰ جلد اول مولانا ادریس کاندھلوی ص 240 سے

258 تک قارئین ضرور مطالعہ کرلیں) اب دیکھئے کہ بظاہر جن سے وطن گھربار چھین لیا گیا اور بالکل مجبور اور مفلوک الحال کردیا گیا ان کے عزائم مضبوط رہے کام کرنے کی فکر دامن گیر رہی۔ اللہ پاک نے دربار میں موقف پیش کرنے کا موقع بھی دیا اور عزت و وقار بھی عطا فرمایا۔ اور بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ صحابہ کرامؓ دعوت و تبلیغ جہاد و تعلیم کی صدائیں لگاتے لگاتے اور عملا کام کرتے کرتے اتنے آگے نکل گئے کہ آبادیاں ختم ہو گئیں۔ انسانیت کا جہاں پتہ نہ ملتا وہاں پہنچتے جب ملک کے ملک بستیوں کی بستیاں فتح ہو گئیں اور آواز حق چار سو پھیل چکی تو پھر ایسا نہیں کہ یہ حضرات تھک کر بیٹھ گئے۔ یا اپنی ذمہ داریوں سے اپنے آپکو عہدہ براں تصور کرلیا۔ نہیں بلکہ ان کے اندر کام مکمل (جو انسانی بساط کے مطابق تھا) ہو جانے کے باوجود جذبہ اتنا باقی تھا کہ یہ دنیا کے آخری کنارے پہنچ کر بھی فضاؤں میں آواز دیتے کہ آگے اور بھی اگر کہیں کوئی بشر مقیم ہے تو اس تک بھی ہم یہ آواز پہنچانا چاہتے ہیں...... چنانچہ سیرۃ کی کتابوں میں حضرت عقبہ بن نافعؓ کا مشہور واقعہ ہمارے لئے بہت ہی سبق آموز ہے۔ ان کی ساری زندگی جہاد میں گزری تو آخری بار جب گھر سے روانہ ہوئے تو اپنے بیٹوں کو بلا کر وصیت کی اور اپنے عزم کا اظہار کیا۔ انی بعت نفسی من اللہ عزوجل فلاازال اجاھد من کفر باللہ...... یعنی میں اپنی جان اللہ کی ذات کو فروخت کر چکا ہوں۔ لہذا اب (مرتے دم) تک کافروں سے جہاد کرتا رہوں گا۔ اس کے بعد آپ روانہ ہو گئے۔ الجزائر اور مراکش میں اسلام کا پرچم لہراتے ہوئے بحر ظلمات تک جا پہنچے (اٹلانٹک کے سمندر کا کنارہ جہاں سمندر برفانی پہاڑی کی مانند ہے) سمندر کے ساحل پر کھڑے ہو کر گھوڑے کے اگلے دو پاؤں سمندر کی موجوں میں ڈال کر اللہ پاک کی ذات کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔

یارب لولاھذا البحر لمضیت فی البلاد مجاھدا فی سبیلک

اے اللہ! اگر یہ سمندر (راستہ) میں حائل نہ ہوتا تو میں آپ کے راستہ میں جہاد کرتا ہوا سفر جاری رکھتا...... اور مزید فرمایا کہ

اللھم اشھد انی قد بلغت الجھود

اے اللہ! گواہ رہنا کہ میں نے اپنی کوشش کی انتہا کر دی ہے

Scanned with CamScanner

ولولا هذا البحر لمضيت فی البلاد اقاتل من کفر بک حتی لا یعبد احد دونک۔

اگر یہ سمندر بیچ میں نہ آگیا ہوتا تو جو لوگ آپ کی توحید کا انکار کرتے ہیں میں ان سے لڑتا ہوا آگے جاتا۔ یہاں تک کہ آپ کے سوا کسی کی عبادت دنیا میں نہ کی جاتی۔ پھر بڑی عجز و انکساری کے ساتھ دعا بھی فرمائی۔

اب اس مذکورہ واقعہ سے کتنے سبق آموز نکات ہمارے لئے موجود ہیں کہ ان کا جذبہ یہ تھا کہ کام مکمل ہونے کے باوجود اور آگے جانے کا جذبہ تھا۔ جبکہ ہمارا کام مکمل نہیں ہوا اور تھوڑی سی مشکلات میں گھبر کر کام چھوڑ بیٹھے۔ یا ست پڑ گئے ہیں...... یہ ہمیں زیب نہیں دیتا...... ہم جن کے نام لیوا ہیں کم از کم ان جیسا جذبہ تو ہمارے اندر ضرور ہونا چاہئے اور پھر غور فرمائیں یہ جملہ جو حضرت عقبہ بن نافعؓ نے فرمایا کہ

اللھم اشھد انی قد بلغت الجھود

اے اللہ! گواہ رہنا میں اپنی کوشش کی انتہا کر چکا ہوں۔ کیا ہم اپنے کام کی نوعیت سے ایسے کہہ سکتے ہیں۔ اللہ کی ذات کو مخاطب کر کے۔ قطعاً نہیں...... کہہ سکتے اس لئے کہ ابھی کام تو مشن کا اسی طرح پڑا ہے ...... ہم نے کیا ہی کیا ہے؟ ابھی تو ہمارے اوپر بہت ساری ذمہ داریاں ہیں...... لہذا کاہلی، سستی، حالات کی ناسازی کو نہ دیکھیں بلکہ اپنے عزم مضبوط کر کے قدم اٹھائیں۔

صحابہؓ کا جذبہ یہ ہے کہ کام مکمل ہو گیا۔ پیغام انسانی بساط کے مطابق جہاں تک پہنچنا تھا پہنچ چکا مگر وہ کہتے ہیں کہ سمندر کا رخ کر کے...... کہ راہ نظر تو نہیں آتی مگر ہم جانے کے لئے تیار ہیں اور ہم صحابہؓ کے سپاہی اور غلام ہیں تھوڑی سی پابندی سے پریشان ہو گئے۔ راہیں کئی موجود ہیں مگر ہمیں نظر نہیں آتیں...... اور نہ ہی ہم چلنے کو تیار ہیں۔

صحابہ کرامؓ کے بعد اکابر کا طرز عمل

یہی طرز عمل صحابہ کرامؓ کے بعد ہمارے اکابر کا بھی رہا ہے۔ کہ ان کو حالات کی

سختیوں میں جتنا بھی جکڑا گیا وہ اپنی راہیں نکالتے رہے۔

جیلوں میں پابند سلاسل کر دیا گیا۔ جزیروں میں بند کر دیا گیا۔ دنیا سے کٹ گئے۔۔ مگر وہاں بیٹھ کر بھی انہوں نے تفسیریں لکھنا شروع کر دیں۔ جب ان سے کاغذ قلم کی سہولت بھی چھین لی گئی تو یہ بہانہ بنا کر خاموش نہیں ہو گئے کہ اب تو ہم بالکل مجبور ہیں ہم کیا کر سکتے ہیں؟ بلکہ انہوں نے نئی مثالیں رقم کیں جن کو تاریخ نے سنہرے حروف سے لکھ کر اپنے اوراق کی زینت بنایا ہے۔

ماضی قریب میں تحریک آزادی میں ایسا موقع بھی آیا کہ آگرہ سے لے کر دلی تک ہزاروں علماء کرام کے لاشے تڑپ رہے تھے۔ ہر درخت کے ساتھ کسی نہ کسی عالم کی لاش لٹکی تھی لیکن اتنے بڑے ظلم اور ظاہری نقصان کے باوجود جب میرے اکابر میں سے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا ولایت علیؒ خان حاجی امداد اللہؒ مہاجر مکی سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں۔ اجلاس ہوتا ہے تو اس اجلاس میں تحریک مؤخر کرنے کا فیصلہ نہیں کیا جاتا بلکہ طے یہ ہوتا ہے کہ آئندہ کا لائحہ عمل تیار کرو کہ مزید کس طرح دشمن کا مقابلہ کرنا ہے اور کس طرح قربانی دینی ہے۔۔۔۔ کسی نے کہہ دیا کہ حضرت نانوتویؒ۔۔۔۔۔ تعداد تھوڑی ہے۔ اب مقابلہ کرنا مشکل ہے تو حضرت نے برجستہ جواب دیا کہ محترم تعداد تو بدر میں بھی تھوڑی تھی۔۔۔۔۔ کام تعداد سے نہیں۔۔۔۔۔ ایمانی جذبات سے ہوتا ہے۔

1958ء میں مارشل لاء لگا تو تمام سیاسی جماعتوں کو کالعدم قرار دے کر سیاسی سرگرمیوں پر پابندی لگا دی گئی تو اکثر لیڈر گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے لیکن جمعیت علماء اسلام پر پابندی کے باوجود حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے محنت کی۔ آرام سے نہیں بیٹھے اور ملتان میں ایک عظیم الشان کنونشن کر کے نظام العلماء کے نام سے جماعتی کام کا آغاز کر دیا۔ حکومت کی طرف سے نظر بندی کے آرڈر ہو گئے۔ چھ چھ ماہ کے لئے نظر بند کر دیا جائے مگر کام میں ان حضرات نے کمی نہ آنے دی۔

ایوب خان کے مارشل لاء دور میں جب ہر طرف سیاسی جمود تھا۔ کوئی بھی باہر نکلنے

Scanned with CamScanner

کو پالو لنے کو تیار نہ تھا۔ اس جمود کو بھی ان علماء کرام نے ہی توڑا خصوصاً حضرت ہزارویؒ کا اہم کردار تھا۔

1968ء کو لاہور میں آئین شریعت کانفرنس کی اور جلوس نکالا۔ جس نے ایوب خان کے اقتدار میں دراڑیں ڈال دیں۔ اور ایک ایسا موقع بھی آیا کہ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ 1953 تک مارشل لاء کے باوجود گرفتار نہ ہوئے تو حکومت نے مولانا ہزارویؒ کو جہاں ملیں وہیں گولی ماردو کا حکم جاری کیا۔ چنانچہ خبر رساں اداروں نے ملک کا کونہ کونہ چھان مارا مگر وہ حضرت ہزارویؒ کو گرفتار نہ کرسکے۔ جبکہ حضرت روپوشی کے باوجود ان خطرات کے باوجود کام کرتے رہے۔ کوئی ان کا بال بھی بیکانہ کرسکا اور کچھ مصلحت کے لیے جب حضرت ہزارویؒ کو کہا گیا کہ تھوڑی احتیاط کریں اور کام میں کمی لائیں کیونکہ آپ کے لئے پھانسی کا آرڈر ہو گیا ہے تو حضرت ہزارویؒ نے فرمایا کہ یارو! اسی گولی کے لئے تو میں پھر رہا ہوں تاکہ شہادت ملے اور منزل مل جائے۔

حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مرحوم و مغفور کو بھٹو نے اپنے گاؤں دریا خان ضلع اٹک میں نظر بند کردیا۔ حضرت شیخ نے وہاں پر درس قرآن کا سلسلہ شروع کردیا توحید کے داعی تھے۔ بریلوی مکتب فکر کے احباب کو خاصی پریشانی ہوئی کہ جس کام کو حکومت روکنا چاہتی ہے وہ تو حضرت شیخ نے یہاں اپنے علاقہ میں شروع کردیا۔ چنانچہ مجبوراً حکومت کو نظر بندی ختم کرنا پڑی

اسی طرح دیگر سینکڑوں واقعات ہیں حکومت اور دشمن ظلم و تشدد کے ذریعہ جس کام کو روکنا چاہتے ہیں یہی ظلم و تشدد اس کام کی زیادتی کا سبب بن جاتا ہے۔ وہ اگر کسی کو شہید کرتے ہیں تو ان کے خون کی برکت سے اسی طرح کے بہادر کئی اور جنم لیتے ہیں اگر جیلوں میں بند کرتے ہیں تو ہمارے علماء کرامؒ قائدین اور اکابر کا قلم حرکت میں آجاتا ہے۔ اور وہ کام جو باہر کی مصروفیات کی وجہ سے نہیں ہوسکتا وہ پابند سلاسل رہ کر کرلیا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کام کرنا چاہیں تو کام رک نہیں سکتا۔ نہ کوئی روک سکتا ہے۔

طالبان کے ساتھ ہمارے غدار حکمرانوں کے ذریعہ جو ظالمانہ سفاکانہ سلوک کیا گیا۔ جتنے بم برسائے گئے جتنی قیمتی جانیں ضائع ہوئیں۔ جتنے گرفتار ہوئے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ نام ونشان تک ختم ہو جاتا اور جو بچے وہ بھی کبھی اس طرف رخ نہ کرتے لیکن آپ نے دیکھا کہ آنکھوں کے سامنے اپنی ماؤں بہنوں کو خون میں لت پت دیکھ کر بھی معصوم بچوں کو موت کے منہ میں دھکیل کر بھی اقتدار چھوڑ کر بھی اپنے مشن اپنے موقف اور پروگرام پر پکے ہیں ڈٹے ہوئے ہیں، اور منظم ہونے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ ہم پر تو صرف پابندی لگی ہے۔ ہمارے گھر کا کاروبار، ملکی نظام چل رہا ہے۔ بیوی' بچے' مائیں' بہنیں سب رشتہ دار ہمارے پاس ہیں۔ کھانا ہم اچھے سے اچھا کھاتے ہیں۔ جب کہ طالبان کے پاس ان میں سے کچھ بھی نہیں بچا صرف ایمان ہے اور جسم وجان ہے جسم پر کپڑے نہیں کھانے کو ٹکڑے تک نہیں تو اگر وہ کام کر سکتے ہیں تو ہم بھی کر سکتے ہیں اور انشاء اللہ کریں گے۔ ہمت سے کام لو اور آگے بڑھو۔ مزید اس سے بھی برا وقت خدانخواستہ آگیا تو پھر نہ کہنا کہ ہمیں خبر نہ ہوئی۔

فنا فی اللہ کی تہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

بند کمرہ

بندہ اکثر ایک مثال تربیتی نشستوں میں بیان کرتا ہے۔ کہ گھر کے ایک کمرے میں ہم دس بیس تیس چالیس سال سے رات کو سوتے ہیں اور اندر سے خود اپنے ہاتھ سے کنڈی لگاتے ہیں۔ کنڈی لگانے کے بعد کبھی کمرہ سے باہر نکلنے کا نہ کوئی راستہ تلاش کرتے ہیں' نہ کوئی فکر ہوتی ہے...... لیکن اگر اسی کمرہ میں کوئی زبردستی آپ کو اندر بند کر کے باہر سے کنڈی لگادے تو آپ کا کیا خیال ہے کہ آپ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر خاموشی سے بیٹھ جائیں گے...... قطعاً نہیں...... بلکہ...... چیخنا چلانا...... دروازے کو کھٹکھٹانا شروع کر دیں گے...... اور 10 منٹ میں کمرہ سے نکلنے کے کئی طریقے آپ سوچ لیں گے کہ دروازہ توڑ دوں...... کھڑکی...... یا روشن

Scanned with CamScanner

وان توڑ دوں...... دیوار توڑ دوں...... یا چھت پھوڑ دوں...... کوئی نہ کوئی ترکیب سوچیں گے اور ذہن میں درجنوں ترکیبیں اس مشکل سے نکلنے کی آئیں گی مگر...... دین کے کام بھی...... اور جماعتی مشکلات...... اور پابندیاں دیکھ کر ہم مایوس...... پریشان ہو کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے ہیں۔ ایک دوسرے کا منہ تکتے ہیں کہ کوئی قائد آئے گا ہاتھ سے پکڑ کر چلائے گا تو چلیں گے ...... کام کریں گے' یہ بات اچھی نہیں۔ خود بیٹھو' سوچو تو سہی...... باہمی مشورہ تو کرو...... پھر دیکھو کہ اللہ پاک مشکلات میں کام کرنے کی کئی راہیں آپ کو بتلاتے ہیں۔ اسی لئے کہا کہ

حالات بدلتے نہیں حالات کا رخ بدلا جاتا ہے

☆☆☆☆☆

خون کے دریا بہا ڈالے

تہی تھے جنہوں نے خون کے دریا بہا ڈالے .

اور جہاں پہنچے قدم اغیار باطل سب مٹا ڈالے .

اور جو لوہے کے چھلے بھی سامنے دنیا نے لا ڈالے

تو وہ بھی بے تکلف شل پستوں کے جبا ڈالے

اپنا گھر مت بھولنا

رات سر پر ہے پر ندوا مستقر مت بھولنا

آسمانوں میں اُڑو لیکن شجر مت بھولنا

اک نئی رُت کے سفر پر جانے والے قافلو

اپنی مٹی، اپنا موسم، اپنا گھر مت بھولنا

حالات کا منہ تکتے رہنا کوئی کام نہیں

عبس ہے عذر راہ پر خطر اور شکوۂ رہبر
چٹانیں ٹوٹ جائیں گر ہو عزم سفر پیدا

جی جناب تو آپ پریشان ہیں اور زخمی ہیں...... کہ جماعت ...... ہماری محبوب جماعت سپاہ صحابہؓ پر پابندی لگ گئی ہے ...... مشن ناموس صحابہؓ کے لئے تمام راستے بند کر دیئے گئے ہیں...... جلسوں پر...... کانفرسوں پر...... شیعہ کافر کے نعروں پر پابندی ہے ......کوئی پروگرام...... کوئی لٹریچر...... کوئی خبر...... کوئی پیغام...... کوئی تقریر...... نہیں...... کچھ بھی...... نہیں کر سکتے......اب ذہن میں سوال اٹھتا ہے......ساتھیوں کی زبانوں پر بار بار یہ سوال ہے...... کہ اب کیا ہوگا؟......اب کام کیسے کریں گے؟......اب مشن ناموس صحابہؓ کا پرچار کیسے ہوگا؟......اب صحابہؓ کے دشمن کی فتنہ انگیزی کیسے روکی جاسکے گی؟...... لیکن میرے ہمسفرو! مجاہدین ناموس صحابہؓ...... صحابہؓ کے جانثارو...... پروانو...... دیوانو...... امی عائشہ صدیقہؓ کے بیٹو...... پریشان اور مایوس ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں...... تحریکوں میں یہ نشیب و فراز آتے رہتے ہیں......اس بھنور سے نکلنے کے لئے...... ہمارے آقا ﷺ کی زندگی اور طریقہ کار......اور ہمارے اکابر کا انداز ہمارے لئے بہترین مشعل راہ ہے...... آیئے دیکھتے ہیں کہ ان حالات میں کام کرنے کا کیا طریقہ کار ہے......اور ہمیں کیا کرنا چاہئے۔

قوم عرب اور حضور ﷺ کا مشن

دیکھئے! ہمارے لئے تو صرف پاکستان میں پابندی لگائی گئی ہے جبکہ اس پابندی کے باوجود کئی علاقے ایسے ہیں جہاں آپ کام کر سکتے ہیں۔ لیکن غور فرمائیں کہ جب حضور ﷺ نے دعوت کا آغاز کیا تھا تو تنہا تھے......اور پوری دنیا میں ہر طرف ظلمت، جہالت کا اندھیرا

تھا...... چاروں طرف کفر و شرک کا ڈیرا تھا...... فحاشی و حیوانیت کا بسیرا تھا...... اخلاق و کردار نام کی کوئی چیز نہ تھی...... انسانیت اپنی قیمت کھو چکی تھی...... بنی اسرائیل حضرت عیسیٰؑ سے بھی پہلے سانپ اور سانپ کے بچے کہلانے کے مستحق ٹھہر چکے تھے...... اب عیسیٰؑ کی لعنت سے ظاہری شکل و صورت کے سوائے ان میں آدمیت کا ذرا بھی نشان نہ تھا...... اور ہمسایہ قوموں کے اثر سے ان میں بت پرستی قائم ہو چکی تھی...... انگلستان میں Briton (برٹن) اور Sextion (سیکسن) وحشی قومیں آباد تھیں۔ فرانس میں پادریوں کے ایماء پر بہت ساری بے ہودگیاں رواج پا چکی تھیں...... ہندوستان میں پرانوں کا زمانہ شروع ہو گیا تھا...... بام مارگی فرقہ اپنے گندے اصولوں سے بندگان خدا کی رہبری کر رہا تھا۔ مندروں میں مرد عورت کی برہنہ تماثیل بنا رکھی تھیں...... دیواروں پر ایسی فحش تصاویر کندہ کی جاتیں کہ جن کے تصور سے بھی ہر مہذب شخص کو نفرت آتی تھی۔ چین کے باشندوں نے ہر چیز کا الگ الگ خدا بنا رکھا تھا۔ اپنے ملک کو آسمانی فرزندگی بادشاہت سمجھ کر اللہ سے منہ موڑ لیا تھا...... بعد میں کانفیوشس کو اپنا رہبر سمجھا...... مصر میں عیسائیت زوروں پر تھی...... حضرت عیسیٰؑ کے متعلق روز روز نئے نئے فرقے اور عقیدے بنتے تھے اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر انسانوں کے ٹکڑے کر دیئے جاتے...... خون ارزاں تھا...... عورت جانوروں کی طرح فروخت ہوتی تھی...... انہی حالات پر تمام عرب کو بھی قیاس کر لیں...... یہی کچھ عرب میں بھی ہوتا تھا۔

ان حالات میں حضور ﷺ کو اللہ پاک نے دینِ اسلام کی سربلندی اور ظلم و ستم کفر و شرک کو ختم کرنے کے لئے مبعوث فرمایا...... آپ ﷺ نے ایک دم دعوت اسلام کا آغاز نہیں کیا۔ بلکہ پہلے اپنے گھر...... اپنی اہلیہ محترمہ کو دعوت دی...... پھر صدیق اکبرؓ کو...... پھر حضرت علیؓ کو...... پھر حضرت زیدؓ کو دعوت دی۔ یہ مسلمان ہو گئے اور دھیرے دھیرے آپ ﷺ خفیہ طور پر فرداً فرداً...... دعوت دیتے رہے بلکہ نماز بھی آپ ﷺ اور دیگر مسلمان چھپ کر پہاڑ کی گھاٹی میں پڑھتے...... یہ سلسلہ تین سال تک جاری رہا (یعنی خفیہ

دعوت کا) اسی دوران آپ ﷺ منڈیوں، میلوں میں بھی دعوت دیتے رہے...... کام کی ایک ترتیب یہ بھی تھی کہ آپ ﷺ نے دارارقم میں مسلمانوں کو جمع کرنے کا حکم دیا...... چنانچہ مسلمان یہاں پر جمع ہو کر آپ ﷺ سے تعلیم حاصل کرتے اور احکام سمجھتے تھے۔ یہ سلسلہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے تک خفیہ انداز میں جاری رہا...... تین سال کے بعد آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ

فاصدع بماتؤ مروا عرض عن المشرکین۔ جس بات کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اس کا صاف صاف اعلان فرما دیجئے اور مشرکین کی پرواہ نہ کیجئے اور اس کی ابتداء اپنے گھر سے کریں۔ وانذر عشیر تک الاقربین

اور سب سے پہلے اپنے گھر والوں کو کفر و شرک سے دور کر کے اللہ کے عذاب سے ڈرائیے۔ یعنی مشن اور کاز پر کام کرنے اس کی دعوت دینے کا پہلے حکم دیا۔ پھر ابتدا کی ترتیب بھی بتادی کہ پہلے اپنے گھر سے محنت کا آغاز کریں۔

اب حضور ﷺ جیسے ہی یہ اعلان کرنے کے لئے کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور لوگوں کو جمع کر کے اعلاء کلمۃ اللہ کا آغاز اعلانیہ فرمایا ہی تھا کہ کفار آگ بگولہ ہو گئے اور آپ ﷺ کے چچا ابولہب نے آپ کو پتھر مارنے کے لئے اٹھایا اور برا کہا۔ یعنی حالات کشیدہ ہو گئے۔ کفار اور مشرکین آپ ﷺ کی عزت قدر کرنے کے باوجود اپنے عقائد باطلہ کا رد برداشت نہ کر سکے اور آپ کے اپنے مخالف ہو گئے

دوسری ترکیب

چنانچہ حضور ﷺ نے دوسرا طریقہ یہ اختیار فرمایا کہ حضرت علیؓ سے فرمایا کہ ایک صاع غلہ اور بکری کا گوشت اور دودھ مہیا کرو اور ساتھ ہی اولاد عبدالمطلب کو میری طرف سے کھانے کی دعوت دے کر میرے ہاں جمع کرو...... حضرت علیؓ نے آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کی اور کم و بیش چالیس افراد جمع ہو گئے جس میں آپ کے چچے اور سرداران قریش

بھی موجود تھے۔ آپ ﷺ نے وہ گوشت ان کو کھانے کیلئے کہا۔ اب ایک آدمی کا کھانا تھا جس کو چالیس افراد نے خوب پیٹ بھر کر کھایا پھر بھی بچ گیا۔ یہ واضح معجزہ تھا لیکن جب آپ ﷺ ان کو مخاطب کر کے دعوت دینے لگے تو ابولہب نے شور شرابہ کر کے لوگوں سے کہا کہ جلدی کرو۔ اٹھو یہاں پر تو کھانے پر محمد ﷺ نے جادو کر دیا ہے۔ چنانچہ لوگ فوراً اٹھ کر چل دیئے اور آپ ﷺ دعوت نہ دے سکے۔

دوسرے روز پھر حضرت علیؓ سے کہا کہ کھانے کا انتظام کرو چنانچہ حضرت علیؓ نے حکم کی تعمیل کی اور سب لوگ جمع ہوئے تو آپ ﷺ نے دعوت دی...... اور پوچھا دین کی سربلندی کے لئے کون میرا ساتھ دے گا تو حضرت علیؓ نے ہی صرف حامی بھری اور سب کھا کر چل دیئے...... لیکن آپ ﷺ نے اپنے کام کو جاری رکھا...... اگرچہ مخالفتیں شروع ہو چکی تھیں مگر آپ نے مشن اور کاز کی دعوت کو جاری رکھا...... کفار کی طرف سے مختلف قسم کی اذیتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور مسلسل بڑھتا ہی گیا۔ اتنے میں حضرت عمرؓ کو اللہ نے اسلام کی سعادت سے نوازا اور آپ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ آپ کی وجہ سے اسلام کو قوت ملی۔ کافر پریشان ہو گئے۔ حضرت عمرؓ کا پہلا کارنامہ یہ تھا کہ چھپ کر نماز پڑھنے کا سلسلہ ختم ہو گیا اور آپ ﷺ نے جرأت کے ساتھ مسلمانوں کو کعبۃ اللہ میں نماز پڑھوائی...... اس طرح سے خفیہ دعوت کا سلسلہ اعلانیہ دعوت تک بھی جا پہنچا اور ساتھ ساتھ اسلام کو غلبہ بھی نصیب ہونا شروع ہوا...... لیکن کفار کو یہ سب کچھ کب گوارا ہو سکتا تھا۔ چنانچہ کفار نے ایک معاہدہ کے تحت حضور ﷺ کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا۔

شعب ابی طالب اور آپ ﷺ کا کاز

تین سال تک آپ ﷺ مع اصحاب اور اہل و عیال شعب ابی طالب کی گھاٹی میں محصور رہے۔ کھانا...... پینا...... رشتے ناطے...... سب ختم کر دیئے گئے۔ بچوں کے بلبلانے کی آوازیں بھوک کی وجہ سے دور دراز تک سنی جانے لگیں۔ باہر کے آتے ہوئے قافلوں تک

سے کوئی چیز خریدنا منع تھا مگر ان تمام مصائب اور مشکلات کے باوجود آپ ﷺ نے اپنے مشن اور کاز کی دعوت کو جاری رکھا۔ آپ ﷺ حج کے دنوں باہر تشریف لاتے اور دور دراز سے آئے ہوئے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تھے۔

ان مذکورہ بالا مختصر واقعات سے آپ نے خوبی اندازہ لگایا ہوگا کہ مشن اور کاز کو پھیلانے کے لئے کیسے کیسے حالات میں حضور ﷺ نے کیسے کیسے طریقوں سے کام کیا۔ یہ تمام انداز ہمارے لئے مشعل راہ ہیں (جن کی ترتیب آگے چل کر عرض کرتا ہوں)

حضور ﷺ کا ہر عمل اور طریقہ ہمارے لئے سنت کا درجہ رکھتا ہے اور قابل عمل اور مشعل راہ ہے۔ ہم زندگی کے ہر معاملہ میں قرآن و سنت سے ہی رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ گزشتہ صفحات میں حضور ﷺ کا طریقہ تبلیغ ودعوت اور اشاعت اسلام آپ نے پڑھ لیا جس میں خصوصاً مشکلات کی صورت میں آپ ﷺ نے جو انداز اپنایا یقیناً وہی انداز ہمارے لئے بھی انتہائی مفید ہے۔ اسی انداز کے مطابق مندرجہ ذیل چند کام کرنے کے طریقے تحریر کئے جاتے ہیں۔ ان میں جو بھی جس علاقہ اور حالات کی مناسبت سے آپ کے لئے عمل کے اعتبار سے آسان ہو، اس کو اپنائیں تاکہ مشن ناموسِ صحابہؓ کا کام جاری رہے اور جھنگوی کا یہ کارواں رواں دواں رہے۔

؎ یہ دامن یہ گریبان آؤ کوئی کام کریں
حالات کا منہ تکتے رہنا کوئی کام نہیں

بند کمرہ

بندہ اکثر ایک مثال تربیتی نشستوں میں بیان کرتا ہے۔ کہ گھر کے ایک کمرے میں ہم دس بیس تیس چالیس سال سے رات کو سوتے ہیں اور اندر سے خود اپنے ہاتھ سے کنڈی لگاتے ہیں۔ کنڈی لگانے کے بعد کبھی کمرہ سے باہر نکلنے کا نہ کوئی راستہ تلاش کرتے ہیں نہ کوئی فکر ہوتی ہے...... لیکن اگر اسی کمرہ میں کوئی زبردستی آپ کو اندر بند کر کے باہر سے کنڈی

Scanned with CamScanner

لگادے تو آپ کا کیا خیال ہے کہ آپ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر خاموشی سے بیٹھ جائیں گے...... قطعاً نہیں...... ہاہمہ...... چیخنا چلانا...... دروازے کو کھٹکھٹانا شروع کر دیں گے...... اور 10 منٹ میں کمرے سے نکلنے کے کئی طریقے آپ سوچ لیں گے کہ دروازہ توڑ دوں...... کھڑکی...... یا روشن دان توڑ دوں...... دیوار توڑ دوں...... یا چھت پھوڑ دوں...... کوئی نہ کوئی ترکیب سوچیں گے بھی...... اور ذہن میں درجنوں ترکیبیں اس مشکل سے نکلنے کی آئیں گی مگر...... دین کے کام اور جماعتی مشکلات...... اور پابندیاں دیکھ کر ہم مایوس...... پریشان ہو کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے ہیں۔ ایک دوسرے کا منہ تکتے ہیں کہ کوئی قائد آئے گا ہاتھ سے پکڑ کر چلائے گا تو چلیں گے ...... کام کریں گے' یہ بات اچھی نہیں۔ خود بیٹھو' سوچو تو سہی...... باہمی مشورہ تو کرو...... پھر دیکھو کہ اللہ پاک مشکلات میں کام کرنے کی کئی راہیں آپ کو بتلاتے ہیں۔ اسی لئے کہا کہ

؎ حالات کا منہ تکتے رہنا کوئی کام نہیں

ایسی باتیں جو بندہ کے ذہن میں جیل میں بند...... جماعت پر پابندی...... رابطوں پر پابندی...... کاغذ قلم پر پابندی...... کے باوجود اللہ پاک نے ڈالی ہیں' وہ آپ تک پہنچاتا ہوں جو کہ پچھلی سطور کا خلاصہ بھی ہیں۔

(۱) انفرادی دعوت

انفرادی دعوت بڑا کامیاب اور پرامن طریقہ ہے مشن کو پھیلانے کا اور آپ نے دیکھا ہو گا کہ ہمارے محترم تبلیغی جماعت والے حضرات بھی انفرادی دعوت کا کام خوب کرتے ہیں۔ گاڑی میں سفر کرتے ہوئے ساتھ والی سواری کو دعوت دیں گے۔ دکان پر گئے تو وہاں باتوں باتوں میں دعوت کا کام شروع کر دیں گے۔ بازار میں، دفتر میں، برادری میں، کسی کے گھر جائیں تو وہاں پر بھی اور کسی دوست کے ہاں جائیں یا کسی تقریب میں جائیں تو وہاں پر بھی دعوت دیتے ہیں۔ دیگر لوگ بھی اسی انداز میں اپنا پیغام پہنچاتے ہیں...... یہی انداز آپ بھی اپنائیں...... سب سے پہلے اس کا آغاز اپنے گھر والوں سے کریں۔ ہمارے گھروں میں اکثر

والدین یا بھائی وغیرہ ہمارے پروگرام سے ناواقف ہونے کی وجہ سے وہ ہمیں کام نہیں کرنے دیتے اور جب آپ کسی مشکل میں مبتلا ہوتے ہیں مثلاً گرفتار ہوتے ہیں تو وہ تعاون بھی نہیں کرتے۔ اس لئے سب سے پہلے سپاہ صحابہؓ کا مشن و موقف والدین کو سمجھائیں۔ اگر وہ سمجھے ہیں تو بہن بھائیوں کو بتائیں پھر اسی طرح بتدریج ماموں چچا اور دیگر برادریوں کے افراد ان کو بھی اور ان کے گھر والوں کو بھی مشن ناموس صحابہؓ سے آگاہ کریں۔ خصوصاً ان کی اولاد یعنی نوجوان نسل ان میں دین کی اہمیت، صحابہؓ کرام کی عظمت کا شعور پیدا کریں تاکہ وہ آگے چل کر جماعت کے باقاعدہ رکن کی حیثیت سے کام کریں اور یہ سلسلہ ایسا ہے کہ اس میں نہ قانون شکنی ہے نہ خرچہ ہے۔ نہ گرفتاری کا خوف ہے۔ اس میں آپ مولانا حق نواز جھنگویؒ کی اوکاڑہ والی کیسٹ ضرور استعمال میں لائیں۔

(۲) عمومی دعوت۔ دعوتِ طعام کے ساتھ

برادری سمیت اپنے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والے دوست احباب دفتری افراد یا جس فیکٹری کارخانہ میں آپ کام کرتے ہیں۔ وہاں اپنے ساتھ بیٹھنے والوں کی ذہن سازی کریں۔ اور پھر اپنے محلہ کے قریبی احباب یا اسکول و کالج کے اسٹوڈنٹس دوستوں کو اپنے ہاں بیٹھک میں چائے کی دعوت پر بلائیں اور اگر توفیق ہو تو کھانے کی دعوت پر بلالیں۔ اس دوران عمومی خوش گپیوں کے علاوہ ساتھ ساتھ مشن کی دعوت دیں اپنی جماعت کے مقامی عالم ہوں تو ان کو مدعو کر کے ان کا بیان کروائیں۔ یا پھر کچھ بھی نہ ہو تو مولانا حق نواز جھنگویؒ کی اوکاڑہ والی کیسٹ سنادیں اور انتظام ہو سکے تو ویڈیو کیسٹ دکھادیں اور اس کے اثرات نوٹ کریں اور پھر ان احباب سے رابطہ بھی رکھیں۔

(۳) خفیہ دعوت

اگر حالات بعض علاقوں میں اس کی بھی اجازت نہیں دیتے تو پھر مکمل کام خفیہ رکھیں مثلاً نئے احباب کو تیار کرنے کی بجائے پرانے احباب ہفتہ میں یا 15 دن میں کسی ایک

مقام پر جمع ہو جائیں اور باہمی رابطہ کا سلسلہ مضبوط بنائیں۔ ایک دوسرے کی خیریت اور ضروریات سے آگاہ ہوں اور مختلف طریقوں پر غور کریں کہ کس طرح کام جاری رکھ سکتے ہیں۔ جب آپ فکر لے کر بیٹھیں گے تو انشاء اللہ، اللہ پاک خود بخود آپ کے اذہان میں کوئی نہ کوئی طریقہ ڈال دے گا۔

(۴) درس قرآن پاک

ہمارے اکابر نے درس قرآن پاک سے جو اشاعت اسلام کے مقاصد حاصل کئے ہیں ان کی افادیت ہر دور میں مسلم رہی ہے۔ حضرت عمرؓ کا معمول تھا کہ جو علاقہ فتح ہوتا اس میں خصوصیت کے ساتھ درس قرآن پاک کا سلسلہ شروع فرمالیتے۔ بڑے بزرگوں نے مریدین اور بڑے اساتذہ کرام کے شاگردوں نے بھی ہمیشہ علاقہ کی مساجد میں درس قرآن کا سلسلہ جاری رکھا اور دنوں میں پورے علاقے کو اپنا ہم عقیدہ اور ہم نوا بنالیا۔ مگر اس دور میں سرحد کے بعض علاقوں کے علاوہ یہ سلسلہ ہر طرف دم توڑتا جارہا ہے اور ہم سے یہ کام کا طریقہ غیروں نے چھین لیا ہے۔ جیسے کہ جماعت اسلامی کا کام ہے۔ للہذا اس اکابر کی وراثت اور طریقہ کار سے فائدہ اٹھائیں اور ہفتہ وار کسی مسجد میں اور زیادہ بہتر ہے کہ کسی گھر میں درس قرآن کا اہتمام کریں۔ بے شک مثبت انداز ہو جس میں صحابہ کرامؓ کی عظمت کو لوگوں کے ذہنوں میں اجاگر کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔ اس کے فوائد چند ہفتوں میں آپ خود نوٹ فرمالیں گے۔ درس قرآن کے لئے یہ خیال رہے کہ جو آدمی درس دے وہ اپنا ہم مسلک اور ہم مشن اور مستند عالم دین ہو۔

(۵) محفل قرأت ونعت

یہ ایک ایسا عنوان ہے کہ نام نہاد عاشقان رسول ﷺ افسران بھی اس عنوان کو بڑا پسند کرتے ہیں اور رکاوٹ نہیں بنتے۔ کراچی میں ہماری جماعت کے ایک بڑے ذمہ دار نے ڈی سی صاحب سے اجازت طلب کی جلسہ کے لئے اور درخواست پر عنوان تھا کہ دستار

فضیلت۔ڈی سی صاحب نے بڑی خوشی سے اجازت دے دی۔ جب پروگرام شروع ہوا۔ تقریریں اور نعرے خوب لگے خوب مجمع بھی تھا۔ڈی سی صاحب بڑے غصہ میں آئے اور منتظم جلسہ سے شکوہ کرتے ہوئے پوچھا کہ مولانا آپ نے تو دستار فضیلت کے لئے اجازت لی تھی اور یہ تو کانفرنس ہو رہی ہے۔ تو مولانا نے بر جستہ جواب دیا کہ جناب اسی کانفرنس کو عربی میں دستار فضیلت کہتے ہیں اور میں نے اسی کی اجازت لی تھی تو ڈی سی قدرے سکوت کے بعد بولا اچھا تو ٹھیک ہے پھر کرلیں۔

اسی طرح میں نے خود کئی علاقوں میں محفل نعت و قرآت کے حوالے سے پروگرام کروائے۔ آپ بھی کوشش کر کے اس عنوان پر پروگرام ترتیب دیں۔ چند قراء حضرات چند نعت خواں حضرات تلاوت اور نعتوں کا سلسلہ کریں پھر آخر میں عظمت صحابہؓ پر مدلل کسی عالم، خطیب کا خصوصی بیان کروادیں۔ انشاء اللہ اس کے اثرات بھی خوب آپ کے سامنے ہوں گے اور کوئی مسئلہ بھی نہیں ہوگا۔

(۶) دیہات میں پروگرام

دیہاتوں اور بستیوں میں انتظامیہ کا عمل دخل کم ہوتا ہے تو وہ علاقے ہمارے کام کے لئے بہت ہی زرخیز ہوتے ہیں اور بڑے مخلص و بہادر کارکن بھی ہمیں انہیں دیہاتوں سے میسر آتے ہیں۔لہٰذا درس قرآن، محفل قرآت و نعت یا جمعہ کا بیان رکھوا کر دیہاتوں میں پروگرام کروائیں اور جماعت کے مشن کا سلسلہ چلاتے رہیں۔

درس قرآن، سیرۃ النبی ﷺ محفل نعت و قرات، وغیرہ کے عنوان سے عزم کی تجدید کے لئے اکسیر نسخہ۔

بیٹری چارج کرلیں

جس طرح گاڑیوں کی بیٹری فیل ہو جاتی ہے تو اس کو بیٹری چارج کرنے والوں کے پاس لے جایا جاتا ہے۔ اور دوبارہ بیٹری چارج ہو کر کام شروع کر دیتی ہے۔ اسی طرح

Scanned with CamScanner

حالات کی حشر سامانیوں مصائب اور مشکلات کے تھپیڑوں اور اپنوں کی بے رخیوں سے اکثر ساتھی حوصلہ ہار بیٹھتے ہیں کہ ہر طرف سے ہمارے لئے ہی پابندیاں اور پریشانیاں ہیں۔ قیادت کی طرف سے مکمل توجہ نہ ہونے سے بدگمانیاں مایوسیاں بڑھ جاتی ہیں۔ اور تھک کر کام چھوڑ دیتے ہیں اور بیٹری فیل ہو جاتی ہے۔ میرے تجربہ میں یہ بات آئی ہے کہ اس فیل بیٹری کو چارج کرنے کے لئے مولانا حق نواز جھنگوی شہید کی کیسٹ کی سماعت بہترین اور اکسیر نسخہ ہے جس سے عزم کی تجدید یقیناً ہو جاتی ہے...... اور نئے عزم اور نئے حوصلہ کے ساتھ آدمی کا جذبہ بڑھتا ہے۔ کام کرنے کے لئے اور اپنی ایمانی ذمہ داریوں کو نبھانے کا احساس شدت سے بیدار ہوتا ہے...... لہٰذا مولانا اور دیگر قائدین کی کیسٹیں ضرور سنیں اور فکر اور غور کریں کہ ہم نے کیا وعدے کئے تھے مولانا جھنگوی کے ساتھ اور اب مشکل وقت میں ان وعدوں کی کتنی پاسداری کر رہے ہیں!!!

جھنگوی نے پکارا ہے ہم کو فردوس کے بالاخانوں سے
ہم راہ وفا پر کٹ آئے ہیں تمہیں پیار ہے ابھی تک جانوں سے

☆☆☆☆☆

صحابہ اکرامؓ کی صفات اپنے اندر پیدا کریں

نحمده ونستعينه ونستغفره و نؤمن به و نتوكل عليه

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشدآء علی الکفار رحمآء بینھم تریٰ ھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ و رضواناً۔ صدق اللہ و صدق رسوله النبی الکریم

ل؎ قابل صد احترام علماء کرام...... سپاہ صحابہؓ کے سرفروش مخلص و موحد میرے ہمسفر ساتھیو! آج ہم کاروان پیام امن کے قافلہ کے ساتھ جرنیل محترم مولانا محمد اعظم طارق صاحب کی قیادت میں آپ کے پاس پہنچے ہیں...... یہ قافلہ الحمد للہ ۶ فروری ۲۰۰۰ء کو اٹک سے چلا تھا۔ ضلع بہ ضلع، شہر بہ شہر ہوتے ہوئے اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہے...... اور انشاء اللہ مقاصد کو حاصل کرتے ہوئے ۷ مارچ ۲۰۰۰ء کو رحیم یار خان میں اختتام پذیر ہوگا...... اس سفر میں ہم اپنی جماعت کے عہدے داران و کارکنان سے مل بیٹھ کر ان سے دکھ سکھ بھی کر رہے ہیں اور ان کی جماعتی زندگی میں پیش آنے والی مشکلات سن کر آئندہ ان کے حل کے لئے لائحہ عمل بھی طے کر رہے ہیں۔

علاوہ ازیں عوام الناس میں سپاہ صحابہؓ کے خلاف جو ایک خوفناک پروپیگنڈہ پایا جاتا تھا کہ یہ دہشت گرد...... تخریب کار...... تشدد پسند اور فرقہ پرور جماعت ہے، ہر ضلع میں شرفاء شہر، عزت شہر...... معززین، تاجر حضرات...... صحافی و وکلاء کی محفلوں سے، قائدین کے بیانات اور بالخصوص مولانا محمد اعظم طارق کے دندان شکن خطاب لاجواب اور مدلل سحر کن گویائی نے تمام غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیا ہے اور عوام الناس سپاہ صحابہؓ کے موقف اور مشن حق کی تائید و تصدیق کرنے پر بصدق قلب تیار ہوئے ہیں۔

ل؎ یہ عام جلسہ کی تقریر ہے چونکہ کتاب کے عنوان سے مناسبت ہے اسلئے شامل کیا گیا ہے

میرے محترم ساتھیو! جس طرح باقی قائدین نے اپنے اپنے موضوعات پر اطاعت امیر اور کارکن کی اہمیت اور دستوری زندگی گزارنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔اسی طرح میں قائد محترم کی طرف سے دیئے گئے موضوع پر چند باتیں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ گفتگو کا آغاز کرنے سے قبل چند گزارشات سن لیں......اور سمجھ لیں۔

آج کی گفتگو کو محض رسمی خطاب نہ سمجھیں۔کچھ باتیں تلخ بھی ہوں گی مگر ان کا مقصد آپ کی ہتک کرنا نہیں۔نہ ہی آپ سے عداوت و نفرت کی وجہ سے بلکہ آپ سے محبت کی وجہ سے...... آپ کی کمزوریوں اور کوتاہیوں سے آپ کو آگاہ کر کے ان سے اجتناب کرنے کی ہدایت کرنا ہے...... یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ جیسے ایک ماں کسی غلطی پر بچے کو مار کر گھر سے نکال دیتی ہے۔اور کہتی ہے کہ جا نکل جا نہ گھر آنے دوں گی نہ کھانے دوں گی اور پھر شام کو گھر بلا کر کہتی ہے کہ بیٹا آئندہ ایسا نہ کرنا...... تو ماں کا بچے کو مارنا نفرت کی وجہ سے نہیں بلکہ محبت کی وجہ سے ہوتا ہے۔اسے معلوم ہے کہ اگر میرا بچہ اسی طرح غلطیاں کرتا رہا اور میں نے اسے کچھ نہ کہا۔ یہی غلطیاں اس کے لئے بہت بڑی تباہی کا ذریعہ بن سکتی ہیں......لہٰذا اس کو بطور تنبیہ کے مارنا ضروری ہوتا ہے......اسی طرح اگر ہم آپ کو آپ کی غلطیوں سے آگاہ نہ کریں اور درست سمت نہ بتلائیں تو یہ بد دیانتی ہے اور آپ اگر غلطیوں سے کمزوریوں سے اجتناب نہ کریں گے تو یہی کمزوریاں کسی بہت بڑے نقصان کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی ہیں۔جس پر آپ کو نقصان میں دیکھ کر قطعاً آپ کی قیادت کو خوشی نہیں ہوگی بلکہ دکھ ہوگا......لہٰذا تنقید برائے تنقید نہیں بلکہ تنقید برائے اصلاح ہوگی جس کو آپ محسوس نہ کریں بلکہ عمل کی کوشش کریں۔ان گزارشات کے بعد اب آیئے اصل موضوع سخن کی طرف۔

ہمارا مقصد

آپ سب کو معلوم ہے کہ ہم ناموس اصحاب رسول ﷺ کے تحفظ کے لئے کام کر رہے ہیں تو جہاں ہمیں اطاعتِ امیر...... کارکن کی اہمیت...... جماعتی کاز اور مشن نیز دستور

کو سامنے رکھ کر کام کرنا ہے...... وہاں ہمیں ان مقدس شخصیات حضرات صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کو بطور نمونہ اور معیار کے سامنے رکھنا ہے چنانچہ قرآن مجید نے صحابہ کرامؓ کے بے شمار اوصاف کا تذکرہ کیا ہے لیکن اس وقت چار اوصاف جو اس آیت مبارکہ میں اللہ پاک نے قرآن کی زینت بنائے ہیں ان کو بیان کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) اشداء علی الکفار

یہ وصف قرآن نے صحابہ کرامؓ کا بیان کیا ہے کہ وہ کفار پر اللہ اور اس کے رسول کے دشمن پر بہت سخت تھے یہ سختی ان کی کفار سے ذاتی عناد کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ من احب للّٰہ وابغض للّٰہ کے تحت تھی، صحابہ کرامؓ کے خیالات و جذبات اور ان کے مزاج اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں کے خلاف انتہائی سخت تھے ان کے لئے کوئی نرمی نہ ہوتی...... حالات جیسے بھی ہوں یا مشکلات میں گھرے ہوئے ہوں کفر کے خلاف ہر سختی برقرار تھی۔

اور پھر ایسا بھی نہیں کہ کسی کافر سے نفرت ہے تو کوئی اپنا سمجھ کر اس سے نرمی کر لیں...... نہیں بلکہ بے شمار واقعات شاہد ہیں اس بات پر کہ دوران جہاد تلوار کی ضد میں سگا رشتہ دار بھی آیا تو اسے کزن سمجھ کر معاف نہیں کیا بلکہ اس کو جہنم واصل کیا کہ جو اللہ اور اس کے رسول کا نہیں ہو سکتا وہ ہمارا بھی نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں کو بھی چاہئے کہ وہ دنیا کے بہت بڑے اسلام دشمن اور بدترین کفار کے خلاف مصروف جہاد ہیں تو اپنے خیالات، جذبات اور مزاج میں اسی انداز میں سختی اور ترشی رکھیں...... بے جا مصلحت پسندی عافیت کوشی سے اجتناب کریں۔

ایسا نہیں کہ جب حالات پر سکون ہوں تو پھر خوب کفر کے خلاف مصروف کار رہیں اور جب حالات سخت ہو جائیں تو پھر نرمی اختیار کر لی جائے یہ بات غلط ہے۔

میں اپنے ہمسفر ساتھیوں سے معذرت کے ساتھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب قائدین ہمارے سامنے ہوتے ہیں تو ہم خوب کام کرتے ہیں اور جب قائدین شہید ہو جائیں

یا بعض گرفتار ہو جائیں تو ہم گھر بیٹھ جاتے ہیں کہ چلو جی جب باہر آئیں گے تو پھر کام کریں گے ..... کیا آپ کے قائدین کی شہادت یا گرفتاری کے بعد شیعہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور صحابہؓ کی دشمنی سے باز آجاتا ہے وہ تبرا ختم کر دیتا ہے اگر ہے ایسا تو ٹھیک اور اگر نہیں تو پھر آپ کا خاموش ہو جانا کفر کے خلاف کیا معنی رکھتا ہے خود سوچیں...... معلوم ہوا آپ کی کفر کے خلاف محنت قائدین کی چاپلوسی پر مبنی ہے اس کو ختم کر کے کفر کے خلاف اپنی جدوجہد کو من ابغض للّٰہ کا مصداق بنائیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ کفار کے خلاف کام کرتے ہوئے دو پہلو یہ بھی سامنے ہوتے ہیں ایک جماعت اور ایک ذات یہ دونوں پہلو استعمال ہوتے رہتے ہیں دونوں کی قربانی لگتی رہتی ہے لیکن اس سفر میں ایسے مراحل بھی پیش آتے ہیں کہ جماعت کو بچانا ہوتا ہے مگر ذات کو بچانے کا تقریبا کوئی مرحلہ نہیں آتا۔

میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہم کفر کے خلاف جو کام کر رہے ہیں اس کے نتیجہ میں بہت سارے مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

کبھی حکومت کی طرف سے سخت پالیسیاں...... ہتھکڑیاں......بیڑیاں ...... جیلیں مقدمات...... پھر دشمن شیعہ کی طرف سے قتل وغارت...... پھر کبھی اپنوں کے گلے شکوے طعنے یہ سب برداشت کرنے پڑتے ہیں...... خود صحابہ کرامؓ کو جب انہوں نے کفر کے خلاف ان کے عقائد و نظریات پر تنقید کرتے ہوئے ان کو رد کیا تو جواب میں بہت ساری ظلم و ستم کی گھٹاٹوپ وادیوں میں اترنا پڑا...... شعلوں سے نبرد آزما ہونا پڑا...... کٹھن و سنگلاخ دشوار گزار مراحل طے کرنا پڑے ......بیوی بچوں سے جدائی ......وطن سے جدائی ......مال واسباب...... تجارت وزراعت سے ہاتھ دھونا پڑے ...... پھر آگ کے انگاروں پر جسم کی چربیوں کو لوہے کی گرم کنگھیوں سے ادھڑوانا پڑا......ان کے ٹکڑے کر دیئے گئے ...... لیکن کسی صحابیؓ نے بھی اتنی تکلیف برداشت کرنے کے بعد مشنِ محمدی ﷺ سے روگردانی نہیں کی......ان کے مزاج میں کفار کے خلاف نرمی آئی نہ ہی انہوں نے مصلحت پسندی اپنائی...... بلکہ وہ تمام مشکلات

Scanned with CamScanner

کے باوجود کفار کے خلاف جہد مسلسل کرتے رہے اسی طرح مشکلات کو دیکھ کر ہمیں بھی مصلحت پسندی نرم مزاجی نہیں اپنانی چاہئے...... بلکہ صحابہؓ کی طرح کفار کے خلاف ہر قسم کے حالات میں اپنی جدو جہد کو تسلسل کے ساتھ جاری رکھنا چاہئے...... کفر کے خلاف سخت مزاجی قائم رہنی چاہئے البتہ اگر مرکزی طرف سے قائدین کی طرف سے کوئی ہدایات آئیں کہ فلاں موقع پر جماعت کے کاز کو بچانے کے لئے مصلحت اپنائیں تھوڑا نرم رویہ رکھیں احتیاط کریں تو جماعت کو بچانے کے لئے کارکنوں پر لازم ہے کہ اس حکم پر عمل کریں کیونکہ اس کی مثال بھی صحابہ کرامؓ کے نمونہ سے ملتی ہے...... صلح حدیبیہ کے موقع پر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار سے معاہدہ کیا تو صحابہ کرامؓ بالخصوص حضرت عمرؓ کو یہ بات برداشت نہ ہوئی لیکن چونکہ قائد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا جماعت کو بچانے کے لئے تو ماننا پڑا۔

لیکن کوئی کارکن یا قائد محض ذات کو بچانے کے لئے نرمی اختیار کرے کہ میں شیعہ کو کافر کہوں گا تو میرے اوپر مقدمہ نہ بن جائے...... 295/A نہ لگ جائے ہتھکڑی بیڑی پہننا پڑے گی...... میں شیعہ کو کچھ کہوں گا تو ممکن ہے مجھے گولی ماردی جائے...... پولیس چھاپہ مار کر پکڑے گی۔ لہٰذا اب حالات سخت ہیں میں کام نہیں کرتا کہ میری ذات کو نقصان نہ پہنچے ایسے شخص کو میں کہتا ہوں کہ گھر میں بیٹھ جائے جناب کی کوئی ضرورت نہیں نہ ہی صحابہ کرامؓ کی عزت تیری قربانی کی محتاج ہے...... تو نے حالات سے ڈر کر ذات کو بچالیا مگر یہ نہ بھولنا کہ پھر بھی ایک دن مرنا ہے کہاں تک اس کو بچائے گا اس لئے جماعت کو بچانے کے لئے مصلحت ضرور اپناؤ مگر حالات کی سنگینیوں کو دیکھ کر محض ذات کو بچانے کے لئے مصلحت غداری کے مترادف ہے......

وہ مرد نہیں جو ڈر جائے حالات کے خونی منظر سے
جس حال میں جینا مشکل ہے اس حال میں جینا لازم ہے

اور ذات کو بچا کر مشکلات میں جماعت کے کام سے روگردانی کرنے والوں سے کہنا

Scanned with CamScanner

چاہتا ہوں کہ تمہیں مولانا حق نواز شہیدؒ کے وہ جملے یاد نہیں کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ سپاہ صحابہؓ کی راہ پھولوں کی سیج نہیں یہ کانٹوں کی راہ ہے ہمارے ساتھ وہ آئے جو سر اٹھا کر چلے۔ ہمیں ایک لاکھ کی نہیں ایک کی ضرورت ہے مگر دل سے ......ذات کو بچا کر جماعتی کام میں سستی کرنے والے کارکنوں عہدیداروں سے کہنا چاہتا ہوں کیا آپ کے سامنے آپ کی اپنی قیادت کی تاریخ موجود نہیں کہ جب مولانا حق نواز شہیدؒ کو جیلوں میں الٹا لٹکا کر مارا جاتا...... جسم پر استریاں...... سگریٹ لگائے جاتے ......وضو کے لئے پانی کی جگہ پیشاب دیا جاتا......لیکن ذات کو چور چور تو کروا دیا مگر کاز کو قربان نہ کیا......اسی طرح علامہ ایثار القاسمی شہیدؒ مار کھاتے رہے۔ مولانا فاروقیؒ شہید جیلوں، ہتھکڑیوں بیڑیوں میں جکڑے ہونے کے باوجود اتنا کام کرتے تھے جماعت کا کہ ہم باہر رہ کر نہیں کر سکتے۔

مولانا شعیب ندیم شہیدؒ گلشن جھنگوی کی نازک کلی چوہنگ سینٹر میں اذیتوں کا نشانہ بنتی رہی، مولانا علامہ علی شیر حیدری، امام اہل سنت اور علمی شان و شوکت رکھنے والی ہستی نے کفر کو ٹیبل ٹاک پر جب لوہے کے چنے چبوا دیئے اور اسی پاداش میں جیل کاٹی تو باقی کارکنوں کے ساتھ جیل کی کوٹھریوں میں ہتھکڑی بیڑی پہن کر اذیتیں برداشت کرنا کوئی بڑی بات نہیں......اور جرنیل محترم تو پھر بے مثال......ایک سو چودہ زخم مولانا اعظم طارق اپنے جسم پر لئے ہوئے 24 گھنٹے جماعت کا کام کرتے ہیں اور ہم مشکلات سے ڈر کر ذات کو بچانے کے لئے کچھ نہ کریں تف ہے بڑے افسوس کا مقام ہے۔

بہر حال کفار کے مقابلے میں صحابہ کرامؓ کی طرح سختی کا انداز لے کر کام کریں شیعہ نے مولانا حق نواز شہیدؒ کو راستہ سے ہٹانے کے لئے شہید کیا کہ اب ہمیں کوئی کافر نہیں کہے گا مگر ایک چراغ کو گل کیا تو ہزاروں شمعیں روشن ہو گئیں لیکن کیا ہم اپنی سستی کی وجہ سے دشمن کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ قیادت کی شہادت کے بعد ہم ڈر گئے ہیں......ہم نے کام چھوڑ دیا ہے...... نہیں قطعاً ایسا کارکنوں کو نہیں کرنا چاہئے......بلکہ ہمیں حق نوازؒ کی حق گوئی، ایثارؒ کا جذبہ ایثار، حضرت فاروقیؒ کی استقامت، شعیبؒ کی جرأت، حیدری کی

Scanned with CamScanner

جلالت......اعظم کی للکار کے انداز کو اپناتے ہوئے شیعہ کے کفر کے لئے میری جماعت کے ہر کارکن کو زہر قاتل......ایک شعلہ......ایک تیز دھار تلوار بن کر ایسا کام کرنا چاہئے کہ دشمن کی نسلیں بھی یاد رکھیں کہ ہمیں کن لوگوں سے واسطہ پڑا تھا......اپنی ایمانی آتش فشانی سے بڑی بڑی چٹانوں کو ریزہ ریزہ کر دیں۔اشدآء علی الکفار کے ایسے مصداق بنیں کہ تمہارے مقابل آنے والا ہر زبردست کافر زیر دست ہو جائے۔

سکھایا ہے ہمیں طیبہ کے والی نے
کہ بوجہلوں سے ٹکرانا عین ایمان ہے
جہاں باطل مقابل ہو وہاں نوک سنان سے بھی
برائے دین اسلام رقص کرنا عین ایمان ہے

(۲) رحمآء بینھم۔

صحابہ کرامؓ کا وصف بیان کرتے ہوئے قرآن نے کہا کہ آپس میں بھائی بھائی تھے شیر و شکر تھے......ایک دوسرے کا احترام اور قدر کرتے تھے......کوئی فارس سے......کوئی روم......ایران......یمن......دمشق......شام......اندلس سے......کوئی حبش سے آیا تھا......مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سب اکٹھے تھے، بھائی بھائی تھے......مختلف قبیلوں......خاندانوں سے تعلق تھا......مختلف المزاج ہونے کے باوجود نہ صرف سب صحابہؓ متحد و متفق تھے......بلکہ ان میں ذاتی عناد کی وجہ سے کبھی کوئی اختلاف نہ ہوا، اگر کسی ایک سے کچھ بات ہو بھی گئی تو دوسرے نے اس کو ذاتیات انانیت کا مسئلہ نہیں بنایا......بلکہ درگزر کردیا......اس لئے میں اپنی جماعت کے تمام عہدیداران و کارکنان سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جب آپ جماعتی زندگی میں آئیں گے تو اس میں مختلف المزاج......مختلف قبائل و خاندانوں سے تعلق رکھنے والے احباب موجود ہوں گے جس کی وجہ سے یقیناً کسی نہ کسی بات پر اختلاف ہو ہی جاتا ہے......گھر میں ایک جگہ پر رہتے ہوئے فیملی میں اور کبھی کبھار میاں

برتن بھی آپس میں کھٹک جایا کرتے ہیں...... مگر ان
بیوی میں بھی اختلاف ہو جاتا ہے...... سلجھاؤ کی
باتوں کو اور اختلاف کو انانیت و ذاتیات کا مسئلہ نہیں بنانا چاہئے بلکہ الجھاؤ کی بجائے
کوشش کرنی چاہئے تاکہ آپ کے اتحاد کو ٹھیس نہ پہنچے جب تک آپ کا اتحاد برقرار رہے گا اس
وقت تک آپ مضبوطی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہیں گے۔

کیونکہ باہمی اتحاد بہت بڑی طاقت ہے...... شیخ سعدیؒ لکھتے ہیں جب چڑیاں (جو
ایک چھوٹا سا پرندہ ہوتا ہے) آپس میں اس بات پر اتحاد کر لیں کہ ہم نے شیر کی کھال اتارنی
ہے تو وہ یقیناً اتار لیں گی اسی طرح پانی کا ایک قطرہ کچھ بھی نہیں مگر جب وہ قطرہ قطرہ مل کر
سمندر بن جاتا ہے تو اس کی موجوں کے تھپیڑوں سے بڑی بڑی چٹانیں الٹ پلٹ جایا کرتی
ہیں...... یہ ہے اتحاد کی طاقت جب آپ نے اتحاد قائم نہ رکھا آپ کے اتفاق کا شیرازہ بکھر
جائے گا اور پھر قرآن مجید کا حکم بھی ہے فتفشلوا و تذھب ریحکم کہ جب تم
اختلافات کا شکار ہو جاؤ گے تو تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی اور دشمن تم پر غالب آجائے گا۔ اس
لئے باہمی اتحاد و اتفاق سے جماعتی کام کو چلائیں اگر کسی سے کوئی غلطی ہو بھی جائے تو در گزر
کریں اگر غلطی سنگین ہے تو اپنی بالائی تنظیم کو اور عہدیدار کو بتائیں اور وہ بھی مناسب
اصولی...... اخلاقی...... دستوری حدود میں رہتے ہوئے اس کو ضروری تنبیہہ کریں۔

(۳) تراھم رکعا سجدا۔

ترجمہ۔ دیکھے گا تو ان کو رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے ہیں، صحابہ کرامؓ کے اس
وصف سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ عبادات بالخصوص نماز کے سلسلہ میں وہ بہت اہتمام
کرتے تھے رکوع و سجود کے تذکرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کیا وہ اور کوئی کام نہ کرتے تھے؟
نہیں بلکہ وہ تجارت...... عبادت...... زراعت...... شجاعت...... ریاضت سب کچھ کرتے تھے
لیکن نماز کا اہتمام اتنا تھا کہ یہ عمل سب اعمال پر نمایاں نظر آتا تھا، اسی طرح سپاہ صحابہؓ کے ہر
کارکن کو چاہئے کہ وہ نماز کا مکمل اہتمام کرے ویسے تو بحیثیت مسلمان ہم سب پر نماز فرض

ہے لیکن اگر سپاہ صحابہؓ کا کارکن ہو صحابہ کرامؓ کا غلام ہو اور نماز نہ پڑھے تو بڑے دکھ اور افسوس کی بات ہے۔

اس لئے چاہئے کہ پانچ وقت کی نماز کی پابندی ہر جماعت کا عہدیدار و کارکن کرے یہ کوئی طریقہ نہیں کہ جناب رات بھر صحابہؓ کی شان میں جلسہ کروایا......اور صبح نماز نہ پڑھی شب و روز زبان پر صحابہؓ کے ترانے ہوں اور نماز نہ پڑھیں یہ بہت بری بات ہے۔

صحابہ کرامؓ دن بھر گھوڑے کی پشت پر سوار ہو کر جہاد کرتے تو رات بھر مصلی کی پشت پر سوار ہو کر اللہ سے رابطہ رکھتے......اور رب تعالیٰ سے مانگتے تھے اور ہماری حالت یہ ہے کہ کوئی قائد یا ساتھی گرفتار ہو جائے تو پہلے ہم D.C، A.C، I.G وغیرہ کے پاس منت کرنے کے لئے چلے جاتے ہیں جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اذا سئلت فسئل من اللہ ۔جب سوال کرو تو اللہ سے کرو صحابہ کرامؓ کو جوتے کا تسمہ بھی ضرورت پڑتا تو وہ دو رکعت نماز پڑھ کر پہلے اللہ سے مانگتے اور پھر ذرائع استعمال کرتے تو ہمیں چاہئے کہ نماز کی پابندی کریں جب نماز کی پابندی ہو گی تو اللہ پاک سے رابطہ مضبوط رہے گا......اور پھر جس کا رابطہ اللہ سے ہو جائے تو اللہ پاک مشکلات میں آسانیاں پیدا فرما دیتے ہیں اور اپنے متعلقین کی بہت واضح مدد فرماتے ہیں۔

ایک بات ذہن میں آئی عرض کرتا چلوں ایبٹ آباد میں علماء کے کسی اجلاس میں یہ بات ایک عالم نے بطور شکوہ پیش کی کہ دیکھیں جی شیعہ کو کافر آپ کہتے ہیں لیکن وہ قتل کی دھمکیاں ہمیں دیتے ہیں تو ہماری طرف سے جواب یہ دیا گیا کہ آپ فکر نہ کریں قتل آپ ہی ہوں گے شیعہ کے خلاف کام کریں یا نہ کریں وہ عالم صاحب کہنے لگے وہ کیسے ......؟ ہم نے کہا کہ آپ کو معلوم ہو گا کہ جب بھی مسجدوں پر حملہ ہوتا ہے تو عشاء کے وقت یا فجر کے وقت حملہ ہوتا ہے اور آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ سپاہ صحابہؓ کا کارکن نہ تو عشاء کی نماز پڑھتا ہے نہ ہی فجر کی......اس لئے قتل آپ ہی ہوں گے، اس پر ساری محفل بڑی محظوظ ہوئی اگر چہ بظاہر یہ ہنسنے کی بات ہے لیکن حقیقتاً بڑے افسوس کی بات ہے کہ سپاہ صحابہؓ کے کارکن کی

Scanned with CamScanner

پہچان...... نیکی...... تقویٰ...... نماز...... روزہ...... حج ہونا چاہئے مگر مذکورہ واقعہ سے ہماری پہچان اس کے برعکس ہے...... خدانخواستہ خیال کرنا کہیں ہمارے کسی برے عمل کو دیکھ کر اگر کسی نے یہ کہہ دیا کہ تمھارے صحابہؓ بھی معاذاللہ تمھاری طرح بے نماز اور برے ہوں گے تو ایمانداری سے بتاؤ شیعہ سے بڑھ کر صحابہؓ پر تبرے کا ذریعہ ہم بنیں گے یا نہیں؟...... اور یہ کسی صورت ہماری نجات کے لئے صحیح نہیں اس لئے نماز کا اہتمام ازحد ضروری ہے

سپاہ صحابہؓ کی عمر کے متعلق بھی میں ایک بات اور بھی عرض کرنا چاہتا ہوں میرے ہمسفر ساتھی توجہ سے نوٹ کریں کہ ملک پاکستان میں تمام مذہبی جماعتوں میں سپاہ صحابہؓ کی عمر کم ہے اس جماعت کو بنے ہوئے تھوڑا عرصہ ہوا ہے اس کے باوجود پوری دنیا میں جماعت پاپولر ہوئی...... اور اپنا لوہا منوایا...... اس لئے کہ سپاہ صحابہؓ کے ساتھیوں میں قربانی اور اخلاص پایا جاتا ہے لیکن ایک جماعت ایسی بھی ہے جو کہ سپاہ صحابہؓ کے بعد معرض وجود میں آئی ان میں بھی اخلاص اور قربانی پائی جاتی ہے مگر وہ جماعت کامیابی کے لحاظ سے ہم سے بہت آگے نکل چکی ہے اور منزل کے قریب ہے...... میری مراد اس جماعت سے طالبان ہیں کیا وجہ ہے ہم سے بعد میں کام شروع کیا اور منزل کو حاصل پہلے کر چکے ہیں میں نے اس کی وجہ افغانستان میں نوٹ کی کہ وہ ایک مستحب تک نہیں چھوڑتے اور ہم سپاہ صحابہؓ والے فرائض تک کو نظر انداز کر دیتے ہیں...... اس لئے ہم اتنی بڑی قوت ہونے کے باوجود پریشانیوں اور مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں تو اس نماز کے اہتمام کے ساتھ ساتھ دیگر اعمال کی درستگی بھی ہر کارکن و ذمہ دار کے لئے ضروری ہے...... شکل و صورت...... نشست و برخاست...... وضع قطع...... صحابہ کرامؓ جیسی ہو تو ان چیزوں کے باقاعدہ مبارک اثرات ہوتے ہیں۔

میں یہ تو نہیں کہتا کہ آپ سب ابھی ابھی ولی اللہ بن جائیں نہ ایسا ہو سکتا ہے مگر اتنا ضرور ہے کہ اعمال صالح کا اہتمام کریں کہ دیکھنے والا کہے کہ یہ صدیق اکبرؓ کا غلام جا رہا ہے۔

Scanned with CamScanner

حضرت جھنگوی شہیدؒ کا اللہ سے رابطہ

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے متعلق ایک مرتبہ تبلیغی جماعت کے ساتھ چلتے ہوئے راولپنڈی میں ایک عالم نے جس کا نام میرے ذہن میں نہیں ایک واقعہ سنایا کہ میں مولانا جھنگویؒ کے ساتھ سفر میں تھا کسی جگہ سے تقریباً تین سو کلومیٹر سفر تقریر کے بعد کیا...... جب رات 3 بجے قیام گاہ پر پہنچے تو حضرت نے کہا کہ چلو سو جاؤ سب ساتھی فوراً سونے کے لئے اپنے اپنے بستر پر پہنچے اور مولانا حق نوازؒ سب سے پہلے اپنے بستر پر لیٹ گئے کچھ دیر کے بعد سب کی آنکھ لگ گئی محو خواب ہوئے تو اتنے میں ایک ساتھی کو ان میں سے قضائے حاجت کی ضرورت محسوس ہوئی وہ اٹھا کہ میں پیشاب کر آؤں مگر دیکھتا کیا ہے کہ مولانا حق نواز شہیدؒ مصلی پر بیٹھے ہوئے ہاتھ بلند کر کے اللہ سے مانگ رہے ہیں...... اور رو رہے ہیں اور اللہ سے لو لگائے بیٹھے ہیں...... وہ ساتھی پیشاب کے بعد آ کر سو گیا...... صبح مولانا نے خود ساتھیوں کو نماز کے لئے اٹھایا تو سب سے پہلے اسی ساتھی کو اٹھایا اور وعدہ لیا کہ کسی کو یہ بتانا نہیں...... یہ بات ہم سب کے لئے قابل غور اور قابل عمل ہے۔

(۴) يبتغون فضلا من الله ورضوانا

اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا مندی کی جستجو میں لگے رہتے ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کے تمام اعمال حسنہ نماز...... روزہ...... حج...... زکوٰۃ...... جہاد و دیگر عبادات و اعمال...... دنیاوی مقاصد کے لئے نہیں تھے بلکہ سب کام و اعمال اللہ کی رضا خوشنودی حاصل کرنے کے لئے تھے۔

سپاہ صحابہؓ کے عہدیداروں و کارکنوں کو بھی چاہئے کہ وہ اسی طرح جماعت کے ہر کام کو اللہ کی رضا کے لئے خلوص نیت کے ساتھ کریں اس میں دکھلاوا ریاکاری نہیں ہونی چاہئے۔

ایک سال قبل ہماری ملاقات نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے عظیم مدرس ولی کامل

Scanned with CamScanner

حضرت اقدس مولانا عزیز الرحمٰن صاحب سے ہوئی...... میرے ہمراہ مولانا عبدالخالق صاحب رحمانی مرکزی ڈپٹی سیکریٹری سپاہ صحابہ پاکستان بھی تھے ہم نے حضرت موصوف سے درخواست کی کہ ہمیں کوئی نصیحت کریں تو فرمایا کہ ہر کام خلوص کے ساتھ کرو اور فرمایا کہ صحابہ کرامؓ جو ہر کام میں اور ہر موقع پر انفرادی حیثیت حاصل کر گئے تھے اس کی وجہ بھی یہ تھی کہ ان میں اخلاص و رضائے الٰہی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ہر کام میں اگر کام ایک فیصد ہوتا تھا تو ایک سو ایک فیصد اخلاص ہوتا اسی وجہ سے وہ دنیا بھر میں ایسی انفرادی حیثیت حاصل کر گئے کہ ان کے بعد ان جیسی جماعت پھر دیکھنے میں نہیں آئی لہٰذا آپ بھی ہر کام میں خلوص کو نمایاں رکھیں۔

اسی طرح حضور ﷺ کا فرمان بھی یہی ہے کہ انما الاعمال بالنیات (بخاری شریف) کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے جیسی نیت ہو گی ویسا اجر وبدلہ ملے گا اگر نیت یہ ہے کہ لوگ مجھے اچھا کہیں نیک سمجھنے لگیں کہ اس شخص نے بڑی محنت کی ہے اپنی جیب سے ہزاروں روپے خرچہ کر کے جلسہ کروایا...... اشتہار خود جا کر لگوائے...... دشمن کے مقابلہ میں بڑی جرأت کا مظاہرہ کیا...... اخبار میں تصویر بھی بڑی اچھی آئی...... تو ایسا شخص سمجھ لے کہ دنیا میں تو اس کی واہ واہ ہو جائے گی مگر آخرت میں کوئی مقام نہیں...... کیونکہ اس کی نیت اللہ کی رضا حاصل کرنا نہ تھی...... بلکہ واہ واہ مقصود تھی سو وہ حاصل ہو گئی۔

اور اس کے برعکس ایک شخص کی نیت صاف ہے اور وہ اگر ایک حقیر سا کام کر لیتا ہے کہ یہاں اس جگہ پر صحابہ کرامؓ کا نام لینے والے بیٹھ کر اجلاس کریں گے...... صحابہؓ کے متعلق گفتگو ہو گی وہ جھاڑو اٹھا کر صفائی کر دیتا ہے نیت اس کی اللہ کی رضا حاصل کرنا ہے...... تو یقیناً اس کے صرف اتنے سے عمل سے اس کی نجات ہو جائے گی۔

ایک بابا جی انٹرنیشنل حق نواز شہیدؒ کانفرنس اسلام آباد میں مولانا سیف اللہ خالد شہیدؒ جو مجھ سے پہلے لاہور میں جامع مسجد بلال کے خطیب تھے ان سے ملے...... مولانا سیف اللہ خالدؒ نے کہا بابا جی اسی پچاسی (۸۰۔۸۵) سال آپ کی عمر ہے کمزور آدمی ہیں......

یہاں کیا کرنے آئے ہیں...... نہ آپ مار کھا سکتے ہیں...... نہ مار سکتے ہیں...... بابا جی نے کہا کہ آپ کی بات تو بیٹا ٹھیک ہے...... نہ میں مار سکتا ہوں...... نہ مار کھا سکتا ہوں اور آپ جوان آدمی ہیں دونوں باتیں کر سکتے ہیں...... لیکن میں یہاں پر اس نیت سے آیا ہوں کہ جب نعرہ لگے گا عظمت صحابہؓ کا...... عظمت امی عائشہؓ...... تو میں جواب میں زندہ باد کہوں گا...... جب نعرہ لگے گا...... کافر کافر کا تو جواب میں شیعہ کافر کہوں گا تو میرا ایمان ہے کہ صرف اس نعرہ کا جواب دینے سے میری نجات ہو جائے گی۔

دیکھئے بات خلوص کی ہے اس لئے کوشش کریں کہ ہم جتنے بھی کام کریں اس میں اخلاص سو فیصد ہونا چاہئے پاکستان میں لیڈر تو اور بھی بہت ہیں پتھر اٹھاؤ تو لیڈر نکلتا ہے مگر وہ کروڑوں روپے خرچ کرنے کے بعد بھی لوگوں کے دلوں پر حکومت نہیں کر سکتے جبکہ مولانا حق نواز جھنگویؒ نے پسینہ اور خون خلوص نیت سے بہایا...... آج لوگ دل و جان سے ان کے مشن کو صرف مانتے ہی نہیں بلکہ اس کے لئے جان تک دے دیتے ہیں۔

خلوص کی برکات

اب دیکھئے خلوص کی برکات جب آپ میں خلوص ہوگا تو قدم قدم پر اللہ کی مدد آپ کے ساتھ ہوگی۔

جب خلوص ہوگا تو کارکن اپنے عہدیداروں کا اور عہدیدار اپنے کارکنوں کا احترام کریں گے...... ایک دوسرے پر اعتماد ہوگا...... اس اعتماد کی صورت میں باہمی اختلافات نہیں ہوں گے...... اگر بالفرض اختلاف ہو بھی جائے تو وہ انانیت کی شکل اختیار نہیں کرے گا۔

اور جب خلوص ہوگا تو عہدیداروں کو اپنا فرض منصبی یاد بھی رہے گا اور ذمہ داریوں کو نبھانے کا فکر...... اور احساس بھی ہوگا۔

اور جب خلوص ہوگا تو مشکلات و مصائب میں اللہ پاک استقامت بھی نصیب فرمائیں گے...... ورنہ اگر خلوص نہ ہوا تو پانی کے بلبلے کی مانند تکلیف برداشت کرنے کی بجائے

Scanned with CamScanner

ٹوٹ کر بکھر جائیں گے اسی طرح جب خلوص نیت سے محض اللہ کی رضا کیلئے کام کریں گے ...... تو کسی عہدیدار کو اپنے عہدے سے باوجوہ...... یابلاوجوہ برخاست بھی کر دیا جائے تو وہ کام کرتا رہے گا اور کسی ادنیٰ سے کارکن کو اگر عہدیدار بنادیا گیا تو اس میں بڑائی نہیں آئے گی بلکہ کام کی ذمہ داریوں کو امانت سمجھ کر سرانجام دینے کی کوشش کرے گا...... جبکہ عدم خلوص کی بنا پر اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ساتھی کہتے ہیں کہ مجھے عہدے سے ہٹادیا گیا ہے۔ لہٰذا اب کام خود ہی کرو مجھے ضرورت نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عہدے کیلئے کام کر رہا تھا اللہ کے لیے نہیں عہدہ گیا تو کام بھی گیا۔

سبق آموز واقعہ

حضرت خالد بن ولیدؓ سپہ سالا تھے۔ کفار کا مقابلہ کرتے ہوئے ہزاروں کافروں کی صفیں چیرتے ہوئے جب منزل کے قریب پہنچے تو امیر المومنین کے حکم سے حضرت خالد بن ولیدؓ کو ان کے منصب سے سبکدوش کر کے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو سالار بنادیا گیا کسی نے حضرت خالدؓ سے آکر کان میں کہا لو جی دیکھیں قربانی آپ نے دی...... ساری کاوشیں آپ کی...... اب جب کامیابی بالکل قریب آئی منزل تک پہنچنے لگے آپ کو ہٹا کر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو منتخب کر دیا...... تاکہ اس ساری محنت کا سہرا......ان کے سر پر جائے یہ بڑی زیادتی ہے...... مگر قربان جاؤں حضرت خالدؓ پر انہوں نے پر وقار لہجے میں جواب دیا کہ میں عہدہ کے لئے نہیں بلکہ میں پہلے بھی اللہ کے لئے لڑ رہا تھا اور اب بھی اللہ کے لئے لڑ رہا ہوں...... سبحان اللہ یہ تھا جذبۂ اخلاص...... تو عہدے ملنے یا چھننے پر غمی یا خوشی کی بجائے خلوص نیت کے ساتھ ذمہ داریوں کو نبھانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

آخر میں چند قابل غور باتیں پیش خدمت ہیں

پہلی بات...... یہ ہے کہ کسی بھی جماعت کے مشن (پروگرام) کو عوام الناس میں پھیلانے متعارف کروانے میں......اور اپنے مشن و فکر پر قائل کرنے میں لٹریچر کا بنیادی

Scanned with CamScanner

کردار ہوتا ہے اس لئے ہر جماعت باقاعدہ اس کا اہتمام کرتی ہے اس میں رسائل اور کتابچوں کے علاوہ ماہانہ میگزین یا اخبار نکالا جاتا ہے۔

سپاہ صحابہؓ پاکستان بھی الحمدللہ وقتاً فوقتاً لٹریچر شائع کرتی رہتی ہے جس میں حضرت فاروقی شہیدؒ کی تحریرات کا بڑا عمل دخل ہے لیکن باقاعدہ میگزین کی صورت میں خلافت راشدہ اور اخبار کی صورت میں الایثار اخبار اسٹوڈنٹس کی طرف سے شائع ہوتا ہے اب خلافت راشدہ اور الایثار کی اشاعت کو مضبوط کرنا یہ جماعت کے کارکنوں کا کام ہے اس سلسلہ میں ہمارے ہاں جو کمزوری پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ خلافت راشدہ کا رسالہ ہم خود نہیں خریدتے کہتے ہیں کہ کوئی ساتھی لے گا اس سے لے کر پڑھ لیں گے...... مثلاً ایک ساتھی رسالہ خرید لیتا ہے تو 10 آدمی اسی کو لے کر پڑھتے ہیں...... یہ بات غلط ہے ہونا اس طرح چاہئے کہ ہر کارکن رسالہ خریدے اور نئے 10 آدمیوں کو پڑھائے...... تاکہ مشن کا تعارف بڑھے اور پھر یہ بھی ہوتا ہے کہ رسالہ اگر ہم خرید لیتے ہیں تو 12 روپے قیمت ہے کہتے ہیں کہ بھائی ابھی نہیں پھر لے لینا اب اسی طرح 10 کارکن یہ کہہ کر رسالہ لے جائیں اور رقم نہ دیں تو 120 روپے بنتے ہیں اب یہ چٹی ایجنسی ہولڈر کو پڑی اور اس نے رقم پوری نہ ہونے کی وجہ سے ادارہ اشاعت المعارف کو ادائیگی نہ کی اس طرح پورے ملک سے اکثر ایجنسی ہولڈر ادائیگی نہ کریں تو پھر بتاؤ کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ اشاعت المعارف مقروض ہو کر رہ جائے گا اور رسالہ شائع ہونا بند ہو جائے گا...... اور اس کا کتنا نقصان ہوگا اور اس کا ذمہ دار وہ کارکن ہے جس نے رسالہ خریدتے وقت 12 روپے اپنے چائے اور نتیجتاً جماعت کا کتنا نقصان کیا ......اس لئے جماعت کا رسالہ جب آئے تو ہر کارکن کو چاہئے کہ فوری طور پر خریدے نقد قیمت دے کر اور ایجنسی ہولڈروں کو بھی چاہئے کہ وہ فوری مرکزی ادارہ کی طرف ادائیگی کریں تاکہ یہ سلسلہ چلتا رہے یہی ہدایات الایثار اخبار کیلئے بھی ہیں۔

دوسری بات...... جماعت کو چلانے کے لئے وسائل کی ضرورت ہوتی ہے سپاہ صحابہ کے بارے میں آپ جانتے ہیں کہ اس کی آمدنی کا ذریعہ جماعت کے کارکن یا پھر کچھ مخیرؒ

Scanned with CamScanner

حضرات ہیں باقاعدہ کسی حکومت یا ملک سے کوئی امداد نہیں ملتی اخراجات کا انحصار قربانی کی کھالوں...... یا سالانہ 50روپے فنڈ اسکیم پر ہے اب جماعت پورے سال میں ایک مرتبہ اپنے کارکن سے مرکزی اخراجات کے لئے صرف 50روپے وصول کرتی ہے ہم خون دینے کیلئے تو تیار ہوتے ہیں مگر 50روپے دینے میں کاہلی سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں سال پورا کاپیاں پڑی رہتی ہیں پھر اسی طرح ان کو واپس کردیا جاتا ہے ان کی کاپیوں کی وصولی کے لئے مرکزی فنانس سیکریٹری دس چکر لگاتا ہے وصولی ایک ہزار ہوتی ہے جبکہ خرچہ کافی ہو جاتا ہے...... یہ صرف اس لئے کہ کارکن اپنی ذمہ داری نبھانے میں لاپرواہی برت رہا ہے...... پھر یہ بھی ہوتا ہے کہ 50روپے ٹکٹ کی وصولی کے لئے کاپیاں اٹھا کر عوام کے پاس دوکان داروں کے پاس چلے جاتے ہیں...... حالانکہ اصولی طور پر 50روپے ہر کارکن پر جماعت کو دینا فرض ہے۔

ہم اپنا ٹکٹ تو وصول کرتے نہیں لوگوں سے وصول کرنا شروع کردیتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم میں سے ہر عہدیدار اور کارکن اس بات کی پابندی کرلے کہ میں نے اپنا ٹکٹ ضرور خریدنا ہے تو یقیناً صرف کارکنوں کے لئے مرکز کی طرف سے چھپنے والے ٹکٹ کم پڑجائیں گے...... تو میری گزارش ہے کہ کارکن اس بات کا اہتمام کریں کہ جب کاپیاں پہنچیں تو فوری طور پر اپنا ٹکٹ وصول کریں تو انشاء اللہ کاپیاں بروقت پوری بھی ہوں گی اور یقیناً وقت سے پہلے مرکز تک واپس بھی پہنچادی جائیں گی۔

تیسری بات...... مرکز کی طرف سے آنے والے ہر حکم پر پہلی فرصت میں عمل کریں اس کو پس پشت نہ ڈالیں اللہ پاک ان سب باتوں پر مجھ سمیت سب کو عمل کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

سامعین محترم یہ چند باتیں آپ کے سامنے بیان کر دی ہیں۔ کیا آپ اس پر عمل کریں گے۔ حالات جیسے بھی ہوں' اپنے مشن اور کاز کو آگے بڑھاتے رہیں گے۔ بڑھائیں گے؟ انشاء اللہ العزیز

خوف و اندیشہ و تعزیر و سزا رہنے دے
میرے ہونٹوں پہ ہمیشہ حق کی صدا رہنے دے
میں قاصد حق نواز ہوں شیعہ کافر ہے پیغام میرا
حاکم وقت خفا ہے تو خفا رہنے دے

مقتل سے اپنی یاری ہے اب ہر دار پرانا لگتا ہے
صدیوں سے کتنا عادت ہے میری ہر وار پرانا لگتا ہے
تم سنگ اٹھاؤ یا پتھر جو بات ہے ہم کو کہنی ہے
یہ ظلم وتشدد سرکاری' سرکار پرانا لگتا ہے

☆☆☆☆☆

Scanned with CamScanner

تحریک مدح صحابہؓ ہندوستان اور پاکستان میں

ہر دینی ادارہ، دینی مدرسہ، بلکہ ہر عالم دین اسلامی عقائد کے تحفظ کو ضروری قرار دیتا ہے اور اسلامی عقائد میں صحابہ کرامؓ کی عدالت کو اولیں حیثیت اس لئے حاصل ہے کہ دین سارے کا سارا صحابہ اکرامؓ کی وساطت سے امت تک پہنچا ہے۔

اگر صحابہ کرامؓ کی عدالت کو کسی بھی رنگ میں مجروح کیا جائے گا تو پھر دین قیم کا اس شکل میں رہنا مشکل ہو جائے گا جس شکل میں سید دو عالم ﷺ نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا، صحابہ کرامؓ کے خلاف غوغا آرائی کا دفاع مسلمانوں پر فرض ہے خصوصاً ان حالات میں کہ منظم طریقہ پر ان کی قدح بر سر بازار ہو رہی ہو۔

مارچ ۱۹۳۹ء میں لکھنؤ میں جب وہاں کانگریس وزارت قائم تھی اہلسنّت والجماعت کے بنیادی حق مدح صحابہؓ پر پابندی عائد کر دی گئی تھی۔

مسلمانوں کے احتجاج کے نتیجہ میں یوپی کی حکومت نے تبرا اور مدح صحابہؓ کی شرعی حیثیت کے ثبوت کیلئے ۲۰ اپریل کو ایک کمیشن مقرر کیا جس کے دو ممبر تھے ایک الہ آباد کے ہائی کورٹ کے جج مسٹر جسٹس السپ اور دوسرے علی گڑھ کے ڈپٹی کمشنر مسٹر ایس ایچ راس تھے۔

حضرت شیخ الاسلام نے جمعیت علماء ہند کے صدر کی حیثیت سے کمیشن کے سامنے بیان دیتے ہوئے فرمایا۔

خلفائے راشدین کی تعریف مستحب ہے لیکن اس سے روکا جائے تو فرض ہے۔

محرم کی دسویں کو اگر شہداء کربلا کا ذکر کیا جائے تو لازم ہے کہ اس کے ساتھ صحابہؓ کرام کی تعریف بھی کی جائے تاکہ مخالف فرقوں کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔

Scanned with CamScanner

مدح صحابہؓ کا جلوس اور جلسے بدعت نہیں ہیں ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی برائی کی تو حضور انور ﷺ نے حکم دیا کہ مجمع عام میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی مدح سرائی میں قصیدہ پڑھا جائے۔

اس کمیشن سے پہلے بھی حکومت نے کاغذی طور پر اہلسنت والجماعت کا یہ حق تسلیم کر لیا تھا مگر اس پر عملدر آمد کرنے سے روک دیا جاتا تھا۔

امام اہلسنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ نے ۱۱ نومبر ۱۹۳۸ء کو سول نافرمانی کا فیصلہ کر لیا' حکومت نے مولانا عبدالشکور لکھنویؒ' مولانا ظفر الملکؒ' مولانا عبدالسلام وغیرہ کو صرف جلسہ کا اعلان کرتے ہی گرفتار کر لیا' اور ایک ایک سال کی سزا دیدی' جمعیت علماء ہند نے اپنے دسویں سالانہ اجلاس میں حکومت کی مذمت اور تحریک کی حمات کا اعلان کر دیا آخر حکومت نے ان حضرات کو رہا کر دیا' حضرت مدنیؒ نے جو خط تحریک کے سیکریٹری کے نام لکھا اس کا متن ہدیہ ناظرین ہے۔

جناب سیکریٹری صاحب مرکزی مجلس ناموس صحابہؓ لکھنو!

حامداً ومصلیاً ومسلماً محترم المقام زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مدح صحابہؓ کی مذہبی حیثیت اور وجوب' حضرت خاتم النبیین سید المرسلین ﷺ کے دوستوں اور آپ کے اصحاب کرامؓ کی تعریفیں قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بہت سی آیات میں ذکر کی گئی ہیں۔

حتی کی بعض جگہ پر یہ بھی بتایا گیا کہ ان کی پیدائش سے قبل پہلی کتابوں (توریت انجیل) میں ان کی ثناء وصفت ذکر کی گئی تھی، سورۃ الحشر میں مہاجرین اور انصار کے بعض فضائل وخصائل حمیدہ پر روشنی ڈالنے کے بعد ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ ان کے بعد آئے یا آئین کے (تابعین اور ان کے بعد والے لوگ) ان کی توصیف اور تعریف میں ان کا یہ قول بھی

ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ کہتے ہیں (ربنا اغفر لنا......) اے ہمارے پروردگار ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے تھے (مہاجرین اور انصار صحابہ کرامؓ) ان کی مغفرت فرما، اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے متعلق کسی قسم کا کوئی کینہ پیدا نہ کر......اے پروردگار تو بہت محبت اور مہربانی والا ہے، ظاہر ہے کہ جب یہ قولی صفت بطور ثناء صحابہ کرامؓ کے بعد قیامت تک کے آنیوالوں کے لئے ذکر کی گئی ہے، اور اس انداز سے کہ اس سے نہ صرف اس قسم کی پسندیدگی ہی معلوم ہوتی ہے بلکہ اس کا حکم بھی مکانی، زمانی، انفرادی اور اجتماعی قیود وغیرہ سے بالاتر ہو کر ٹیکتا ہے تو بعد کے آنیوالے مسلمانوں پر اس قول کا کہنا یلک مقامات عام مناسب مقامات پر بھی شرعاً مطلوب ہوگا۔

احادیث صحیحہ میں صحابہ کرامؓ کی ثناء وصفت ان سے محبت رکھنے کی تاکید ان کی شان میں گستاخی کی مذمت، ان کی تابعداری کرنے کا حکم، ان کا ذکر بالخیر کرنے کا ارشاد وغیرہ نہایت کثرت سے مذکور ہے۔

اسی بناء پر مسلمانوں کے اجتماعات عامہ، عیدین، حج، جمعہ وغیرہ میں تقریر کرتے ہوئے خطبہ پڑھتے ہوئے صحابہ کرامؓ خصوصاً خلفائے راشدین کی ثناء وصفت کرنی نہ صرف مستحب قرار دی گئی ہے بلکہ حسب تصریح امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز اس کو شعار اہلسنت والجماعت بھی قرار دیا گیا ہے۔

آپ (المکتوبات امام ربانی جلد نمبر ۲ ص ۱۵) میں فرماتے ہیں۔

خلفائے راشدین کا ذکر اگرچہ خطبہ کی شرائط میں سے نہیں ہے لیکن اہلسنت کے شعار میں سے ہے، کوئی اپنے ارادے اور سرکشی سے اس کو نہیں چھوڑتا مگر وہ شخص جس کا دل بیمار ہو اور باطن خبیث ہو۔ اور اگر فرض کریں کہ تعصب اور عناد سے ترک نہ کیا ہو تو وعید (من تشبہ بقوم فھو منھم) کا کیا جواب کہا جائیگا؟

اس قسم کا بدبودار پھول ابتدائے اسلام سے اس وقت تک ہندوستان میں کھلنا معلوم نہیں ہوتا، لیکن نزدیک ہے کہ اس معاملہ سے تمام شہر متہم ہو جائے بلکہ ڈر ہے کہ ہندوستان سے

Scanned with CamScanner

باہر یہ امر اٹھ جائے، اس قسم کے واقعات سے تغافل برتنا مبتدعین کو دلیر بنانا اور رخنہ پیدا کرنا ہے، اور چونکہ شعار کا اظہار اور اعلان ہر زمانے اور ہر جگہ میں ضروری ہے، بناء بریں اس کا اعلان ہر جگہ ضروری ہوگا، منہاج السنۃ میں وجب اظہار شعار الاسلام فی کل زمان ومکان۔ مسلمانوں اور کافروں کے جبکہ علیحدہ علیحدہ شعار ہوں تو مسلمانوں کے شعار کا ہر زمانہ اور ہر مکان میں ظاہر کرنا واجب ہے۔

وجوب مدح صحابہؓ کی دوسری وجہ

جس جگہ صحابہ کرامؓ سے نہ صرف بدظنی پھیلائی جاتی ہو بلکہ اس قدر اشھد ان علیا ولی اللہ وخلیفۃ بلافصل باآواز بلند اذان میں کہا جاتا ہو نیز امام باڑوں، مجلس خاصہ اور خصوصی مساجد میں ان کی طرف غلط اور جھوٹے اہانت آمیز واقعات منسوب کئے جاتے ہوں اور عوام سنیوں کا سننا اور شریک ہونا ممکن اور غلطی میں پڑتا ہو تو سنیوں کی اصلاح اور تحفظ عقائد کے لئے ایسی مجالس کا منعقد کرنا جن میں صحابہ کرامؓ کے صحیح واقعات ذکر کئے جاتے ہوں اور انکی ثناء وصفت کی جاتی ہو واجب ہے۔

وجوب مدح صحابہؓ کی تیسری وجہ

بالخصوص جبکہ دوسری قومیں اور حکومت غیر مسلمہ اس کو جرم قرار دینے لگے اس وقت اس کا وجوب اور بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے، انھیں امور کی بناء پر لکھنو میں مدح صحابہؓ کا سلسلہ چلا آتا ہے مگر شیعہ نے حکام وقت پر اثر ڈال کر اس میں رکاوٹیں پیدا کیں اور ۱۹۰۸ء سے اس میں تشددات ہوئے اور بار بار اس بارے میں گرفتاریاں کی گئیں مدح صحابہؓ اور اس کے جلسے اور جلوس سنیوں کا انسانی اور شہری اور اجتماعی حق ہے۔

دنیا کا مسلمہ اصول یہ ہے کہ ہر قوم اپنے مقتدیان دین اور اکابر ملت کے کارناموں ان کی تعلیمات اور ان کے واقعات زندگی سے متاثر ہوتی ہے، مسلمانوں کے لئے رسول مقبول ﷺ کے بعد حضرات صحابہ کرامؓ بالخصوص حضرات خلفائے راشدین کے کارنامے،

Scanned with CamScanner

ان کی تعلیمات، ان کے حالات زندگی سرچشمۂ ہدایت ہیں اور نہ صرف مسلمانوں کیلئے بلکہ تمام انسانی دنیا کیلئے ان کے کارناموں کی کھلی ہوئی صاف اور ستھری روشنی موجود ہے، اور یہی وجہ ہے کہ ۷ اجولائی ۱۹۳۷ء کے اخبار ہریجن میں گاندھی جی نے کانگریسی وزراء کو زوردار الفاظ میں ہدایت کی تھی کہ وہ اپنا طرز عمل حضرات شیخین حضرت ابوبکر و عمر جیسا بنائیں۔

یورپین مورخین اس کی خصوصی طور سے ہدایت کرتے ہیں اور اسی بناء پر سیرت فاروقی کو فرانس کی یونیورسٹیوں وغیرہ میں داخل نصاب کر دیا گیا ہے، نہایت ضروری ہے کہ مسلمانوں کا بچہ بچہ ان کارناموں اور اخلاق واعمال سے واقف ہو اور چونکہ مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ دنیا میں اسلام کی اشاعت کریں اس لئے ان پر اور بھی لازم ہے کہ ساری نوع انسانی کو ان باتوں سے واقف کریں اور ہر بستی میں عام جلسوں اور جلوسوں وغیرہ سے مسلمانوں اور غیر مسلموں کو بتائیں کہ ان بزرگوں نے دنیا میں کیا کارنامے بطور یادگار چھوڑے ہیں، جناب رسول خدا ﷺ کی تعلیم و تربیت سے کس طرح متاثر ہوئے اور اہل عالم کو مذہب، اخلاق، تمدن، معاشرت، اقتصادیات، سیاسیات وغیرہ کے تمام شعبہ ہائے زندگی و آخرت کے کیسے کیسے عمدہ اور مفید اسباق سکھائے۔

ہندوستان کے کروڑوں مسلمان اور غیر مسلم جاہل محض ہیں نہ کتابیں پڑھ سکتے ہیں نہ اخبارات، ان بے پڑھے لوگوں کو مقدس ہستیوں کی زندگی کے پاکیزہ حالات ان کے بلند مرتبہ خیالات اور ان کے مہتم بالشان کارناموں سے روشناس کرانے کا سوائے اس کے کیا ذریعہ ہے کہ بار بار عام جلسوں اور جلوسوں میں ان کا ذکر خیر کیا جائے، اور ان کے نام نامی سے ہر کہ ومہ کو مانوس بنایا جائے، بالخصوص ایسی جگہوں میں جہاں کہ غلط فہمیاں قصداً پھیلائی جاتی ہیں، یہی مقصد سیرت کے جلسوں اور جلوسوں کا ہے۔

ہندوستان جیسے ملک میں تبرا قانونی اور اجتماعی اور اخلاقی جرم ہے
اور مدح صحابہؓ اخلاقی، ذاتی اور اجتماعی فریضہ ہے۔

ہندوستان جو کہ مختلف اقوام اور مختلف مذاہب کا گہوارہ ہے بجز اس کے باامن وباعافیت

Scanned with CamScanner

نہیں رہ سکتا کہ اس میں بین الاقوامی قوانین رائج کئے جائیں اور ایسی چیزوں سے روکا جائے جو بین الاقوامی رواداری اور میل ملاپ کے منافی ہوں۔

کسی شخص یا جماعت کا دوسرے شخص یا جماعت کے پیشواؤں کو برا کہنا، ان کی تذلیل و توہین کرنا علاوہ اخلاقی جرم کے یقیناً بین الاقوامی رواداری اور اتحاد کو فناء کے گھاٹ اتارنے والا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ تعزیرات ہند دفعہ ۲۹۸ کے ماتحت ہمیشہ سے تبرا ہندوستان میں ممنوع رہا ہے۔

اسی طرح بین الاقوامی رواداری کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہر شخص اور ہر جماعت کو مکمل آزادی ہو کہ وہ جائز طریقہ پر اپنے پیشواؤں کی ثناء وصفت کرسکے۔

ان کی قابل اقتداء زندگی کو دنیا میں دکھلا سکے۔

یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں سناتن دھرم، آریہ سماج، برہمو سماج، جینی عیسائی، یہودی شیعہ وغیرہ سب کے سب اپنے اپنے پیشواؤں کے جلوس نکالتے اور جلسے وغیرہ کرتے رہتے ہیں، کسی جگہ اور کسی زمانہ میں ان کو رکاوٹ نہیں ہے۔

کسی شخص کا اس کے خلاف یہ قول نہیں سنا جاتا کہ ہم کو ان مذاہب کے پیشواؤں جلوس یا جلسے سے دل آزاری ہوتی ہے اس لئے اس کو بالکل بند کردینا۔

حالانکہ ایک موحد مسلمان کو مورتیوں اور شرک و کفر کے مظاہرے سے جس قدر تکلیف اور دل آزاری ہوتی ہے وہ بے حد و بے قیاس ہے، مگر اس کو یہ کہہ کر روک دیا جاتا ہے کہ اس مجمع المذاہب ہندوستان میں اگر بسنا ہے تو اس کو سہنا پڑے گا، ہر صاحب مذہب کو اپنے ضمیر اور مذہب کی آزادی ہے اور اپنے پیشواؤں کا ذکر کرنے اور تعریف کرنے کا حق ہے، اگر تم ان کے حق میں مداخلت کرو گے تو تم امن وامان میں خلل انداز ہو گے، اور اس لئے تم قانونی شکنجہ کے شکار بنائے جاؤ گے، حقوق کی حفاظت کرنا اور غاصبوں کی دستبرد سے بچانا گورنمنٹ کا فریضہ ہے۔

Scanned with CamScanner

صحابہ کرامؓ کی مدح پر پابندی

مگر شہر لکھنؤ کی اندھیر نگری میں تقریباً ۳۲/۳۰ برس سے یہ حکم نافذ ہے کہ اہلسنت والجماعت (جس کی تعداد شہر میں اسی/۸۰۰۰۰ ہزار سے زیادہ ہے اور ان کے برعکس شیعوں کی آبادی صرف اٹھارہ/۱۸۰۰۰ ہزار ہے) کو اپنے پیشوایان مذہب صحابہ کرامؓ خلفائے راشدینؓ کی مدح وثناء کی اجازت نہیں بار بار اس پر قید وبند اور جرمانہ وتکلیف کی نوبت آچکی ہے۔

حکومت نے اگرچہ ۳۰ مارچ ۱۹۳۸ء کے اعلان میں یہ الفاظ شائع کر دیئے تھے کہ گورنمنٹ واضح کر دینا چاہتی ہے کہ پہلے تین خلفاء کی مدح پڑھنا خواہ عام مقام پر ہو خواہ کسی شخصی مقام پر زیر بحث نہیں، یہ حق سنیوں کو بلاشک حاصل ہے۔

مگر افسوس ہے کہ باوجودیکہ تقریباً ایک سال گزر چکا ہے یہ مقالہ مثل سابق گورنمنٹوں کے مقالوں کے اور ۱۸۵۸ء کے اعلانات وکٹوریہ اور ۱۹۱۴ء کے لارڈ جارج کے وعدوں ہی کی طرح ثابت ہوئے۔

یہی نہیں ہوا کہ اس پر عمل نہیں کیا گیا بلکہ نیم پبلک مقامات، چوراہوں اور مساجد وغیرہ میں بھی مدح صحابہؓ سے روکا گیا، اور سنیوں کو سزائیں دی گئیں، بہت زیادہ مطالبہ پر ۱۱ نومبر ۱۹۱۸ء کو بمشکل خصوصی مقامات پر خصوصی حالات میں مدح صحابہؓ کے جلسے کی اگرچہ اجازت دی گئی مگر پبلک مقامات پر جلسہ مدح صحابہؓ کو اس نام سے ممنوع ہی قرار دیا گیا، اور جلوس کی تو کسی صورت میں بھی اجازت نہیں دی گئی، ظاہر ہے کہ اہلسنت والجماعت کے لئے اس سے بڑھ کر تذلیل وتوہین اور حق تلفی کا کیا مظاہرہ ہو سکتا ہے، اس سرزمین پر قومیں اور تمام مذاہب تو اپنے اپنے مذہبی اور شہری جلسوں اور جلوسوں سے بلا قید وقت ومکان فائدہ اٹھائیں اور سنیوں کو امن کے بہانہ سے روکا اور گرفتار کیا جائے۔

بوالعجبی ہے کہ صاحب حق کو امن وامان کا ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے اور غیر صاحب

حق معتدی، حق چھیننے والا، اور غصب کرنیوالا امن توڑنے کا ذمہ دار قرار نہیں دیا جاتا، صاحب مال کی سرزنش کی جائے اور چور ڈاکو کی ہمت افزائی کی جائے کیا اس کی مثال بجز برطانوی حکومت کے کہیں دنیا میں پائی جاتی ہے؟

بہر حال اب ہم تمام اہلسنت والجماعت کو لازم ہے کہ اپنے مذہبی، انسانی، اخلاقی، شہری حق کو حاصل کرنے کے لئے پورے میقظ کو کام میں لائیں اور مردانہ وار ہر قسم کی جائز سعی کو میدان عمل میں پیش کریں اسی سلسلہ میں چار پانچ مرتبہ قانون شکنی اور گرفتاریوں کی نوبتیں آچکی ہیں مگر اصل مقصد کے اعتبار سے وہ بالکل ہی بے فائدہ ثابت ہوئیں بنا بریں اس مرتبہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس میدان میں اپنی زندگی اور ثابت قدمی کا ثبوت پیش کریں اور یہ دکھلادیں کہ مسلمان اپنے مذہبی امور میں حتی الوسع ذرہ بھر بھی مداخلت گوارا نہیں کرینگے اور نہ کرسکتے ہیں۔

آج ۳۱ مارچ ۱۹۳۹ء کو مسلمانوں کو چاہئے کہ بعد نماز جمعہ جلسہ کریں اس میں گورنمنٹ کے اس فعل پر کہ اس نے مسلمانوں کے مذہبی، انسانی، شہری حق مدح صحابہؓ میں ناجائز مداخلت کرکے ان کے صحیح جذبات کو ناقابل برداشت ٹھیس لگائی ہے جس کی وجہ سے ہزاروں مسلمان پروانہ وار جیل کو ٹھڑیوں میں بند ہو چکے ہیں، صدائے احتجاج بلند کریں اور مطالبہ کریں کہ جلد از جلد مدح صحابہؓ کے جلسوں اور جلوسوں پر سے ہر قسم کی پابندیاں اٹھالے، اور جس طرح دوسری اقوام اور مذاہب کے لئے آزادی ہے کہ وہ اپنے پیشواؤں کے جلسے اور جلوس پبلک مقامات پر عمل میں لاسکتے ہیں اس طرح سنیوں کا بھی عمل حق تسلیم کرے اور جاری کرادے، اور اگر کوئی شخص یا قوم سنیوں کو اس حق پر عمل کرنے سے روکے تو اس کو قرار واقعی سزا دے، اور ان مجاہدین ملت کو مبارکباد دیں جنہوں نے ملت اور مذہب اور حق قومی کیلئے اپنے آرام وراحت کو تجتے ہوئے قانون شکنی اور سول نافرمانی اختیار فرمائی ہے اور اسی طرح ان کے اعزہ واقارب کو بھی اس کی مبارکباد پیش کریں۔

نیز اس سلسلہ میں جس قدر بھی امداد مالی یا بدنی ممکن ہو مجلس تحفظ ناموس صحابہؓ پاٹانالہ

لکھنو اور مجلس احرار اسلام امین آباد لکھنو کو پہنچادیں۔
ریزویشن کی نقول اخباروں میں بھیجی جائیں اور ایک ایک نقل گاندھی جی پنڈت جواہر
لال نہرو اور وزیر اعظم یوپی لکھنو مولانا ابوالکلام آزاد کو بذریعہ ڈاک بھیجی جائیں کسی کو تار ہر
گز نہ دیں اس تاریخ کو ہر جگہ زیادہ سے زیادہ سول نافرمانی کیلئے رضا کار بھرتی کئے جائیں۔
ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ، ۲۸ محرم ۱۳۵۸ھ مکتوبات شیخ الاسلام جلد نمبر ۳

اور اب تحریک مدح صحابہؓ پاکستان میں

اس خط سے آپ کو خط کشیدہ الفاظ سے بہت ساری باتوں کا اندازہ ہو گیا ہو گا بالخصوص خط کے آخری حصہ میں جو بات افسوس کن سامنے آئی وہ یہ ہے کہ ہندوستان میں تمام مذاہب کو اپنے پیشواؤں کی سر عام تعریف، توصیف کرنے کی اجازت تھی مگر مسلمان صحابہ کرامؓ کی تعریف مدح سر عام نہیں کر سکتے تھے، کچھ عرصہ قبل تک پاکستان میں بھی صحابہ کرامؓ کی مظلومیت عام تھی مگر اب ان حالات کا اور پاکستان میں موجود سپاہ صحابہؓ کی محنتوں اور کاوشوں کا موازنہ کیا جائے تو ہر صاحب انصاف اس حقیت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گا کہ واقعی سپاہ صحابہؓ پاکستان اور پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے اللہ پاک کی عظیم نعمت ہے کہ جس نے گلی گلی کوچہ کوچہ صحابہ کرامؓ کے نام کو اور مدح وستائش پر مشتمل پروگرام کو تقریراً و تحریراً وعملاً اتنا عام کر دیا ہے کہ شاید اس سے پہلے کسی دور میں ایسا ہوا ہو۔

اور بعض وہ حضرات صحابہ کرامؓ میں جو کہ اہلسنت کے ہاں بھی شیعہ پروپیگنڈہ کی وجہ سے مطعون سمجھے جاتے تھے جیسا کہ حضرت امیر معاویہؓ ان کی عظمت ورفعت شان اور شوکت سے بھی عوام الناس کو اتنا سپاہ صحابہؓ والوں نے آگاہ کر دیا ہے کہ آج ان کی تعریف اور توصیف بھی کی جاتی ہے اور اکثر مسلمان اب بلا جھجھک اپنے بچوں کا، مساجد کا' چوکوں، چوراہوں کا نام امیر معاویہؓ محبت و عقیدت سے رکھتے ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ سپاہ صحابہؓ کے قائدین اور مجاہدین نے دل و جان سے قربان ہو کر اس دور میں اتنا کام کیا کہ الحمدللہ اب

Scanned with CamScanner

صحابہ کرامؓ کی شان کو سر عام بیان کرنا مسلمانوں کا مذہبی وطیرہ بن چکا ہے۔

ہزاروں کی تعداد میں گلی گلی جلسوں اور کانفرنسوں کا سلسلہ چل رہا ہے۔ ان کے ایام ہائے وفات و شہادت کی نسبت سے صحابہ کرامؓ کو خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے پروگرامات ہو رہے ہیں اور ریڈیو، ٹی وی، اخبارات باقاعدہ خلفائے راشدینؓ کے ایام پر پروگرام نشر کرتے ہیں اور اخبارات خصوصی پرچہ شائع کرتے ہیں

اور اس سے بڑھ کر سپاہ صحابہؓ کی محنتوں، کاوشوں کے نتیجہ میں اللہ کے فضل سے آج صحابہ کرامؓ کی شان تو عام بیان ہو سکتی ہے مگر صحابہ کا دشمن صحابہ کرامؓ کو سر عام اب گالی نہیں نکال سکتا...... سر عام صحابہؓ کو کافر نہیں کہہ سکتا...... بلکہ کل تک شیعہ صحابہ کرامؓ کے ایمان پر اعتراض کرتا تھا آج سپاہ صحابہؓ نے اسے چھٹی کا دودھ یاد دلایا ہے کہ وہ اب اپنے ایمان کو بچانے کیلئے فکر مند ہیں اور انشاء اللہ عنقریب وہ وقت آئے گا کہ صحابہ کرامؓ پر تبرا کرنے والے جلد سپاہ صحابہؓ کی محنت کے نتیجہ میں اس ملک میں غیر مسلم کی حیثیت سے پہچانے جائیں گے اور یہ قانون حکمرانوں کو انشاء اللہ بنانا پڑے گا کہ شیعہ کائنات کا بدترین کافر ہے۔

اللہ پاک مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے مرقد پر کروڑ کروڑ رحمتیں نازل فرمائیں جنھوں نے بتوفیق اللہ مسلمانوں میں ایسی غیرت اور بیداری پیدا کر دی کہ صحابہؓ کے دشمن کو اب منہ چھپانے کی جگہ نہیں ملتی...... اگرچہ حضرت نے خود بھی اپنا تن من قربان کر دیا اور دیگر ہزاروں کے قریب علماء، قرأ حضرات اور نوجوان شہید ہوئے...... بچے یتیم ہوئے...... بہنوں کے سہاگ اجڑے...... بیویاں بیوہ ہوئیں...... سینکڑوں اسیران ناموس صحابہؓ پس دیوار زنداں عرصہ دس دس، آٹھ آٹھ سال سے سزائیں بھگت رہے ہیں اور غازی علم دین شہیدؒ کی راہ پر چلتے ہوئے غازی حق نوازؒ پھانسی کے پھندے سے جھول گئے اور کئی ایک غازی اب بھی منتظر ہیں۔

اس ساری قربانی اور اب جماعت پر پابندی کے باوجود تحریک کی قیادت اور کارکنوں میں جوش و جذبہ انتہاء کا ہے اور سپاہ صحابہؓ اپنی منزل تک پہنچنے تک، اپنی جنگ جاری

Scanned with CamScanner

رکھنے کا عزم بھی رکھتی ہے اور منزل پر پہنچ کر ہی دم لیں گے (جماعت کی افادیات کی بہت ساری تفصیل ہے جس پر باقاعدہ کتابیں لکھی گئی ہیں ان کا مطالعہ کر لیا جائے)

قابل غور بات

مگر ان ساری باتوں کے باوجود بعض متعصب طبقہ علمائے کرام میں سے بڑی آسانی سے یہ کہہ دیتا ہے کہ سپاہ صحابہؓ والے شر پسند ہیں...... تخریب کار ہیں......بدامنی پھیلاتے ہیں......متشدد ہیں......اکابر کی راہ کو انھوں نے چھوڑ دیا ہے......میں کہتا ہوں کہ اس سے بھی بڑھ کر ہم میں شاید گستاخیاں اور کمزوریاں پائی جاتی ہوں گی مگر کیا یہ حضرات جنھیں ہم سے شکوہ ہے بتا سکتے ہیں کہ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے خط میں جس دلخراش صورتحال کا تذکرہ کیا گیا اس صورتحال کو موجودہ صورتحال میں تبدیل کرنے کا سبب تم بنے ہو یا سپاہ صحابہؓ بنی ہے۔ کیا یہ اکابر کی گستاخی ہے؟......اور جس جرأت کے ساتھ اپنے مذہبی حقوق (خصوصاً صحابہ کرامؓ کے متعلق) کے حصول کے لئے جدوجہد پاکستان میں سپاہ صحابہؓ نے کی ہے اور کس نے کی ہے......اگر آپ ان اکابر کے زیادہ عقیدت مند تھے تو کچھ کر کے دکھاتے محض اپنی عافیت کوشی کو برقرار رکھنے کیلئے بیٹھے بیٹھے تنقید کر دینا آسان ہے۔ اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنا مشکل ہے جو کہ بحرم اللہ سپاہ صحابہؓ نے چل کے دکھایا ہے۔ اور یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ سپاہ صحابہؓ حضرت مدنی" کے حکم کا عملی نمونہ ہے حضرت مدنی" تو صحابہ کرامؓ کرام کے تحفظ کے لئے قانون شکنی کے عمل تک کی حوصلہ افزائی کریں اور صحابہؓ کے دفاع سے روکنے والوں کو سزا دینے کا کہیں اور اگر یہی کام سپاہ صحابہؓ والے کریں تو تم کہو کہ یہ اکابر کی راہ نہیں ہے۔

تو پھر کیا ایسے حضرات جو سپاہ صحابہؓ کی افادیت سے انکار کرتے ہیں وہ نہیں چاہتے کہ نبیؐ کے پیارے یاروں کی تعریف سرعام ہو اور ان کے خلاف بکنے والی زبان اور لکھنے والا قلم بند ہو۔ اگر چاہتے ہیں تو پھر سپاہ صحابہؓ کی مخالفت سے باز آجائیں۔ تعاون کریں اگر

Scanned with CamScanner

سپاہ صحابہؓ کے قائدین اور مجاہدین کی طرح قربانی نہیں دے سکتے۔ ہتھکڑی، بیڑی نہیں پہن سکتے تو دعا تو کر سکتے ہیں۔ اور اگر مخالفت ہی کرنی ہے تو ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا اگر ہماری نیت صاف ہوئی تو انشاء اللہ کامیابی مقدر ہو جائے گی اور صحابہ کرامؓ کی عزت و عظمت کا پھریرا لہرا جائے گا۔

ہندوستان کی صورتحال کے پیش نظر ہمیں اپنی جگہ پر صحابہ کرامؓ کے لئے جو محنت کا موقع ملا ہوا ہے اس سے فائدہ بھی لینا چاہئے اور اللہ کا لاکھ لاکھ شکر بھی ادا کرنا چاہئے اور مسلمانوں کا ہر طبقہ اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہونے کی کوشش کرے کہ اس پر صحابہ کرامؓ کی طرف سے بھی کوئی حق ہے اس کے متعلق کل روز قیامت سوال ہوگا اگر صحابہ کرامؓ کے لئے کچھ کیا ہوگا تو نجات کا سبب بن جائے گا اور اگر مخالفت اور بزدلی کا مظاہرہ کیا تو یہ ذلت و رسوائی کا سبب بھی بن سکتا ہے۔

اگر کسی کو طریقہ کار سے اختلاف ہے تو مشن کی صداقت سے تو اختلاف نہیں بسم اللہ فرما کر آپ آگے ہوں (علماء کرام...... حکومتی افسران...... مصلحت پسند طبقہ کے افراد)...... آپ بتائیں کہ صحابہ کرامؓ کے خلاف بھونکنے والے شیعہ کی زبان کس طرح روکی جاسکتی ہے اور ملک میں خلفائے راشدین کا نظام کس طرح نافذ کیا جاسکتا ہے آپ کرکے دکھائیں تو ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

اور اگر آپ کے پاس کوئی طریقہ، کوئی علاج نہیں (اور یقیناً نہیں) اور اس سے پہلے جتنے طریقے استعمال کر چکے ہیں وہ بھی ناکام ہوئے تو پھر کم از کم ماننا پڑے گا کہ سپاہ صحابہؓ نے جس طریقہ سے شیعہ کو لگام دی ہے وہی قابل عمل اور صحیح طریقہ ہے لہٰذا اس پر کام کرنا چاہئے اور تعاون بھی کرنا چاہئے۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ اس وقت سپاہ صحابہؓ کے قائدین اور کارکنان خصوصاً اسیران جن آزمائشی مراحل سے گزر رہے ہیں ان حالات میں ان کا تعاون ان کی سرپرستی کرنا انتہائی ضروری ہے...... یہ جو روش چل نکلی ہے کہ ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں، خیال کرنا یہ جملہ

صحابہ کرامؓ کے غلاموں سے دوری کے ساتھ صحابہ کرامؓ سے دوری اور لا تعلقی کا سبب نہ بن جائے اور آپ کی معنی خیز خاموشی اور ذات کو چھپانے کیلئے حقائق سے فراموشی کہیں ایسے حالات پیدا نہ کردے کہ یہ تحریک ناکام ہو جائے اور سب کیا دھرا ختم ہو جائے اور پھر صحابہ کرامؓ کا نام لینا مشکل ہو جائے، خدانخواستہ ایسا ہوا تو پھر اس مشن کی مخالفتیں کرنے والے کم از کم صحابہ کرامؓ کو روز قیامت منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں گے۔

جماعتی احباب سے گزارش ہے کہ وہ اللہ کا شکر ادا کریں کہ رب العالمین ان کے ذریعہ سے صحابہ کرامؓ کی عظمت کے پرچم کو بلند کئے ہوئے ہے اور تمام تر مشکلات، پابندیوں کے باوجود جرأت اور خلوص نیت کے ساتھ کام کرتے رہیں اگر ہم حالات کے تند تھپیڑوں سے گھبرا کر مایوس یا بزدل بنے تو انجامِ آخرت خراب ہونے کا اندیشہ ہے جبکہ صحابہؓ کی غلامی کے لئے ہم نہ ہوں تو اللہ پاک بہتر قوم کو لا کر اس سے یہ کام لے لیں گے مگر ہمیں محروم نہ ہونا چاہئے۔

مزید یہ کہ حضرت مدنیؒ کی تحریر سے آپکو یہ اندازہ بھی ہوا ہوگا کہ ہندوستان میں، تحریک مدح صحابہؓ صرف صحابہ کرامؓ کی مدح کو عام کرنے کیلئے بطور خاص تھی اگرچہ مولانا عبدالشکور لکھنویؒ نے اس تحریک میں رد شیعت پر بھی خوب کردار ادا کیا ہے لیکن اس وقت سپاہ صحابہؓ کے ذمہ دونوں کام ہیں مدح صحابہؓ کو عام کرنا بھی اور شیعہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانا بھی۔ لہٰذا جس طرح کام زیادہ ہے اور اہم ہے اسی طرح ذمہ داریاں بھی زیادہ اور اہم ہیں۔ جماعتی احباب کی کاوشیں بھی اسی اہتمام کے ساتھ ہونی چاہیں۔ اللہ پاک عمل کی توفیق دے اور احسن طریقے سے اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆

Scanned with CamScanner

آؤ ہم بھی طالبان بنیں

اس پر فتن دور میں سر زمین افغانستان پر طالبان نے اسلام کے حقیقی نظام کی تنفیذ کر کے پوری دنیا میں اسلام اور علماء کرام اور تمام مسلمانوں کا سر فخر سے بلند کیا تھا(اور کیا ہے) وہ انتہائی قابل رشک کردار ہے اس پر جتنا بھی اللہ پاک کا اور ان مقدس نفوس کا شکریہ ادا کیا جائے اور انہیں خراج تحسین پیش کیا جائے وہ کم ہے اللہ پاک ان کو جزائے خیر دے اور جہاں بھی ہیں ان کی جان وایمان عزت وآبرو کی رب العالمین حفاظت فرمائیں اور ایک بار پھر انہیں علم اسلام کو پوری دنیا میں بلند کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

برا ہو ملک وملت کے غداروں کا جنہوں نے محض اپنے اقتدار کی طوالت اور سستی شہرت کی خاطر اس ننھی معصوم سی اسلامی ریاست پر اسلام اور مسلمانوں کے ازلی اور اصلی دشمن امریکہ کو لاجسٹک امداد فراہم کر کے علماء کرام طالبان عظام اور بے گناہ مسلمانوں کا خون کروایا اور دیکھتے ہی دیکھتے اسلامی حکومت کا قلمدان قرونِ اولیٰ کی زندہ مثال پیش کرنے والے سچے سچے مسلمانوں سے چھین لیا گیا۔

ہزاروں علماء کرام، طلباء کرام، حفاظ قرآن، مجاہد میدان، نمازی اور غازیان اسلام اسیر یا شہید کر دیئے گئے، مدارس ومساجد کو شہید کر کے ویران کر دیا گیا۔

اسلام کے گہوارہ شہر اور ملک میں اسلام کے نام کو گالی اور دہشت بنا کر اسلام کا نام لینے والوں کو تہہ تیغ کیا جانے لگا اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

اس صورت حال پر پورا عالم اسلام سوگوار اور ہر مسلمان جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہے اس کا سینہ زخمی اور دل پارہ پارہ ہے بالخصوص علماء کرام اور دینی مدارس کے طلباء کرام سب سے زیادہ کبیدہ خاطر اور زخمی زخمی ہیں ان کے چہروں پر اداسی آنکھوں میں رشک

Scanned with CamScanner

اور دل میں درد ہی درد ہے۔

آنکھ زخمی ہے نظر زخمی ہے، چہرہ ہر گل زخمی ہے
حادثے ٹوٹ پڑے ہیں دل پر غم سے اللہ کا گھر زخمی ہے

لیکن میرے عزیز طلباء کرام یہ اداسی یہ اشک اور مایوسی کی کیفیت چہ معنی دارد......؟ یہ آپ کو زیب نہیں دیتا بلکہ یہ زخم یہ الم آپ سے اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ آپ کا تعلق بھی چونکہ طلباء کرام کے شعبہ سے ہے لہٰذا آپ بھی اپنے آپ کو ابھی سے اس مقدس فریضہ اعلاء کلمۃ الحق اور تحفیظ اسلام کے لئے تیار کریں۔

طالبان سے آپ کی محبت عقیدت تصنع پر مبنی نہیں ؟ تو پھر یہ عقیدت کا تقاضا ہے کہ جو کام طالبان نے کیا اسی کام کیلئے آپ اپنے کو وقف کریں اور اپنے اندر وہ اخلاص، ایمان، تقویٰ ، جذبۂ جہاد، بہادری و شجاعت 'عزیمت و استقلال کی صفات پیدا کریں جو طالبان میں پائی جاتی تھیں اور جن کی برکات سے نصرت الٰہیہ سے وہ غالب ہی آتے چلے گئے ان کے پاس اقتدار تھا تب بھی وہ کامیاب تھے آج اقتدار نہیں مگر اللہ پاک کی مدد و نصرت شامل حال ہے وہ جہاں جس حال میں ہیں کامیاب ہیں۔

قابل غور امر یہ ہے کہ ان کے ذمہ جو کام اللہ پاک نے لگایا تھا (بحمد اللہ بتوفیق اللہ) طالبان نے اس کو احسن طریقہ سے نبھا کر دکھایا، گویا کہ وہ اپنی ذمہ داری پوری کر چکے ہیں بالفرض اب وہ کام نہ بھی کریں تو میرا خیال ہے قابل گرفت نہیں ہونگے، البتہ وہ کام جو طالبان عظام چھوڑ کر گئے ہیں ہم نے اس کام کو آگے بڑھانا ہے۔ اس لئے ہر طالب علم یہ تہیہ کرلے کہ میں نے انشاء اللہ مستقبل کا طالبان بننا ہے اور انہیں دینی مدارس کے طلبہ کرام سے طالبان کی مستقل فوج نے جنم لینا ہے انشاء اللہ اسکا جذبہ اکثر طلباء میں پایا بھی جاتا ہے اور وہ پایا جانا بھی چاہئے لیکن اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کچھ محنت کی ضرورت ہے۔

اس کے لئے چند گزارشات دینی مدارس کے عزیز طلبہ سے عرض کرنا چاہتا ہوں ویسے تو آپ تحصیل علوم دینیہ کے فضائل و برکات اور صاحب علم کے درجات سے اچھی طرح واقف

Scanned with CamScanner

ہیں ان کی تفصیلات میں جائے بغیر چند ضروری باتیں جن کا ایک مجاہد عالم اور مجاہد طالب علم میں پایا جانا ضروری ہے علماء کرام کی تحریرات اور تجربات (اور ناچیز کے مشاہدات سے) جو خلاصہ اخذ کیا ہے وہ آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں تاکہ یہ جاننے میں آسانی ہو کہ طالبان کن صفات کمالیہ سے مالا مال ہونے کے بعد سر خرو اور کامیاب ہوئے۔

حصول علم کے ذرائع کو پاک کریں

آپ یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ جو علم آپ حاصل کر رہے ہیں یہ کلام الٰہی اور کلام نبی ﷺ پر مشتمل ایک پاکیزہ مطہر منزہ علم ہے تو یہ نافع فائدہ مند پر تاثیر اسی وقت ہو سکتا ہے جب اس کے حصول کے ذرائع پاک ہوں، بعثت نبوت کے تین فرائض میں سے ویزکیھم ایک اہم فریضہ تزکیۂ نفس ہے۔

تلاوت کتاب اور تعلیم الکتاب کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ نے صحابہ کرامؓ پر تزکیہ نفس کی خاص توجہ کے ساتھ محنت کی جس کے نتیجہ میں وہ حضرات اپنے علم پر سب سے اچھے اور سچے عمل کرنے والے بنے اور کردار کے ایسے اعلیٰ کہ دنیا ان کو دیکھ کر حیران ہو گئی اس علم با عمل کا نتیجہ تھا صحابہ کرامؓ جس طرف چلتے تھے اللہ کی مدد و نصرت ان کے قدم چومتی تھی، تائید ربانی ان کے ساتھ ہوتی تھی شیطان ان کے نام سن کر راہ چھوڑ دیتا تھا کفار کے دل سینوں میں کانپتے تھے، وہ عمل کے ایسا پیکر تھے کہ قیامت تک آنے والے انسانوں کیلئے ان کے کردار و عمل کو معیار بنا دیا گیا۔

برتن مانجھا ہوا اور صاف نہ ہو تو اچھا اور تازہ دودھ بھی اس میں ڈالو تو خراب ہو جاتا ہے اس لئے ضروری ہے اپنے علم کو فائدہ مند بنانے کے لئے اس علم کو جس سینہ میں سٹاک کرنا ہے محفوظ کرنا ہے اس کو پاک کیا جائے اور اس کی پاکی کے ساتھ ساتھ جن ذرائع سے یہ علم سینہ تک پہنچتا ہے ان ذرائع کا پاک ہونا بھی ضروری ہے۔

مثلاً، ہاتھ، آنکھ، کان، زبان (بطور خاص)

ہاتھ:-اس لئے کہ اس سے قرآن پاک اور دیگر کتب احادیث وفقہ وغیرہ اٹھائی جاتی ہیں پڑھنے کے لئے تو ان ہاتھوں کو تمام برے افعال سے محفوظ کر کے پاک کریں کوئی غیر شرعی کام ان ہاتھوں سے نہ کریں کسی سے زیادتی، چوری نہ کریں، ٹی وی، ریڈیو وغیرہ کا بٹن آن نہ کریں، معمولی باتوں میں سے کسی کو دھکا مکا نہ ماریں' بغیر اجازت کسی کی چیز مت اٹھائیں، قرآن پاک احادیث کتب پڑھتے وقت باوضو رہیں تا کہ یہ ہاتھ ظاہری طہارت میں ہو اور دوران سبق ہاتھ پاؤں پر اور ناک میں مار کر قرآن پاک یا کتب پر نہ لگائیں اور روز مرہ ہاتھ سے کئے جانے والے تمام کاموں پر نظر رکھیں تا کہ کوئی کام خلاف شرع سرزد نہ ہو، اگر ایک دم نہیں تو آہستہ آہستہ اس کی عادت بنائیں تو انشاءاللہ آپ کے ہاتھ پاک ہو جائینگے۔

آنکھ:- آنکھ اللہ پاک کی عظیم نعمت ہے اس سے آپ پاک علم دیکھ کر پڑھتے ہیں ان آنکھوں کو پاک کریں کہ خلاف شرع یہ آنکھ کسی طرف نہ دیکھے، ٹی وی، وی سی آر کے عادی طلباء ان آنکھوں کو اس گندی اور غلیظ لعنت سے محفوظ کریں اور سمجھدار طلباء غیر محرموں کو دیکھنے اخبارات ورسائل میں مستورات کی فحش تصویر دیکھنے سے اجتناب کریں، اپنی نظروں کی مکمل حفاظت کریں، ان آنکھوں سے قرآن پاک کتب دینیہ کو دیکھیں اور مطالعہ کریں والدین کی زیارت عبادت سمجھ کر کریں، اساتذہ کرام کی زیارت کرتے رہا کریں۔

واقعہ:-بات ذہن میں آئی تو لکھتا چلوں میرے ایک کلاس فیلو طالب علم تھے حفظ کرتے تھے، بہت ہی نیک پرہیزگار نماز کے پابند تھے شریف النفس مخلص بھی تھے لیکن بے پردہ عورتوں کو دیکھنے کی ان کی عادت تھی ہر چند اس عادت کو چھوڑنا چاہتے مگر بے حیائی کی کثرت ان کے ارادوں کو پاش پاش کر دیتی مجھے کہنے لگے یار مسعود کوئی وظیفہ بتاؤ کہ یہ عادت چھوٹ جائے میں نے کہا کہ بھائی یہ مسنون دعا ہے پڑھا کرو، اللھم انی اعوذ بک من فتنۃ النساء وعذاب القبر، چند دن بعد......بعد از عصر ان کی مسجد میں گیا جہاں وہ امامت کرواتے تھے تو مسجد کے صحن میں کھڑے ہو کر باہر کی طرف دیکھ رہے تھے (دیوار چھوٹی تھی) اور قدرے اونچی آواز سے مذکورہ بالا دعا پڑھ رہے تھے میں نے قریب جاتے

Scanned with CamScanner

جاتے پوچھا کیا بات ہے حافظ صاحب کیا دعا یاد نہیں ہو رہی ؟ کہنے لگے ہاں بس کوشش کر رہا ہوں جب میں قریب پہنچا تو دیکھا کہ باہر نوجوان لڑکیاں کھڑی ہیں اور حافظ صاحب ان کے دیدار سے دل بھی بہلا رہے ہیں اور دعا بھی پڑھتے جا رہے ہیں، تو یہ بات غلط ہے کہ ہم آنکھوں سے پاک علم دیکھ کر پڑھیں اور ان آنکھوں کو خلاف شرع اشیاء کو دیکھ کر گناہ سے آلودہ بھی کریں، لہٰذا آنکھوں کو پاک کریں۔

کان:- کانوں کی حفاظت کریں کہ ان سے آپ قرآن پاک جیسی مقدس کتاب مع ترجمہ و تشریح سنتے ہیں اور بات دل تک دماغ تک پہنچاتے ہیں۔

ان کانوں کو جھوٹ، غیبت، چغلی، گانے، ساز، موسیقی وغیرہ تمام غیر شرعی آوازوں سے محفوظ رکھیں۔ طلباء میں اکثر آج کل خبروں کے بہانے ریڈیو رکھنے کی عادت ہے اور وہ چھپ چھپ کر گانے بھی سنتے ہیں FM بھی سنتے ہیں اور کمنٹری سننے کی تو بہت ہی بری اور فضول عادت ہے ان چیزوں سے اجتناب کرنا چاہئے۔

زبان:- جس کا سارے معاملہ میں اہم کردار اور عمل دخل ہے کہ اسی سے قرآن پاک و دیگر کتب پڑھ کر سبق یاد کیا جاتا ہے اس زبان کی بہت ہی زیادہ حفاظت کریں اس سے جھوٹ، غیبت، فحش گفتگو، گالم گلوچ نہ کریں، اچھا بولیں سچا بولیں ابھی سے زبان کو سچائی اور حق گوئی کا پیکر بنائیں ایسا پیکر کہ آپ کے طرز بیان سے فتنہ ہائے باطلہ والے محفوظ نہ ہوں بلکہ تڑپ اٹھیں کہ اب ہماری خیر نہیں۔

باتوں کا رس جو کان سے پہنچا زبان پر
کہرام مچ گیا مرے طرز بیان پر

جب آپ علم مطہرہ کو علوم نبوت کو اس طرح پاکیزہ راستوں سے سینہ تک پہنچا کر محفوظ کرینگے تو انشاء اللہ یہ علم آپ کا نافع ہو گا دنیا اور آخرت میں آپ کو سرخرو کریگا، اور اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہ علم آپ کو باعمل متقی پرہیزگار عالم بنائے گا جو کہ عالم کی اصل شان ہے اور مزید یہ کہ یہ علم آپ کو جرأت مند، بہادر اور نڈر بنا کر مجاہد بنا دے گا، ایسے نافع علم

Scanned with CamScanner

کے ہوتے ہوئے دنیا کی حقیقت و محبت چنداں آپ کے دل میں نہ رہے گی، مرغوبات دنیا سے آپ متاثر نہیں ہونگے، اور پھر خشیت الٰہی دل میں ایسی پیدا ہوگی کہ آپ کے دل سے غیر اللہ کا خوف نکل جائے گا آپ بے دھڑک دین کا کام کر سکیں گے۔

پھر آپ کو صرف ادع الی سبیل ربک باالحکمة الخ، اورکنتم خیر امت اخرجت للناس ، فقولا له قولالینا، یہ آیات ہی نظر نہیں آئیگی بلکہ ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظته الحسنه سے آگے وجٰدلھم بالتی ھی احسن کا مفہوم بھی سمجھ آئے گا۔ یاایھاالنبی حرض المومنین علی القتال، واعدوا لھم ماالستطعتم من قوة ومن رباط الخیل ترھبون به عدوالله وعدوکم، فقاتلوا آئمة الکفر والی آیات بھی مطالعہ سے گزریں گی اوران پر عمل کی توفیق وترغیب بھی پیدا ہوگی۔

جب مذکورہ ذرائع کو پاک کر کے علم حاصل کرینگے تو اس کا اثر انشاء اللہ یہ ضرور ہوگا کہ آپ جب اسلام کے خلاف اور حضور ﷺ وصحابہ کرامؓ ازواج مطہرات وبنات رسول ﷺ کے خلاف کوئی بکواس اور ہذلیات کان سے سنیں گے یا آنکھ سے دیکھ کر پڑھیں گے تو خود بخود آپ کے دل ودماغ میں دینی غیرت وحمیت انگڑائی لے گی اور زبان حق گوئی کا حق ادا کرنے کے لئے متحرک ہو جائے گا اور اس فتنہ کے خلاف چاہے وہ شیعیت، قادیانیت، عیسائیت، رضاخانیت جیسے فتنے کے روپ میں کسی بھی قسم کے حالات میں ابھرے تو زبان حق ان کی سرکوبی کو اپنے ایمان کا فریضہ سمجھتے ہوئے گویاں رہے گی اور کسی بھی مصلحت کا شکار نہ ہوگی، اور اگر فتنہ دبتا نہیں بڑھتا ہی چلا جاتا ہے اور سرکشی پر اتر آتا ہے تو اس کے علاج کے لئے پھر اس عالم کا ہاتھ بھی اپنی ذمہ داری پوری کرنے کے لئے اٹھے گا اور این ماثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا، فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منھم کل بنان کا مصداق بھی بنے گا، پھر آپ مجاور نہیں مجاہد بنیں گے۔

جب کان، ہاتھ، آنکھ، زبان کو ہم گناہ کی آلائشوں سے پاک رکھیں گے تو ہمارا علم ہمیں

فائدہ ضرور دیگا اور اس علم کے تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق بھی رب تعالیٰ عطا فرمائینگے، اور اگر مذکورہ حواس اربعہ کو ہم معصیت کا عادی بنائے رکھیں گے تو علم حیثیت علم تو باقی رہ جائے مگر اس کی نورانیت اور تاثیر جو دل پر اثر کر کے دل میں خشیت الہیہ اور عمل کی رغبت اور غیرت دینیہ پیدا کرتی ہے وہ ختم ہو جائے گی اس بات کو سمجھنے کے لئے علم کی اصل حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

علم کی حقیقت

فان العلم نور من الٰہی
ونور الله لایعطی لعاصی

ہم علم محض الفاظ دانی اور بہت ساری معلومات اور وسیع مطالعہ کو سمجھتے ہیں، اگر اس چیز کا نام علم ہے تو پھر عیسائی یہودی اور دیگر غیر مسلم بڑے بڑے سائنسدان اور تحقیق کرنے والے ہر چیز کی ریسرچ کرنے والے موجود ہیں ان کو بھی عالم کہنا چاہئے لیکن ایسا نہیں ہے۔

اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ علم وہ ہے جو گناہ کرنے سے زائل ہو جاتا ہے اگر محض الفاظ کا نام علم ہو تو وہ معاصی اور کفر کے ساتھ بھی جمع ہو جاتا ہے اسی طرح عالم محض عربی دان کو نہیں کہتے بلکہ احکام دان کو کہا جاتا ہے ورنہ عربی داں تو ابو جہل بھی تھا مگر اس کا لقب ابو جہل تھا نہ کہ عالم مزید یہ بھی کہ علم اور عالم اس کو بھی نہیں کہتے جو یہ جانتا ہو کہ قال دراصل قول بود، بلکہ حقیقت علم کی نور ہے جسے اللہ پاک نے اپنی مقدس کتاب میں بایں الفاظ ذکر فرمایا قد جآء کم من الله نور وکتاب مبین اور اسی کو دوسری جگہ وایدھم بروح منه بھی فرمایا اور یہی علم کی نورانیت دل کی تاریکی اور ظلمت کو دور کر کے روشنی پیدا کرتی ہے۔ پھر اس علم سے معرفت الہیہ اور خشیت الہیہ حاصل ہوتی ہے جو کہ مقصود بالذات ہے اس کو حقیقی علم کہا جاتا ہے اور حدیث طیبہ میں ایسے ہی علم کی طرف اشارہ ہے فقیه واحد اشد علی الشیطان من الف عابد اور من یرد الله به خیر یفقه

فی الدین. ان دونوں حدیثوں میں فقہ سے مراد المختصر القدوری کنز الدقائق وغیرہ کتب فقہ مراد نہیں اور نہ ہی محض کتب پڑھنے سے شیطان کی چالوں سے واقف نہیں ہوا جاسکتا بلکہ یہ وہ معرفت ہے جو تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے۔

اور نہ ہی یہ علم حقیقی بہت ساری کتابیں پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ حضور ﷺ تو اپنے اور صحابہ کرامؓ کے امی ہونے پر فخر فرمایا کرتے تھے کہ نحن امیون لانکتب ولانحسب (ہم امی قوم ہیں حساب کتاب نہیں جانتے) صحابہ کرامؓ میں کئی حضرات ایسے بھی تھے جو اپنے دستخط تک نہیں کر سکتے تھے لیکن اسکے باوجود حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں اعمقهم علماء کہ امت میں سب سے زیادہ صحابہؓ کا علم عمیق ہے یہ دینی فہم القرآن کا علم تھا جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور معیت بابرکت سے ان کو حاصل ہوا تھا اور علم کی حقیقت ان کے دل میں اتر چکی تھی جس کے نتیجہ میں ان کے دل معرفت و خشیت الہیہ سے معنبر ہو کر غیرت دیجیہ کے خوگر بن گئے تھے۔

میرے عزیز طلبہ یاد رکھیں جو علم معرفت اور تحصیل خشیت الہیہ سے خالی ہو اور اپنی نورانیت سے دل ودماغ کو روشن نہ کرے وہ علم علم نہیں ہے۔

ہماری حالت یہ ہے کہ ہم درس نظامی پڑھتے ہیں اور پھر پڑھانے میں مشغول ہو جاتے ہیں اور اسی کو مقصود بنا لیتے ہیں اپنے اندر اس علم سے فائدہ اٹھا کر اعمال اس علم کے تابع نہیں بناتے نہ ہی معرفت الہیہ اور خشیت خداوندی کے حصول کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے اپنے آپ کو انبیاء کرام کا وارث ہیں کیا معاذ اللہ انبیاء کا علم خشیت الہیہ سے خالی تھا اور نعوذ باللہ وہ محض الفاظ اور اصطلاحات و مسائل پر مبنی تھا ہرگز نہیں وہاں تو یہ حالت تھی کہ جتنا علم بڑھتا تھا اتنی ہی خشیت بڑھتی تھی، (یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ قل ھواللہ احد پڑھ کر جتنا توحید کو اور رب تعالیٰ کو جانتے تھے اتنا ہم مترجم 30 پارے پڑھ کر اللہ کو نہیں پہچانتے) جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، انا اعلمکم باللہ واخشاکم اللہ کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والا اور تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔

Scanned with CamScanner

وجعلناله نورا يمشي به في الناس میں بھی علوم معرفت کی طرف اشارہ فرمایا۔

عالم اور مولوی کسے کہتے ہیں؟

عام طور پر عالم اور مولوی ہم اس کو کہتے ہیں جو کسی مدرسہ سے درس نظامی یا اور مخصوص کورس پڑھتے ہیں یا اب تو ہر ایک لمبی دستار، جبے اور بڑے پیٹ والے کو مولوی اور علامہ فہامہ کہہ دیا جاتا ہے اور سمجھا جاتا ہے...... چاہے وہ الف کی حقیقت تک سے بھی واقف نہ ہو یا بالفاظ قرآن واذا رأيتهم تعجبک اجسامهم وان يقولوا تسمع لقولهم كانهم خشب مسندة کا مصداق ہو یا پھر کمثل طاہر اشرفی یا طاہر القادری' ہو اسکو عالم کہتے ہیں۔

اور جو حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری دامت برکاتہم العالیہ مولانا طارق جمیل مدظلہ یا ملا عبدالسلام ضعیف' مولانا حق نواز جھنگوی' مولانا عمر پالن پوری مرحوم و مغفور جیسے درویش صفت بوریا نشین، بظاہرا معمولی قد و جسامت والے ہیں مگر حقیقت میں علم و عمل کے کوہ گراں ہیں ان کو ویسے ہی صوفی کہہ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے، اور جانتے ہی نہیں کہ حقیقی عالم جو خداوند تعالیٰ کو گویا قریب سے جانتے ہیں وہ یہی لوگ ہیں جو اپنی مرضیات کو مکمل طور پر مرضیات ربی کے تابع کر چکے ہیں، لہٰذا سمجھیں کہ عالم اور مولوی کسے کہتے ہیں...... عالم کہتے ہیں متقی و متبع سنت کو اور مولوی میں نسبت مولا کی طرف ہے یعنی مولیٰ والا...... سو جب تک وہ اللہ والا ہے اس وقت تک وہ لائق اتباع بھی ہے۔

اس لئے مولوی اور عالم محض عربی داں کو یا معقول و منقول وادب پڑھنے والے کو نہیں کہتے ورنہ جالینوس، ارسطو، ابو جہل وغیرہ سب سے بڑے مولوی اور عالم ہوتے۔

مولوی مولا والا ہے اللہ پاک کو جاننے والا اور جن ذرائع سے آپ علم حاصل کرتے ہیں جب ان ذرائع کو پاک کر کے پاک علم حاصل کرینگے تو یہ علم اپنے حقیقی اثرات سے آپ کے

Scanned with CamScanner

قلوب کو منور کر کے منزہ بنائیگا، اور قلب میں معرفت الٰہی اور خشیت الٰہیہ کا ظہور ہو گا پھر صحابہ کرامؓ، تابعین، سلف صالحین اور طالبان جیسی صلاحیتوں سے مالا مال ہو کر دین اسلام کی اشاعت، حفاظتِ دین و غلبہ دین کا کام احسن اور سہل طریقہ سے ہو گا اور آپ اپنی مستقبل کی ذمہ داریاں نبھا سکیں گے۔

نیت میں خلوص پیدا کریں

ہم صحابہ کرامؓ اور طالبان سے محض محبت و عقیدت رکھتے ہیں مگر اپنے آپ کو ان جیسا بنانے کی کوشش کم کرتے ہیں (الا ماشاءاللہ) کیونکہ نیت یہ ہوتی ہے کہ چلو گھر والوں نے اس تعلیم پر لگا ہی دیا ہے تو پڑھ کر عالم خطیب کہلواؤنگا یا کوئی بڑا سا مدرسہ کھول کر دین کی خدمت کرونگا یا پھر ٹوشنیں پڑھا کر اخراجات پورے کرونگا، یہ نیت اگرچہ بالکل قبیح نہیں لیکن اگر علم کے حصول میں ابتدائی نیت عمل اور رب تعالیٰ کی معرفت اور قرب حاصل کرنے کی ہو تو پھر یہ باقی کام اللہ پاک خوب لیتے ہیں اور اپنی رضا کے مطابق کام کرنے کی توفیق دیتے ہیں، دعوت عبدیت میں حضرت تھانویؒ نے لکھا کہ ایک روز بادشاہ وقت مدرسہ نظامیہ میں گئے اور طلباء کرام سے ان کے خیالات جاننے کے لئے چند سوالات کئے کہ آپ یہ علم کس لئے پڑھتے ہیں کسی نے کہا میرا باپ قاضی ہے میرا باپ مفتی ہے میں بھی قاضی اور مفتی بننا چاہتا ہوں وغیر وغیرہ بادشاہ کو بہت غصہ آیا کہ ان پر اتنا خرچ کیا جاتا ہے اور یہ دین کا علم دنیاوی اغراض کے لئے پڑھتے ہیں ایک گوشہ میں امام غزالیؒ جو اس وقت طالب علم تھے کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے ان سے پوچھا بادشاہ نے کہ آپ علم کس لئے حاصل کر رہے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے دلائل عقلیہ نقلیہ سے معلوم کیا ہے کہ ہمارا ایک مالک حقیقی بھی ہے جس نے ہمیں پیدا کیا (اور اس کے پیدا کرنے کا مقصد بھی ہے) اس مالک کی اطاعت ضروری ہے میں اس لئے پڑھتا ہوں کہ یہ جان سکوں کہ اس کی مرضیات کیا ہیں تاکہ ان پر عمل کروں اور نامرضیات سے بچ سکوں، یہی نیت ہمیں بھی کرنا چاہئے تاکہ ہم ایسے انسان اور

Scanned with CamScanner

عالم بنیں کہ ایسی زندگی گزاریں جیسے وہ ذات چاہتی ہے اسی طور پر آپ جب ابھی سے اعمالِ صالحہ کی پریکٹس کریجئے اور ظاہری طور پر حواس اربعہ جن کا میں نے ذکر کیا ان کو گناہوں سے محفوظ کریجئے تو باطن انشاء اللہ اطاعت ربی پیروی رسول ﷺ پر آمادہ ہو جائے گا۔

اور علم کی حقیقت جیسا کہ میں نے عرض کیا نور ہے وہ ایسا آپ کو متقی زاہد مجاہد بنادے گی کہ آپ کی نظر پھر اسباب پر اور دہشت زدہ کرنے والے سرکاری احکامات و آلات اور مادیات پر نہیں ہوگی بلکہ آپ کی نظر اپنے خدا پر ہوگی اور چاروں طرف سے تلواروں میں گھیر بھی لئے جاؤ تو قلب پر اس کی کیفیت و خوف اور بزدلی کا شائبہ تک نہ ہوگا۔

بلکہ جرأت واستقامت کے جذبات سے قسوہ چٹان بن جائیں گے۔

تمہیں کون بچائے گا......؟

حضور ﷺ کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ آپ ﷺ ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے اور تلوار اپنی درخت پر لٹکادی تھی ایک دشمن (یہودی) نے موقع غنیمت سمجھا اور دبے پاؤں آکر تلوار قبضہ میں لیکر آہستہ سے نیام سے نکالی اور آپ ﷺ کے قریب آکر آپ ﷺ کو بیدار کر کے گرجدار الفاظ میں للکار کر کہنے لگا من یمنعک منی، اس وقت آپ کو ﷺ مجھ سے کون بچائے گا۔

ہم جیسا کوئی ہوتا تو جانے کیسے پسینے چھوٹتے اور وہاں ہی ڈھیر ہو جاتا، لیکن آپ ﷺ نے ذرہ بھر جنبش نہیں فرمائی بلکہ بڑے اطمینان سے جواب دیتے ہوئے فرمایا اللہ بس اس لفظ کا ادا فرمانا تھا کہ خوف کے مارے اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی اور وہ لرزنے لگا ایمانداری سے بتائیں کیا بدوں تعلق مع اللہ کے آج ایسا کوئی کر سکتا ہے۔

ہمارے امراء اور اکثر علماء کی حالت ایسی ہی ہے کہ وہ ذرہ سے حالات کی سختی اور ناسازی سے پریشان اور خائف ہو کر مصلحت اپنانے لگ جاتے ہیں اور دوسروں کو بھی صبر صبر کی تلقین اور کچھ نہ کرنے کی تلقین کرتے ہیں جبکہ اس پر فتن دور میں طالبان نے جن پر

Scanned with CamScanner

واقعتاً ایک بہت بڑی آزمائش اور قیامت آن پڑی ہے مگر انہوں نے جوبات پہلے دن امریکہ اور
پاکستان کو اور عالمی کفریہ غنڈہ طاقتوں کو کہی تھی آج سب کچھ لٹا کر بھی وہ اس پر قائم ہیں اور
اللہ نے ان کے وقار کو بلند ہی کیا ہے اور دشمن کو ظاہری کامیابی کے باوجود ذلت اور رسوائی
کے علاوہ کچھ ہاتھ نہ آیا اور یہ سب کچھ اسی لئے ہوا کہ طالبان میں موجود فیصلہ کرنے والے
علماء باعمل عالم تھے...... متقی اور زاہد تھے وہ اللہ پاک کی دی ہوئی فراست اور بصیرت ایمانی سے
ایسے مضبوط فیصلے کرتے رہے کہ دنیا کی کوئی طاقت کوئی لالچ ان کے ارادوں اور فیصلوں کو ذرہ
بھر بھی متزلزل نہ کر سکی۔

میرے عزیز طلبہ ساتھیو! آئیں تہیہ کریں کہ ہم نے مستقبل میں امت کی قیادت اور
سیادت کو سنبھالنا ہے اور صحابہ کرامؓ اور حضرات اکابر اور طالبان کی طرح بن کر دین کا کام اور
اسلام کا نفاذ کرنا ہے اس کے لئے علم کے ساتھ ساتھ ابھی سے عملی زندگی اپنانے کا عزم
مصمم کریں تاکہ جو زخم امت کو دشمنان اسلام نے لگائے ہیں اور جو کچھ ہم سے چھینا ہے ہم
اس کا بدلہ بھی لے سکیں اور چھینا ہوا اسلامی اقتدار اور وقار بھی حال کروا سکیں اور زخموں پر
مرہم پٹی بھی کر سکیں، اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا
فرمائے (آمین)

زندگی کیفی اس حسن عمل کا نام ہے
کفر کو نابود حق کو جاوداں کرتے چلو

زور بازو آزما شکوہ نہ کر صیاد سے
کہ آج تک ٹوٹا نہیں کوئی قفس فریاد سے

☆☆☆☆☆

Scanned with CamScanner

ایسی مائیں ہم کہاں سے لائیں

تاریخ نے اس واقعہ کو سنہری حروف کے ساتھ اپنے اندر محفوظ کیا ہے کہ کابل کے والی امیر محمد کے دادا امیر دوست محمد خان کے ملک پر کسی دوسرے بادشاہ نے چڑھائی کی تو امیر دوست محمد نے دشمن کی فوج کی سرکوبی کے لئے اپنے ولی عہد شہزادے کی نگرانی میں فوج بھیجی۔ کچھ دنوں بعد اطلاع آئی کہ شہزادہ شکست خوردہ مفرور ہو کر واپس آرہا ہے...... امیر دوست محمد کو اس کا سخت صدمہ ہوا اور غموں کے جھرمٹ میں گھر کر رہ گیا...... شکست کی ذلت کا غم...... شہزادے کی بزدلی کا دکھ...... عوام کی ملامت ولعنت کا غم...... ان غموں سے نڈھال امیر گھر آیا اور بیگم صاحبہ کو شہزادے کی شکست کا بتایا...... تو بیگم صاحبہ نے سنتے ہی بڑے پر اعتماد لہجے میں کہا جناب خبر غلط ہے ایسا نہیں ہو سکتا...... امیر نے کہا میں سرکاری سی۔ آئی۔ ڈی کی رپورٹ بتا رہا ہوں وہ رپورٹ کیسے غلط ہو سکتی ہے...... بیگم نے کہا میں ماننے کو تیار نہیں...... میرا بیٹا شکست ہر گز نہیں کھا سکتا...... بادشاہ حیران ہوا...... چنانچہ دوسرے دن ہی اطلاع آئی کہ شہزادہ فتحیاب ہو کر واپس آرہا ہے لہٰذا پہلے والی خبر غلط تھی، بادشاہ نے خوشی خوشی گھر آ کر بیگم صاحبہ کو فتح کی خوشخبری سنائی اور کہا کہ واقعی تمہاری بات سچی تھی، بیگم نے شہزادے کی فتح پر شکر ادا کیا اور سلامتی کی دعائیں کیں...... بادشاہ نے پوچھا کہ بیگم صاحبہ تم اتنے وثوق کے ساتھ یہ کیسے کہہ رہی تھیں کہ وہ شکست نہیں کھا سکتا تمہارے پاس کیسے اطلاع آئی...... جبکہ سرکاری رپورٹ بھی غلط ثابت ہوئی، بیگم صاحبہ نے کہا میرے پاس اطلاع کہیں سے بھی نہیں آئی بس میرے اللہ پاک نے میری لاج رکھ لی ہے...... یہ ایک راز ہے جسے میں فاش نہیں کرنا چاہتی...... بالآخر اصرار بسیار پر بیگم صاحبہ نے بتایا کہ اصل بات یہ ہے کہ جب سے یہ شہزادہ میرے بطن میں آیا اس وقت سے میں نے اس بات کا اہتمام شروع کر دیا کہ میرے پیٹ میں حرام تو حرام رہا مشتبہ غذا بھی نہ جانے پائے اور اس کی میں نے خوب خوب

پابندی کی کیونکہ اچھی اور حلال غذا سے بچے کی طبیعت اور اخلاق اچھے ہوتے ہیں اور حرام غذا سے طبیعت فاسد اور اخلاق رذیلہ والا بچہ پیدا ہوتا ہے۔

یہ شہزادہ 9 ماہ میرے پیٹ میں رہا اس دوران ایک لقمہ بھی میرے پیٹ میں مشتبہ نہیں گیا اور اس پر بس نہیں بلکہ پیدائش کے بعد بھی میں نے مشتبہ غذا کا استعمال نہیں کیا...... کیونکہ اسی غذا سے دودھ بنتا ہے جو کہ بچے کے اخلاق پر اثر انداز ہوتا ہے پھر جب میں دودھ پلاتی تو وضو کر کے دو رکعت نفل پڑھتی اس لئے میں نے تمہاری فوج کی اطلاع کو غلط کہا اور جھٹلا دیا مگر اپنے قول پر پکی رہی...... حرام اور مشتبہ خوراک سے اخلاق رذیلہ والا بچہ پیدا ہوتا ہے میں نے حلال غذا کھا کر پیدائش سے قبل ہی شہزادے کی پرورش پاک انداز میں کی شہید ہونا اچھا خلق ہے جہاد سے پشت پھیر کر بھاگنا...... دشمن سے خائف ہونا برا خلق ہے تو میں نے سوچا میرا شہزادہ شہید تو ہو سکتا ہے مگر پشت پھیر کر بھاگ نہیں سکتا۔

آج کی مائیں سوچیں

آج کے ماحول معاشرہ میں رہنے والی مسلمان مائیں اس واقعہ کو پڑھیں اور اپنی حالت اور اپنی اولاد کی تربیت پر نظر ڈالیں کہ کیا انہوں نے اپنی اسلامی ذمہ داریوں کو نبھایا ہے یا نبھانے کی ادنیٰ سی بھی کوشش کی ہے؟

اگر کی ہے تو پھر کیا وجہ ہے مسلمان گھروں کی اکثریت ایسی ہے جہاں پر کوئی مجاہد، کوئی ولی، کوئی بہادر، حافظ، قاری، عالم، نمازی، غازی پیدا نہیں ہوتے۔

کیا کوئی ماں آج اپنے شہزادے اپنے لخت جگر کے متعلق اتنے پر اعتماد لہجہ میں اس کے اخلاق، کردار کے متعلق ایسی بات کر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں، مگر کیوں، اسلئے کہ مائیں خود اپنے اخلاق اعمال میں اتنی کمزور ہو چکی ہیں کہ شکل وصورت، گفتگو، چال ڈھال، لباس، آرائش زیبائش کے وہ انداز اپنا لئے ہیں کہ جن کو دیکھ کر یہودی بھی شرمسار ہیں، مشتبہ اور حرام غذا سے اور برے افعال سے بچنا تو در کنار اس پر فخر وناز مسلمان ماؤں کا وطیرہ بن چکا ہے جب تک اللہ

اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کو پس پشت ڈال کر اسے دقیانوسی، تنگ نظری اور رجعت پسندی کا توہین آمیز لیبل لگا کر ردنہ کر دیں اس وقت تک ان کو سکون نہیں ملتا۔

خاص کر امیر طبقہ جو محض زندگی کے انجوائے کے بہانے تمام اسلامی احکامات اور شرعی رسومات کو یکسر نظر انداز کرنا اپنے لئے جدت پسندی اور قابلِ فخر سمجھتا ہے......وہ مائیں سمجھتی ہیں کہ ہم اپنے بچوں کو ممی، ڈیڈی کہنا دسکھادیں، ان کو ٹی وی کے آگے بٹھا کر اداکار، فنکار، موسیقار بنا سکھادیں، پینٹ شرٹ پہنا کر غیر مسلموں کی طرح ہپی (Hippy) شکل بنا کر کھڑے ہو کر پیشاب کرنا اور کھڑے ہو کر کھانا سکھادیں، اور بچیوں کو چست نیم برہنہ لباس پہنا کر سر سے دوپٹہ اتار کر گردن یا کمر میں ڈالوا کر پارکوں، کلبوں، بازاروں میں گندی پرہوس نگاہوں کا نظارہ بنادیں تو یہی ہماری اولاد کی بہترین تربیت کا معیار ہے

لیکن یاد رکھیں میری مسلمان ماؤ یہ اولاد آپ کے لئے، دیگر مسلمانوں کے لئے، ماحول معاشرہ کے لئے دنیاوی اور اخروی دونوں اعتبار سے رحمت وسکون کا سبب نہیں بلکہ قدم قدم زحمت ہی ہے۔

ایک طرف وہ بچہ اداکار، فنکار، موسیقار، بگڑ جہاں خود اس غیر شرعی فعل کا مرتکب ہورہا ہے...... وہاں پر ہزاروں مسلمانوں کو ایک عظیم گناہ میں گرفتار ہونے کی دعوت دے رہا ہے، اور اسی طرح مسلمان بیٹیاں بے پردہ ہو کر خود بھی اور دوسروں کو بھی مسلسل گناہ میں مبتلا رکھنے کا سبب بنتی ہیں اور اسٹیج ڈراموں میں جا کر فلموں میں جا کر بازاروں میں گھوم کر اپنے جسم کی نمائش کروا کر غضب اور قہر خداوندی کو دعوت دیتی ہیں اور اس کا سارا وبال ماں باپ کے سر پر پڑتا ہے۔ کچھ بچے تو ان مذکورہ برائیوں میں خود پھنس جاتے ہیں اور کچھ بچے ان جیسا بننے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں...... نتیجتاً ان برائیوں کے اثرات دنیا میں رہتے ہوئے جو معاشرے پر پڑتے ہیں وہ سب کے سامنے ہیں ہر طرف بے حیائی، بے شرمی، قتل وغارت، چوری، زنا، اغوا، زلزلے، مہنگائی، بیماریاں یہ سب اسلام سے دوری اور اولاد کی بری تربیت کا وبال ہے۔

Scanned with CamScanner

جسے قرآن پاک نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ "ومن اعرض ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا(پ16 طہ)اور اس کی بڑی وجہ ماں باپ ہیں جن کی طرف سے اولاد کی صحیح اسلامی تربیت نہ کرنااور خاص کر ماں چونکہ بچے کے لئے نمونہ ہے اور ماں ہی کی گود کو بچے کی تربیت گاہ قرار دیا گیا ہے،اب اگر ماں بچے کی اچھی تربیت کرے تو وہ اولاد ماں باپ کیلئے بھی اور دوسروں کیلئے بھی رحمت وراحت بنتی ہے۔

لیکن المیہ ایک طرف تو یہ ہے کہ وہ مسلمان مائیں جو آزاد خیال ہیں اور مغربی تہذیب سے متاثر ہیں ان کو جب اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے تو وہ اسلامی تربیت اور نظریہ وفکر کی طرف اپنی اولاد کو لانے کو اپنی ہتک سمجھتی ہیں کہ میرا بیٹا ملاں بنے، حافظ بنے، مجاہد بنے، بلکہ ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ میرا بچہ بابو بنے، اپٹوڈیٹ(Upto Date) بنے، لیکن جب یہی اولاد تھوڑی بڑی ہو کر اسی ماں کو جوتے دکھاتی ہے، دانداں شکن جواب دیتی ہے، بات نہیں مانتی اور نافرمان بن جاتی ہے تو پھر اسی اولاد کی نافرمانی کا شکوہ لئے مولوی صاحبان کے پاس جاتی ہیں کہ مولوی کوئی تعویز دے دیں میرا بچہ ضدی ہے کوئی بات ہی نہیں مانتا بڑا نافرمان ہے لیکن میری مائیں یہ کیوں نہیں سوچتیں جب شادی ہوئی تھی اس وقت سے اب تک تم نے بھی تو قدم قدم پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی تمام رسومات درواجات غیروں کی اپنا کر لباس، غذا غیر شرعی استعمال کر کے یہ توقع کیوں رکھتی ہیں کہ اولاد ولی پیدا ہو، جنید بغدادی، شیخ عبدالقادر جیلانی جیسی پیدا ہو۔

مذکورہ بالا واقعہ میں امیر دوست محمد کی بیگم کا اعتماد اپنے بیٹے شہزادے کے متعلق ویسے ہی نہیں بن گیا تھا جس نے شکست کی خبر کو سو فیصد غلط قرار دیدیا تھا بلکہ اس نے اپنے بیٹے کی تربیت کی خاطر پہلے اپنے آپ کو بدلا اپنے آپ پر محنت کی اور اپنے پیٹ میں 9 ماہ تک مشتبہ غذا کا لقمہ تک نہیں جانے دیا، تاکہ اس کا برا اثر بچے پر نہ پڑے۔

حدیث طیبہ میں حضور ﷺ کا فرمان مبارک موجود ہے کہ جو چیز مشتبہ ہے اسکو چھوڑ کر وہ چیز اختیار کرو جو مشتبہ نہیں، حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی لیکن ان کے درمیان

Scanned with CamScanner

مشتبہ چیزیں (بھی) ہیں پس جو شخص مشتبہ گناہوں کو چھوڑ دیگا وہ کھلے گناہوں (واضح گناہ جن کا پتہ ہے کہ یہ فعل واقعی گناہ ہے) کا سب سے زیادہ چھوڑنے والا ہوگا اور جو شخص مشتبہ گناہوں کا مرتکب ہوگا بہت ممکن ہے کہ وہ کھلے گناہوں کا مرتکب ہو جائے۔

صحابیاتؓ اس حدیث پر اس اہتمام سے عمل پیرا تھیں کہ حرام کا ان کے قریب سے گزرنے کا تصور بھی محال تھا وہ مشتبہ سے بھی اتنے اہتمام کے ساتھ اجتناب کرتی تھیں کہ ایک صحابیہؓ نے اپنی والدہ کو ایک لونڈی صدقہ میں دی کچھ عرصہ بعد اس کی والدہ فوت ہوگئی اب اس لونڈی کی حالت مشتبہ ہوگئی کیونکہ ایک طرف مسئلہ ہے کہ صدقہ کا مال واپس نہیں لینا۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ماں کی وراثت کی بیٹی حق دار ہے لہٰذا اس صحابیہؓ نے صرف ایک دم اپنے آپ کو ترکہ کا حق دار نہیں بنایا بلکہ حضور ﷺ سے وضاحت طلب کی آپ ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ کا ثواب تمہیں مل چکا ہے اب یہ ترکہ ہے اس کی تم حق دار ہو لے سکتی ہو۔

اسی طرح حضرت اسماءؓ کی والدہ قتیلہ جو کافرہ تھیں حضرت صدیق اکبرؓ نے ان کو طلاق دے دی تھی زمانہ جاہلیت میں وہ حضرت اسماءؓ اپنی بیٹی سے ملنے کے لئے آئی اور کچھ تحائف لائی جن کو حضرت اسماءؓ نے لینے سے انکار کر دیا کہ یہ کافرماں کے تحائف ہیں نہ معلوم جائز ہیں میرے لئے کہ نہیں پھر حضور ﷺ نے اجازت دی تو حضرت اسماءؓ نے وصول کر لئے۔

کیا آج کی مسلمان مائیں یہ انداز نہیں اپنا سکتیں ان کو اپنے اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات اچھے نہیں لگتے؟

ذرا سا غور کریں ہم نماز نہیں پڑھتیں تلاوت قرآن سے دور رہتی ہیں، لباس غیر شرعی پہنتی ہیں، غذا میں حلال حرام کا خیال کئے بغیر سب کچھ ہڑپ کر جاتی ہیں، اکثر ناپاک رہ کر بچوں کو دودھ پلاتی اور کھانا کھلاتی ہیں، خیال تصورات میں اکثر پراگندہ غیر شرعی امور کے متعلق سوچتی ہیں، آنکھوں میں حیا نہیں سینہ میں غیرت نام کی چیز کوئی نہیں تو خود اندازہ کیجئے

کہ اولاد پر ان قباحتوں کے کتنے برے اثرات پڑتے ہیں۔

ایسی نافرمان مائیں اپنی اولاد کی نافرمانی کا شکوہ کیوں کرتی ہیں، اور یہ امید کیسے رکھتی ہیں کہ ہماری گود میں نمازی، حاجی، غازی، ولی، حافظ، مفسر، محدث، مجاہد، بہادر بچہ پیدا ہوگا...... جو تمہارا فرمانبردار بھی ہوگا تمہاری اور اسلام کی عزت و ناموس کا محافظ بھی ہوگا...... یا تمہارا بچہ پیدا ہونے والا کوئی جنید بغدادیؒ، خواجہ اجمیرؒ، بختیار کاکیؒ جیسا ولی ہوگا...... یا مولانا حسین احمد مدنیؒ، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا حق نواز جھنگوی جیسا عالم بے باک پیدا ہوگا...... بلکہ ماؤں کے جیسے کرتوت بچے ویسے ہی بھوت پیدا ہونگے، چھوٹے ہیں تو ماں باپ کے نافرمان بڑے ہو کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نافرمان، اگر بظاہر ماں باپ کا فرمانبردار بن بھی جائے تو وہ دنیاوی لحاظ سے ہے کہ اس نے کالج و یونیورسٹی میں اعلیٰ ڈگریاں حاصل کرلیں ڈاکٹر، پروفیسر، انجینئر، پائلٹ، فنکار، اداکار تو بن گیا مگر سوچنا تو یہ ہے کہ کیا وہ غازی بھی بنا ہے کہ نہیں ؟اس نے اپنے اللہ اور اپنے نبی محبوب کبریا ﷺ کے احکامات کو بھی سیکھا اور اس پر عمل کیا ہے کہ نہیں۔ دین اسلام کی اشاعت اور حفاظت کی ذمہ داریاں بھی نبھائی ہیں کہ نہیں ؟ورنہ آخرت میں تو بچہ آپ کے لئے رحمت نہیں زحمت ہی بنے گا وہ دین کے علاوہ جس بھی غلط ماحول اور سوسائٹی کا شکار ہوگا کل روز قیامت جب اسے اپنے کئے کی سزا کے لئے خدانخواستہ جہنم واصل کیا جائے گا تو وہ اپنے ماں باپ اور بڑوں کے لئے دعا کی بجائے یہ بددعا کرے گا

ربنا اتهم ضعفين من العذاب ولعنهم لعنا كبيرا (پ ۲۲ احزاب ۶۸)

کہ اے ہمارے رب ہمیں (ماؤں) اور بڑوں نے دین سے دور رکھا وہ ہمیں نمازی، غازی، مجاہد بنانے میں عار محسوس کرتی تھیں جس کی وجہ سے ہم غلط رخ پر چل پڑے، لہٰذا ہمیں جو عذاب دیا جارہا ہے اس سے دگنا عذاب ہمارے بڑوں کو دے کیا فائدہ اس اولاد کا جو دنیا میں بھی ماں کے کام نہ آئی کہ جب اس کو بڑھا کر پال کر تو نے تیار کر دیا تو یہ شادی کر کے اپنی بیگم کا فرمانبردار اور وفادار اور خدمت گار بن گیا ماں سے منہ موڑ لیا، ماں بوڑھی ہوگئی تو اس کو

Scanned with CamScanner

الگ گھر ......یا اپنے گھر میں الگ کمرہ دیدیا کہ تو یہاں رہ اور اکیلی بولتی رہ، سوچتی رہ، تڑپتی رہ، تیرے منہ میں ملازمہ آ کر لقمہ ڈال دے گی۔ تو نے تو ساری زندگی بچپن میں اس کو اٹھا کر اپنے ہاتھوں سے ناز و نخرے سے پالا تھا اس کو ہاتھوں میں اٹھا کر پاخانہ کرواتی تھی اپنے ہاتھ سے کھانا منہ میں ڈالتی تھی...... مگر آج ماں کی غلط تربیت کا نتیجہ ہے کہ یہ جوان ہو گیا تو بوڑھی ہو گئی تیری خدمت خود کرنے کی جائے تجھے نوکروں کے حوالے کر دیا کہ وہ تجھے کھلائیں پلائیں بھی اور پیشاب پاخانہ بھی کروائیں پھر اسی بستر پر ہانپتی کانپتی مر جائیگی، اور یہی اولاد آخرت میں بھی ماں کے کام نہ آئی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار (۲۸ حشر آیت نمبر ۳)

ماؤں کے کرنے کے کام

مسلمان ماؤ! آج بھی تم عہد کر لو اللہ پاک اور حضور ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری کریں گی اپنے اعمال و کردار چال وڈھال اور لباس کو قرآن وسنت کے مطابق 'ازواج مطہرات' 'صحابیات' صالحات کی طرح بنائیں گی حلال غذا سے اپنے خون کے قطرات کو پاک کریں گی، آنکھوں میں حیاء دل میں غیرت ایمانی کے جذبات رکھیں گی...... تو پھر کوئی مشکل نہیں کہ تمہاری گود میں امیر دوست محمد خان کے بیٹے شہزادے جیسے فاتح پرورش پانے لگ جائیں اور امیر کی بیگم صاحبہ کی طرح تم بھی اعتماد کے ساتھ کہہ سکو کہ میرا بیٹا دشمن سے شکست نہیں کھا سکتا...... پھر ہر ماں کی گود میں ایسے شہزادے اور محمد بن قاسم 'صلاح الدین ایوبی' طارق بن زیاد 'ٹیپو سلطان' اسامہ بن لادن' مولانا اعظم طارق' مولانا مسعود اظہر' ملا عمر مجاہد' جیسے عالم، بہادر، فاتح غیرت مند، غیور صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلنے والے، ان جیسی صفات مقدسہ کی جھلک رکھنے والے بچے پرورش پانے لگیں۔ ہر گھر ایک مجاہد کا گھر ہو، مسلمانوں کا ہر فرد مجاہد ہو، گھروں کی چھتوں پر سے ڈش اور ٹی وی انٹینے اتر جائیں اور علم جہاد بلند ہوں۔

Scanned with CamScanner

پھر کوئی کافر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنی ظالمانہ کاروائیوں کا آغاز نہ کر سکے گا

پھر کوئی کافر اپنے ناپاک منصوبوں کو پائیہ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب نہ ہو سکے گا۔

قادیانی حضور ﷺ کی مبارک ناموس پر اور شیعہ جیسے لعین ناموس صحابہ کرامؓ پر انگشت برداری نہ کر سکیں گے...... کوئی حضرت عائشہ صدیقہؓ کو گالی نہ بکے گا۔

کوئی یہودی عیسائی ہندو افغانستان کے...... ، فلسطین کے...... اور کشمیر کے مسلمانوں پر شب خون مارنے کی جسارت نہ کر سکے گا۔

ہمارے ہی خون پسینے کی کمائی سے اسلحہ خرید کر ہمارے مسلمان مجاہدین، بھائیوں، بیٹوں کے سینوں میں اتار نہ سکیں گے۔

پھر کسی طرف مسلمان بہن، بیٹی کی عزت عصمت لوٹنے کی خبریں نہ آئیں گی۔

پھر بیت اللہ شریف کی طرح بیت المقدس بھی مسلمانوں کیلئے پر سکون عبادت گاہ بن جائے گا۔

خود اپنے معاشرے میں بھی اچھے اثرات مرتب ہوں اور کسی طرف سے ناحق قتل، چوری، زنا، ماں بہن بیٹی کی عزتیں لٹنے کی اطلاع نہ آئیں گی...... نہ چکلے ہوں...... نہ سینما گھر...... نہ تھیٹر...... نہ ٹی وی...... نہ وی سی آر...... نہ کیبل کی لعنت...... نہ ڈش کی قباحت۔ نہ ہی شریف برادران اور مشرف جیسے حکمران ہمارے سروں پر مسلط ہوں۔

آج سے ہر ماں یہ عہد کرے کہ میں نے اپنے بچے کو نیک بنانا ہے یہ دل میں تڑپ پیدا کرے کہ میرا بچہ نمازی، غازی، مجاہد بنے گا تو ہمارے معاشرے میں اور پورے عالم اسلام میں بہت ساری تبدیلیاں رونما ہو سکتی ہیں برائیوں کی شرح میں کافی حد تک قلت (کمی) آسکتی ہے جب ہر ماں اپنے بچے پر خاصی نظر رکھے گی اور اسلامی اصولوں پر اسکی تربیت کرے گی تو معاشرے میں اسکے یقیناً اچھے اثرات ہونگے۔

Scanned with CamScanner

ہم یہاں اس وقت کوٹ لکھپت جیل میں دین کی نسبت سے تحفظ ناموس صحابہؓ کے جرم میں 36 ساتھی اسیر ہیں...... جبکہ پوری جیل کی تعداد اسوقت دیگر اسیران سمیت کل 3600 (سو) ہے اب اسی سے اندازہ کرلیں کہ چھتیس سو میں سے مجاہدین فی سبیل اللہ صرف 36 ہیں اور باقی چھتیس سو افراد جرائم پیشہ ہیں...... جو کہ چوری، زنا، اغواء، عصمت فروشی، عزتیں لوٹنے والے مختلف گناہوں کے مرتکب افراد کی تعداد ہے۔

اگر ان کی مائیں ان کی اچھی تربیت کرتیں تو یقیناً دین کی خاطر جیلوں میں جانے والوں کی تعداد اسکے برعکس ہوتی اور جرائم پیشہ صرف چھتیس ہوتے...... یا یہ بھی نہ ہوتے یہاں ہمیں ایسے ایسے خوبصورت جوانوں سے واسطہ بھی پڑا ہے جو اپنی سگی بہن یا بیٹی یا ماں سے زنا کر کے جیل پہنچے اور انہیں اپنے کیے پر ندامت تک نہیں...... اور اس سے بڑھ کر المیہ یہ کہ ایسے مسلمان بیٹے جو شکل وصورت، لباس و خوراک میں کسی سے پیچھے نہیں مگر انہیں کلمہ طیبہ تک نہیں آتا ہیں وہ مسلمان۔

جب ہم پوچھتے ہیں کہ ایسا کیوں ہے تو جواب ملتا ہے کہ ہمیں ہمارے والدین اور بڑوں نے سکھایا ہی نہیں "یا اسفی" ہائے افسوس...... ہائے افسوس۔

یہ بھی قابلِ غور امر ہے کہ اسلام اور قرآن صحابہ کرامؓ کی ناموس وعزت کے تحفظ کیلئے جیل میں غیرت مند مجاہدین کی تعداد صرف چھتیس ہے جو اسلام کی غیرت کی خاطر قربانی دے رہے ہیں...... جبکہ دوسری طرف دولت، عورت، جائیداد، اقتدار، لڑکی، عشق وغیرہ کی قربانی دینے والے مسلمانوں کی تعداد (جیل میں) چھتیس سو ہے اپنے ایمان اور مسلمانی حیثیت کا خود اندازہ کرلیجئے۔

ہر مسلمان ماں سے درخواست ہے کہ خدارا غیروں کی تہذیب وانداز کو چھوڑ کر اپنے آقا ﷺ کے احکامات کے مطابق اپنے بچوں کی تربیت کریں خاص کر بندہ ملتمس ہے ان ماؤں سے جن کا تعلق میری جماعت سپاہ صحابہؓ سے ہے کہ وہ اللہ کا شکر ادا کریں کہ انکا تعلق ایک مذہبی جماعت سے ہے...... لہٰذا وہ اپنے بچوں کی تربیت میں مکمل طور پر صحابیاتؓ والا انداز

Scanned with CamScanner

اپنانے کی کوشش کریں۔

حضرت عائشہؓ، حضرت بی بی عفراء انصاریہؓ، حضرت خنساؓ جیسی ماؤں کی مثالیں بہترین ہمارے لئے مشعل راہ ہیں...... تاکہ سپاہ صحابہؓ والوں کے گھرانے دوسرے مسلمانوں کیلئے زندہ مثال بن سکیں...... اللہ پاک میری تمام اسلامی ماؤں کو سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق دیں۔ (آمین) نوٹ: ہر مسلمان ماں کو اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرنے کیلئے "مثالی ماں" نامی کتاب کا مطالعہ کرنا ضروری ہے مولف مولانا محمد حنیف عبدالمجید حفظہ اللہ ہیں

ماں

ماں نے ٹی وی دکھا کے میری غیرت ختم کردی

کیسے بہنوں کی عزتیں بچاؤں کیسے ظالموں سے انکو چھڑاؤں

ماں نے ٹی وی دکھا کے میری غیرت ختم کردی

کیوں مجھ کو سکول پڑھایا — انگریزوں کا علم سکھایا

مجھے عزتیں بچانے کا ڈھنگ نہ — کیا پتہ کیوں میں دنیا میں آئی

کھویا وقت کہاں سے میں لاؤں — کیسے بہنوں کی عزتیں بچاؤں

ماں نے ٹی وی دکھا کے میری غیرت ختم کردی

ہر گھر میں ہیں کنجروں کے گانے — انجام خدا جانے

ہر گھر میں ہے جوانی کی مستی — سب بن گئے ہیں انجانے

کیسے گھر کو میں اچھا بناؤں — ان بزرگوں کو کیا سمجھاؤں

ماں نے ٹی وی دکھا کے میری غیرت ختم کردی

یہ ٹی وی نے انکو دیئے ہیں — جو بہنوں کے فیشن کیلئے ہیں

کیوں اڑ گئے انچل سروں سے — کیوں پانچے اونچے کئے ہیں

اکٹھے دیکھے ہیں ہم نے ڈرامے — اماں بیٹھ کے تیرے سرہانے

Scanned with CamScanner

وہ مائیں

وہ مائیں پیدا کرتی تھیں نمازی
وہی تلوار کے میدان کے غازی

وہ مائیں جبکہ لیتی تھیں بلائیں
یوں بیٹے کو کرتی تھیں دعائیں

عبادت میں کٹے بیٹا جوانی
شہادت میں ختم ہو زندگانی

وہ مائیں گھر کی دیواروں کی زینت
نہ یہ مائیں کہ بازاروں کی زینت

وہ مائیں مسجد میں بھی نہ جائیں
نہ یہ مائیں کہ پوجیں خانقاہیں

وہ مائیں جن کا دل آہن جگر شیر
نہ یہ مائیں کہ بجتی ہیں ننگے سیر

بھلا وہ بچے مسجد کو کیوں جائیں
جنکی ہوں ایسی نامعقول مائیں

کھیلنا لازم تھا جنکو ننگی شمشیروں کیساتھ
وہ کلب میں ناچتے ہیں اپنی ہمشیروں کے ساتھ

☆☆☆☆☆

امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گستاخہ کا انجام

رسول نگر ضلع گوجرانوالہ میں خواتین کی مجلس ہوئی شیعہ مستورات نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا (معاذ اللہ) پتلا جلایا اسکی توہین کی، اگلے دن اِسی جگہ پر مردوں کی مجلس ہو رہی تھی اور پتلا کی توہین کرنے والی رضیہ نامی عورت بھی چھت پر بیٹھ کر مجلس سُن رہی تھی کہ چھت گر گئی اور رضیہ سمیت آٹھ عورتیں دب کر مر گئیں۔ اور جب جنازہ اٹھا دو مرتبہ رضیہ ملعونہ کی چارپائی ٹوٹ گئی یہ تو دنیا کا عذاب ہے آخرت میں جو ہونا ہے وہ اس سے زیادہ شدید ہے۔

(بحوالہ ہفت روزہ خدام الدین 18 جون 1982ء)

اسلامی قلعوں میں امریکی فوج داخل ہوگئی

گلا گھونٹ دیا ہے اہل مدرسہ نے تیرا
کہاں سے آئے صدا لا الہ الا اللہ
شکایت ہے مجھے یارب خداوندان مکتب سے
کہہ دیتے ہیں سبق شاہین بچوں کو خاک بازی کا

"میری خواہش ہے کہ دارالعلوم کا ہر تعلیم یافتہ انگریز کے محل میں شگاف کردے اور اس مدرسہ کا ہر فیض یافتہ سامراج کے لئے زہر قاتل ہو...... انگریز کے خلاف بغاوت کے جرم میں خواہ دارالعلوم کی اینٹ سے اینٹ بج جائے جنگ بہر حال جاری رہے گی"

یہ تھے الفاظ بانئ دارالعلوم دیوبند، حجتہ الاسلام، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ کے کہ جنہوں نے 1857ء کی لڑائی میں علماء کرام اور نوجوان فوجیوں کا طاقتور دستہ جذبۂ جہاد سے سرشار کر کے انگریز کے خلاف عملی میدان میں اتارا تھا۔

اسی اسلام کے عظیم فلاسفر نے مسلمانوں میں ملی غیرت تعلیم و تعلم جذبۂ جہاد کو زندہ رکھنے کے لئے حضور ﷺ کی رکھی ہوئی بنیاد کو مدرسہ دارالعلوم دیوبند کی صورت میں قائم کیا...... پھر جو ایک عظیم الشان اسلامی یونیورسٹی کی صورت میں معرض وجود میں آئی جس کے مقاصد مشعل اسلام کو فروزاں رکھنا...... دفاع اسلام اور ظلم کا خاتمہ...... علماء کرام کو پیدا کر کے قرآن پاک کی اشاعت کو...... اور نظام اسلام کو دنیا بھر میں قائم کرنا...... علماء اور عام مسلمانوں میں استقامت واستقلال کی روح کو پیدا کرنا تھا۔

چنانچہ مسلمانوں نے اس مادر علمی سے ہر شعبہ ہائے زندگی میں جو فیض حاصل کیا اور کر رہے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں...... اس ادارہ کی اہمیت کو دشمن بھی تسلیم کرتے ہیں پھر

Scanned with CamScanner

اسی دارالعلوم کے فیض یافتہ دنیا بھر میں پھیلے اور رفتہ رفتہ دنیا بھر میں لاکھوں ایسے مدارس دینیہ کا قیام عمل میں آیا کہ پوری دنیا میں مسلمانوں میں عقابی روح بیدار ہو گئی...... صحابہ کرامؓ والا جذبہ ایک بار پھر مسلمانوں میں ابھرا اور سارے عالم میں اشاعتِ اسلام اور تنفیذ اسلام کا کام زور و شور سے جاری ہو گیا...... ان مدارس کی افادیت اتنی بڑھ گئی کہ کفار نے ان مدارس کو اپنے خلاف سنگین ہتھیار سمجھتے ہوئے مختلف حربوں سے ان کو ختم کرنے کی کوششیں شروع کر دیں جبکہ علماء کرام نے مدارس کے تحفظ کے لئے ہر دور میں ایسی ہر سازش کو ناکام بنایا جو ان اداروں کو ختم کرنے کے لئے تیار کی گئی اور اگر کسی موقع پر علما کرام نے خاموشی...... روپوشی...... گوشہ نشینی...... مصلحت پسندی کو اپنایا تو اس کا نقصان بھی بلخ و بخارا میں ایک ہزار مدارس کو قحبہ خانوں، سینما گھروں میں بدلتے ہوئے دیکھا۔

یہ دینی مدارس اشاعت اسلام کے ساتھ ساتھ دفاع اسلام تحفظ اسلام کی بھی اہم ذمہ داری ہر دور میں نبھاتے رہے ہیں...... ان مدارس سے فارغ التحصیل علماء کرام نے ہر دور میں دین اسلام کے خلاف مجموعی طور پر یا انفرادی طور پر جتنے بھی فتنے اٹھے ان کی خوب سرکوبی کر کے ان کے خطرناک عزائم کو خاک میں ملایا اور ہر میدان میں دشمنان اسلام اور کفار کا ڈٹ کر مقابلہ و مقاتلہ کیا (اسی بنیاد پر حضرات اکابر نے ان مدارس کو اسلام کے قلعے قرار دیا کہ ان میں تیار ہونے والی علماء کرام و طلباء عظام کی فوج جہاں اشاعت اسلام کا کام سر انجام دے رہی ہے وہاں تحفظ اسلام کے لئے بھی ان کا وجود انتہائی ضروری ہے)

ان مدارس کی تعلیم و تربیت نے بیک وقت ایک طالب علم کو جہاں حافظ ' قاری ' عالم ' مفتی بنایا وہاں مدرس ' مجاہد ' غازی بھی بنایا...... جہاں وہ ایک طرف علم کا بحر بے کنار بنے وہاں میدان کے غازی اور شہسوار بھی بنے...... ایک طرف ان کے قلم نے علم و تحقیق اور زبان نے تقاریر و تبلیغ کر کے دنیائے انسانیت کو انسان کامل بننے کا سبق دیا...... تو دوسری طرف انسانیت کے دشمن ابلیس کے پیروکاروں کو ان کی تلواروں نے فریضۂ جہاد ادا کرتے ہوئے ایسا زخم لگایا کہ تمہائے باطلہ کتے کی موت مرتے ہوئے نظر آئے۔

ان کے قول و فعل میں تضاد نہ تھا

اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ ان کے قول و فعل میں تضاد نہ تھا، وہ جو کچھ قرآن و حدیث میں پڑھتے پڑھاتے تھے اس پر نفذ عمل کرنا جانتے تھے اور عمل کرتے تھے۔

دین کے مختلف شعبہ جات ہیں جس قسم کے آدمی کی ضرورت ہوتی یہ مدارس اسی نہج پر افراد تیار کر کے مہیا کرتے رہتے تدریس...... تصنیف...... تبلیغ...... وعظ و نصیحت کیلئے امام...... خطیب ان سارے شعبوں میں جہاں جس وقت ضرورت ہوتی ان مدارس سے لائق فائق مدرس، مصنف، مبلغ، خطیب، امام میسر ہوتے اور حضرات اکابر ان کی ڈیوٹیاں لگاتے...... اور جب دین اسلام کو دشمنان اسلام کی طرف سے خطرہ ہوتا تو اس کے لئے مجاہد بھی یہی مدارس مہیا کرتے تھے...... چنانچہ آپ ماضی پر نظر دوڑائیں تو آپ کو کفار کے مقابلہ میں لڑنے والے بہادر...... شجاع...... جرأت واستقامت کے پہاڑ انہیں مدارس کے تربیت یافتہ اور فیض یافتہ ملیں گے...... ماضی قریب پر نظر کریں تو شاملی کے میدان سے بالاکوٹ کی وادیوں تک......اور افغانستان میں طالبان کی اسلامی حکومت تک...... فلسطین چیچنیا سمیت اس وقت بھی جہاں میدانِ جہاد گرم ہے اس میں ان مدارس ہی کے تربیت یافتہ افراد اپنے کارنامہ ہائے مجاہدانہ سرانجام دے رہے ہیں۔

انگریز اور دیگر کفار نے ان دینی مدارس کو اپنے کفریہ اور ناپاک عقائد و نظریات کے پھیلانے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تسلیم کیا اور مستقبل میں طالبان کی صورتحال کو دیکھ کر ان مدارس کو اپنی موت کا سبب قرار دیا وہ ایٹمی پلانٹ میں تیار ہونے والے ایٹم بم کو اتنا خطرناک نہیں سمجھتے جتنا مدرسہ میں پڑھنے والے ایک طالب علم کو وہ خطرناک سمجھنے لگے چنانچہ ان مدارس کو ختم کرنے کے لئے ہر دور میں کفار اور دشمنان اسلام کی طرف سے سازشیں ہوتی رہیں مگر حضرات اکابر نے بڑی جرأت مندی کے ساتھ ان اسلام کے قلعوں کا تحفظ کیا طلباء کرام کی نظریاتی تربیت اتنی مضبوط تھی کہ وہ خود بھی کسی فتنے کو مدارس کے

خلاف اکبر نے نہیں دیتے تھے۔

لیکن جب سے قول فعل میں تضاد شروع ہوا دینی حمیت وجرأت کی جگہ مصلحت پسندی اور بے حسی نے لے لی..... مجاہدانہ کاوشوں کی جگہ عافیت کوشی نے لے لی..... میدان چھوڑ کر علماء گوشہ نشین ہونا شروع ہوگئے..... مجاہدین کی حوصلہ افزائی اور سرپرستی کی بجائے حوصلہ شکنی اور لاتعلقی کا اظہار کرنا شروع کر دیا مزاج اور مفاد کے فتوے دینا روایت بن گئی۔

یا ایھاالنبی جاھد الکفار و المنافقین و اغلظ علیھم ” واعدوا لھم مااستطعتم من قوۃ و من رباط الخیل ترھبون به عدو اللہ وعدو کم یا ایھاالنبی حرض المؤمنین علی القتال ” کتب علیکم القتال ‘فقاتلوا اولیاء الشیطان ” و قاتلو ھم حتی لاتکون فتنه ”

فاضر بوافوق الاعناق واضربومنھم کل بنان ” فقاتلو آئمة الکفر ” اور ان جیسی دیگر کفار کے خلاف سخت گیر فکر و سوچ پیدا کرنے والی آیات کو پڑھا کر اور ان پر لمبے چوڑے لیکچر زدے کر عمل کے وقت صرف اور صرف

فقولاله قولا لینا لعله یتذکراو یخشیٰ ” ادعاالی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة ” تک کی چند آیات تک محدود رہ جانے لگے

بدر واحد مجاہدانہ کارناموں کی تفصیلات وتفاسیر پڑھا کر عملی میدان میں صرف صلح حدیبیہ اور میثاق مدینہ پر عمل کرنے کا درس دینے لگے۔

قرآن وسنت نے باہمی اتفاق واتحاد کا سبق دیا ہے اس کو سمجھا پڑھا کر خود باہمی شدت کا اختلاف کرنا شعار بنالیا اپنوں سے نفرت اور کفار سے محبت و تعلق عام کرنا شروع کر دیا۔

مسلم مسیح اتحاد کے نام سے ایک تنظیم قائم ہے جس کے سرپرست اہل سنت کی نمائندہ تنظیم کے ذمہ دار ہیں اور پیر ابراہیم عیسائیوں کی طرف سے جانس مائیکل ‘جوزف کوٹس ‘بشپ جاوید البرٹ وغیرہ عہدیدار شامل ہیں اسرائیل روابط میں لاہور کے ایک مولوی کا کردار سب کے سامنے ہے شیعوں کے ساتھ مجلس عمل کا اتحاد موجودہ

انتخابی سیاست میں اور شیرانی کا کمیٹی کے استعمال شدہ جبے پہننا مسلمانوں کی شفاف تاریخ پر بد نما داغ ہے۔ (جیسا کہ آج کل عیسائیوں اور یہودیوں اور شیعوں سے ہمارے علماء کا اتحاد ہے)

بوریا نشین انار کے درخت کے سایہ تلے بیٹھ کر پڑھانے والے لالٹین اور چاند کی روشنی میں بیٹھ کر پڑھنے والے آج سیمنٹ کی پختہ چھتوں تلے...... اے سی (AC) کمروں...... زرق برق قمقموں اور آرام دہ قالینوں اور بستروں پر بیٹھ کر پڑھنے پڑھانے والوں کے مزاج میں کافی تبدیلی واقع ہو گئی ہے۔

نتیجتاً کفار نے ان دینی مدارس کے خلاف اپنا پروپیگنڈہ اور سازشیں بھی تیز کر دیں وہ جو کل صرف نام سنتے تو ان کے دل سینوں میں کانپ اٹھتے تھے...... آج وہ بے دھڑک علماء کرام کے خلاف ہر نقصان دہ قدم اٹھانے میں آزاد ہو چکے ہیں وہ محسوس کر چکے ہیں کہ ان مدارس میں حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا محمود حسنؒ، حضرت مولانا انور شاہ کاشمیریؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا حسین احمد مدنی ؒ، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت مولانا حق نواز جھنگویؒ، حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ کے نام تو باقی ہیں مگر ان کا کردار اور روح باقی نہیں رہی۔

چنانچہ جو کام دشمن اسلام (انگریز) صدیوں سے نہ کر سکا وہ کام آج صرف ایک شخص (مشرف) کا سہارا لے کر لمحوں میں کر لیا۔

پہلی حکومتیں سرسری طور پر دینی مدارس کو غیروں کے اشاروں پر کنٹرول کرنے کی بات کرتی تھیں مگر اس موجودہ حکومت نے پہلے طالبان حکومت کا صفایا کروایا پھر مدارس کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے 12 جنوری 2002ء کی تقریر میں پوری قوم سے خطاب کرتے ہوئے انگریزوں کے کاسہ لیس مشرف نے دینی مدارس کے نصاب کو تبدیل کرنے کی طرف اشارہ دیا...... اور مدارس کی رجسٹریشن نئے سرے سے کروانے کی بات کی...... غیر ملکی طلبہ کو ملک سے نکالنے کا عندیہ دیا۔

Scanned with CamScanner

اور ان مدارس کو مکمل حکومتی تحویل میں لینے کا عزم ظاہر کیا جس کا مقصد کفریہ طاقتوں کی طرف سے اس خدشہ کو ختم کرنا تھا کہ دینی مدارس میں جہاد اور انتہا پسندی کی تعلیم دی جاتی ہے جو کہ کفار کو پھولنے پھلنے نہیں دیتی...... اور اس کام کو سرانجام دینے کے لئے حکومت نے بے روزگاری کا بہانہ کیا کہ ہم جو نظامِ تعلیم دے رہے ہیں اس میں تنخواہیں بھی دی جائینگی مدارس کے دیگر اخراجات بھی پورے کرینگے (اس بات کا جواب بے شک اپنی جگہ پر حکومت کے پاس نہیں کہ وہ ابھی تک کالجوں اسکولوں کی تعلیم کا نہ معیار درست کر سکی ہے نہ ان کے وسائل کا انتظام نہ ہی ان ہزاروں بے روزگاروں کو روزگار فراہم کر سکی ہے جو ڈگریاں اٹھا کر مارے مارے پھرتے ہیں)

تاکہ دیگر علماء بھی اوقاف کی مساجد کے آئمہ مدرسین اور خطباء کی طرح ایک غلام بے دام ہو کر رہ جائیں۔

اب چاہئے تو یہ تھا کہ انگریز کی دی ہوئی چارج شیٹ پر عمل درآمد کا حکومتی اشارہ ملتے ہی زبردست قسم کا جوابی احتجاج ہوتا اور ابتداء ہی سے ایسے اقدام کیئے جاتے کہ حکومت اور اس کے آقا امریکہ کو پتہ لگ جاتا کہ ابھی ان مدارس میں قوت ایمانی' جذبۂ غیریت و حمیت موجود ہے یہ آج بھی اپنی طرف اٹھنے والی آنکھ کو پھوڑنا...... اپنی طرف بڑھنے والی ٹانگوں کو توڑنا اور بڑھنے والے قدموں کو روکنا جانتے ہیں۔

مگر بات صرف چند دھمکی آمیز اخباری بیانوں اور اجلاسوں اور معمولی قسم کے چند جلسوں کانفرنسوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہ کیا گیا الٹا ہمارے بعض بڑے مدارس والوں نے انگریز کے آلہ کار' علماء و طلبا مجاہدین کے قاتلوں ملک و ملت کے غداروں کو اپنے مدارس میں دعوتیں دینا شروع کر دیں۔

اور انہوں نے مدارس میں آکر وہ باتیں علماء کرام کے سینہ پر پاؤں رکھ کر اسلام جہاد اور قرآن و طالبان اور مجاہدین تحفظ ناموس صحابہؓ کے خلاف کیں جو کہ وہ کل تک بند کمروں میں کہتے ہوئے ڈرتے تھے جیسا کہ دارالعلوم کراچی کی تقریب میں وزیر داخلہ اور جامعہ اشرفیہ

Scanned with CamScanner

لاہور میں مشرف کی آمد کے دوران خطاب میں ہرزہ سرائیاں اس بات کا بین ثبوت ہیں اور مجاہدین کے زخمی سینوں طالبان کے کٹے ہوئے جسموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف ہیں۔

جب یہ حالت مہتممین حضرات کی نوٹ کرلی گئی تو پھر مشرف نے انگریز ملعونوں کو اشارہ دیا کہ اب تم بھی ان مدارس میں جا سکتے ہو...... چنانچہ کوئٹہ اور بلوچستان کے دیگر علاقوں میں اور سرحد میں دینی مدارس پر امریکی فوج نے چھاپے مارنے شروع کر دیئے اور اپنے ناپاک قدم ان مقدس جگہوں پر جا رکھے جہاں قال اللہ و قال الرسول ﷺ کا سبق پڑھا کر اذہان و اجسام کو پاک کیا جاتا ہے۔ پھر کراچی کے مدارس میں ایف بی آئی کے بھی چھاپے شروع ہو گئے اور جواب میں کوئی احتجاج...... کوئی ان کفار کا اور ان کے پٹھو حکمرانوں کا علاج نہ کیا گیا یعنی مدارس میں اگر اساتذہ کی طرف سے یا چند طلباء کرام کی طرف سے ان امریکی کتوں کو روکنے یا انؓ کے خلاف احتجاج کی کوشش کی گئی تو جائے ان کی حوصلہ افزائی کے ان کو مدارس سے نکال دیا گیا۔ ان کے کمروں اور صندوقوں پر لگے ہوئے یا اللہ مدد اور عظمت صحابہؓ و جہادی اسٹیکر مہتمم حضرات نے خود اپنے ہاتھوں سے اتارنے کی ناپاک جسارت کی۔

"میرا سوال یہ ہے کہ کیا اتنی بے حسی اور مصلحت پسندی ہمارے دینی مزاج اور مدارس جو اسلام کے قلعے ہیں ان کے مفاد میں کی جا رہی ہے ......یا جو الفاظ بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے شروع میں لکھے ہیں ہم اس پر عمل کر رہے ہیں......یا اس کے برعکس اپنا عمل کر کے ایک قبیح روایت کی بنیاد ڈال رہے ہیں۔ کیا یہ بات مسلم حقیقت نہیں کہ جب دشمن کی فوج قلعہ میں داخل ہو جائے تو پھر قلعہ والوں کی شکست انکا مقدر بن جاتی ہے ان کو زندہ رہنے کے لئے ہتھیار ڈالنے اور غلام بن کر رہنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہوتا۔

کیا ان مدارس کو ہم خود بھی اب انتہا پسندی سے نکال کر مصلحت پسندی کی طرف لانا چاہتے ہیں......یا ہم ان مدارس کی نسبت اصحابِ صفہ کے چبوترہ سے ہٹا کر علی گڑھ یونیورسٹی

Scanned with CamScanner

اور جامعہ الازھر قاہرہ سے جوڑنا چاہتے ہیں؟

کیا ہمارے مہتمم حضرات جن کو والدین نے اپنے بچے دیئے کہ ان میں حضرت قاسم نانوتوی، شیخ الہند، حضرت مدنی، حضرت تھانوی اور بخاری جیسی شخصیتوں کی صلاحیتیں پیدا کرکے مسلمانوں اور اسلام کے تحفظ کے لئے میدان کار زار میں بھیجو یہ ان بچوں کو ڈرپوک اور مجاہد کی جائے مجاور بنانا چاہتے ہیں۔

ہمارے مہتمم حضرات جن کو مسلمان روپیہ پیسہ صدقہ خیرات دیتے ہیں کہ ان سے جرأت مند علماء اور مجاہدین تیار کریں وہ ان سے صرف صوفی پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اگر یہ سب کچھ نہیں تو پھر مصلحت پسندی کیوں؟ خاموشی اور بے بسی کیوں؟ وہ ناپاک قدم روکنے کے لئے کوئی مشترکہ کوشش کیوں نہ کی گئی؟ آپ کے ہوتے ہوئے وہ ناپاک قدم مدارس میں آتے ہی نہ...... اگر آبھی گئے تھے تو پھر بچ کر جانے نہیں چاہئے تھے۔ اگر آپ نے صرف اس لئے خاموشی اختیار کی کہ اس میں مدارس کا نقصان ہے وہ مدارس بند کر دینگے...... تمہاری نرم مندیں اکھاڑ دی جائینگی...... خوبصورت گاڑیاں اور بنگلے ضبط کر لئے جائینگے...... تمہارے انٹرکام موبائل فون بند ہو جائینگے...... آپکو جیل میں ڈال دیا جائے گا...... ہتھکڑی بیڑی آپ کی زینت بنے گی...... تو پھر اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ مندیں، گاڑیاں، بنگلے، فون، اور تمہاری آرام طلبی اور سکون ان اسلامی قلعوں سے زیادہ اور دین سے زیادہ اہم ہیں...... اگر ایسا ہی ہے تو پھر معذرت سے عرض کروں گا کہ خدارا حضرات اکابر سے نسبت اور ان کا نام لینا چھوڑ دیں۔

حضرت قاسم نانوتوی تو یہ کہیں کہ انگریز کے خلاف بغاوت کے جرم میں خواہ دارالعلوم کی اینٹ سے اینٹ بج جائے، جنگ بہر حال جاری رہے گی۔

وہ انگریز سے نفرت میں اور جنگ میں اپنا مدرسہ تباہ کرنے کی سوچ رکھتے ہوں (جبکہ اس وقت برصغیر پاک و ہند میں صرف ایک ہی مدرسہ دارالعلوم دیوبند تھا آج جبکہ اللہ کے فضل سے ہزاروں لاکھوں مدارس قائم ہو چکے ہیں۔ از: مرتب) ہم ان انگریزوں یا ان کے

Scanned with CamScanner

پیروکاروں کو اپنے مدارس میں اپنی مسندوں پر بٹھا کر اسلام کے خلاف زہر اگلنے کے لئے ان کو زبان دیں تو یہ ہمارے لئے ڈوب مرنے کا مقام نہیں تو اور کیا ہے؟

طلباء کی فوج ظفر موج سے کام لیں

اس سارے معاملہ میں مدارس کے پرنسپل حضرات زیادہ ذمہ دار ہیں جو صرف یہ خیال کر کے کہ مدرسہ کو کچھ نہ ہو جائے اس لئے وہ کچھ کرنا نہیں چاہتے اور آپ طلباء کرام کو بھی اپنی فوج اور مدارس کا محافظ اور دفاعی سپاہی کیوں نہیں سمجھتے...... ؟ان پر صرف ہر طرح کی پابندیاں لگانا ہی آپ کا کام رہ گیا ہے ایک وقت تھا کہ مدارس کے طلباء کی ڈنڈا بردار فورس ہوا کرتی تھی مہتمم حضرات اور اساتذہ کرام ان مدارس کے مخالفین خصوصاً بدعتی فرقہ کی سرکوبی اور قادیانیوں کے علاج کے لئے استعمال کرتے تھے ہم نے خود یہ دور دیکھا کہ اٹک میں اور راولپنڈی راجہ بازار میں حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مرحوم کے حکم پر وہاں کے اساتذہ کے حکم پر ان کے آبائی گاؤں دریا خان اور مختلف علاقوں میں بدعتی اور مشرکانہ عقائد رکھنے والے حاسدین کے خلاف مناظروں اور جلسوں کے موقع پر طلباء کی بڑی تعداد بھیجی جاتی تا کہ وہ گڑبڑ کریں تو ان کا علاج بالمزاج کیا جا سکے...... ہم خود ایسے کاموں میں شریک رہے کراچی میں حضرت مفتی عبدالسمیع شہیدؒ کے حکم پر اور دیگر کئی جگہوں پر مساجد کے تحفظ اور قبضہ کے معاملہ میں مہتمم حضرات کے حکم سے طلباء کی ڈنڈا بردار فورس ابھی تک کام کرتی رہی، دارالعلوم دیوبند کی تاریخ میں ایسی متعدد مثالیں موجود ہیں۔

لیکن کیا آج ان طلباء کرام کے [1] کفار اور انگریز کے ناپاک قدم ہم نہیں رکوا سکتے۔

اگر آج آپ ان طلبا کرام کی تعلیم کے ساتھ ساتھ انہیں خطوط پر تربیت بھی کریں اور ان کی ذہن سازی بھی کریں تو حضرت قاسم نانوتویؒ کی فکر کے مطابق طلباء کرام کو ہم بھی سامراج کے خلاف زہر قاتل بنا سکتے ہیں اور طلباء میں یہ صلاحیتیں پیدا کر سکتے ہیں اور انگریز کے سازشی محلوں میں شگاف ڈالنے کی طاقت بھی رکھتے ہیں اور جو قدم انگریز یا ان کے پٹھوں

[1] ذریعہ

کا دینی مدارس کے خلاف اٹھے اس کو روکنے توڑنے کی ہمت بھی کریں تاکہ دشمنان اسلام مدارس دینیہ کے خلاف اپنی ناپاک سازشوں اور منصوبوں کو خود ہی ختم کرنے پر مجبور ہوں۔

مہتمم حضرات سے درخواست

مہتمم حضرات سے گزارش ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں دینی مدارس اسلام کے محافظ ہیں اور طلباء ان اسلامی قلعوں کے محافظ ہیں اگر آپ ان مدارس کی طرف اٹھنے والی آنکھ کو پھوڑنے اور پاؤں کو توڑنے کی کوشش نہیں کرینگے صرف اس لئے کہ آپ کے آرام وطعام میں خلل نہ پڑے...... تعلیمی نظام متاثر ہوتا ہے تو ہوتا رہے...... تو پھر یاد رکھو...... وہ دن دور نہیں کہ جب آپ کے مدارس کو تباہ کر کے بلخ وبخارا کی تاریخ دہرائی جائے اور مسلمان قوم کو یہ الفاظ دشمنان اسلام کی طرف سے پھر سننا پڑیں کہ ہم تمہارے خدا کا (معاذ اللہ) جنازہ نکالنے جا رہے ہیں۔ آخری دیدار کرلو۔

لہٰذا عافیت کوشی...... گوشہ نشینی...... مصلحت پسندی چھوڑ کر جرأت...... عزیمت...... حمیت وہمت والا انداز اپنائیں اور شیعہ کافروں کو اور سرکاری غداروں اور امریکہ کے حواریوں کو اپنے مدارس کے دورے کروانے اور اجلاسوں میں شریک کروانے سے باز رہیں یہ آپ کے دین کے اور ان مدارس کے کھلے دشمن ہیں ان پر اعتماد کی بجائے اپنے عزیز طلباء کرام اور مجاہدین عظام پر بھرپور اعتماد کرتے ہوئے اپنے رب تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کریں اور اسی کی ذات سے مدارس کے تحفظ کے لئے دعا کریں۔ تو انشاء اللہ اسی میں خیر ہوگی

ورنہ داستاں تک نہ رہے گی تمہاری داستانوں میں

طلباء کرام سے گزارش

طلباء کرام سے گزارش ہے کہ وہ اپنے اساتذہ کرام اور مہتمم حضرات کو اپنی طرف سے ہر قسم کے تعاون اور قربانی کا یقین دلائیں کہ ہم دامے، درمے، سخنے مال و جان کی قربانی دینے کے لئے ہمہ تن وقت تیار ہیں...... لہٰذا آپ آئندہ اپنے مدارس کا نظام اپنی مذہبی تعلیمی

پالیسی اور اپنے اکابر کے طرز کو سامنے رکھ کر چلائیں اور کسی بھی حکومتی آرڈر کی پرواہ نہ کریں اور نہ ہی کسی طالب علم کو کسی کے حوالہ کرنے یا مدرسہ اور ملک چھوڑنے کا کہیں اگر کوئی سختی کرتا ہے تو پھر ہم طلباء مل کر اس کا علاج کرینگے اور کوشش کریں کہ طلباء کرام تمام مدارس سے رابطہ کر کے طلباء میں تنظیم پیدا کریں کہ اگر کسی ایک مدرسہ پر چھاپہ پڑتا ہے ......یا آپ کے مہتمم حضرات اور اساتذہ میں سے کسی ایک کو بھی حکومت یا ایف بی آئی کے کارندے تنگ کرتے ہیں تو اگلے دن ملک کے تمام دینی مدارس اس پر بھرپور احتجاج کریں ......یا ایسا کوئی لائحہ عمل تیار کریں کہ جس کے نتیجہ میں دوبارہ کسی مدرسہ اور مہتمم یا طالب علم کو ہاتھ لگانے کی کوئی جسارت نہ کرے۔

یقین جانیں مدارس دینیہ کے طلباء کرام بہت بڑی فوج اور طاقت ہیں اگر مہتمم حضرات علما کرام سرپرستی فرمائیں تو دنیا کی کوئی طاقت ان کو انشاء اللہ زیر نہیں کر سکتی جس کی زندہ مثال طالبان کی صورت میں افغانستان کی سرزمین پر آج بھی موجود ہے اور اگر مہتمم حضرات اس کی اجازت نہیں دیتے تو آپ ان کو قائل کریں اور خود یہ ذمہ داری اپنے ہاتھوں میں لیں۔(مگر یہ سارا کام مدارس کے اصول و ضوابط اور حضرات اساتذہ کے احترام کا خیال رکھتے ہوئے کریں مقصد آپ کو باغی بنانا نہیں بلکہ بہادر بنانا ہے) اسلامی قلعوں میں فوج داخل ہو گئی ہے اور تم خواب غفلت میں سوتے رہے پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی

؎ ہم نے چراغ جلا کے سرِ عام رکھ دیا ہے
اب جس کا جی چاہے لے اس سے روشنی

☆☆☆☆☆

مدارس کے متعلق اکابر کا طرز عمل اور ہم

غیر مسلم غیر ملکی آقاؤں کے مسلسل دباؤ کی وجہ سے حکومت پاکستان کی دینی مدارس کے خلاف مہم زور پکڑتی جارہی ہے اور آئے روز ایک نیا آرڈیننس نیا قانون نافذ کر کے مختلف پابندیاں لگانے کی کوشش کررہی ہے۔ کبھی نصاب کی تبدیلی کبھی طلباء کے کوائف کبھی رجسٹریشن کا ناقابل قبول شرائط پر مشتمل دباؤ...... غرضیکہ مختلف ہتھکنڈے استعمال کر کے حکومت دینی مدارس کو ختم یا کم از کم مفلوج کردینا چاہتی ہے تاکہ ان مدارس سے پیدا ہونے والے مجاہدین اسلام کا جذبہ جہاد اور جرات وبہادری کا عنصر ماند پڑ جائے اور دنیائے کفر آسانی کے ساتھ اسلام دشمن سرگرمیاں اور اپنی خرمستیاں جاری رکھ سکے......دوسری طرف دینی مدارس کے مہتممین حضرات اور علماء حق کا معذرت خواہانہ اور چاپلوسانہ انداز کسی بڑی تباہی کا پیش خیمہ بنتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ تعصب حسد اور افترق نے ویسے بھی دوریاں پیدا کررکھی ہیں طلباء اور اساتذہ میں نظریاتی وجذباتی فکر میں بُعد نے ان کی مضبوط طاقت کو کھوکھلا بنادیا ہے۔ اپنوں کے بجائے غیروں پر زیادہ اعتماد ہونے لگا ہے۔ بڑے مدارس والوں کے تعلقات بڑے حکمرانوں کے ساتھ ہیں۔ وہ ان کو اپنے مدارس میں مدعو کر کے اپنے مدارس کو محفوظ سمجھتے ہیں کہ جناب ہم نے تو آپ کے خیالات کے عین مطابق اپنے مدارس میں انگریزی تعلیم اور کمپیوٹر سسٹم شروع کررکھا ہے اور جہاد کی تو ہمارے ہاں بالکل ترغیب تک نہیں دی جاتی آپ بالکل بے فکر رہیں۔ اور چھوٹے مدارس والے ویسے ہی سہم گئے ہیں کہ ہمارے مدارس کو بند نہ کردیا جائے اور جب مزید کچھ دباؤ بڑھتا ہے تو ہمارے قابل احترام حضرات مہتممین نے رب العالمین سے مدد نصرت حاصل کرنے کی بجائے کائنات کے بدترین کافروں شیعوں کو ساتھ ملالیا کہ چلو ہم حکومت کو یہ بھی تاثر دے دیں کہ ہم انتہا پسند نہیں بلکہ اعتدال پسند ہیں یہ

دیکھو ہم نے صحابہؓ کے دشمنوں کو گلے سے لگایا ہوا ہے لہذا آپ اور ہم مل کر دین کا بیڑا غرق کر دینگے مگر آپ ہمیں اور ہمارے مدارس کو کچھ نہ کہیں۔ اور اس سے بھی بڑھ کر افسوس کن بات یہ ہے کہ مصدقہ اطلاع کے مطابق کراچی کے بڑے مدارس میں سے بعض نے تو باقاعدہ امریکہ کے خلاف اپنی شرافت کا ثبوت دینے کے لئے اپنے مدارس میں سرکاری ایجنسیوں کے اہلکاروں کو مدرسہ میں کمرہ بستر اور کھانا آلاٹ کرر کھا ہے کہ تم ہر وقت مدرسہ میں موجود اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مقدس مہمانوں پر نظر رکھو کہ یہ کیا کرتے ہیں اگر ان میں سے کوئی بھی امریکہ اور دیگر غیر مسلموں کے خلاف کام کرتا ہوا دکھائی دے تو اسے بلا جھجک گرفتار کرلیں۔

یہ عقل کل کے مالک سمجھتے ہیں کہ ہم اس طرح اپنے عقائد اور مدارس اور اسلام کا تحفظ کرلینگے یہ قطعی بھول ہے۔

ہماری ناقص عقل اور سابقہ تاریخ کے اوراق سے ملنے والے تجربے کے مطابق یہ سب اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مارنے کے مترادف ہے اور دشمن کے لئے بغیر کسی ہتھیار کے استعمال کے جنگ جیتنا ہے۔

ہمیں کافروں سے حکومتی آرڈروں سے ڈرنے کی بجائے اور کافروں سے معاونت لینے کی بجائے اپنے اللہ رب العالمین کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور بزدلی کو ذہنوں سے جھٹک کر اپنے اکابر والا طرز اپنا کر آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جرأت کے ساتھ مدارس کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کا مقابلہ کرنا چاہئے ......یاد رکھیں ! مدارس اینٹوں اور سیمنٹ سے بنی ہوئی عالی شان عمارتوں اور مولٹی فوم کے نرم مسندوں کا نام نہیں بلکہ مدارس آپ کے دینی عقائد و نظریات اور قرآن وسنت اور انبیاءؑ وصحابہ کرامؓ واکابر حضرات والے تم میں پائے جانے والے بے خوف جذبوں کا نام ہے کہ جس سے آپ دنیا بھر کی تمام کفریہ طاقتوں سے ٹکرانے اور ان کو نیست ونابود کرنے کی ہمت اور حوصلہ رکھتے ہیں ان جذبوں کی اگر ہم حکومتی دباؤ کے سامنے کمزوری ظاہر کردیں تو پھر پیچھے کچھ بھی نہیں رہتا سوائے اس کے کہ ہم بلخ وبخارا والی تاریخ

کے دھرائے جانے کاانتظار کریں۔
ناچیز نے چند دن پہلے بھی اسلامی قلعوں میں امریکی فوج داخل ہو گئی کے نام سے چند سطور زیب قرطاس کی تھیں (جو پچھلے مضمون میں گزر چکی ہیں 'از مرتب) مگر چونکہ ہم چھوٹے ہیں ہماری باتوں اور مشوروں کو جذباتی یا بے سود تصور کر کے نظر انداز کر دیا جاتا ہے اس لئے ان سطور میں مدارس کے متعلق اپنے اکابر کی پالیسی 'سوچ اور فکر کو پیش کرتا ہوں جو کہ ہمارے لئے بہترین معیار اور مشعل راہ ہیں اس لئے ان پر غور فرما کر مدارس دینیہ کے متعلق کوئی مضبوط لائحہ عمل اور پالیسی مرتب کریں۔

مدارس دینیہ کے قیام کا مقصد

ویسے تو دینی مدارس کا قیام دین کی اشاعت قرآن و سنت سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا اور اپنے مذہب کی تعلیم وتربیت سے مسلمانوں کی عملی پرورش کرنا ہے اور ساتھ ہی مسلمانوں کو ان کی مذہبی ملی دفاعی ذمہ داریوں سے آگاہ کر کے ان کو ایک کامل مسلمان بنانا ہے جس کا آغاز بیت اللہ شریف اور اصحاب صفہ کے جبوترے سے خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور ہر دور میں یہ سلسلہ جاری رہا اور اب تک جاری ہے یہی مقاصد دارالعلوم دیوبند کے قیام کے بھی تھے دشمنان اسلام بالخصوص انگریز فتنہ باز کے خلاف بطور خاص علما کرام کو مسلمانوں کی از سرنو تربیت کرنا پڑی تعلیمی اور نظریاتی طور پر اس لئے دارالعلوم دیوبند کے مدرسہ کا قیام سرکار دوعالم ﷺ کے خواب میں ارشاد کی تعمیل اور انگریز کی تذلیل کے لئے عمل میں لایا گیا اور یہی مقاصد اس کے بعد قائم ہونے والے مدارس دینیہ کے ہیں جو کہ اس وقت پاکستان سمیت پوری دنیا میں موجود ہیں۔ان ہی مقاصد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

☆ اسلامی حکومت کے خاتمہ پر عیسائیوں کی ہر قسم کی یلغار کا دوامی مقابلہ کرنے کے لئے دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں لایا گیا جس کا مقصد دینی علمی رہنمائی کے علاوہ ایسے مجاہدین پیدا کرنا تھا جو وقت کے مناسب حکمت عملی اختیار کر کے عیسائی حکومت کا خاتمہ

Scanned with CamScanner

کریں اور اس طرح 1857ء کے مظالم کا نہ صرف انتقام لیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان ناپاک قدموں سے اس سرزمین کو اس طرح پاک کر دیں کہ ان کی اس قدر طویل وعریض ظالمانہ حکومت سمٹ کر اپنے جزیرے میں محدود ہو جائے۔

اسی طرح قاری محمد طیب صاحب مرحوم مہتمم دارالعلوم دیوبند نے فرمایا کہ !

1857ء کے بعد مسلمانان ہند کی قومیت کی تخریب کے لئے جو سیلاب تعلیمی رنگ میں میکالے کے روپ میں اٹھا اور ان کی مذہبی تخریب کے لئے جو دھارا پادریوں کی منظم تبلیغ یا آریوں کے منظم پرچار کی صورت میں بہا اس پر بند لگانے کا کام صرف اس تعلیمی تحریک نے کیا جو حضرت نانوتوی قدس سرہ کے روپ میں نمودار ہوئی مگر یہ تعلیمی تحریک صرف ایک درسگاہ نہ تھی بلکہ اس مسجد نبوی علی صاحبھا الف الف تحیۃ السلام کا پرتو تھی جس میں بیک وقت درس وتدریس ذکر واذکار وعظ وتذکیہ اور ساتھ ہی بدر واحد کے لئے جانثاروں کی تربیت کا کام بھی ہوتا تھا۔

اس مذکورہ مضمون میں دو باتیں بطور خاص خلاصۃً سامنے آئیں نمبر 1 مدرسہ دارالعلوم دیوبند کے قیام کا مقصد عیسائی حکومت کا خاتمہ اور مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کا انتقام اور اس کام کو سرانجام دینے کے لئے مجاہدین اسلام کی تربیت۔

یہی مقاصد ہمارے موجودہ مدارس کے ہونے چاہئیں کیونکہ کفار کے جس یہودی اور عیسائی فتنہ سے اس وقت ٹکر تھی آج بھی اسی فتنہ کا سامنا ہے جو کہ پہلے سے کہیں زیادہ شاطرانہ چالیں چل کر مدارس کو معدوم کرنا چاہتا ہے اور مسلمانوں کو محکوم بنانے کا خواب دیکھ رہا ہے لہذا ہمیں مصلحت اپنانے کی بجائے اپنے اکابر حضرات کی طرح ان فتنہ پردازوں کے خلاف سخت اور انتہا پسندانہ پالیسی اپنانا ہوگی اور اسی میں ہماری خیر ہے...... ہمیں مدارس کی عالی شان عمارتوں کے تحفظ کی بجائے ان افراد واذہان کا تحفظ کرنا چاہئے جو بوقت مشکل قربانی کے کام آتے ہیں اور ان کی نظریاتی تربیت حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے ان الفاظ کے مطابق ہونی چاہئے کہ جو انہوں نے انگریز کے خلاف اپنی سخت نفرت اور مزاج کا اظہار کرتے ہوئے

فرمایا تھا کہ!

"میری خواہش ہے کہ دارالعلوم کا ہر تعلیم یافتہ انگریز کے محل میں شگاف کر دے اور اس مدرسہ کا ہر فیض یافتہ سامراج کے لیئے زہر قاتل ہے انگریز کے خلاف بغاوت کے جرم میں خواہ دارالعلوم کی اینٹ سے اینٹ بج جائے جنگ بہر حال جاری رہے گی۔"

(یورپ کے سنگین مجرم صفحہ 38)

آج ہم خود بھی مصلحت پسندی عافیت کوشی کا شکار ہوتے جارہے ہیں اور اپنے طلباء کو بھی بزدلی کی طرف راغب کر رہے ہیں صرف اس لئے کہ ہم حکومت کی نظروں میں اگر انتہا پسند گردانے گئے تو ہماری خیر نہیں جیل ہمارا مقدر بن جائے گی۔ غالبًا ایسی سوچ کے حامل حضرات کے لئے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ نے فرمایا تھا جامعہ ملیہ اسلامیہ علی گڑھ میں خطاب کے دوران 1920ء میں ضعف اور بیماری کی وجہ سے خود چل نہ سکتے تھے دو افراد کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر تشریف لائے اور تحریری طور پر خطبہ صدارت ان کی طرف سے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے پڑھ کر سنایا جس کے مندرجات یہ ہیں کہ!

☆ میں نے اس پیرانہ سالی اور علالت و نقاہت کی حالت میں آپ کی اس دعوت پر اس لئے لبیک کہا کہ میں اپنی گمشدہ متاع کو یہاں پانے کا امیدوار ہوں۔ (پھر جو فرمایا وہ قابل غور ہے)

بہت سے نیک بندے ہیں جن کے چہروں پر نماز کا نور اور ذکر الہی کی روشنی جھلک رہی ہے لیکن جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدارا جلد اٹھو اور اس امت مرحومہ کو کفار کے نرغے سے بچاؤ تو ان کے دلوں پر خوف و ہراس طاری ہو جاتا ہے خدا کا نہیں بلکہ چند ناپاک ہستیوں کا اور ان کے سامان حرب و ضرب کا...... حالانکہ ان کو تو سب سے زیادہ جاننا چاہئے تھا کہ خوف کھانے کے قابل اگر کوئی چیز ہے تو وہ خدا کا غضب اور اس کا قاہرانہ انتقام ہے

حضرت شیخ الہندؒ کے یہ جملے ہمارے اوپر بالکل صحیح منطبق ہوتے ہیں۔ ہمارے مہتمم حضرات امریکہ اور اپنے حکمرانوں سے ایسے سہمے ہوئے نظر آتے ہیں جیسے جسم میں جان تک

Scanned with CamScanner

نہ ہو، اور جس اللہ واحد القہار سے ڈرنا چاہئے اس کی ذات سے بے خوف ہو کر اور حواس باختہ ہو کر شیعہ کافروں پر اپنے بچاؤ کا بھروسہ کرنے لگے ہیں۔ خدارا اس طرز عمل کو چھوڑیے اور حضرت شیخ الہندؒ کے جملوں پر غور فرمایئے جو کہ ہمارے لئے اپنے طرز عمل کو بدلنے کے لئے بہترین سبق ہیں۔

موجودہ صورتحال میں ہماری کامیابی اسی میں ہے کہ اپنا کردار و عمل ایسا بنائیں جیسا کہ ہمارے اکابر کا تھا کفار اور برسر اقتدار طبقہ کے لئے اپنی پالیسیوں کو اشداء علی الکفار کا مصداق بنانے کی کوشش کریں یہی ہمارے لئے کامیابی کا سبب اور ہماری شایان شان ہے اور جس وقت ہمیں جس انداز کی جدوجہد کی ضرورت ہو اسی پر زیادہ محنت کرنی چاہئے جیسا کہ حضرت قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں مولانا قاسم نانوتویؒ کے متعلق

☆ حضرت قاسم العلومؒ نے اٹھ کر اسلام کی تعمیر و دفاع کے لئے اپنے آپ کو ظاہری و باطنی کمالات کے ساتھ پیش کیا تلوار کے وقت تلوار سے قلم کے وقت قلم سے زبان کے وقت زبان سے اسلام اور ملک و ملت کی نادر روزگار خدمت انجام دی۔ اور اسی طرح بانی دارالعلوم دیوبند کو انگریزی حکومت اور انگریزوں سے جو نفرت تھی اس کا نقشہ مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم نے یوں کھینچا ہے۔

☆ ہندوستان کی مقامی حکومت ختم کر کے بیرونی اقتدار کے سیاسی تسلط کا جو واقعہ اس ملک میں پیش آیا تھا یعنی انگریزوں کی نئی حکومت جو اس ملک میں قائم ہو گئی ان انگریزوں اور ان کی حکومت سے سید الامام الکبیر (حضرت نانوتویؒ) کے احساس کا جو تعلق تھا مختلف موقعوں پر اس کا ذکر کرتا چلا آیا ہوں۔

جائے بٹن کے گھنڈی اور تسمہ کے استعمال پر زندگی بھر جو اس لئے اصرار کرتا رہا کہ بٹن لگانے کا طریقہ انگریزوں کا رواج دیا ہوا ہے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انگریز اور انگریز کے متعلق اس کی نفرت کے جذبات کا حال کیا ہو گا۔

Scanned with CamScanner

یہ ہمارے اکابر کا انگریز کے خلاف جذبہ نفرت ہے کہ وہ تسمہ وبٹن جیسی چھوٹی سی چیز میں بھی مشابہت نہیں رکھتے تھے اور ہمارا آج سارا سسٹم ہی انگریزی نظام کے مطابق ہورہا ہے۔ کمپیوٹر لگا کر فخر محسوس کیا جارہا ہے ...... اور مجھے حیرت ہوئی کہ راولپنڈی کے ایک بڑے مشہور ادارے میں 'میں بچوں کے داخلے کے لئے بات کرنے گیا تو معلومات کے دوران مہتمم صاحب نے بڑے فخریہ انداز میں کہا کہ ہم بچوں کو آکسفورڈ یونیورسٹی کا کورس بھی پڑھاتے ہیں تاکہ جدید حالات کا مقابلہ کرنے کی استدعا پیدا ہو۔ یااسفی ' یااسفی ' ایسی صورت میں کیا انگریز کا مقابلہ اور خاتمہ کرنے والے مجاہدین یہاں سے پیدا ہو سکیں گے ؟ یا مدارس کے قیام کے مقاصد کا حصول ممکن ہو سکے گا ؟

☆اس مختصر مگر جامع تحریر سے اندازہ لگانا آسان ہے کہ

دارالعلوم دیوبند 'مدرسہ شاھی مراد آباد' مظاہر علوم سہانپور کو آپ ان اسکولوں اور مدرسوں کی طرح نہ سمجھیں جن کو اتفاقیہ طور پر قائم کرلیا جاتا ہے۔

بلکہ حسب ارشاد حضرت شیخ الہندؒ کہ

مدرسہ دارالعلوم دیوبند 1857ء کی ناکامی کی تلافی کے لئے قائم کیا گیا ہے۔

یہی وجہ تھی کہ انگریزوں نے اپنے جابرانہ تسلط کے بعد ویسے تو وہ مظالم اور ستم ڈھائے جس کی تاریخ میں مثال نہیں مگر خصوصی طور پر مولانا رحمت اللہؒ کی بستی کیرانہ مولانا حافظ ضامن حسنؒ کی بستی تھانہ بھون اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے مدرسہ دیوبند پر وہ ظلم کیا جو سب سے زیادہ سخت تھا۔

اس تحریر سے یہ اندازہ لگائیں کہ مشکلات تو آئیں مگر اللہ پاک کے ہاں بھی سرخرو ہوئے اور دنیا میں بھی اللہ پاک نے شان و شوکت دی اور عزت ووقار کے ساتھ جیئے جب دنیا سے رخصت ہوئے تو آسمان نے بھی شبنم افشانی کی اور ان حضرات کی محنتوں کا نتیجہ ہے کہ آج ہم دینی تعلیم حاصل کررہے ہیں۔

ان حضرات کی جراتوں ہمتوں کا اثر ان کے تربیت اور فیض یافتہ طلباء کرام میں بھی پایا جاتا

تھا جن کے ذریعہ اللہ پاک نے قرآن و سنت کے پیغام کو دنیا جہاں میں عام کروایا اور خوب اسلام کی ہر شعبہ میں خدمت لی۔ ہمارے موجودہ مہتمم حضرات کو جو اپنے آپ کو اکابر دیوبند کا پیروکار کہتے ہیں' اکابر کے انہی افکار کو معیار بنا کر مدارس کی پالیسیاں مرتب کرنی چاہئیں اور انہی میں بہت ہے ورنہ.........

طلباء سے خدمتِ اسلام کا حصول دورانِ تعلیم

مہتمم حضرات کی طرف سے طلباء پر جو پابندیاں لگائی جارہی ہیں ان کا کوئی باقاعدہ اصول اور شرعی توجیہ نہیں بس جب موڈ میں آیا اور حکومت کی طرف سے تھوڑی بہت سختی ہوئی تو پابندیاں سخت کر دی جاتی ہیں ورنہ کام چلتا رہتا ہے کبھی روکنے پر آئیں تو جلسے جلوسوں سے روکنے کی ہدایات دے دی جاتی ہیں کہ سپاہ صحابہؓ کا خالصتاً مذہبی جلوس ہے یوم صدیق اکبرؓ کا خبردار جو جلوس میں شریک ہوگا اس کو مدرسہ سے نکال دیا جائے گا اور انہی دنوں میں اگر جمعیت کی طرف سے مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ کے محض سیاسی استقبال یا کانفرنس اور جلسہ کا پروگرام ہو تو اس میں شرکت کیلئے مدارس کی باقاعدہ چھٹی کر دی جاتی ہے اور طلباء کو ڈرایا جاتا ہے کہ اگر کانفرنس میں شریک نہ ہوئے تو مدرسہ سے خارج کر دیا جائے گا......

؎ گلا گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا
کہاں سے آئے صدا لاالہ الااللہ

شکایات ہے مجھے یارب خداوندان مکتب سے
کہہ دیتے ہیں سبق شاہین بچوں کو خاک بازی کا

طالبان کے لئے جب سلسلہ عروج پر تھا تو یہ حضرات ان کی مدح سرائی توصیف کے لئے طلبا سمیت وقف تھے اور اب جبکہ طالبان بیچاروں پر کڑی آزمائش آن پڑی ہے تو طلبا کو ان حضرات نے پھر پابندیوں میں جکڑ دیا اور بہانہ یہ کہ تعلیم کا حرج ہوتا ہے یہ دوغلاپن ہماری سمجھ سے باہر ہے کم از کم مسلمانوں کی مظلومیت اور اعلاء کلمتہ الحق کے لئے تو طلباء کو کام

کرنے کی مکمل چھوٹ ہونی چاہئے خاص کر ایسے حالات میں جو اس وقت طالبان کے ساتھ پیش آئے ہیں ایسے موقع پر حکومتی ملامت اور دھمکیوں سے مرعوب ہوئے بغیر جرات کے ساتھ ان مظلوم مجاہدین کے لئے سب کچھ کرنا چاہئے۔ ایسے مواقع پر ہمارے اکابر کا طرز عمل کیا رہا اس کی بھی متعدد مثالیں تاریخ میں موجود ہیں یہاں پر صرف حضرت شیخ الہند کا اس معاملہ پر کیا کردار تھا اس کی مختصر جھلک پیش کی جاتی ہے انہوں نے طلباء سے بشمول اساتذہ کرام سے مظلوم مجاہدین کے لئے مدرسہ کو بند کر کے باقاعدہ کام لیا (اور کس طرح لیا ملاحظہ فرمائیں۔)

☆ 1912ء میں جنگ طرابلس اور کارزار بلقان کے سنگین واقعات اور برطانوی پالیسی نے ان (شیخ الہند) کو تڑپادیا (مفتی عزیز الرحمان عثمانی فرماتے ہیں کہ)

جنگ بلقان کے وقت حضرت شیخ الہندؒ ترکوں کی شکست کی خبر سنتے تو آپ کی ریش مبارک پر آنسو گرتے تھے راتوں کو دعا مانگا کرتے اگر کوئی دیکھتا تو حالت بالکل یہ تھی کہ اگر حضرت کے بس میں ہوتا تو انگریزوں کو کچا چباڈالتے۔

بہر حال پھر بھی جس قدر بس میں تھا کیا۔ مدرسہ کی چھٹی کر دی طلبہ اور مدرسین کو گاؤں گاؤں بھیجا چندہ کیا خود اپنی تنخواہ اور تمام ملازمین و مدرسین کی تنخواہیں چندہ میں دے دیں طلباء نے آپ کے اشارے پر اپنے انعامات اور مطبخ کی خوراک بھی چندہ میں دے ڈالی۔ اس طرح تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپیہ ترکی بھیجا۔

اس کے صلہ میں ترک حکومت نے آپ کا شکریہ ادا کیا اور وہ رومال جس میں جناب رسول اللہ ﷺ کا پیراہن مبارک رکھا رہتا تھا۔ دارالعلوم کو بطور تبرک عطیہ میں بھیجا جو آج بھی دارالعلوم کے خزانے میں تبرکاً موجود ہے۔

تعلیمی معیار

دوسرا بڑا المیہ مدارس دینیہ میں نصاب کی تبدیلی ہے پہلے حکومت غیر ملکی آقاؤں کے دباؤ

Scanned with CamScanner

پر کہتی تھی کہ نصاب میں تبدیلی لاؤ انگریزی تعلیم کا آغاز کرو اور جہادی مضامین کو نصاب سے خارج کرو اسی سلسلہ میں موجودہ حکومت نے بھی ایک آرڈیننس کو پیش کیا اور عملی طور پر ان مدارس کے مقابل میں ماڈل دینی مدارس کی بنیاد رکھی (اگرچہ حکومت کو فی الحال مکمل ناکامی ہوئی ہے) اور ہمارے علماء کرام اور مہتمم حضرات اس کی مخالفت کرتے آئے ہیں کہ ایسا نہ ہوگا نہ ہونے دینگے مگر اب خود دینی مدارس نے انگریزی تعلیم کا آغاز کر دیا ہے جس میں باقی مدارس کی نسبت سب سے زیادہ حیرت کراچی کے بعض ایسے مدارس کے متعلق ہے کہ اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلنے کے بھی بہت زیادہ پابند ہیں اور احکام شریعت پر بھی بہت سختی سے عمل پیرا ہیں کہ ان کے فتاویٰ جات بھی تفردات پر مبنی اور بہت سخت ہوتے ہیں۔ وہ بھی انگریزی تعلیم کو بڑی محنت سے جاری کیے ہوئے ہیں اور اس کے نقصانات سے اور اثر بد سے بالکل بے خبر اپنے اکابر کے ارشادات کی دھجیاں بکھیر رہے ہیں چنانچہ اس سلسلہ میں حضرات اکابر نے جن خدشات اور تجربات کا اظہار فرمایا وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

تعلیم کا عنصر (از حضرت مدنیؒ)

☆ مولانا عبدالحمید فراہی سے میری ملاقات کلکتہ میں ہوئی میں آسام سے آرہا تھا اور وہ برما سے آرہے تھے آپ مدرسہ سرائے میر کے ناظم تھے میں نے ان سے پوچھا سنا ہے کہ آپ نے مدرسہ سے انگریزی نکال دی فقط عربی رکھی ؟ تو مولانا نے جواب دیا انگریزی رکھی جاتی ہے تو غالب آجاتی ہے عربی پر' طلبہ کے دماغ سے عربی تو نکل جاتی ہے اور انگریزی اس کی جگہ لے لیتی ہے میں نے تجربہ کر کے دیکھا ہے اس لئے انگریزی کو نکال دیا۔

میرے بزرگو! جن جگہوں میں دین اور دنیا کو جمع کیا گیا ہے جہاں دینی علوم کے ساتھ دنیوی علوم کو بھی رکھا گیا ہے وہاں انسانوں کی رغبت دنیا کی طرف ہوگئی۔ طبعی طور پر انسان دنیا کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔

ذهب الذین یعاش فی اکنافهم
بقی الذین حیاتهم لاتنفع
ارید أری دین النبی محمد
یقام لادین المبطلین یزول

انگریزی تعلیم کے نقصانات سے آگاہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں!

(بقیہ حصہ خطبہ صدارت حضرت شیخ الهند مولانا محمود حسن1920ء بمقام جامعہ ملیہ اسلامیہ علی گڑھ)

☆ اے نونہالان وطن جب میں نے دیکھا کہ میرے اس درد کے غم خوار جس میں میری ہڈیاں پگھلی جارہی ہیں مدرسوں اور خانقاہوں میں کم اور اسکولوں کالجوں میں زیادہ ہیں تو میں نے اور چند مخلص احباب نے ایک قدم علی گڑھ کی جانب بڑھایا اور اس طرح ہم نے دو تاریخی مقامات کا رشتہ جوڑا۔

☆ آپ میں سے جو حضرات محقق اور باخبر ہیں وہ جانتے ہونگے کہ میرے بزرگوں نے کسی وقت بھی کسی اجنبی زبان سیکھنے یا دوسری قوموں کے علوم وفنون حاصل کرنے پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا۔ ہاں یہ بیشک کہا کہ انگریزی تعلیم کا آخری اثر یہی ہے جو عموماً دیکھا گیا ہے کہ لوگ نصرانیت کے رنگ میں رنگے جائیں یا ملحدانہ گستاخیوں سے اپنے مذہب اور اپنے مذہب والوں کا مذاق اڑائیں' یا حکومت وقت کی پرستش کرنے لگیں تو ایسی تعلیم پانے سے ایک مسلمان کے لئے جاہل رہنا اچھا ہے۔

اب ازراہ نوازش آپ ہی انصاف کیجئے کہ یہ تعلیم سے روکنا تھا یا اس کے اثر بد سے ...... ؟

اور کیا یہ واقعی وہی بات نہیں...... کہ ان کالجوں کی اعلیٰ تعلیم بہت اچھی ہے صاف شفاف دودھ کی طرح ہے جس میں تھوڑا سا زہر ملا دیا گیا ہو۔

ہماری عظیم الشان قومیت کا اب یہ فیصلہ ہونا چاہئے کہ ہم اپنے کالجوں سے بہت سستے داموں کے غلام پیدا کرتے رہیں۔ بلکہ ہمارے کالج نمونہ ہونے چاہئیں۔ بغداد اور قرطبہ کی

Scanned with CamScanner

یونیورسٹیوں کے اور ان عظیم الشان مدارس کے جنہوں نے یورپ کو اپنا شاگرد بنایا اس سے پیشتر کہ ہم اس کو اپنا استاد بناتے۔

علم کا ماتم

آپ نے سنا ہوگا کہ بغداد میں جب مدرسہ نظامیہ کی بنیاد ایک اسلامی حکومت کے ہاتھوں سے رکھی تو اس دن علماء نے جمع ہو کر علم کا ماتم کیا تھا کہ افسوس آج سے علم حکومت کے عہدے اور منصب حاصل کرنے کے لئے پڑھا جائے گا۔

یعنی انگریزی تعلیم کا فطرتی اثر یہ ہے کہ افکار و نظریات اسلامیہ پر نصرانیت کا رنگ غالب آجاتا ہے ملحدانہ سوچ پیدا ہوتی ہے جہاد جیسی عظیم فرضیت سے کنارہ کشی اختیار کرنے کے لئے دلائل مل جاتے ہیں اور نتیجۃً غلامانہ ذہنیت پیدا ہوتی ہے اور ان غیروں کے ہی طور پر طریقہ اپنانا اچھا لگتا ہے پھر شیخ الحدیث شیخ التفسیر، قاری، امام، خطیب جیسی مقدس مسندوں پر بیٹھنے کی بجائے سرکاری مسندیں اور سرکاری افسران اچھے لگنے لگتے ہیں، انکی اہمیت بڑھ جاتی ہے ان کی آمد پر ایک عالم اٹھ کر جب ان کا استقبال کرتا ہے تو دین کی دھجیاں اڑ جاتی ہیں انکے دلوں میں جو عالم دین کا رعب، ہیبت، وقار ہوتا ہے وہ ختم ہو جاتا ہے اور وہ اس کو اپنا زر خرید غلام یا تنخواہ دار نوکر سمجھنے لگتے ہیں ان چیزوں سے بچنا ہی بہتر ہے جہاں تک تعلق ہے انگریزی زبان سیکھنے کا تو وہ عالم بننے کے بعد بھی آدمی سیکھ سکتا ہے کسی پرائیویٹ ادارہ میں اس کو مدارس کے نصاب کا حصہ بنانے کی کوئی ضرورت نہیں اور جن باتوں سے ہمیں اکابر نے منع کیا ہے ان سے رکنا چاہئے اسی میں ہمارا فائدہ ہے۔

کفار سے معاونت ایک قبیح رسم کا پھر آغاز

ہمارے مذہبی سیاسی لیڈروں کی طرف سے اس وقت ایک اور قبیح رسم کا آغاز ہو چکا ہے جسے قیامت کے فتنوں میں سے ایک فتنہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا وہ یہ کہ جب سے امریکہ کے ایماء پر حکومت پاکستان نے دینی مدارس کو کنٹرول کرنے کی سازش کا آغاز کیا ہے اس وقت

سے دینی مدارس کے ذمہ دار حضرات چاہے ان کا تعلق کسی بھی مسلک یا فرقہ سے ہو سر جوڑ کر بیٹھنا شروع ہو گئے ہیں جو کبھی بھی دین کے کسی بھی اہم مسئلہ پر اکٹھا ہونا گوارا نہیں کرتے تھے آج وہ سب مل بیٹھے ہیں۔ صرف اس لئے نہیں کہ ان کو دین سے بہت زیادہ ہمدردی ہے بلکہ اپنی آرام دہ مسندوں کے چھن جانے کی وجہ سے انہوں نے ایسا کیا ہے اور پھر اس اتحاد میں اتنے دیوانے اور مخلص ہونے کے ساتھ ملانے والوں میں یہ تفریق بھی باقی نہ رہی کہ مسلمانوں کے اس خالص مذہبی کام کے لئے اتحاد میں کافروں کو بھی شامل کر لیا۔ اور کافر بھی وہ جو کائنات کے بدترین کافر ہیں یعنی شیعہ اور ایسے وقت میں ان کو مسلمانوں کے دینی اداروں کے تحفظ کے لئے اتحاد میں شامل کیا کہ جب اس بدترین فتنہ کے خلاف تحریک چل رہی ہے اور ہر طرف علماء کرام، طلباء عظام مجاہدین ناموس صحابہؓ کے لاشے بکھرے پڑے ہیں۔

اور ان کے خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں۔ صرف یہ سمجھ کر کہ ان کافروں کو ساتھ ملانے سے ہماری قوت بڑھ جائے گی ہم حکومت کا مقابلہ کرینگے یا کم از کم حکومت ہمیں انتہاپسند کہنے کی جائے اعتدال پسند تسلیم کرے گی اور اس طرح سے ہماری یا ہمارے مدارس کی حفاظت ہو جائے گی یہ محض خام خیالی اور احکام شرعیہ اور اکابر کے رویہ کے سخت خلاف ہے۔ (اتحاد نہ کیا تو عرصہ دراز سے فضل الرحمٰن اور سمیع الحق نے آپس میں نہ کیا اور متحد ہونے پر آج آئے تو کافروں کو بھی ساتھ ملا لیا)

قرآن و سنت سے ہمیں جو سبق ملا ہے وہ یہ ہے کہ مشکلات میں اللہ پاک کی ذات کی طرف رجوع کریں اور اللہ پاک کی مدد و نصرت کو ساتھ ملا کر ایسے فتنوں کا مقابلہ کریں اور خود بھی رسول اللہ ﷺ جب آندھی چلتی تو فوراً مسجد کی طرف جاتے، استغفار اور نوافل کا اہتمام کرتے ہم نے آج یہ ساری چیزیں چھوڑ رکھی ہیں اور مشکلات میں کفار سے مدد طلب کرتے ہیں جو کہ غضب الٰہی کو دعوت دینے والی بات ہے کیا وہ کفار مکہ بہتر نہ تھے جو طوفانوں کے بھور میں پھنس کر اپنے بتوں کو پکارنا چھوڑ دیتے اور اپنی پکار کو صرف اللہ کے لئے خالص کر دیتے۔ دعوا اللہ مخلصین له الدین (پ۲۱ لقمان)

Scanned with CamScanner

قرآن پاک نے یہود سے معاونت کی امید کو تو منافقین کے اوصاف رزیلہ میں ذکر کیا ہے کہ وہ منافقین جو کہ بظاہرا مسلمان تھے مگر ان کو اللہ کے وعدوں پر اعتماد اور مسلمانوں کی حقانیت کا یقین نہ تھا اس لئے وہ دوڑ دوڑ کر کافروں کی آغوش میں پناہ لیتے تھے کہ اگر مسلمانوں کو شکست ہو گئی تو ہم یہود سے تعلقات کی وجہ سے ان کے انتقام سے محفوظ رہیں گے مگر رب العالمین فرماتے ہیں کہ ان کو ندامت کے سوا کچھ نہ ملے گا چنانچہ فرمایا فترى الذى فى قلوبهم مرض يسارعون فيهم يقولون نخشى ان تصيبنا دائره فعسى الله ان يأتى بالفتح او امر من عنده فيصبحوا على مآاسروا فى انفسهم نادمين۔ (سورۃ مائدہ آیت نمبر 52 پارہ 6)

پھر ظلم در ظلم یہ کہ جن مسندوں پر بیٹھ کر کل تک حضرت بنوریؒ حضرت لدھیانویؒ حضرت مفتی ولی حسنؒ، حضرت مفتی احمد الرحمٰن رحمھم اللہ نے شیعہ کے کفر کے فتوے جاری کئے تھے آج انہیں مسندوں پر صرف مدارس کے تحفظ کے لئے ان کافروں کو لا کر بٹھایا گیا ہے۔ اتنا بھی خیال نہ کیا کہ یہ دین کے دشمن اور صحابہؓ کے دشمن ہونے کے ساتھ ساتھ ہمارے اکابر علماء کرام کے قاتل بھی ہیں ...... کل حضرت وحشی بن حربؓ نے رسول اللہ ﷺ سے آکر معافی مانگی اور کلمہ پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے مگر ایمان لانے کے باوجود حضور ﷺ نے فرمایا وحشیؓ تیرا اسلام قبول ہے مگر میرے سامنے نہ بیٹھا کر تجھے دیکھ کر مجھے اپنے پیارے چچا امیر حمزہؓ کے جسم کے ٹکڑے اور بہتا ہوا خون یاد آجاتا ہے۔

ہماری ماں ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ نے تو اپنے سگے باپ کو اس بستر پر نہیں بیٹھنے دیا (جس بستر پر حضور ﷺ بیٹھا کرتے اور آرام کیا کرتے تھے) اور باپ کو کافر سمجھتے ہوئے بستر اٹھا دیا کہ مشرک ناپاک کا وجود اس پاک بستر پر نہ لگے۔ کیا مذہب کے ٹھیکیدار اور اپنے آپ کو اکابر کا پیروکار کہنے والو! جب آپ نے شیعہ کو بنوری ٹاؤن اور جامعہ فریدیہ اسلام آباد میں مسند عزت و وقار پر بٹھایا تو آپ کو حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہیدؒ مولانا محمد عبداللہ شہیدؒ، مولانا حبیب اللہ مختار شہیدؒ، مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ، مولانا مفتی عبدالسمیع

Scanned with CamScanner

شہید" مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کا خون یاد نہ آیا ان کے مقدس پاکیزہ جسم کے ٹکڑے تمہیں یاد نہ آئے ایسی سوچ اور ایسے فعل پر اس سے تو مر جانا بہتر ہے ایسے رزیل کافروں اور قاتلوں کو بلا کر ساتھ بیٹھا کر ہم مدارس کے تحفظ اور جان کی امان کی بھیک مانگیں......یا یہ خیال کریں کہ ان کافروں کو ساتھ ملانے سے ہی قوت بڑھ جائے گی۔ تف ہے ایسی سوچ پر۔

ہمارے اکابر حضرات نے تو کبھی ایسے غلیظ کافروں کو دشمنوں کو اہمیت نہ دی ہے بلکہ وہ ایسے فتنوں کی جہاں بو تک آتی وہاں جانے سے بھی اجتناب کرتے تھے چنانچہ ذیل میں دیئے گئے خط کا متن اور خط کشیدہ الفاظ پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ ہمارے اکابر کا طرز عمل صحابہؓ دشمنوں کے متعلق کیا تھا اور ان سے کتنی نفرت تھی۔

سر سید کا خط......اور اس کا جواب

☆ سر سید کو حضرت نانوتوی رحمتہ اللہ اور مولانا محمد یعقوبؒ کے علم وذہانت پر اور ان کے خلوص و تقوی پر اس قدر اعتماد تھا کہ جب ۱۲۹۱ھ میں علی گڑھ اسکول کی ابتداء ہوئی تو اس کی مشاورتی کمیٹی میں ان دو حضرات کے نام کو شامل کیا گیا مگر یہ دو حضرات نے انکار فرمادیا کہ ہمیں معذور سمجھو اس معذوری کی وجہ انہی کے خط میں پڑھیے وہ خط یکم رمضان ۱۲۹۱ھ کے تہذیب اور اخلاق میں سر سید نے شائع فرمادیا ہے وہ یہ ہے جناب مولوی محمد قاسم صاحب اور جناب مولوی محمد یعقوب صاحب نے جو خط متضمن عذرات مجلس مدیران تعلیم مذہب اہلسنت والجماعت سے کیا ہے بعینہ ذیل میں مندرج ہے۔

بعد سلام مسنون مجوز ہے پرچہ تجویز اصلاح قانون درباب مدرسۃ العلوم جو متعلق علوم دینیہ سے ہے پہنچا اور معروض ہونا حاجی علی بخش خان صاحب کا مہتمم اس امر کا واضح ہوا ہے اب امید ہے کوئی خلاف باقی نہ رہے گا حضرت کا نام اور جناب مولانا محمد قاسم صاحب قبلہ کا نام اس فہرست میں نظر آیا کہ جن کو اہل شوری نے تجویز فرمایا ہے ہر چند تائید مذہب اہل تشیع اس مدرسہ میں ایک جداگانہ چیز ہے مگر ہم لوگوں کے دل میں یہ امر خلجان کرتا ہے کہ

Scanned with CamScanner

ایسے مجمع میں جس میں ایک شعیہ تائید ایسے لوگوں کی ہے جن پر فرض ہمارے مذہبی بزرگوں کو برا کہنا ہے ایسے مجمع کے موئیدوں میں شامل ہوکر خدا رسول ﷺ کو کیونکر منہ دکھائیں گے۔

(وقال تعالیٰ ولاترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار)

ترجمہ: اور مت پیچھے پڑو ان لوگوں کے جنہوں نے ظلم کیا۔ پس پہنچے گی تم کو آگ

آپ لوگوں کو بڑی ہمت اور نہایت قوی جرات ہے ہمارے حوصلے یہاں پست ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی پناہ میں محفوظ رکھے......اب ہم خاک نشینوں کو گوشہ عنایت توجہ سے ایسا مستثنیٰ و محو فرمادیں کہ پھر کبھی بھولے سے بھی یاد نہ آئیں۔ (بیس بڑے مسلمان ص ۱۲۸)

اس خط کے ایک ایک جملہ پر غور فرمائیں اور اپنے عمل پر نظر کریں کہ ہم شیعوں کو ساتھ ملا کر بھی کس منہ سے اپنے اکابر کا نام لیتے ہیں اور بقول حضرت قاسم نانوتویؒ و مولانا یعقوب نانوتویؒ کے کہ ایسی جرات ہم تو نہیں کر سکتے ورنہ کل اللہ کو کیا منہ دکھائینگے۔ اور پھر اس میں شیعہ خود شامل نہ تھے بلکہ شیعہ کی تائید کرنے والے اور ان کے متعلق نرم رویہ رکھنے والے تھے۔ اس کے باوجود ان دونوں حضرات نے شرکت سے معذرت کی کہ رب العالمین کے ہاں پکڑ ہو سکتی ہے اور ہمارے حضرات خصوصاً مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتھم اور شیرانی ایرانی وغیرہ تو جب تک ساجد نقوی اور حسن ترابی سے گلے نہ ملیں تو انکا کھانا ہضم تک نہیں ہوتا اپنے انداز پر نظر ثانی کرنا چاہئے اور اپنے مدارس کے تحفظ کے لئے وہ انداز اپنائیں جو قرآن وسنت اور صحابہؓ و اکابر حضرات کے کردار کے مطابق ہو تو انشاء اللہ کامیابی ضرور ہو گی۔

اور دن رات جن اکابر کے ہم قصیدے پڑھتے ہیں ان کے کردار کی اس وقت جھلک تک بھی نظر نہیں آتی لہذا ان کے طرز زندگی کو اپنائیں پھر دیکھیں کہ اللہ پاک کی مدد و نصرت کیسے آتی ہے آخر میں حضرت مفتی جمیل تھانوی صاحب کے شیعہ کے متعلق ایک فتویٰ کے کچھ اقتباسات پیش کر کے بات مکمل کرتا ہوں۔

Scanned with CamScanner

محمد یوسف آسی چنڈانوالہ کے رہائشی تھے انہوں نے مفتی جمیل سے اقراڈائجسٹ کے حوالے سے شیعہ کے متعلق سوال کیا تھا جس وقت پوری دنیا سے شیعہ کے کفر پر علماء کرام نے فتوی دیا تھا سوال کے آخری جملے یہ تھے کہ قرآن و حدیث مبارکہ کے فرمان کے مطابق کسی کافر مشرک مرتد کو حدود حرم میں داخل ہونے کی اجازت نہیں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اب شیعہ لوگ کسی بہانے حدود حرم میں داخل ہو جائیں تو اس شدید گستاخی کے معاونین میں کس کو بڑا مجرم گردانا جائے گا۔

جواب میں مفتی جمیل تھانوی صاحب تفصیل سے شیعہ کے کفر پر دلائل دینے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں کہ شیعہ قطعی طور پر کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں ان کا داخلہ حدود حرم میں بند کرنا حکومت سعودیہ کی ذمہ داری ہے کیونکہ یہ لوگ حج کی غرض سے نہیں بلکہ دوسرے مسلمانوں کا حج ہلڑ بازی کر کے خراب کرنے کی غرض سے حجاز مقدس جاتے ہیں۔ اور فسادی کا داخلہ کعبہ شریف بلکہ مسجدوں تک سے بند کرنا جائز ہے ہر مسلمان حکومت اور علماء عوام سب کی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ذمہ داری ہے کہ ان کا حدود حرم میں داخلہ بند کریں اور کرائیں۔ ورنہ سب درجہ بدرجہ گناہگار ہونگے۔

(حوالہ اقراڈائجسٹ اردو۔ اکتوبر 1988ء صفحہ 72-73)

اس فتوی میں دو باتیں قابل توجہ ہیں۔(1) مفتی جمیل صاحب جنہوں نے یہ فتوی خود دیا اس وقت ہوری ٹاؤن کی جامع مسجد میں شیعہ کو دعوت دینے اور لانے اور استقبال کرنے والے محرکین میں پیش پیش تھے اور اسٹیج سیکریٹری کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ کیا انہوں نے اپنے اس فتوی پر خود عمل کیا شیعہ فسادی کو مسجد سے نکالا؟ اگر نہیں تو کیوں؟

؎ بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجب است

(2) آپ نے تو نہیں روکا مگر فتوی یہ ہے کہ علماء کرام عوام سب کا اپنی اپنی حیثیت سے فرض بنتا ہے کہ ان کو حدود حرم اور مسجدوں سے روکیں حرم سے روکنا تو حکومت کی ذمہ داری ہو گی مسجدوں سے روکنا علماء اور عوام کی ذمہ داری ہے اگر علماء نے نہیں روکا تو

اب عوام تو روک سکتی ہے لہٰذا ہم اس فتویٰ کی رو سے یہ بڑا اعلان کرتے ہیں کہ اگر آئندہ کسی مسجد میں شعیہ داخل ہوا تو ہمارے کارکن بزور بازو روکیں گے اور ثواب سمجھ کر جائز سمجھ کر روکیں گے۔ انشاء اللہ۔ پھر نیا فتویٰ جاری نہ فرما دینا کہ یہ اکابر کے گستاخ ہیں۔

☆☆☆☆

شیعہ کے خلاف کام نہ کرنے والوں کو حضور ﷺ کا شکوہ

مولانا اللہ یار خانؒ چکڑالوی نے ابتدأ شیعہ کے خلاف تقریراً تحریراً خوب کام کیا، ایک دن دل میں کیا خیال آیا کہ شیعہ کی غلاظت بھری کتب پڑھ کر کام کرنا پڑتا ہے، اس خیال سے شیعہ کتب کا مطالعہ ترک کر دیا اور کام میں بھی کمی واقع ہوئی، چنانچہ ایک دن سحری کے وقت آقا ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی تو حضور ناصحانہ انداز میں بغیر کسی کو مخاطب کیلئے تقریر فرما رہے تھے۔ کہ دین کی بربادی اور اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ میرے صحابہؓ ہدف تنقید بنایا جا رہا ہے۔ اس کا دفاع کرنے کی صلاحیت رکھنے کے باوجود لوگ ذاتی نقصان کا سوچ کر خاموش تماشائی ہیں، سوچ لیں کہ کل میدان حشر میں اللہ کو کیا جواب دیں گے؟ دین کی عمارت بنی بنائی آسمان سے نہیں اتری اس کی تعمیر میں اینٹوں کی جگہ میرے صحابہؓ کی ہڈیاں اور گارا سیمنٹ کی جگہ صحابہؓ کا خون اور چربی لگائی گئی ہے اور اس عمارت کو آج تباہ کیا جا رہا ہے۔ یہ الفاظ سنتے ہی مولانا اللہ یار خانؒ چونک اٹھے اس نصیحت کا مخاطب اپنے آپ کو پا کر نئی مستعدی سے کام کا آغاز کر دیا۔

(ماخوذ ماہنامہ خلافت راشدہ اپریل 1990)

Scanned with CamScanner

جامعہ ملیہ اسلامیہ کے سنگ بنیاد کے موقع پر

حفیظ جالندھری کی نظم

اور کاساً وناولہا الا ایہا الساقی
ابھی اک اور زندہ معجزے کا ذکر ہے باقی
رسالت کے بقیہ معجزوں میں جامعہ ہے
مدینے ہی سے وابستہ بطور لامعہ بھی ہے
قیام جامعہ ان ظلمتوں میں ان فضاؤں میں
چراغ راہ ایسی تند زہریلی ہواؤں میں
مقابل ساحران مغربی کے اک ید بیضا
خدائی اتنے فرعونوں کی 'تنہا جرأت موسیٰ
یہ ملت جب کبھی اپنی زیاں کاری کو جانے گی
وجود اس جامعہ کا معجزے سے کم نہ مانے گی
سنا ہے میں نے یہ قصہ بزرگوں کی زبانوں سے
اندھیری رات میں اک نور اترا آسمانوں سے
زمین ہند پر طاری تھا خواب خود فراموشی
مسلسل ایک سناٹا مسلسل ایک خاموشی
مسلمان سو چکے تھے دامان ادبار و ذلت میں
بجز عبرت کوئی پرسان ملت تھا نہ ملت میں
یہ عبرت ایک غیرتمند مومن کی بصیرت تھی
اسیر مالٹا کی حریت آموز سیرت تھی
یہ بندہ تک رہا تھا دور سے گردش ستاروں کی
نگہبانی اسے مطلوب تھی قسمت کے ماروں کی
سکوت مرگ کی اس وادی خاموش میں گویا

Scanned with CamScanner

اسی کے چشم و دل تھے آسمانی نور کے جویا
یہی آباد گھر دیکھا یہی ایک در کھلا پایا
ملا آنکھوں کا زینہ، نور سینے میں اتر آیا
یہ شیخ الہند محمود حسن کا باصفا سینہ
وہ نور اک چاند تھا انوار اسلامی کا آئینہ
یہ خورشید رسالت کی طرف سے ایک امانت تھی
اسے امت کی آنکھوں میں بسا دینا دیانت تھی
یہ اک تازہ بشارت تھی یہ اک پیغام نوری تھا
اسے سینہ بسینہ منتقل ہونا ضروری تھا
جناب شیخ نے اس کام کا آغاز فرمایا
جگایا اہل دل کو محرمان راز فرمایا
امین راز تھے بحر وفا کے بے بہا گوہر
یہ دو آنکھیں تھیں اک دل اجمل و انصاری و جوہر
سفارش سوز کامل کی تقاضا درد بے حد کا
انہیں عہدہ ملا تبلیغ ارشاد محمد کا
اسی دل نے انہی آنکھوں نے مل کر طرح نور ڈالی
یہی تینوں تھے کشت جامعہ کے اولین مالی
تمنا تھی کہ چمکے اس طرح کچھ جوہر خاکی
کہ جس کی دید کا مشتاق ہو خود نور افلاکی
وہ گرمی جس سے داغ عشق کا شعلہ ہویدا ہو
مسلمانان ہندی کی نگاہوں سے بھی پیدا ہو
تھی خدمت ان کے ذمے ظلمت شب کو مٹانے کی
انہیں ترکیب سوجھی چاند سے سورج اگانے کی

☆☆☆☆☆

Scanned with CamScanner

حق گوئی و بے باکی

پاکستانی حکومت کی طرف سے امریکہ کو افغانستان کی اسلامی حکومت پر شب خون مارنے کی اجازت دینے اور وہاں معصوم مسلمانوں پر وحشیانہ بمباری کے نتیجہ میں ہزاروں افراد کی شہادتوں کے بعد پوری دنیا کی طرح پاکستان کے مذہبی حلقوں میں اضطراب بڑھتا جارہاہے۔اور احتجاجی مظاہروں کے سلسلہ میں بھی بدستور اضافہ ہوتا جارہاہے۔ادھر ایئر پورٹوں کا گھیراؤ اور شاہراہ ریشم کو بلاک کرنے کے ساتھ ساتھ علماء کرام اور قیادت کرنے والے عمائدین اسلام کی جرأت مندانہ تقاریر اور حضرت مفتی نظام الدین شامزئی صاحب کی طرف سے مشرف کے متعلق غداری اور کفر کے فتویٰ نے حکومت پاکستان کی جڑیں کھوکھلی کر کے رکھ دی ہیں اور حکومت سخت بوکھلاہٹ کا شکار ہے۔اسی وجہ سے دینی جماعتوں کے قائدین جو کہ افغانستان کی طالبان حکومت کی حمایت میں احتجاج کرنے والوں کی قیادت کر رہے ہیں۔انہیں گرفتار کر کے نظر بند کرنا شروع کر دیا ہے اور دھمکی دی جارہی ہے کہ اگر یہ حضرات اپنے موقف میں نرمی اور تبدیلی نہیں لائیں گے تو ان پر بغاوت کے مقدمات درج کر کے ہمیشہ کیلئے جیل بھیج دیا جائے گا۔

جس میں جن حضرات کو نظر بند کیا گیا ہے ان میں بطور خاص مولانا محمد اعظم طارق صاحب، مولانا مسعود اظہر، مولانا فضل الرحمن، مولانا سمیع الحق، قاضی حسین احمد اور دیگر چند حضرات شامل ہیں۔یقیناً حکومت ان حضرات سے مذاکرات کر کے ان کو جھکانے، خریدنے کی کوشش کرے گی یاڈرادھمکا کر یا پھر طمع زر وزن واقتدار دلا کر جیساکہ حضور ﷺ کو بھی اور بعد میں آنے والے حق گو علمائے کرام ور ہنمایان امت کو بھی وقت کے فرعونوں، نمرودوں نے مختلف حربے استعمال کر کے مشن حق سے دستبردار کرنے کی کوشش تھی۔

Scanned with CamScanner

لہٰذا ان حالات میں گرفتار شدگان سے قوم یہ امید اور توقع رکھتی ہے کہ وہ (علماءو قائدین) اپنے اکابر کے کردار کو عملی طور پر دہرا کر ان کی مثالیں زندہ کریں گے اور حکومت کو منہ کی کھانا پڑے گی۔ مولانا اعظم طارق صاحب، مولانا عبدالغفور ندیم صاحب، سالہا سال اس ظلم و ستم کی بھٹی میں پگھل پگھل کر کندن ہو چکے ہیں ان کے پائے استقامت میں لچک لانا حکمرانوں کے لئے کسی طور پر انشاء اللہ آسان نہیں......بات دیگر قائدین حضرات کی ہے کہ وہ کہیں کسی مصلحت کا شکار ہو کر دانستہ یا غیر دانستہ طور پر اپنے اکابر کے کردار کو داغ دار نہ کر بیٹھیں، اس لئے لمحہ لمحہ جرأت واستقامت کا مظاہرہ کرنے کی ضرورت ہے۔اس کے لئے اللہ پاک سے تہجد میں استقامت کا سوال کرنے کے ساتھ اپنے اکابر کے جرأت واستقامت کے واقعات کو بھی ذہن میں دہراتے رہیں تاکہ حوصلہ وہمت میں اضافے کا سبب بن سکیں۔

حضور ﷺ کی شعب ابی طالب کی نظربندی صحابہ کرامؓ کے قید وبند کی صعوبتوں کے واقعات سے لیکر......امام احمد بن حنبلؒ......امام ابو حنیفہؒ......اور ماضی قریب کے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ...... مولانا حق نواز جھنگویؒ تک جیلوں میں ظلم کی چکی میں پس کر اسلام کا نام روشن کرنے والے حضرات کے کردار کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں ...... آپ کے حوصلوں سے جہاں اسلام کی تاریخ میں نئے باب کا آغاز ہوگا وہاں زخمی مسلمانوں میں جرأت واستقامت کے عزائم بھی انگڑائی لیں گے اور پوری قوت کے ساتھ حکومت کی زیادتیوں کے خلاف صدائے احتجاج بن کر حکومت کے خاتمہ کا سبب بن جائیں گے۔

ہمارے اکابر کا ایسے حالات میں کیا کردار رہا، اس کے لئے چند واقعات کا مطالعہ ضروری ہے تاکہ ایمانی جذبات کو تازگی ملے ورایسے سخت حالات کا مقابلہ کر سکیں۔

قید وبند کی صعوبتیں بظاہر اگرچہ مشکل ترین زندگی کا مرحلہ ہوتی ہیں مگر مسلمان اور مجاہدین کے لئے...... علمائے کرائم کے لئے یہ اسیری جو دین کی خاطر اعلاء کلمۃ الحق کی خاطر آئے تو یہ نعمت اور رحمت ہے۔اس لئے کہ ایک تو سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ انبیاء کرام کی سنت ہے اور دوسرا یہ کہ خلوت میں خوب تعلق مع اللہ کے مزے ملتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

اس لئے حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے فرمایا کہ میرے لئے تو یہ قید رحمت ہی رحمت ہے۔ آیئے ان کے جملے ان کی اپنی تحریر میں پڑھیں۔

یہ قید رحمت ہی رحمت ہے

☆حضرت مدنیؒ جیل سے ایک مکتوب گرامی میں فرماتے ہیں۔ "مجھ کو بفضلہ تعالیٰ جو اطمینان و سکون یہاں حاصل ہے وہ عقلی مرتبہ میں مجھ کو مجبور کرتا ہے کہ یہاں سے نکلنے کی دعا بھی نہ کروں۔ اور خواہش یا کوشش دوسری بات ہے۔ ہاں رضا بالقضاء ضروری امر ہے۔ میں خدا کا ہزار ہزار شکر کرتا ہوں کہ اس قید میں مجھ کو ظاہری اور باطنی بہت سے انعامات سے نوازا، اگر میں بد نصیب، نالائق و کاہل نہ ہوتا تو اب تک بہت کچھ الطافات الٰہیہ سے فیضیاب ہو چکا ہوتا۔ مگر اپنی بد قسمتی کا گلہ کس سے اور کیا کروں، میں قسمیہ کہتا ہوں کہ میرے لئے یہ قید رحمت ہی رحمت ہے۔ پھر اگر خداوند کریم قبول فرمالے اور اخلاص ہو تو ہر ہر لحہ آخرت کیلئے توشہ ہے۔ (فلله الحمد والمنه) الحاصل ہر طرح افضال الٰہی شامل ہیں۔ اپنے ہر دو بزرگوں، مرشدنا و مولانا حضرت گنگوہی اور مولانا دیوبندی قدس اللہ اسرارہما کے الطاف بے عنایات کو خاص طور سے مبذول پاتا ہوں۔ پھر کیا غم ہے اگرچہ ایسی قید میں سالہاسال کیلئے ہوں خداوند کریم اپنی اور اپنے پیاروں کی رضا عطا فرمائے۔ والسلام

آپ کے شریک اسارت مولانا محمد میاں صاحب سابق شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ دہلی فرماتے ہیں کہ "دریا کو کوزہ میں بند کرنا بظاہر ناممکن اور محال ہے مگر ان آنکھوں نے دو بزرگ ایسے دیکھے ہیں کہ ان کی مثال اگر سامنے رکھی جائے تو یہ ممکن ہونے لگتا ہے۔ ایک تو حضرت الاستاذ العلامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، دوسرے شیخ الاسلام مرشدی العلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ قدس اللہ سرہ۔

طمع یا ظلم و تشدد کوئی چیز بھی ان چٹانوں کو ہلا نہ سکی

☆امام اعظم ابو حنیفہؒ کو دوبار عہدہ قضا پیش کیا گیا اور انھوں نے انکار کیا یہاں تک

Scanned with CamScanner

کہ قید خانہ ہی میں آپ کا انتقال ہوا۔

امام مالکؒ نے ایک مسئلہ کے اظہار میں کوڑے کھائے اور ان کے شانے اتر گئے۔ مسئلہ یہ تھا کہ مجبور کی طلاق کا کچھ اعتبار نہیں۔ اس مسئلہ کا سیاسی پہلو یہ تھا کہ خلفاء کے لئے جو بیعت لی جاتی تھی اس میں یہ کہلایا جاتا تھا کہ اگر بیعت توڑی تو بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔ اگر مجبور کی طلاق کا اعتبار نہیں تو بیعت کے اس حلف نامہ میں کوئی طاقت اور تاثیر باقی نہیں رہ جاتی۔ اسی بناء پر حکومت کو امام مالک کے اس فتوے سے بڑی تشویش لاحق ہوئی اور اس وقت کے حکام نے ان کے ساتھ سخت برتاؤ کیا۔

امام شافعیؒ نے زندگی کا بڑا حصہ عسرت میں گزارا اور اپنی صحت قربان کر دی۔

امام احمدؒ نے تنِ تنہا حکومت وقت کے رجحان اور اس کے سرکاری مسلک کا مقابلہ کیا اور اپنے مسلک اور اہل سنت کے طریقہ پر پہاڑ کی طرح جمے رہے۔

؎ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حضرت ندوی کا خراج عقیدت پڑھیں جو کہ محض تصنع بازی یا مبالغہ امیزی پر مبنی نہیں بلکہ حقیقت کی عکاسی کرتا ہے۔ کیا آج ہمارے قید خانوں میں ایسی ہستیاں موجود ہیں اگر نہ ہیں تو کیوں؟

☆ علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اسیران مالٹا کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ مارچ 1919ء میں ایک مضمون بعنوان۔ نظر بندان اسلام شائع کیا۔ اس میں وہ فرماتے ہیں:

امام العصر شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور ان کے رفقائے کرام ہمارے دوسرے نظر بندوں کے مقابلہ میں مختلف حیثیتوں سے ترجیحی پہلو رکھتے ہیں، لیکن ان کے اس شرف اور امتیاز کا کوئی حریف نہیں ہو سکتا کہ انھوں نے اپنی نظر بندی کا آغاز اس سر زمین اور اس آبادی سے کیا جس کے ایک گوشے میں "اسلام کا سب سے پہلا نظر بند (یعنی حضور ﷺ کو جب کفار مکہ نے بائیکاٹ کر کے مع اصحاب کے شعب ابی طالب میں نظر بند کیا تھا۔)

Scanned with CamScanner

شعب ابی طالب میں تین برس محصور رہا تھا۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ مولانا

کو جس طرح اپنے دیگر اعمال میں سنت نبویؐ کے کامل اتباع کا ذوق و شوق تھا اللہ تعالیٰ نے اس

آخری عمل میں بھی اسوۂ محمدیؐ کا شرف ان کو عنایت فرمایا۔ سچ ہے: المرءُ مع من احب۔

ہمارے نظر بندوں کو بایں ہمہ صعوبات ترک وطن کی تکلیف نہیں اٹھانی پڑی۔ لیکن اس مرد

راہ خدا کو یہ مصیبت بھی اٹھانی پڑی۔

مولانا اور ان کے رفقاء نے جدہ، مصر اور مالٹا میں اپنی قید کا زمانہ بسر کیا لیکن ان کے یہ تمام ایام جس ذوق و شوق، ولولہ و جذبات اور مبارک اشغال میں گزر رہے ہیں اور اس پیرانہ سالی میں وطن سے ہزاروں کوس دور جس ثبات قدم اور رسوخ عزم کے ساتھ وہ اس سنگلاخ زمین گو شے کر رہے ہیں وہ گذشتہ ائمہ کرام کے عہد ماضی کی یاد زندہ کر رہا ہے۔

ایمان و تلقین صبر و شکر تسلیم و رضا کا بھی نظارہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے جو تاریخ کی دوربین ہم کو کبھی مکہ کے غاروں میں کبھی بغداد و دمشق کے قید خانوں میں اور کبھی بلخ و ہرات اور نیشاپور کے زندانوں میں دکھاتی ہے۔ تلقین و ایمان نشرِ علم اور اشاعت حدیث کا جو فرض وہ دارالعلوم دیوبند کے حجروں میں انجام دیتے تھے اب وہ مالٹا کی کوٹھڑی نمبر 2219 میں انجام پا رہا ہے۔

اس بیان میں خط کشیدہ الفاظ کو پڑھیں اور غور فرمائیں کہ بحیثیت نبوت کے وارث ہونے کے کیا آج ہمارے علماء حضرات میں ان جذبوں کا ہونا ضروری ہے کہ نہیں۔

کیا اچھا ہوگا کہ موجودہ نظر بند حضرات آج کی عدالتوں میں بھی ایسی جرأت کا مظاہرہ کر کے حضرت مدنیؒ کی یاد تازہ کر دیں تاکہ امریکہ کے انگریز اور اس کے پیروکار حکمرانوں کو پتہ چل جائے کہ ان (علمائے دیوبند سے مرتب) ٹکر لینا آج بھی آسان نہیں ہے۔

تھی خدمت انکے ذمے ظلمتِ شب کو مٹانے کی

انہیں ترکیب سوجھی چاند سے سورج اگانے کی

شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا

۲۶ ستمبر ۱۹۲۱ء کراچی کے خالقدینا ہال میں بیان

انگریز کی فوج میں بھرتی ہونا، بھرتی کرانا، انگریز کی فوج میں بھرتی ہونے کا مشورہ دینا، انگریز کی فوج کی امداد کرنا یعنی جنگی قرضہ دینا سب حرام ہے۔

میں دو حیثیتیں رکھتا ہوں: میری ایک حیثیت یہ ہے کہ میں مسلمان ہوں اور دوسری حیثیت یہ ہے کہ میں عالم دین ہوں۔

مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرا فرض بنتا ہے کہ میں قرآنِ کریم کے تمام ٹکڑوں، حرفوں اور کلمات پر ایمان رکھوں۔ حضرت محمد ﷺ کے فرمودہ احکام پر یقین رکھوں چنانچہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اگر کوئی بھی دنیوی طاقت قرآن کریم کے کسی حرف یا جناب رسول اللہ ﷺ کے کسی حکم سے کسی کو روکے تو وہ ہرگز ہرگز نہ رکے۔ جب ہر مسلمان کا یہ فرض ہے تو اس کو قرآن کریم کے تمام احکام پر یقین کرنا اور عمل کرنا ضروری ہوگا۔ ہر مسلمان پر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت لازمی ہے اور یہ کہ ہر ایسی حکومت کی اطاعت نہیں کرنی چاہئے جو خدا رسول کی مخالفت کرتی ہو۔

میری (دوسری) حیثیت عالم اور مذہب اسلام کے محافظ ہونے کی ہے۔ اس لئے میرا فرض بنتا ہے کہ میں اپنا فرض پورا کروں۔ یہ فرض ہر عالم پر فرض ہے کہ قرآن کریم اور جناب رسول کریم ﷺ کے تمام احکام ہر شخص تک پہنچائے۔ پیغمبروں کے بعد علماء کا یہی طریق ہے۔ علماء کی بات پر کوئی توجہ کرے یا نہ کرے۔ علماء کا فرض ہے کہ حق بات لوگوں تک پہنچائیں۔

فتح بیت المقدس کے وقت مسٹر لارڈ جارج وزیر اعظم انگلینڈ نے اس جنگ کو

صلیبی جنگ کے نام سے موسوم کیا ہے اور مسٹر چرچل نے بھی اس کو صلیبی جنگ کہا ہے۔
اب میں ایسی حالت میں صاف صاف کہتا ہوں کہ جو مسلمان عیسائیت کا ساتھ دے گا وہ
صرف گنہگار نہ ہوگا بلکہ کافر ہو جائے گا۔ (یہ آخری فقرے سن کر لوگ دھاڑیں مار کر روتے
تھے۔ بلا خوف عدالت پولیس اور فوج)

کمشنر کینڈی نے کہا: بعض علماء کہتے ہیں کہ فوج کی نوکری جائز ہے حضرت شیخ پر
انتہائی جلال کی سی کیفیت طاری ہو گئی اور فرمایا۔ اگر کوئی مسلمان عالم دین ہمیں احکام قرآنی کی
تعمیل سے روکے گا تو ہم اس کی بات بھی ہرگز نہیں مانیں گے۔ کیونکہ ارشاد رسول ﷺ
ہے۔ لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق (ترمذی شریف)

(بیس بڑے مسلمان ص ۴۷۸ تا ص ۴۸۱)

عدالت کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت شیخ نے فرمایا۔

اگر گورنمنٹ کا منشا مذہب کی آزادی سلب کرنا ہے تو صاف صاف اعلان کرے
تاکہ سات کروڑ مسلمان اس بات پر غور کریں کہ ان کو مسلمان رہنا منظور ہے یا گورنمنٹ
برطانیہ کی رعایا۔ اسی طرح 22 کروڑ ہندو بھی سوچ لیں کہ ان کو کیا کرنا ہے کیونکہ جب
مذہبی آزادی چھینی جائے گی تو سب کی چھینی جائے گی۔

اگر لارڈ ریڈنگ اس لئے بھیجے گئے ہیں کہ قرآن کریم کو جلائیں اور احادیث کو مٹا
دیں اور کتب فقہ کو برباد کریں تو سب سے پہلے اسلام پر اپنی جان قربان کرنے والا میں ہوں۔

28 اکتوبر 1921ء مسٹر کینڈی جوڈیشنل

آج انگریز گورنمنٹ کی فوجی بھرتی اس لئے حرام ہے کہ مسلمان کو مسلمانوں کے
مارنے کیلئے بھرتی کیا جا رہا ہے۔ عیسائیت اور اسلام کا مقابلہ ہے۔ قرآن شریف میں مسلمانوں
کو قتل کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ مسلمان کے لئے مسلمان کو قتل کرنا حرام ہے اس لئے یہ
ملازمت بھی حرام ہے۔

ہم اس تجویز کو خدا اور خدا کے رسول کا حکم جانتے ہیں۔ ہم کسی طرح مجرم نہیں

Scanned with CamScanner

ہیں۔ بلکہ ہماری یہ کمزوری ہے کہ ہم اب تک فوجیوں میں جاکر خدا کا یہ حکم بیان نہیں کر سکے۔

نوٹ: مذکورہ مضمون جب میں لکھ رہا تھا تو خود بھی پس دیوار زنداں حق گوئی کے جرم میں پابند سلاسل تھا۔ رات کو تہجد کے بعد اٹھ کر تمام قائدین کے لئے یکساں دعائیں زبان پر آتی تھیں کہ اے اللہ ان حضرات کو ثابت قدم رکھنا...... ان کے ساتھ مذہبی وقار و شرف کی رونقیں وابستہ ہیں ان کا یہ کردار تاریخ کا حصہ بننے والا ہے۔ مگر افسوس صد افسوس رہائی کے بعد آج جب یکم ستمبر 2002ء یہ مضمون کتاب کی شکل میں چھپ رہا ہے تو دل خون کے آنسو رو رہا ہے کہ ان قائدین میں سے صرف مولانا اعظم طارق دامت برکاتہم جیل کی کال کوٹھڑیوں میں حکومتی آفروں اور دھمکیوں کو ٹھکراتے ہوئے اسیری کے ایام جرأت وہمت کے ساتھ گزار رہے ہیں باقی سب حضرات مفاہمت کے نتیجہ میں رہا ہو چکے ہیں۔ قاضی حسین احمد نے صرف چند مضامین اخبار میں طالبان کی پالیسیوں کے خلاف شائع کروائے اور آزادی کا پروانہ انہیں مل گیا...... جبکہ دوسرے حضرات نے حکومت پاکستان کو یقین دہانی کروائی کہ ہماری توبہ ہم آئندہ طالبان یا جہاد کا نام تک نہیں لیں گے (جیسا کہ ان کے قول فعل سے بھی ہر باشعور آدمی اندازہ لگائے ہوئے ہے) چنانچہ ان کو رہائی مل گئی اور رہائی کے بعد مزید زخم امت مسلمہ اور خصوصاً مجاہدین ناموس صحابہؓ کو یہ لگایا کہ متحدہ مجلس عمل کے عنوان سے ایک تنظیم قائم کر کے اس میں کائنات کے بدترین کافروں کو بھی شامل کر کے ان کو تقویت پہنچانے کی قبیح کوشش شروع کر دی اور اکابر کے روشن نام کو داغ دار کرنے کی شنیع جسارت کی اور اس پر انہیں کوئی ندامت بھی نہیں۔

؎ آگ دی جب باغبان نے آشیانے کو میرے
جن پر تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

اور اس اتحاد کو بعض مفتیان حضرات صرف اپنی سیاسی والستگیوں کی وجہ سے فتویٰ دیکر جائز قرار دے رہے ہیں جب ہم ان پر تنقید کرتے ہیں تو وہ بڑے بڑے دلائل دیتے ہیں

Scanned with CamScanner

اپنے موقف کی صحت کے لئے اور ہمیں کہا جاتا ہے کہ تم علماء کرام کے گستاخ ہو لیکن حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے بیان کی آخری چند سطور پر غور فرمائیں کہ حضرت کے جلالی الفاظ کیا تھے کہ قرآن کے حکم کی تعمیل سے ہمیں اگر کوئی مسلمان عالم بھی روکے گا ہم اسکی بات نہیں مانیں گے کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان ہے۔

"لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق" لہٰذا بندہ بھی یہی عرض کرے گا کہ علماء کا احترام اپنی جگہ مگر دین اور قرآن پاک، صحابہ کرامؓ ان سے اولیت رکھتے ہیں یہ ان کے تابع ہوں تو ہم ان علماء کے تابع ورنہ ہم قرآن کے پابند ہیں علماء کے نہیں۔ قرآن وحدیث ہمارے لئے قابل حجت اور قابل دلیل ہیں نہ کہ سرکاری علماء۔ لہٰذا ان کے لگائے گئے زخم کے باوجود ہم پر عزم ہیں۔

(مولانا ابوالکلام کا) اعلانِ بغاوت اور عدالت

یہ 1919ء کا ذکر ہے...... ابھی ہندوستان کے کسی سیاسی لیڈر اور کسی سیاسی جماعت نے، کامل آزادی کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔ ابھی انگریزی حکومت کے وجود کے خلاف کسی جماعت اور کسی لیڈر نے زبان نہیں کھولی تھی۔ ابھی کانگریس کے پلیٹ فارم سے آزادی کامل ریزولیشن اور مطالبہ پاس نہیں ہوا تھا۔ ابھی مسلم لیگ جداگانہ وطن اور جداگانہ قوم کے تصور سے بھی آشناء نہیں تھی۔ ابھی سب جماعتیں صرف چند حقوق کیلئے انگریزی حکومت کے سامنے عرض داشتیں پیش کرتے رہنے کی روش پر گامزن تھیں کہ...... مولانا ابوالکلام آزاد کو چار سال کی نظر بندی سے رہا ہونے کے کچھ عرصہ بعد، بغاوت کے جرم میں، انگریزی حکومت گرفتار کرلیتی ہے اور ایک انگریز جج کی عدالت میں سزا دلانے کیلئے پیش کردیتی ہے۔

برطانوی حکومت، جس کی حدود میں کبھی سورج غروب نہیں ہوتا تھا، اس حکومت کے خلاف باغیانہ سرگرمیوں کے جرم میں، ابوالکلام آزاد کو مجرموں کے کٹہرے میں لایا گیا۔

Scanned with CamScanner

انگریزی حکومت کے قانون میں، اس جرم کے مرتکب کیلئے پھانسی یا کالے پانی کی سزا تھی۔

اس سزا کے خوف سے، لوگوں کی زبانیں مدتوں سے گنگ تھیں، لیکن آج ابوالکلام آزاد انگریزی حکومت کی انگریزی عدالت کے سامنے بیان دیتے ہیں۔

اس عدالتی بیان کے بارے میں، گاندھی جی نے، جو اس وقت ایک صحافی تھے، اور ''بمبئی کرانیکل'' کے ایڈیٹر تھے۔ لکھا تھا کہ:

''مولانا آزاد کا یہ بیان، تحریکِ آزادی کی تاریخ میں بے مثال، ولولہ انگیز اور عہد ساز ہے۔''

اس بیان سے ہم نے ہندوستان کی جنگ آزادی نصف سے زیادہ جیت لی ہے۔

حاکم و جابر قوتوں کا زعم استبداد، اس بیان سے پاش پاش ہو گیا ہے۔

غلام اور مضمحل قوموں کے لئے...... مولانا آزاد کا یہ بیان آبِ حیات ہے!

ہندوستان اور ایشیا و افریقہ کی غلام قومیں، مولانا کو، سلام کرتی ہیں۔

عدالتی بیان

مسٹر مجسٹریٹ!

''مجھ پر بغاوت کا الزام عائد کیا گیا ہے...... لیکن مجھے بغاوت کے معنی سمجھ لینے دو ...... کیا بغاوت آزادی کی اس جدوجہد کو کہتے ہیں جو ابھی کامیاب نہیں ہوئی ہے۔ اگر ایسا ہے تو میں اقرار کرتا ہوں کہ میں باغی ہوں، لیکن ساتھ ہی یاد دلاتا ہوں کہ اس کا نام قابلِ احترام حب الوطنی بھی ہے۔

''پارنل'' نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ ہمارا کام ہمیشہ ابتداء میں بغاوت اور آخر میں حب الوطنی کی مقدس جنگ تسلیم کیا گیا ہے۔

میں مسلمان ہوں، اور میرے یقین کیلئے وہ بس کرتا ہے، جو میرے اللہ کی کتاب اور میرے نبی ﷺ کی شریعت نے بتایا ہے۔

میرا اعتقاد ہے کہ آزاد رہنا ہر فرد اور قوم کا پیدائشی حق ہے، کوئی انسان یا انسانوں کی گھڑی ہوئی بیورو کریسی یہ حق نہیں رکھتی کہ خدا کے بندوں کو اپنا محکوم بنائے۔ محکومی اور غلامی کیلئے کیسے ہی خوش نما نام کیوں نہ رکھ لئے جائیں لیکن وہ غلامی ہی ہے، اور خدا کی مرضی اور اس کے قانون کے خلاف ہے۔

پس میں موجودہ گورنمنٹ کو جائز تسلیم نہیں کرتا اور اپنا مذہبی، انسانی اور ملکی فرض سمجھتا ہوں کہ اس محکومی سے ملک و قوم کو نجات دلاؤں۔

جب اسلام مسلمانوں کا یہ فرض قرار دیتا ہے کہ وہ مسلمان حکومت کو بھی منصفانہ تسلیم نہ کریں جو قوم کی رائے اور انتخاب سے وجود میں نہ آئی ہو، تو پھر ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے لئے اجنبی بیورو کریسی کیا حکم رکھتی ہے۔

اگر آج ہندوستان میں ایک خاص مسلم حکومت قائم ہو جائے، مگر اس کا نظام بھی شخصی ہو یا چند حاکموں کی بیورو کریسی ہو تو بحیثیت مسلمان ہونے کے اس وقت بھی میرا یہی فرض ہو گا اس کو ظالم کہوں اور تبدیلی کا مطالبہ کروں۔

جن مسلمانوں کے مذہبی فرائض میں یہ بات داخل ہو کہ موت قبول کر لیں، مگر حق گوئی سے باز نہ آئیں، ان کے لئے دفعہ 124 کا مقدمہ یقیناً کوئی بڑی ڈراونی چیز نہیں ہو سکتا۔

کیا صرف اس لئے کہ ظلم طاقتور ہے اور اس کے پاس جیل ہے، اس کا حق دار ہو جاتا ہے کہ اس کا نام بدل دیا جائے۔

ہم صرف اس لئے کہ تمہارے ساتھ عارضی طاقت ہے۔ تمہاری برائیوں کا انکار نہیں کریں گے۔

زیادہ سے زیادہ سزا جو دی جا سکتی ہے۔ بلا تامل دے دو...... میں یقین دلاتا ہوں کہ سزا کا حکم لکھتے ہوئے، جس قدر جنبش تمہارے قلم میں پیدا ہو گی، اس کا عشر عشیر اضطراب بھی سزا سن کر میرے دل کو نہیں ہو گا۔

Scanned with CamScanner

میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نہ صرف اس جرم بغاوت کا مجرم ہوں، بلکہ ان لوگوں میں سے ہوں، جنھوں نے اس جرم کی اپنی قوم کے دلوں میں تخم ریزی کی ہے، اور اس کی آبیاری کے لئے اپنی پوری زندگی وقف کر دی ہے۔ میں مسلمانانِ ہند میں پہلا شخص ہوں، جس نے 1912ء میں اپنی قوم کو اس جرم کی عام دعوت دی، اور تین سال کے اندر اندر، اس غلامانہ روش سے ان کا رخ پھیر دیا، جس میں گورنمنٹ کے پرُ پیچ فریب نے انہیں مبتلا کر رکھا تھا۔

مسٹر مجسٹریٹ! اب میں اور زیادہ وقت عدالت کا نہ لوں گا، یہ تاریخ کا ایک دلچسپ اور عبرت انگیز باب ہے، جس کی ترتیب میں ہم دونوں یکساں طور پر مشغول ہیں۔

ہمارے حصہ میں یہ مجرموں کا کٹہرا آیا ہے!

تمہارے حصہ میں وہ مجسٹریٹ کی کرسی!

آؤ! اس یادگار اور افسانہ بننے والے کام کو جلد ختم کر دیں! مورخ ہمارے انتظار میں ہے اور مستقبل کب سے ہماری راہ تک رہا ہے۔

ہمیں جلد از جلد یہاں آنے دو، اور تم بھی جلد از جلد فیصلے لکھتے رہو۔ ابھی کچھ دنوں تک یہ کام جاری رہے گا۔ یہاں تک کہ ایک دوسری عدالت کا دروازہ کھل جائے۔

یہ خدا کے قانون کی عدالت!

وقت اس کا جج ہے،

وہ فیصلہ لکھے گا...... اور اس کا فیصلہ آخری فیصلہ ہو گا۔

ڈھونڈیں انہیں اب چراغ روخ زیبا لیکر
صدیوں میں ایسی ہستیاں پیدا ہوتی ہیں

انہی ابوالکلام آزاد کے متعلق مولانا سید سلمان ندویؒ لکھتے ہیں۔

رانچی کا نظر بند

اگر ہمارے نظر بندوں میں کوئی ایسا ہے جو اسوۂ محمدیؐ پر فائز ہوا (شیخ الہند مولانا محمود حسن کی طرف اشارہ ہے) تو ہم میں ایک اور ہستی ایسی ہے جو اسوۂ یوسفی کے درجہ پر ممتاز ہوئی، جس عزم واستقلال استغنااور قوت ایمانی کے ساتھ مولانا نے یہ زمانہ بسر کیا ہے وہ آئمہ سلف کی یاد کو تازہ کرتا ہے۔ شاید سب کو معلوم نہ ہو کہ انھوں نے حکومت کا وظیفہ لینے سے انکار کردیااور اعانت نظر بنداں کا ماہوار عطیہ بھی قبول نہیں کیا۔ اس زمانے میں ان کو جو مالی دقتیں پیش آئیں وہ صرف عبادی الشکور کے رمز میں پنہاں ہیں۔ یہ معلوم ہوگا کہ رات کو انھیں گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اس بناء پر وہ نماز عشاء کی جماعت میں شریک نہیں ہو سکتے تھے۔ لیکن انھوں نے اسے گوارانہ کیا انھوں نے حکومت سے اجازت چاہی اور جب کوئی جواب نہ ملا تو بر ملا اعلان کردیا کہ فریضہ الٰہی میں انسانوں کے فرمان مانع نہیں آسکتے! آہ ہم میں سے کتنے ایسے ہیں جو آزادی کے بستر پر بھی اٹھ کر خدا کے آگے سر نہیں جھکاتے اور ایک وہ عباد صالحین ہیں جو قید و تنگی میں بھی مساجد الٰہی کی یاد فراموش نہیں کرسکتے!

☆☆☆☆☆

تراشہ

مٹنے والوں کی وفا کا یہ سبق یاد رہے ۔\
بیڑیاں پاؤں میں ہوں مگر دل آزاد رہے

تجھ کو مل جائے جھکنے کے لیئے شاخ میری\
کون کہتا ہے کہ گلشن میں نہ صیاد رہے

میں سینہ زخمی زخمی

یوں تو آجکل روز مرہ کا معمول بن چکا تھا کہ کوئی نہ کوئی دل کو مغموم اور آنکھوں کو اشکبار کرنے والی خبر اخبارات میں پڑھنے کو ملتی...... پھر جیل کی بلند وبالا دیواروں اور آہنی سلاخوں کی وجہ سے دینا بھر سے ہم منقطع کر دیئے گئے ہیں۔اخبار ہی ایک ذریعہ باہر کے حالات سے آگاہ ہی کا ہے......بندہ کا معمول تھا کہ رات 2 بجے بیدار ہو کر بتوفیق اللہ ادائیگی تہجد کے بعد اپنے لئے بھی اور خصوصاً امت مسلمہ اور اسلام کی خیر وعافیت کے لئے دعائیں کرتا پھر نماز فجر کی امامت اور درس کے بعد کچھ ذکر اذکار پھر ناشتہ وغیرہ سے فراغت کے بعد اخبار کا شدت سے انتظار ہوتا...... لیکن اخبار آنے کے بعد جب ساتھی بھی تیزی سے اخبار کی طرف لپکتے اور بندہ بھی انکے ساتھ قدرے تیز قدموں سے چل پڑتا مگر دل میں ایک عجیب سی پریشانی کی کیفیت ہوتی اور طرح طرح کے خیالات آتے کہ نہ جانے اخبار میں آج کس مسلمان کے گلا دبانے کی خبر ہوگی کس بہن کی عزت کافروں کے ہاتھ سے لوٹی ہوگی کس جگہ کس مسجد کی بے حرمتی کی گئی ہوگی...... کتنے مجاہد شہید کر کے سلا دیئے گئے ہونگے...... کتنے حق گو علما کرام کو پابند سلاسل کر دیا گیا ہوگا...... کس ماں سے اسکے دودھ پیتے معصوم بچے آج چھن گئے ہونگے...... کس جگہ پر صحابہ کرامؓ کے خلاف ہرزہ سرائی ہوئی ہوگی۔ چنانچہ آج بھی بو جھل قدموں سے چلتے ہوئے جب اخبار کی طرف بڑھا تو آنکھوں کے سامنے یہ دلخراش خبر پڑھنے کو ملی کہ اللہ کے مقدس کلام لاشک ولاریب مبارک مسلمانوں کی مذہبی کتاب قرآن پاک کو کوہاٹ جیل سے ایک مجاہد سے تفتیش کے دوران ملعون امریکی فوجی نے چھین کر نیچے پھینک دیا جب اس مجاہد نے اسکو اٹھانے کی کوشش کی تو فوجی نے پاؤں کی ٹھوکر مار کر قرآن پاک کو اور دور کر دیا (العیاذ باللہ) بس اس خبر کا پڑھنا تھا کہ پاؤں کے نیچے سے زمین کھسکتی ہوئی

محسوس ہوئی سر چکرا گیا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا......دل مسوس ہو کر رہ گیا......ہر آنکھ اشکبار دکھائی دینے لگی......دل خون کے آنسو رونے لگا......کہ اتنا ظلم......اتنی بربریت......اتنی بے غیرتی......اور کفر کی درندگی......اور......دلیری......اور ہمت کہ اربوں مسلمانوں کے ہوتے ہوئے مسلمانوں کے ملک میں مسلمان افسروں کی موجودگی میں......ایسی جرأت امریکی چوہوں کو......اے کاش مجھ سمیت کوئی مسلمان تو وہاں ایسا ہوتا کہ اسکے ان منحوس پاؤں کو کاٹ کر کتے کے آگے پھینکتا......اس امریکی کو بوٹی بوٹی کر کے رکھ دیتا......اسکو ایسا عبرت کا نشان بناتا کہ آئندہ اس طرح پھر کسی کے پاؤں نہ اٹھتے اللہ کی مقدس کتاب قرآن پاک کی طرف......مگر افسوس کہ اربوں مسلمانوں میں سے صرف چند مسلمانوں نے احتجاج کیا......اور حکمرانوں کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی......مذہبی وسیاسی جماعتوں کے لیڈروں کو بھی سانپ سونگھ گیا......اور وہ بھی خاموش رہے جن کو کہتا ہوا سنا گیا تھا کہ پاکستان کی سرزمین پر امریکیوں کو دیکھتے ہی گولی ماردی جائے......آج صرف امریکی دیکھے ہی نہیں جاتے بلکہ انہوں نے اڈے بھی بنا لئے اور یہاں سے مسلمانوں پر بم برسا رہے ہیں اور قرآن پاک کو ٹھوکریں مار رہے ہیں......مگر مجال ہے کہ ان میں سے بھی کسی ایک نے بیان تک بھی مذمت میں دیا ہو جو اپنے آپکو ہی اسلام کا ٹھیکیدار سمجھتے ہیں۔

ایک دن پھر یہ منحوس خبر بھی پڑھنے کو ملی کہ ہندوستان میں ہندوؤں نے بامیان میں طالبان کی طرف سے توڑے جانے والے بتوں کے بدلے میں قرآن پاک کے اوراق سرعام نظر آتش کیے جنکی اخبارات میں باقاعدہ تصویریں بھی شائع ہوئیں......جبکہ ہندوؤں میں تھوڑی بھی غیرت اور عقل نام کی کوئی چیز ہوتی تو کم از کم یہ سوچتے کہ بدھ (بت کا نام) کے ساتھ ہندوؤں کا کیا تعلق انکے بھگوانوں میں سے کس کا نام بدھ نہیں یہ تو ہزاروں سال قبل بدھ نامی ایک شخص اٹھا تھا جس نے برائیوں اور بت پرستی کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا اور اسکو ماننے والے بدھسٹ یا بدھ مت کہلاتے ہیں......(مگر ہندوؤں نے تیسری جگہ بلاوجہ پنگا لیا) لیکن اس ظلم پر بھی مسلمان خاموش رہے......جبکہ افغانستان میں توڑے جانے والے

یہ واقعہ کو ہاٹ والے واقعہ سے پہلے کا ہے =

مسلم ممالک کے حکمرانوں نے اور بعض سے
بتوں کو بچانے کے لئے امریکہ برطانیہ سمیت غیر
غیرت مسلم حکمرانوں نے بھی طالبان کو روکا بت توڑنے سے گویا کہ بتوں کو بچانے کے لئے
کوششیں کیں اور ادھر کوفی عنان نے بھی اس کام کے لئے پاکستان کا رخ کیا......یونیسکو کے
خصوصی ایلچی نے بار بار قندھار کے چکر لگائے......یہ سب اب قرآن پاک کی بے حرمتی پر
کیوں خاموش ہیں چلو کفار کی خاموشی تو دشمنی اسلام کی وجہ سے ہے مگر مسلم حکمران کیوں
مہر بلب ہیں انکو اتنی بھی غیرت نہیں کہ کافر بے جان بتوں کے لئے اور امریکہ اپنے ایک
ملعون ڈینیل پرل (Denial Pearl) کیلئے پورے زور شور کے ساتھ واویلا کر سکتا ہے مگر
تم مسلمان ہو کر اللہ کی مقدس کتاب ام الکتاب پوری دنیا کو راہ ہدایت دکھانے اور برکات کی
محور کتاب قرآن پاک کے لئے اتنی بھی غیرت اپنے سینوں میں نہیں رکھتے کہ ایک مذمتی
بیان تک ہی دے دیں......ذرہ......بھی تمہارے اندر......غیرت و حمیت کا باقی نہیں رہا اس طرح
پاکستانی مذہبی سیاسی لیڈر جو ہر معاملہ میں ملک کے اندر شور و غل کرتے رہتے ہیں۔ کسی چیز
کے متعلق احتجاج کبھی کسی چیز کا احتجاج مگر جب قرآن پاک کی ہندوستان میں یہ بے حرمتی
ہوئی تو یہ اس پر بالکل خاموش رہ گئے جو کہ اپنے خلاف ایک جملہ بھی گستاخی کا برداشت نہیں
کرتے۔ سوچنے کی بات ہے کہ آج یہ مقدس قرآن پاک اتنا لاوارث کیوں کر دیا گیا ہے......
جس کا جب جی چاہے اسکی بے حرمتی کر دے......اور کوئی اسکو پوچھنے والا بھی نہ ہو۔

قابل غور بات

ذرا اس طرف توجہ کریں کہ کفار نے آج تک مختلف قسم کے مظالم کیے مگر
قرآن پاک کی بے حرمتی والے واقعات عالمی سطح پر کم و بیش شاید ملتے ہیں جبکہ اب تو معمول
بن چکا ہے......ایسا کیوں ہے......؟ جہاں اور وجوہات ہیں وہاں ایک سب سے بڑی وجہ یہ بھی
ہے کہ ان دیگر کافروں کا حوصلہ شیعہ کافروں نے بھی بہت بڑھایا ہے کہ انہوں نے متعدد
مواقع پر قرآن پاک کے نسخے جلائے پاکستان میں......لیکن آج تک کوئی شیعہ اس جرم میں

کیفر کردار تک نہ پہنچا تو کفار نے سمجھ لیا کہ مسلمان اتنے بے حس ہو چکے ہیں کہ ان کو اپنی مذہبی کتاب سے عملی زندگی میں ویسے بھی لگاؤ نہیں رہا اور اب تو بے حرمتی پر بھی نہیں بولتے اسلئے انہوں نے بھی قرآن پاک کے ساتھ یہ مذاق شروع کر دیا ہے......

شیعہ کی قرآن دشمنی

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ شروع سے شیعہ مذہب کی بنیاد...... دراصل قرآن پاک کی مخالفت پر رکھی گئی ہے...... اپنے آپکو مومن کہنے والے شیعہ قرآن پاک کے بالکل منکر ہیں انکی تمام عقائد کی کتب میں انکار قرآن اور تحریف قرآن کا عقیدہ موجود ہے ...... فصل الخطاب فی اثبات رب الارباب نامی کتاب میں دو ہزار روایات قرآن پاک کی مخالفت اور تحریف میں موجود ہیں مگر شیعہ نے بھی جب دیکھا کہ عقائد کے لحاظ سے ہمارا قرآن پاک کا انکار اور اسکی تحریف کا قائل ہونا...... یا قرآن پاک کی آیات کو اپنی کتب میں بدل کر لکھنے کے باوجود قرآن پاک کی حقانیت وصداقت عزت ووقار میں کوئی کمی نہیں واقع ہوئی اور نہ ہی ہم اتنی قرآن پاک کی مخالفت کرنے کے باوجود قرآن پاک کو ختم اور متبدل وغلط ثابت کرنے میں کامیاب ہو سکے ہیں۔ تو دشمنی کی جسارت سے انہوں نے ایران سے 1986 میں قرآن پاک جس میں بہت سی آیات میں ردوبدل کیا گیا تھا وہ شائع کر کے پاکستان بھیجا جس پر جنرل ضیاء الحق نے پابندی لگوادی اور ضبط کا حکم دیا...... جب شیعہ اس سازش میں بھی کامیاب نہ ہو سکے...... تو غصہ کی انتہا ہو گئی...... قرآن پاک کی دشمنی میں آگ بگولہ ہو کر شیعہ نے قرآن پاک کو جلانا شروع کر دیا...... چنانچہ خود پاکستان کی سرزمین پر متعدد نسخے قرآن پاک کے جلوادیے...... شور کوٹ میں قرآن پاک جلایا گیا...... فیصل آباد میں قرآن پاک جلا کر مسلمانوں کے ذمہ لگادیا...... ضلع ٹانک صوبہ سرحد میں ایک اسکول ماسٹر نے قرآن پاک کو سرعام جلادیا...... کراچی کی فروٹ منڈی میں ایران سے فروٹ کی پیٹیوں میں سیب قرآنی اوراق میں لپیٹ کر بھیجے گئے۔ راولپنڈی کے گندگی کے ڈھیروں سے قرآن پاک کے اوراق ملے جو

تعویذوں کے لئے شیعہ عاملوں نے پھینکوائے...... پھر سب سے بڑی جسارت 12 جولائی 1993ء 10 محرم کو پشاور میں ہوئی کوہاٹی گیٹ فاروق اعظم چوک...... صدیق اکبرؓ مسجد میں شیعہ نے داخل ہو کر مسجد کے محراب میں پیشاب کیا اور پھر قرآن پاک کے 80 سے زائد نسخے اٹھا کر باہر چوک میں زمین پر رکھ کر پیٹرول ڈال کر جلا دیئے (پولیس بھی موجود تھی سنی بھی موجود تھے) جلے ہوئے نسخوں کو بعد میں مولانا اعظم طارق صاحب دامت برکاتہم نے جب اسمبلی میں پیش کیا اور احتجاج کیا تو وزیر اعظم پاکستان ملعون نواز شریف نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ متنازعہ مسئلہ ہے اسکو یہاں زیر بحث نہ لایا جائے...... یہ ظلم کی انتہاء تھی ملک سے باہر قرآن پاک کی بے حرمتی پر چلو ہم صرف احتجاج کر سکتے ہیں لیکن جو اپنے ملک میں اور اپنی آنکھوں کے سامنے جل رہے ہوں جلانے والے ملعون ملزم بھی متعین ہوں اور پھر بھی مسلمانوں کی خاموشی حکمرانوں اور لیڈروں کی بے حسی...... کوئی احتجاج نہیں کوئی گرفت نہیں کوئی سزا نہیں...... (پھر ظلم در ظلم یہ کہ کسی سے کیا شکوہ کسی سے کیا گلہ کریں کہ ہمارے ہاں اسلام کے ٹھیکیداروں نے جن کا تعلق جمعیت علماءاسلام (ف) گروپ سے ہے انہوں نے دس دس لاکھ گیارہ گیارہ...... لاکھ مدارس کے نام پر گرانٹ لیکر اس مسئلہ پر دو دن احتجاج کے بعد چپ سادہ لی اور الٹا ہمیں خریدنے کے لئے پشاور جیل میں جناب بجلی گھر صاحب تشریف لے آئے جس پر انہیں خاصی مایوسی ہوئی) اس اتنے بڑے ظلم پر اور قرآن پاک کی بے حرمتی پر بھی مسلمان بیدار نہ ہوئے (سوائے چند ہزار افراد کے احتجاج کے) مگر لیڈر حکمران افسران سب خاموش ملکی یا بین الاقوامی سطح پر اسکا کوئی نوٹس نہ لیا گیا...... اور تو کچھ نہیں کم از کم اتنا کر دیتے کہ جلانے والوں کے عقائد و نظریات پہلے بھی قرآن اور اسلام مخالف تھے اب عمل دیکھ کر حکومت شیعہ کو کافر قرار دے دیتی لیکن ان ملزمان کے متعلق بھی کوئی قدم نہ اٹھایا گیا (الٹا متحدہ مجلس عمل میں انکو سینہ سے لگا کر ساتھ بٹھایا گیا) تو پھر دیگر غیر مسلموں کے حوصلے تو خود بڑھیں گے کہ مسلمانوں کے اپنے ملک میں قرآن پاک کی بے حرمتی معمول ہے تو چلو ہم بھی کر لیں تو کیا ہو گا چنانچہ انہوں نے بھی ایسا کرنا شروع کر دیا

Scanned with CamScanner

جس نے تم کو وقار دیا اسکو تم نے برباد کیا

میرے مسلمانوں بھائیو! تمہیں کیا ہو گیا ہے اتنے تم بے حس کیوں ہو گئے ہو...... اتنے احسان فراموش کیوں بن گئے ہو...... جس قرآن نے تمہیں وقار دیا اسکو تم نے آج برباد کر دیا...... جس قرآن نے تمہیں رب تعالیٰ کی پہنچان حضور ﷺ کی شان بتائی...... صحابہ کرامؓ کا مقام سمجھایا...... ماں باپ کا احترام سکھایا...... ماں، بہن بیٹی، بیوی میں فرق بتایا...... چھوٹوں پر شفقت بڑوں کا ادب سکھایا...... اخلاق و کردار والا انسان بنایا...... جس قرآن کے ذریعہ مسلمانوں کو باقی مذاہب اور اقوام میں عزت و شوکت وقار اور شان ملی...... آج وہ قرآن خود دردر کی ٹھوکریں کھائے اس مقدس کلام کی گلی گلی کوچہ کوچہ بے حرمتی کی جائے جسکے پڑھنے سے دنیا میں برکت و شفا ملے...... عمل سے آخرت میں جنت الاعلیٰ ملے وہ آج جگہ جگہ جلایا جائے...... مٹایا جائے...... اور تیری غیرت جوش میں نہ آئے صرف اسلئے کہ تیری عزت تیری لیڈری شہرت، منصب...... میں فرق نہ پڑ جائے تیری جان نہ چلی جائے قرآن برباد ہوتا ہے تو ہوتا رہے تو پھر ڈوب مرنے کا مقام ہے...... یاد رکھو! جب تک قرآن پاک کی عزت و عظمت محفوظ نہیں تو مت بھولو لیڈرو! حکمرانو! امت کے راہنماؤ اور عام مسلمانو...... کہ تم یا تمہاری حکمرانی عزت و شادمانی...... برقرار رہے گی...... مسلمان کے پاس قرآن اور قرآن کی عزت نہیں تو کچھ بھی نہیں......

کیا ہمارا خون زیادہ مقدس ہے

اتنا بھی نہیں سوچتے کہ کل اسی قرآن پاک کی اشاعت کیلئے اس پاک کلام اللہ کو آپ تک پہنچانے اور کافروں کی سازشوں سے محفوظ رکھنے کے لئے خود رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے اپنا خون تک لگایا کیا ہمارا خون زیادہ مقدس ہے مکہ کی گلیوں میں حضور ﷺ کو یہ قرآن پاک ہم تک پہنچانے کے جرم میں کتنا ستایا گیا جسم اطہر پر گندگی ڈالی گئی...... راستہ میں کانٹے بچھائے گئے...... گالیاں نکالی گئیں...... وطن سے بے وطن کیا گیا...... بھوکا شعب

احد میں 13 بدر میں اس قرآن کو ہم تک پہنچانے کیلئے..... انی طالب میں تین سال قید رکھا گیا..... اس قرآن کو ہم تک پہنچانے کیلئے بدر میں 13 احد میں 70 حنین میں 19 خیبر میں 18 بئیر معونہ پر 70 دور نبوت میں 256 صحابہ کرامؓ..... خلافت راشدہ کے دور میں ستائس ہزار (27000) اور اسکے بعد بھی آج تک لاکھوں مسلمان شہید کیے گئے اور اپنے خون کا..... جانوں کا نذرانہ پیش کر کے اتنی بڑی قربانی دیکر قرآن پاک کو ہم تک پہنچایا مگر آج ہم ہیں کہ اس عظیم نعمت کی نہ قدر کرتے ہیں نہ تحفظ نہ اسپر عمل .....؟

(افسوس صد افسوس ہے مسلمانوں پر.....از مرتب)

قرآن کی فریاد

اور پھر اس قرآن کی فریاد بھی ہم پر اثر انداز نہیں ہوتی کہ میں آیا کس لئے تھا مسلمانو! میں تمہاری فلاح و کامرانی ہدایت و نجات کے لئے آیا تھا مگر آج تمہارے ہی ہاتھ تمہارے سامنے میری عزت و وقار کو مجروح کیا جا رہا ہے تم ہو کہ بیدار ہی نہیں ہوتے..... غیرت و حمیت تمہاری انگڑائی نہیں لیتی تم مجھے قسموں کے لئے استعمال کرتے ہو ختموں کے لئے استعمال کرتے ہو..... قبروں کے لئے استعمال کرتے ہو..... میں تمہیں رب تعالیٰ و حضور ﷺ کے احکامات پر عمل کرنے کا حکم دیتا ہوں تم میرے حکموں کو پس پشت ڈالتے ہو..... مجھے ٹی وی..... وی سی آر..... کے سامنے رکھ کر سکرین پر میری منع کی ہوئی چیزوں کو دیکھ کر میرے سامنے میری بے حرمتی کرتے ہو.....؟ تو پھر یہ شکوہ کیسا کہ تم پر ذلت کیوں مسلط ہوئی..... تم ہر طرف سے پریشانیوں میں گھرے ہوئے ہو..... ناکامیاں..... بیماریاں ..... حرام کاریاں..... تباہ کاریاں..... تمہارا مقدر کیوں بن گئی ہیں..... اس لئے کہ تم نے میرے اوراق پر یہ سطریں پڑھیں تھی کہ جو مجھے پس پشت ڈال کر مجھے نظر انداز کردے گا توفان له معيشة ضنكا کہ دنیا کی زندگی تباہ کردونگا۔ آج تم نے مجھے نظر انداز کردیا تمہاری زندگیاں تباہ کردی گئیں ہیں..... آج تم نے مجھے کافروں کے ہاتھوں میں دے دیا وہ مجھے مارتے جلاتے ہیں تو اسلئے تم پر بھی کافر مسلط کردیئے گئے ہیں کہ وہ تم کو بھی مارتے

جلاتے ہیں...... میں تمہارے اربوں ماننے والوں کے ہوتے ہوئے بھی آج لاوارث معلوم ہوتا ہوں تم مجھ ایک کی حفاظت نہیں کرتے تو خوداربوں میں ہو کر بھی تم بزدل ہو چکے ہو...... تمہاری ہیبت دشمن پر ختم ہو چکی ہے یہ تو دینا کی حالت ہے اگر تم ہوش میں نہ آئے میری طرف تم نے توجہ نہ دی مجھے سینہ سے لگایا میرا تحفظ اور دفاع نہ کیا تو کل روز قیامت ونحشرہ یو م القیامت اعمیٰ......اندھے کر کے اٹھائے جاؤ گے...... میرا محافظ تو خدا ہے میں جل کر بھی بچ جاؤنگا مگر تمہاری تباہی ہو جائیگی...... اسلئے میں مسلمانو تمہیں کہتا ہوں

کہ ارے مومنو تم کہاں سو رہے ہو
خدا کا یہ قرآن لٹا جارہا ہے
آواز آرہی ہے مدینہ سے تم کو
یہ دردر کی ٹھوکریں کیوں کھارہا ہے

قرآن کی فریاد بصورت نظم

طاقوں میں سجایا جاتا ہوں
آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں
تعویذ بنایا جاتا ہوں
دھو دھو کے پلایا جاتا ہوں
جزدان حریر ریشم کے
اور پھولوں ستارے چاندی کے
پھر عطر کی بارش ہوتی ہے
خوشبو میں بسایا جاتا ہوں
جس طرح سے طوطا مینا کو
کچھ بول سکھائے جاتے ہیں

اس طرح پڑھایا جاتا ہوں
اس طرح سکھایا جاتا ہوں

جب قول وقسم لینے کے لئے
تکرار کی نوبت آتی ہے

پھر میری ضرورت پڑتی ہے
ہاتھوں پہ اٹھایا جاتا ہوں

دل سوز سے خالی رہتے ہیں
آنکھیں ہیں کہ نم ہوتی ہی نہیں

کہنے کو میں اک اک جلسہ میں
پڑھ پڑھ کے سنایا جاتا ہوں

نیکی پہ بدی کا غلبہ ہے
سچائی سے بڑھ کر دھوکہ ہے

اک بار ہنسایا جاتا ہوں
سو بار رلایا جاتا ہوں

یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے
قانون پہ راضی غیروں کے

یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں
ایسے بھی ستایا جاتا ہوں

کس بزم میں مجھ کو بار نہیں
کس عرس میں میری دھوم نہیں

پھر بھی اکیلا رہتا ہوں
مجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں

Scanned with CamScanner

لہذا میرے بھائیوں اس کا احساس کرو اس فریاد اور آواز پر دھیان کرو اب بھی وقت ہے ہم بیدار ہو جائیں ہوشیار ہو جائیں اور کم از کم اتنی غیرت کر لیں کہ جتنی ہمیں اپنی بہو بیٹی ماں بہن کی عزت یا اپنے لیڈر کی عزت کو لوٹتا ہوا دیکھ کر آتی ہے تو پھر بھی اس مقدس کلام کی طرف کوئی میلی آنکھ سے دیکھ بھی نہ سکے گا......اور اگر اتنی بھی غیرت ہمارے اندر بیدار نہیں ہوتی تو پھر قرآن کی فریاد برزبان علامہ اقبال سچ ہے جس نے قرآن پاک کی لاوارثی کو دیکھ کر کہا تھا......

عالم رویا میں دیکھا اک ماہ جبین
گوشہ مسجد میں بیٹھا تھا وہ غمگین و حزین
میں نے کہا اے سرمایہ حسن جمال
سچ بتا پتہ اپنا ہو کس چمن کے نونہال
حور ہو فرشتہ ہو یا پری زادوں میں سے ہو
بادشاہ معزول ہو یا خانہ بربادوں میں سے ہو
رو کے فرمانے لگا میں اک دلِ ناکام ہوں
مسلمانوں کا ستایا ہوا کتاب قرآن ہوں
اب جگہ ملتی نہیں مسلمانوں کے دولت خانوں میں
اسلئے میں رہتا ہوں یہاں ویرانوں میں

اب اگر ہم نے اسے ویرانوں میں ہی رہنے دیا تو پھر وہ دن دور نہیں کہ ہم تو ویران ہو چکے ہمارے ملک بھی ویران ہو جائیں (اللھم حفظنا منه) اسلئے کچھ بیداری کچھ غیرت کا ثبوت دیجئے اور ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والا مسلمان اپنے حصہ کی ذمہ داری کو اس طریقہ سے نبھانے کی کوشش کرے......اگر کچھ بھی نہیں کر سکتے تم کم از کم اتنا تو کرو کہ خود اپنی زندگیوں کو اپنے معاملات کو قرآن پاک کے تابع بنالو اس کی برکت سے رب تعالی ہمارے حال پر رحم فرمائینگے......

Scanned with CamScanner

خدایا تو ہمیں عامل قرآن کردے
پھر نئے سرے سے مسلمان کو مسلمان کردے

یہاں تک تو وہ زخم دکھائے جو عیسائیوں' ہندوؤں' شیعوں اور دیگر غیر مسلموں نے لگائے تھے ......اب ذرا تھوڑی سی توجہ اس طرف بھی کہ آپ کے مسلمان بھی یہ زخم لگانے میں نہیں ہچکچاتے ......چنانچہ ہمارے ملک پاکستان کے ناشرین حضرات دانستہ یا غیر دانستہ طور پر قرآن میں اغلاط کا انبار لگانے کی جسارت فرما چکے ہیں تا حال انکے لئے کوئی قانون...... کوئی آواز...... کوئی گرفت نہیں ہوئی جو کہ ہمارے لئے یہ بھی ایک بہت گہرا زخم اور بڑا المیہ ہے۔ یہ غلطیاں چند نہیں بلکہ حال ہی میں اس پر کچھ حضرات علماء اکرام نے اپنی ذمہ داریوں کا احساس فرماتے ہوئے جب اس طرف توجہ کی تو معلوم ہوا کہ انکی غلطیوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے......چنانچہ صرف حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب دامت بر کا تھم (صادق آبادی) نے کتابی شکل میں جو شائع کی ہیں ان کی کتاب کے کل 290 کے قریب صفحات ہیں اور چند صفحوں کے علاوہ سب صفحات پر اغلاط کی نشاندھی کی گئی ہے...... اسکے لئے محترم جاوید ابراہیم پراچہ صاحب نے سابقہ دور میں اسمبلی میں آواز اٹھائی تو وفاقی مذہبی امور کے وزیر راجہ ظفر الحق صاحب نے تین سال سزا سنانے کا اعلان کیا اس سے قبل بھٹو دور میں بھی کوثر نیاز کی تحریک پر چند افراد کو سزا دی گئی...... مگر ابھی تک اس جرم میں کمی نہیں آئی بلکہ اضافہ کثرت اختیار کر گیا ہے......لہذا اسکے لئے سب مسلمانوں کو علماء کرام کو ملکر مضبوط آواز اٹھانی چاہئے...... تا کہ اس جرم کی لپیٹ میں کہیں پوری قوم غضب الٰہی کی گرفت میں نہ آجائے۔

کاش میں جل جاتا

یہ زخم کا درد تھا جو بندہ نے سلاخوں کے عقب سے آپ تک پہنچایا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ ہم قربان ہو جاتے اور قرآن کی عزت کو بچا لیتے......جب مذکورہ بالا دلخراش واقعات سنے تو دل سے دعا نکلی کہ اے کاش یہ ٹھوکریں قرآن کو نہیں مجھ ناچیز کو لگ جاتیں...... ہندوستان میں قرآن کے اوراق کی جگہ اس ناچیز کو جلا دیا جاتا تو بہتر تھا...... مگر اللہ کی مقدس کتاب کی

بے حرمتی نہ ہوتی اے اللہ! ہم تو خود بھی کمزور ہیں خطاکار و گناہ گار ہیں ورنہ کسی لعین کو یہ جرأت نہ ہوتی کہ وہ آپکی پاک کتاب کو یوں ٹھوکریں مارتا......اللہ ہم عزم کرتے ہیں اور تو ہمارے عزائم کو قبول بھی فرما استقامت اور خلوص بھی عطا فرما کہ آئندہ قرآن پاک کی ہم بے حرمتی نہ ہونے دینگے......اور اگر ہو جائے تو پھر یا تو ہمارے ہاتھوں سے بے حرمتی کرنے والوں کو جہنم واصل کروادے یا پھر اس قرآن کی عزت کے لئے ہماری بھی جانوں کے نذرانے قبول فرمالے......ہم کر کچھ نہیں سکتے مگر سینہ واللہ بہت زخمی زخمی ہے......اللہ تو ہی مہربانی فرما......

میں سینہ زخمی زخمی چشم گریاں لیکے آیا ہوں
لبوں پر تیرا شکوہ اے مسلماں لیکے آیا ہوں
وہ ورق (وہ قرآن) جو جلا سرزمین پاک وہند پر
وہ جلا ہوا ورق لیکے آیا ہوں وہ قرآن لیکے آیا ہوں

☆☆☆☆☆

تراشہ

جو چیز مجھے قرآن سے الگ کرے اسے آگ لگا دو۔

حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے فرمایا کہ میرے لئے جو کچھ ہے قرآن مجید میں موجود ہے اس سے باہر جو بھی ہے باطل ہے اور ایک باطل شے کے مطالعہ کے لیئے میرے پاس وقت نہیں اگر آج دنیا قرآن کو چھوڑ کر دوسری کتابوں پر نگاہ کر سکتی ہے تو میں دوسری کتابوں سے روگردانی کر کے صرف آخری کتاب الہی پر اپنی توجہ کیوں نہ مرتکز کردوں امیں تو قرآن مبلغ ہوں میری باتوں میں اگر کوئی تاثیر ہے تو وہ حرف قرآن کی ہے۔ جو چیز مجھے قرآن سے الگ کرے اسے آگ لگا دو......

Scanned with CamScanner

اپنوں کے زہریلے نشتر

اسے المیہ کہہ لیجئے کہ چودہ سو سال سے علماء کرام اور اہلسنت عوام کی اکثریت لاعلمی کی وجہ سے شیعہ فرقہ کو محض مسلمانوں کا ایک اختلافی گروپ تصور کرتی رہی کہ جس طرح بعض فروعی اختلافات کی وجہ سے دوسرے مسلمان ہیں اسی طرح شیعہ بھی صرف چند مسائل پر اختلاف رکھنے کی بنا پر مسلمانوں کا ہی ایک گروپ ہے شیعہ مذہب کو جن ادوار میں علماء کرام کو قریب سے دیکھنے سمجھنے پڑھنے کا اتفاق ہوا انہوں نے حضرت ابن عباسؓ......امام ابو حنیفہؒ سے لیکر ابن تیمیہؒ اور مولانا عبدالشکور لکھنویؒ تک سب نے صریح کافر لکھا مگر چونکہ عوام میں یہ بات معروف نہ ہونے کی وجہ سے پھر بھی اس فرقہ اور فتنہ سے باقاعدہ دوری اور نفرت پیدا نہ ہو سکی۔

ماضی قریب میں ہندوستان میں حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ فاروقی نے جو تحریک مدح صحابہؓ کے نام سے چلائی اس کے نتیجہ میں کافی حد تک علماء کرام بھی اور مسلمان عوام بھی شیعہ کی فتنہ انگیزیوں اور کافرانہ عقائد سے واقف ہوئے اور ان سے کچھ احتیاط کرنے لگے پھر پاکستان بننے کے بعد بھی اس محنت کا سلسلہ مختلف طریقوں سے جاری رہا۔

پاکستان میں سب سے پہلے ڈیرہ غازی خان کے علاقہ سے تنظیم اہلسنت کے نام سے ایک جماعت کی بنیاد رکھی گئی جس کی قیادت امام اہلسنت مولانا عبدالستار تونسوی دامت برکاتہم العالیہ نے سنبھالی اور 50 سال سے اس موضوع پر ہزاروں علماء کرام اور عوام الناس کو دلائل کے ساتھ پڑھایا اور بتا چکے ہیں کہ اس فرقہ کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں...... لہذا مسلمان ان سے معاملات میں احتیاط اور اجتناب برتیں...... اسی دوران ایران میں شیعی انقلاب خمینی نے برپا کیا

یہ 11 فروری 1979ء کی بات ہے جس سے ایک بار پھر ہمارے ہی بعض مفاد پرست علماء کرام اور لاعلم عوام نے اس انقلاب کو اسلامی انقلاب تسلیم کیا اور کہنا شروع کر دیا بعض صحیح علماء کرام بھی محض شیعہ کے عقائد کا مطالعہ نہ ہونے کی وجہ سے انہیں مبارکبادیں بھی دیتے رہے اور ایرانی انقلاب کو اسلامی انقلاب سمجھتے رہے چنانچہ پھر اللہ پاک نے دو عظیم ہستیوں کا انتخاب اس غلیظ فتنہ کی سرکوبی کے لئے کیا ایک حضرت مولانا منظور احمد نعمانی ؒ دوسرے مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ۔

مولانا منظور احمد نعمانیؒ نے استفتا لکھ کر (جس میں شیعہ کے عقائد و نظریات کو بھی لکھا) پوری دنیا سے فتویٰ طلب کیا (جو کہ ایرانی انقلاب کے نام سے کتابی شکل میں موجود ہے) تو پوری دنیا کے علماء کرام نے واضح دلائل قرآنیہ 'عقلیہ' نقلیہ سے فتویٰ دیا کہ شیعہ اثناء عشری کائنات کے بدترین کافر ہیں جب یہ فتویٰ تحریری اور کتابی شکل میں آگیا تو اللہ پاک نے مولانا حق نواز جھنگویؒ سے یہ کام لیا کہ انہوں نے اس تحریر کو زبان دی اور منبر و محراب سے لیکر چوکوں چوراہوں پر...... یہاں تک کہ اسمبلی تک اور پھر مدینہ طیبہ میں منبر رسول ﷺ تک سے آواز حق گونجنے لگی کہ شیعہ کائنات کا بدترین کافر ہے...... اور پھر مولانا نے ۶ ستمبر ۱۹۸۵ء میں سپاہ صحابہؓ نامی تنظیم قائم کی۔ دیکھتے ہی دیکھتے پورے ملک میں اور دنیا بھر میں چند سالوں میں یہ بات عام ہوگئی کہ واقعی شیعہ کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور وہ مسلمانوں کا کوئی حصہ نہیں بلکہ الگ این ٹی اسلام ہے اگرچہ اس کی پاداش میں خود مولانا حق نواز جھنگویؒ کو ظلم و تشدد اور پولیس کی بربریت کا سامنا کرنا پڑا پھر جان تک بھی اس مشن پر لٹادی۔

15 سال میں مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ جیسے اسکالر' مدبر' مولانا ایثار القاسمیؒ جیسے جرنیل' مولانا شعیب ندیمؒ جیسے حسین خطیب سمیت ہزاروں علماء کرام و مجاہدین ناموس صحابہؓ نے جام شہادت نوش کر کے مسلمانوں کو بتایا کہ یہ شیعہ فرقہ صحابہؓ کا دشمن اور اسلام کا غدار کافر فرقہ ہے۔ اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں...... لہذا آپ کو بھی اس فرقہ سے تعلق

Scanned with CamScanner

نہ رکھنا چاہیے جیسا کہ شریعت میں صاف ممانعت ہے...... چنانچہ اس پندرہ سالہ محنت کا نتیجہ یہ ہوا کہ عموی طور پر مسلمان اس فرقہ اور فتنہ سے نفرت کرنے لگ گئے اور حدیث طیبہ کے حکم کے مطابق شیعہ سے اٹھنا بیٹھنا معاملات رشتے وغیرہ سب ختم کر دیئے 99 فیصد عوام اہلسنت نے ان سے اجتناب کیا اور ناطہ ختم کر دیا

سپاہ صحابہؓ کے ساتھ ملکر جس نے کافر کافر کا نعرہ نہیں بھی لگایا...... سپاہ صحابہؓ کی سخت روش کو تسلیم نہ بھی کیا مگر یہ مان لیا کہ واقعی شیعہ ایک غلیظ فتنہ اور کافر ہے اسمبلی میں بھی مولانا اعظم طارق صاحب نے ناموس صحابہؓ بل پیش کیا اور 70 سے زائد ارکان نے دستخط کیئے اور مطالبہ کیا کہ شیعہ کو کافر قرار دیا جائے حکومت نے یہ بل اس لئے پاس نہ ہونے دیا کہ وہ جانتی تھی کہ جب بحث ہو گی تو شیعہ واقعی کافر ثابت ہو گا...... غرضیکہ سپاہ صحابہؓ کی پندرہ سالہ جدوجہد اور قربانیوں نے 90 فیصد مسلمانوں کو باقاعدہ شیعیت سے متنفر اور دور کر دیا اور مولانا حق نواز جھنگویؒ کی بات بھی پوری ہوئی کہ میں شیعیت کو ایک گالی بنا کر چھوڑوں گا واقعی شیعیت ایک گالی بن چکی تھی...... اور ہے۔

لیکن برا ہو ان نام نہاد مذہبی سیاست دانوں کا جنہوں نے محض اپنی سیاست چمکانے اور سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے ان صحابہؓ کے دشمنوں ...... دین کے مخالفوں ...... یہودیت کے چربے علما کرام اور مجاہدین کے قاتلوں اور پاکستان کے خلاف سازشیں کرنے والے غنڈوں شیعہ کافروں کو گلے سے لگا لیا اور دفاع افغان وپاک کونسل کے پلیٹ فارم کو خاموش کر کے متحدہ مجلس عمل کے نام سے ایک بے ضمیر لیڈروں کا اتحاد قائم کر لیا اور شیعہ کی کالعدم تنظیم تحریک جعفریہ کو اس اتحاد میں شامل کر کے سپاہ صحابہؓ کی پندرہ سالہ جدوجہد اور قربانیوں کو خاک میں ملا کر علماء کرام ومفتیان عظام کا چودہ سو سال سے چلا آتا ہوا شیعہ کے کفر کا فتویٰ نظر انداز کر دیا اور اتنا بھی نہ سوچا کہ اس سے تحفظ ناموس صحابہؓ کی تحریک کو کتنا نقصان ہو گا ...... اور مسلمانوں میں مفتیان کے فتویٰ پر کیا کچھ تبصرے کئے جائینگے ...... اور شہداء کی روحیں بھی تڑپیں گی اور خصوصاً حضرات صحابہ کرامؓ کی عزت دو قار

جو مسلمانوں کی نظروں میں ہے اس پر کتنے بڑے اثرات مرتب ہونگے ان ساری باتوں کو بالکل یکسر نظر انداز کر کے یہ فیصلہ کیا گیا۔

ملک بھر کے سوائے چند علماء کرام اور مفتیان کے نہ ان کو کوئی سمجھانے والا ہے نہ ان کے اس گھناؤنے فعل کی علمی تحقیق کر کے فتویٰ دینے والا ہے یہ ایک ایسا گہرا زخم لگ چکا ہے جس کی مرہم پٹی برسوں بھی کرتے رہیں تو یہ زخم درست ہونے کے قابل نہیں۔
عوام میں اس مسئلہ پر جو اضطراب اور بد مزگی کی کیفیت اور علماء کرام اور مفتیان عظام سے نفرت کو جو عروج ملا ہے' وہ الگ ایک زخم ہے جس کا اظہار وہ ہر عوامی محفل میں کرنا شروع ہو گئے ہیں اور لوگوں میں یہ چہ مگوئیاں ہو رہی ہیں کہ لو جناب کل تک تو شیعہ کافر تھا اور آج مسلمان ہو گیا (صرف اپنے مفاد اور چند ووٹوں کی خاطر) ان مولویوں میں سے کس کی بات مانیں...... جامعہ علامہ بنوری ٹاؤن کے ایک اہم معاون نے فون کر کے یہاں تک کہہ دیا کہ جناب یا ہمیں کافر قرار دو یا پھر شیعہ کو مسلمان ماننے کا فتویٰ جاری کرو۔

اس سے بھی بڑھ کر جگر زخمی کر دینے والی بات یہ ہے کہ پشاور میں ایک شخص نے اپنی سنی بیٹی کا نکاح شیعہ کے ساتھ کر دیا جب اس سے کہا گیا کہ یہ کافر ہیں ایسا نہ کریں تو اس نے اخباری وہ تصویر دلیل کے لئے پیش کی جس میں مولانا فضل الرحمٰن' قاضی حسین احمد' ساجد نقوی وغیرہ اکھٹے بیٹھے تھے اور کہا کہ یہ اگر کافر ہوتے تو اکھٹے کیوں بیٹھتے یہ مسلمان ہیں اس لئے اکھٹے بیٹھے ہیں۔

اور اس لئے میں نے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا (العیاذ باللہ) کیا وہ باتیں مولانا حق نواز جھنگوی کی بھول گئیں کہ مولانا نے فرمایا تھا کہ ایک سنی بچی کا نکاح لاعلمی کی وجہ سے شیعہ کے ساتھ اگر ایک عام آدمی نے پڑھا دیا تو اس ساری زندگی کے زنا کا ذمہ دار مولوی ہے جس نے معلوم ہونے کے باوجود فتویٰ نہ دیا۔ اور زخم در زخم یہ کہ جب جامعہ عثمانیہ کے مفتی غلام الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم سے اس مسئلہ پر فتویٰ لیا گیا تو آپنے بھی گول مول فتویٰ دیا کہ وہ شخص اگر شیعہ کے ساتھ بچی کا نکاح پڑھائے گا تو وہ صرف گنہگار ہو گا یہ بتانے کی جسارت

Scanned with CamScanner

جناب نے بھی نہیں کی کہ گنہگار کیوں گا؟

اسی طرح کے زخم متعدد بار ہمارے ان مذہبی سیاسی لیڈروں نے لگائے ہیں جن میں بطور خاص مولانا فضل الرحمٰن صاحب مد ظلہ اور قاضی حسین احمد صاحب کی کاوشیں کار فرما رہتی ہیں ان کے دل کفار کے متعلق بڑے ہی نرم ہیں یہ کفار پر اکثر ترس کھاتے رہتے ہیں اور ہمیشہ سیاسی اتحاد کے لئے کبھی بے نظیر کبھی شیعہ اور دیگر اس قسم کے لوگ انہیں میسر آتے ہیں نہ جانے یہ اکابر علماء دیوبند کا نام کس منہ سے لیتے ہیں اور ان کے اس کردار پر ذمہ دار بزرگوں میں سے کوئی بھی گرفت نہیں کرتا۔

ابھی چند دن پہلے کی بات ہے کہ مولانا اعظم طارق صاحب دامت برکاتہم نے حکومتی مظالم کے خلاف روزہ کی نیت سے بھوک ہڑتال کر دی تو ان کے لئے اکثر مفتی حضرات اور علما کرام کی قلم و زبان فتوئی کے لئے حرکت میں آگئی کہ یہ غیر شرعی فعل ہے۔ پھر مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہ کو وضاحت کرنا پڑی اور انہوں نے اس کے جواز کے لئے اسلام اخبار میں کالم لکھا۔ مگر مولانا فضل الرحمٰن صاحب اکثر غیر شرعی اقدام آئے روز کرتے رہتے ہیں مگر ان کے لئے کوئی گرفت نہیں۔

ہمیں تو خدشہ ہے کہ عنقریب وہ قادیانیوں سے بھی کوئی روابط قائم کرنے کی کوشش فرمائینگے جیسا کہ نوائے وقت کے "کالم کنکریاں" میں اس کا تذکرہ آچکا ہے اور اس سے پہلے دیوبند کانفرنس میں ایرانی سفیر کو مدعو کرنا اور اس کا الٹے ہاتھ کر کے دعا کرنا ان کے منہ پر طمانچہ مارنا سب کے سامنے ہے مگر اس کے باوجود یہ دیوبند کے روح رواں بھی ہیں اور قائد انقلاب بھی خدارا اکابر کے نام کو بدنام نہ فرمائیں شیعہ اور دیگر کفار کے ساتھ تعلقات...... مراسم نظریاتی یا سیاسی...... ہر لحاظ سے رکھنے کے سلسلہ میں قرآن و سنت کے احکامات اور حضرات اکابر علما دیوبند کے کردار کو سامنے رکھیں اور پھر یہ فیصلہ کریں کہ یہ حضرات دین کی خدمت کر رہے ہیں یا دین کے نام پر دھبہ ہیں۔

رہی یہ بات کہ حضرات کہیں گے کہ اس سے ہم فائدہ لے رہے ہیں سیاسی بھی اور

دیگر فوائد بھی تو یہ بالکل غلط ہے کل ملی یکجہتی کونسل کا قیام بھی دینی فوائد اور تحفظ ناموس صحابہؓ کے متعلق قانون سازی اور امن وامان کے لئے کیا گیا تھا اور ہمارے قائدین شدید مخالفت کے باوجود ان کے مقابل (ان کے ساتھ نہیں) بیٹھے تھے مگر قاضی حسین احمد صاحب کی اپنی مخصوص مودودیت کا ذہن رکھنے والی پالیسیوں نے اسے سیاسی اتحاد کی شکل دینے کے بہانے شیعہ کو تقویت پہنچائی جس کی وجہ سے سپاہ صحابہؓ نے واضح بائیکاٹ کر دیا تو آج بھی متحدہ مجلس عمل ان کو ساتھ ملا کر شیعہ ہی کو تقویت دے رہی ہے اور سب سے اہم بات کہ اس وقت مذہبی جماعتوں پر پابندی کے بعد متحدہ مجلس عمل ہی نے شیعہ کی گرتی دیوار کو کندھا دیکر مضبوط کیا اور چلنے کی راہ فراہم کی ہے۔ اور میڈیا پر لائے ہیں...... یہ ساری ہمدردی کس وجہ سے کی جارہی ہے کیا شیعہ نے بھی کبھی چودہ سو سالہ اسلام کی تاریخ میں مسلمانوں کے ساتھ کوئی ہمدردی کی ہے یا اس سے پہلے بھی کبھی ایسا ہوا ہے کہ شیعہ کو ساتھ ملانے سے کسی شیعہ نے آپ کو فائدہ پہنچایا ہو۔

(۱) یا ایہا الذین امنوا لاتتخذوا الکفرین اولیاء من دون المومنین

نہ بناویں مسلمان کافروں کو دوست مسلمانوں کو چھوڑ کر (پ ۵ نساء آیت ۱۴۴)

(۲) ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیء

اور جو کوئی یہ کام کرے...... (یعنی کافروں کو دوست بنائے)...... تو نہیں اس کو اللہ سے کوئی تعلق نہیں...... (پارہ نمبر 3 آیت نمبر 28 سورہ آل عمران)

(۳) یا یہاالذین آمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم

اے مومنو! میرے دشمن اور اپنے دشمن (یعنی کافروں) کو دوست مت بناؤ

(پارہ نمبر 28 سورہ ممتحنہ آیت نمبر 1)

(۴) یایہاالذین آمنوا لاتتخذو الیہود والنصری اولیاء بعضہم اولیاء بعض

اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ کیونکہ وہ آپس میں ایک دوسرے

Scanned with CamScanner

(مسلمانوں میں سے) جو ان سے ومن یتولهم منکم فانه منهم کے دوست ہیں۔
دوستی کرے گا وہ انہی میں شمار ہوگا۔ (پ ۶ سورہ مائدہ آیت نمبر 51)

(۵) لاتجد قوماً یومنون باللّٰہ والیوم الآخر یوآدون من حاد اللّٰہ ورسوله ولوکانوا آبائهم او ابنآء هم او اخوانهم او عشیرتهم

(پ ۲۸ سورہ مجادلہ)

نہ پائیں گے آپ (ﷺ) کسی قوم کو جو یقین رکھتے ہوں اللہ پر اور آخرت کے دن پر کہ دوستی کریں ایسے لوگوں سے جو مخالف ہیں اللہ کے اور اس کے رسول ﷺ کے خواہ وہ اپنے باپ دادا ہی ہوں یا اپنی اولاد یا اپنے بھائی یا اپنے خاندان والے (ہی کیوں نہ ہوں)

مذکورہ آیات کی تشریح میں مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے تفسیر معارف القرآن جلد نمبر 2 صفحہ 50 پر جو کچھ لکھا وہ تفصیل سے دیکھنا ہو تو وہاں دیکھ لیا جائے یہاں مختصر صرف وہ عبارت لکھی جاتی ہے جو موضوع سے مناسبت رکھتی ہے...... مثلاً حضرت مفتی صاحبؒ نے کفار کے ساتھ تعلقات کے چار درجے بیان کیئے ہیں

(۱) موالات قلبی (۲) مواسات (۳) مدارات (۴) معاملات وہ لکھتے ہیں کہ!

بات یہ ہے کہ دو شخصوں یا دو جماعتوں میں تعلقات کے مختلف درجات ہوتے ہیں ایک درجہ تعلق کا قلبی موالات یا دلی مودت محبت ہے یہ صرف مومنین کے ساتھ مخصوص ہے غیر مومن کے ساتھ مومن کا یہ تعلق کسی حال میں قطعاً جائز نہیں۔

دوسرا درجہ مواسات کا ہے جس کے معنی ہیں ہمدردی و خیر خواہی و نفع رسانی کے یہ بجز کفار اہل حرب کے جو مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہیں باقی سب غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے۔

تیسرا درجہ مدارات کا ہے جس کے معنی ہیں ظاہری خوش خلقی اور دوستانہ برتاؤ کے یہ بھی تمام غیر مسلموں سے جائز ہے جب اس سے مقصود دینی نفع پہنچانا ہو یا وہ اپنے مہمان ہوں یا ان کے شر اور ضرر رسانی سے اپنے آپ کو بچانا مقصود ہو الخ۔

Scanned with CamScanner

چوتھا درجہ معاملات کا ہے کہ ان سے تجارت یا اجرت ملازمت اور صنعت و حرفت کے معاملات کیئے جائیں یہ بھی تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے بجز ایسی حالت کے کہ ان معاملات سے عام مسلمانوں کو نقصان پہنچتا ہو۔ رسول کریم ﷺ اور خلفاء راشدین اور دوسرے صحابہ کرامؓ کا تعامل اس پر شاہد ہے فقہاء نے اسی بناء پر کفار اہل حرب کے ہاتھ اسلحہ فروخت کرنے کو ممنوع قرار دیا ہے باقی الخ۔

معارف القرآن جلد 8 صفحہ 351 سورۃ مجادلہ آیت نمبر 14 کی تشریح میں کفار سے دوستی رکھنے کی گنجائش کی تفصیل لکھتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں کہ البتہ ان سب چیزوں میں اس کی رعایت ضروری ہے کہ ان کے ساتھ (کفار) ایسے معاملات رکھنا اپنے دین کے لئے مضر نہ ہو۔ ایمان و عمل میں سستی پیدا نہ کرے اور دوسرے مسلمانوں کے لئے بھی مضر نہ ہو۔

کفار سے تعلق اللہ کے غضب کو دعوت دینا ہے

الم ترالی الذین تولو قوماً غضبَ اللّٰہ علیھم (سورۃ مجادۃ آیت نمبر14)

کیا تو نے نہ دیکھا ان لوگوں کو جو دوست رکھتے ہیں اس قوم کو جن پر غصہ ہوا ہے اللہ۔

خلوص ایمان کا مقام یہ ہے کہ مخلصین مومنین کفار سے تعلق رکھ ہی نہیں سکتے کیونکہ مومن کا اصل سرمایہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہے اور کفار اللہ تعالیٰ کے مخالف اور دشمن ہیں اور جس شخص کے دل میں کسی شخص کی سچی محبت ہو اس سے یہ ممکن ہی نہیں ہو سکتا کہ وہ اس کے دشمن سے بھی محبت رکھے۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کے دل محبت الہیہ سے ایسے سرشار تھے کہ اشد حباللہ کے حقیقی مصداق تھے اس لئے وہ اللہ کے دشمنوں کے مقابل اپنے دل میں نرمی نہیں رکھتے تھے بلکہ ان کی سوچ اشداء علیٰ الکفار کا عملی نمونہ تھی اور وہ اسی وجہ سے کفار سے......اللہ کے دشمنوں سے تعلق و قربت کو نہیں اپناتے تھے چاہے وہ اپنے رشتہ دار یا

Scanned with CamScanner

سگے باپ بیٹا بھائی ہی کیوں نہ ہوں اسی صفت کو قرآن پاک نے بیان فرمایا ہے کہ
لاتجد قوماً یومنون باللّٰہ والیوم الاخر یوآدون من حاد اللّٰہ ورسولہ ولوکانوا آبائھم او ابناء ھم او اخوانھم او عشیرتھم
تو نہ پائے گا کسی قوم کو جو یقین رکھتے ہوں اللہ پر اور پچھلے (آخرت) دن پر کہ دوستی کریں ایسوں سے جو مخالف ہوئے اللہ اور اس کے رسول کے خواہ وہ اپنے باپ ہوں یا اپنے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے اپنے گھرانوں کے کیونکہ اولئک کتب فی قلوبھم الایمان۔ ان کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے۔ ایمان کا کمال درجہ ہے کہ اللہ کے دشمنوں سے لاتعلق ہو جانا صرف اس لئے کہ وہ اللہ کے دشمن ہیں چاہے اپنے خون ہی کیوں نہ ہوں۔

صحابہ کرامؓ کا عمل

متعدد واقعات شاہد ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے اپنوں کو بھی صرف اس لئے چھوڑ دیا کہ وہ مسلمان نہ ہوئے تھے اللہ کے دشمنوں میں شامل تھے۔

عبداللہ ابن ابی منافق نے اپنے بیٹے عبداللہ کے سامنے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو عبداللہ نے حضور ﷺ سے اپنے باپ کو قتل کرنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے روک دیا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سامنے ان کے والد ابو قحافہؓ (اسلام لانے سے قبل) نے کچھ گستاخانہ کلمہ حضور ﷺ کی شان میں بولا ارحم امتی کے لقب سے ملقب صدیق اکبرؓ نے زوردار طمانچہ رسید کر دیا۔ جس سے ابو قحافہ گر پڑے۔

غزوہ احد میں ابو عبیدہؓ نے اپنے والد جراح کو قتل کر دیا۔ [1]

مذکورہ قرآنی احکامات پر ایک بار پھر نظر فرمالیں اور خصوصاً خط کشیدہ عبارت کو دوبارہ پڑھیں تو خلاصہ آپ کے سامنے آئے گا۔

---

[1] حضرت ام حبیبہؓ کا والد محترم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنے نہ دینا۔ اور بھی متعدد واقعات ہیں

(۱) کفار سے تعلق رب العالمین سے لاتعلقی ہے (۲) کفار سے تعلق رکھنے والا گویا انہی میں سے ہے (۳) ایمان کا کمال درجہ یہ کہ اللہ کے دشمنوں سے چاہے وہ اپنے خونی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، تعلق مسلمان نہیں رکھ سکتا۔ (۴) کفار سے تعلق اللہ کے غضب کو دعوت دیتا ہے۔

اور جو صورتیں تعلق رکھنے کی جائز ہیں ان کا بھی خلاصہ یہ ہے کہ وہ تعلق دین کے نفع کے لئے ہو مگر اپنے عقائد و اعمال و ایمان اور عمومی مسلمانوں اور اسلام کے لئے نقصان دہ نہ ہو...... مضر نہ ہو تو اس کی گنجائش ہے ورنہ نہیں اس لحاظ سے اس دور میں شیعہ جو کہ باقاعدہ سنیوں کے مقابل اہل حرب ہیں اور پھر (عوام اور علماء حقہ) کے قاتل ہیں ان سے ہر دور میں اسلام کو اور مسلمانوں کو نقصان پہنچا ہے لہذا ایسی صورت میں شیعہ سے اتحاد اور تعلق کیونکر جائز ہو سکتا ہے...... بلکہ اس کے جواز کے فتاوے محض مصلحت پسندی اور اپنی من پسندی پر مشتمل ہیں، قرآنی واضح احکامات اور اکابر کے عمل کے بالکل خلاف ہیں۔ جبکہ عام کفار کے بنسبت شیعہ کے متعلق حضور علیہ السلام کے فرامین اور مفتیان عظام کے فتاوی جات میں یہ بات کثرت سے موجود ہے کہ ان سے ہمہ قسم تعلقات چھوڑنا ضروری ہے یعنی ان سے ہر قسم تعلق سے واضح الفاظ میں منع کیا گیا ہے جب اس فرقہ ضالہ کے متعلق بطور خاص ممانعت موجود ہے تو پھر محض تاویلات سے دشمن کو فوائد پہنچانا اسلام کی خدمت نہیں بلکہ دشمنی ہے اور اس اتحاد سے نقصانات واضح ہو رہے ہیں اور عوامی رد عمل بھی علماء کرام کے سامنے آرہا ہے۔ لوگ یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ آج تک تو شیعہ کافر تھے اور اب اپنا فائدہ نظر آیا تو مسلمان ہو گئے اور ذمہ دار علماء کرام کو بڑی بڑی فیکٹریوں والے معاونین کو باقاعدہ فون کالیں موصول ہو رہی ہیں کہ اگر شیعہ مسلمان ہے تو پھر ہمیں کافر قرار دیں (استغفر اللہ) اور ایسے نقصانات جو ابھی ہمارے علم میں ہی نہیں یا آئندہ بھی جو نقصانات ہونے والے ہیں وہ سب بڑی تعداد میں ہیں۔

حضور علیہ السلام کے پاک ارشادات میں بھی کفار کے ساتھ خوش خلقی اور نفرت

Scanned with CamScanner

دونوں کے ثبوت ملتے ہیں مگر ساتھ ہی حدود رکھی گئی ہے۔ کہ کس مواقع پر اور کن کفار کے
تعلق کتنا رکھا جاسکتا ہے اور کن سے نہیں۔ مگر شیعہ کے متعلق بطور خاص آپ ﷺ کا ارشاد
ہے۔

قال عبدالله ابن مسعودؓ ، قال رسول الله ﷺ يكون من م بعدى قوم يدعون حب اهل بيتى وليسو منهم يسمون الشيعة اذا لقيتموهم فلا تسلموا عليهم واذا مرضوا فلاتعودوهم ولا تاكلو هم ولاتشاربوهم واذا ماتوو لاتصلوعليهم فانهم يطعنون على الاسلاف ويسبون ابابكرؓ وعمرؓ (طبرانى و كنزالعمال)
وقال النبى ﷺ اسياتى قوم يسبون اصحابى لاتجا لسوهم ولا تاكلوهم ولا تشاربوهم ولا تصلو عليهم ولا تصلو معهم، او كمال قال النبى ﷺ

اس حدیث کے آغاز میں لفظ لاتجالسوھم متحدہ مجلس عمل کے اتحاد پر کاری ضرب ہے اگر وقتی مصالح کے بجائے حضور ﷺ کی محبت اور عزت وشرف کی اہمیت قلوب میں جگہ رکھتی ہے۔ تو پھر اتحاد اور سیاسی اتفاق ایکدوسرے سے بغلگیری ایک ہی دسترخوان پر کھنا تو دور کی بات ہے ان کے ساتھ مجالس تک نہ کی جاتی۔ مگر افسوس کہ حضور ﷺ کے واضح فرمان کو وقتی مصلحت کی بھینٹ چڑھا کر صرف مجالست ہی نہیں ان سے تعلق کو قائم رکھنے کے دعوے کئے جارہے ہیں جوکہ آپ ﷺ کے فرمان کا سراسر مذاق اڑانے کے مترادف ہے ۔ اور علماء امت کا اس پر اجماع ہے کہ شیعہ کافر ہیں اس کفر کے فتاویٰ جات میں سے بعض فتوؤں میں اس بات کی بھی صراحت موجود ہے کہ ان سے تعلق رکھنا چاہے وہ کسی زمرے میں ہو حرام ہے ایک دوحوالے نقل کرتا ہوں۔

شیعہ سے ترک مراسم نہ کرنے والا کافر ہے

مندرجہ ذیل اکابر علماء دیوبند کے فتوی جات ملاحظہ فرمائیں۔

Scanned with CamScanner

(۱) مفتی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا ریاض الدین صاحب نے 19 صفر 1348ھ میں جو فتویٰ دیا اس میں انہوں نے شامی کا حوالہ لاشک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة اوانکر صحبة الصدیق (ج3 صفحہ 249)

یہ فتویٰ دینے کے بعد لکھتے ہیں جو کلام اللہ کی تحریف کا قائل ہو وہ مرتد اور کافر ہے اہل کتاب بھی نہیں ان سے مناکحت اور تعلقات رکھنا اشد حرام ہیں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ان الذین یحآدون اللّٰہ ورسولہ۔(پ28 مجادلہ)

(۲) اور اسی طرح دارالعلوم دیوبند کے مدرس (فقہ وادب کے ماہر) حضرت مولانا مفتی اعزاز علیؒ شیعہ کے متعلق سوال کے جواب میں فتویٰ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شیعہ روافض کے متعدد فرقے ہیں اور ان کے مختلف عقائد اور ظنون باطل ہیں......بعضوں کی تکفیر واجب ہے جیسے اثناء عشریہ ہیں اس لئے ان سے مناکحت ناجائز بلکہ جمیع مراسم اسلامیہ ترک کرنا ضروری ہے۔(واضح ہو کہ مولانا اعزاز علیؒ کے مذکورہ فتویٰ پر 18 دیوبند کے مدرسین اور شیخ الحدیث حضرات کے دستخط ہیں)

(۳) نائب مفتی دارالعلوم دیوبند حضرت مفتی مسعود احمد صاحب شیعہ کے متعلق فتویٰ لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں شیعہ اپنے عقائد کی بنا پر خارج از اسلام اور کافر ہیں لہذا ان سے مراسم اسلامیہ مثلاً (۱) مناکحت کرنا (۲) ان کا ذبیحہ استعمال کرنا (۳) ان کا جنازہ پڑھنا (۴) ان کو اپنے جنازے میں شریک کرنا (۵) قربانی میں ان کو شریک کرنا (۶) ان کو اپنے نکاحوں کا گواہ بنانا (۷) ان سے مسجد کے لئے چندہ لینا وغیرہ ترک کرنا واجب ہے۔ جو شخص شیعوں سے ترک مراسم نہیں کرتا وہ اسلام سے خارج اور انہیں کی مثل کافر ہے۔

فتاویٰ جات کے بعد ایک فرمان حضرت علیؓ کا بھی ملاحظہ ہو

احتجاج طبرسی کی پہلی جلد صفحہ 254 پر حضرت علیؓ شیعہ سے نفرت کا اظہار فرماتے ہیں کہ

خدا مجھے یہ بات پسند ہے کہ امیر معاویہؓ مجھ سے درہم کے بدلے دینار سے سودا

Scanned with CamScanner

کرے یعنی مجھ سے دس کوئی شیعہ لے کر ایک شامی دے دے قسم خدا مجھے یہ بات پسند ہے کہ نہ میں تم کو (شیعوں کو) پہچانوں اور نہ تم مجھ کو کیونکہ اس معرفت نے ذلت کو کھینچا ہے اور تم نے میرے سینہ میں غضب کو پیدا کیا ہے۔

مفتیان امت کے فتاویٰ جات اور حضرت علیؓ کے فرمان سے بھی یہ بات واضح ہے کہ عام کفار کی نسبت شیعہ کے متعلق احکامات میں قدرے زیادہ سختی ہے کیونکہ یہ یہودیت کا چربہ ہیں اور مکار و عیار ہیں لہذا ان سے کسی صورت تعلق چاہے وہ خوش خلقی ہی پر مبنی کیوں نہ ہو جائز نہیں...... فتاویٰ جات کے خط کشیدہ الفاظ کو پھر پڑھیں اس لئے خوش خلقی و ہمدردی کی اجازت جو دی گئی ہے اس کا مقصد کافروں سے ایمان لانے کی توقع ہے جبکہ شیعہ کے متعلق علماء کرام کے تجربہ سے بھی یہ بات ثابت ہے اور مولانا حق نواز جھنگویؒ شہید بھی فرمایا کرتے تھے کہ "نسلی شیعہ کبھی بھی اسلام کی طرف راغب نہیں ہو سکتا اس کی فطرت میں اسلام دشمنی ہے" اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں کہ اگر شیعہ مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرے تو اعتبار نہ کر کہ وہ تقیہ کرتا ہے تو ایسی صورت میں شیعہ سے اتحاد و تعلق کی کوئی شرعی وجہ موجود نہیں۔

رہی بات سیاسی اتحاد کی تو وہ بھی تجربہ سے شاہد ہے کہ جناب وقت کے حاکم کے خلاف حضرت حسینؓ کو کھلے عام بغاوت اور اصرار بیعت کے لئے شیعہ نے ابھارا اور حضرت حسینؓ سے محبت کا دعویٰ کر کے بلایا لیکن جب حضرت حسینؓ ان کے 12 ہزار خطوط پر اعتماد کر کے میدان میں کود پڑے تو سب بے وفائی کرنے والے اور بعد میں حضرت حسینؓ نواسہ رسول اللہ ﷺ کا خون کرنے والے بھی شیعہ ہی تھے۔

اور پھر مفتی ریاض الدین صاحب کے فتویٰ کے الفاظ ہیں کہ ان (شیعہ) سے تعلق رکھنا اشد حرام ہے۔ لفظ اشد کے بعد کیا گنجائش ہے چاہے وہ سیاسی تعلق ہو یا مجبوری پر مبنی ہو۔

اسی طرح نائب مفتی دار العلوم دیوبند مولانا مسعود احمد صاحب کے فتویٰ کے الفاظ

Scanned with CamScanner

ہیں کہ جو شخص شیعوں سے ترک مراسم نہیں کرتا وہ خارج از اسلام ہے کیا یہ فتوے ان کے محض جذبات پر یا ضد و عناد پر یا (معاذ اللہ) لاعلمی پر مبنی ہیں ویسے تو اکابر کی رٹ لگائی جاتی ہے اور دیوبند کے نام پر کروڑوں روپیہ خرچ کر کے کانفرنسیں کی جاتی ہیں لیکن ان کے فتاویٰ جات کو کیوں نہیں تسلیم کیا جاتا اور ان کی دھجیاں کیوں بیچ چوراہے پر بکھیری جاتی ہیں۔

اور آخر میں حضرت علیؓ کے فرمان (جس کو خود شیعہ مصنف نے اپنی کتاب احتجاج طبرسی کی زینت بنایا ہے) نے تو شیعہ کفار کے ساتھ تعلق کی تمام گنجائشیں ختم کر کے رکھ دیں کہ وہ بیٹھنا یا سیاسی اتحاد کرنا تو دور کی بات بلکہ حضرت علیؓ تو فرماتے ہیں۔ لم تعرفونی فانها معرفة کہ نہ تم مجھے پہچانو نہ میں تمہیں (یعنی واسطہ ہی نہ پڑے تم جیسے ظالموں سے آمنا سامنا بھی نہ ہو۔

حضرت شیخ الہند کے فرمودات

لاتتخذو اعدوی وعدوکم اولیاء۔

اس آیت کی تشریح میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ رقم طراز ہیں۔

☆ اس آیت میں حضرت حق جل مجدہ نے مسلمانوں کو دشمنان خدا اور دشمنان اہل اسلام کے ساتھ مواصلات کرنے سے انکار فرمایا ہے۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ جس وقت حضور نبی کریم ﷺ نے غزوہ فتح مکہ کا ارادہ کیا اور اس کا سامان ہونے لگا تو حاطب بن ابی بلتعہ نے مشرکین عرب کو ایک اطلاعی خط لکھا جس میں ان کو متنبہ کیا تھا کہ رسولِ خدا تمہارے اوپر حملہ کی تیاری کر رہے ہیں تم اپنا برا بھلا سوچ لو

چونکہ قریش کے ساتھ ان کا کوئی نسبی تعلق تھا اس لئے انہوں نے چاہا کہ ان کے ساتھ یہ احسان کروں اور اس کے بدلے میں وہ میرے اہل و عیال اور جائیداد وغیرہ کی جو مکہ میں ہے حفاظت کریں۔ حضور ﷺ کو وحی سے اطلاع ہو گئی اور راستہ میں سے وہ خط پکڑا گیا اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اس میں کئی باتیں خاص توجہ کے لائق ہیں۔

اول یہ کہ اس میں حق تعالیٰ نے وعدوی وعدوکم فرمایا ہے جس سے صاف طور پر سمجھا جاتا ہے کہ دشمنان خدا اور دشمنان اہل اسلام سے ترک موالات کا حکم دینے کی

علت ان کی عداوت اور دشمنی ہے تو جہاں کہیں عداوت اور دشمنی موجود ہوگی وہاں ترک موالات کا حکم اسی طرح عائد ہوگا۔ جس طرح آیت شریفہ کے نزول کے واقعہ میں ہوا تھا دوسرے یہ کہ حاطب بن ابی بلتعہ نے کفار کی محبت یا قلبی میلان یا ان کے کفر سے راضی ہونے کی وجہ سے یہ کام نہ کیا تھا بلکہ محض ایک دینوی مصلحت کی وجہ سے کیا تھا۔

اور مصلحت بھی ایسی کہ ان کے اہل وعیال کی حفاظت کی کوئی سبیل نہ تھی کیونکہ وہ دشمنوں کے تسلط کے مقام میں تھے گویا ان کا یہ خبر دینا دشمنوں کی ایک معاونت ومحافظت جائداد واہل وعیال کا معاوضہ تھا باوجودیکہ حضرت حق نے اس کو موالات سے تعبیر فرمایا۔ اور ممانعت کا حکم بھیجا۔

تیسرے یہ کہ حاطب کا یہ فعل یعنی خبر دینا کفار کی کوئی مادی مدد کرنا نہ تھا بلکہ صرف ان کو ان کے برے انجام سے خبردار کرنا اور اپنی نجات کا طریقہ سوچ لینے کے لئے ہلاکت کا وقت سر پر آنے سے پہلے موقع بہم پہنچانا تھا۔ مگر صرف اتنی بات کو بھی حق تعالیٰ شانہ نے موالات ممنوع میں داخل فرما کر موالات کی ممانعت کا حکم نازل فرمایا حاطب کے اس خفیہ خط کے یہ الفاظ اس مضمون پر پوری روشنی ڈالتے ہیں۔ (غور فرمائیں صحابیؓ کی مصلحت کو رب العالمین نے قبول نہیں فرمایا اور اس کو موالات ممنوع میں قرار دیا۔)

ان رسول اللہ یریدکم فخذو اخذرکم حضور ﷺ تمہارے اوپر حملہ کا ارادہ فرما رہے ہیں تم اپنا بچاؤ اختیار کرو۔

اور جب آپ نے ان سے دریافت کیا کہ کیوں صاحب یہ کیا حرکت تھی تو انہوں نے جواب دیا۔

ومافعلته كفراً ولاارتدادامن دينی ولارضا بالكفر بعد الاسلام

حضور میں نے یہ کام کفر کی وجہ سے یا اسلام سے پھر جانے کے باعث یا اسلام لانے کے بعد کفر سے راضی ہونے کے سبب نہیں کیا۔

كان اهلی بين ظهر انهم فخشيت علی اهلی فلا روت ان

اتخذلی عندھم یدا وقدعلمت ان اللہ ینزل بہم بامرہ وان کتابی لا یغنی عنہم

میرے اہل وعیال کفار مکہ کے نرغے میں تھے مجھے ان کی جان کا خوف تھا تو میں نے چاہا کہ ان کے ساتھ ایک احسان کر دوں اور بیشک میں جانتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ ان کافروں پر اپنا عذاب نازل کرے گا اور میرے خط سے انہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

چوتھے یہ کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے حاطبؓ کے اس فعل کو مظاہرات سے تعبیر فرمایا لکنه قدنکث و ظاہر اعد ائک علیک' یارسول اللہؐ اس حاطبؓ نے اسلام کی بیعت توڑ دی اور آپ کے خلاف آپ کے دشمنوں کی مدد کی۔ الخ

(حوالہ "ایک سیاسی مطالعہ "مؤلفہ ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوری)

کفار سے معاونت کی وجہ حضرت حاطبؓ نے یہ بتائی کہ میرے اہل وعیال کفار کے نرغہ میں تھے اور مجھے ان کی جان کا خوف تھا تو شرعی رو سے فقہاء نے جو مسائل لکھے ہیں ان میں یہ بات بھی موجود ہے کہ مسلمان جان بچانے کے لئے وقتی طور پر ظاہری طور پر کلمۂ کفر بھی کہہ سکتا ہے لیکن اس کے باوجود حضرت حاطب صحابیؓ کی اللہ پاک کی طرف سے بھی اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بھی پوچھ ہو گئی اور حضرت عمرؓ نے تو اس معاملہ کو بیعت توڑنے اور اسلام دشمنی کے مترادف قرار دیا...... اسی پر اللہ پاک نے حکم واضح دیا کہ لاتتخذو عدوی وعدکم کہ بالکل میرے اور اپنے دشمنوں سے دوستی اور تعلق نہ رکھو۔

فرمانِ شیخ ☆ حق تعالیٰ نے اہل کفر کو اپنا اور اپنے پیغمبر کا دشمن فرمایا ہے پس ان خدا اور رسول کے دشمنوں کے ساتھ ملنا جلنا اور محبت کرنا بھاری گناہ ہے کم سے کم ضرر ان کی ہم نشینی کا اور میل جول میں یہ ہے کہ احکام شرعی کے جاری کرنے اور کفر کی رسموں کو مٹانے کی طاقت مغلوب ہو جاتی ہے اور دوستی کا حیاء اس کا مانع ہو جاتا ہے اور یہ ضرر حقیقت میں بہت بڑا ضرر ہے خدا کے دشمنوں کے ساتھ دوستی والفت رکھنا خدا تعالیٰ اور اس کے پیغمبر علیہ السلام کی دشمنی تک پہنچا دیتا ہے۔

Scanned with CamScanner

ایک شخص گمان کرتا ہے کہ وہ اہل اسلام سے ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ایمان و تصدیق رکھتا ہے لیکن نہیں جانتا کہ اس قسم کے برے اعمال اس کے اسلام کی دولت کو پاک و صاف لے جاتے ہیں...... نعوذ باللہ

ان نابکاروں کا کام اسلام اور اہل اسلام پر ہنسی ٹھٹھہ کرنا ہے

ہر وقت اس بات کے منتظر رہتے ہیں کہ اگر قابو پائیں تو ہم کو اسلام سے باہر کردیں یا سب کو قتل کردیں یا کفر میں لوٹادیں پس اہل اسلام کو بھی شرم چاہئے کہ الحیاء من الایمان ہمیشہ ان کی خواری کے درپے رہنا چاہئے...... ہندوستان میں اہل کفر سے جزیہ دور ہونے کا باعث یہی ہے کہ اہل کفر اس ملک کے بادشاہوں کے ساتھ ہمنشین ہیں۔

دونوں جہانوں کی سعادت فقط سردار دوجہاں ﷺ کی تابعداری سے وابستہ ہے اور آنحضرت ﷺ کی متابعت یہ ہے کہ اسلامی احکام بجالائے جائیں اور کفر کی رسمیں مٹادی جائیں کیونکہ اسلام و کفر ایک دوسرے کی ضد ہیں ایک کو ثابت و قائم کرنا دوسرے کے دور ہو جانے کا باعث ہے اور ان دو ضدوں کے جمع ہونے کا احتمال محال ہے۔

حق تعالیٰ جل شانہ اپنے حبیب ﷺ کو فرماتا ہے۔ یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کر اور ان پر سختی کر۔ پس جب اپنے پیغمبر کو جو خلق عظیم سے موصوف ہے کفار کے ساتھ جہاد کرنے اور ان پر سختی کرنے کا حکم فرمایا تو معلوم ہوا کہ ان پر سختی کرنا خلق عظیم میں داخل ہے پس اسلام کی عزت کفر اور کافروں کی خواری میں ہے جس نے اہل کفر کو عزیز رکھا اس نے اہل اسلام کو خوار کیا ان کے عزیز رکھنے سے یہ مراد نہیں کہ صرف ان کی تعظیم کریں اور بلند بٹھائیں بلکہ اپنی مجلسوں میں جگہ دینا اور ان کی ہمنشینی کرنا اور ان کے ساتھ گفتگو کرنا سب اعزاز میں داخل ہے کتوں کی طرح ان کو دور کرنا چاہئے اور اگر کوئی دنیوی غرض ان کے متعلق ہو جو ان کے بغیر حاصل نہ ہوتی ہو تو پھر بھی بے اعتباری کے طریق کو مد نظر رکھ کر بقدر ضرورت ان کے ساتھ میل جول رکھنا چاہئے اور کمال اسلام تو یہ ہے کہ اس دنیوی غرض سے بھی در

گزر کریں اور ان کی طرف نہ جائیں۔

(ان الفاظ کو پڑھ کر اور شیعہ کے ساتھ اتحاد اور روز بغلگیر ہونے والے دیوبندیت کے دعویدار اپنے فعل پر نظر ثانی کریں۔)

☆ اسلام اور اہل اسلام کی عزت کفر اور اہل کفر کی خواری میں ہے

جزیہ سے مقصود کفار کی خواری اور ان کی اہانت ہے جس قدر اہل کفر کی عزت ہو اسی قدر اسلام کی ذلت ہے اس سررشتہ کو اچھی طرح نگاہ رکھنا چاہئے اکثر لوگوں نے اس سررشتہ کو گم کر دیا ہے اور دین کو برباد کر دیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور ان کے ساتھ سختی سے معاملہ کرو۔

ترک موالات پر درد بھری تحریر اور شیخ الہندؒ کا علماء کو حکم

مسلمانوں پر حرام ہے کہ وہ اسلام کے دشمنوں کے ساتھ ایسے تعلقات قائم رکھیں جن سے ان کی مخالفانہ اور معاندانہ طاقت کو مدد پہنچے اور ان کے نشہ غرور و تکبر کو تیز کردے۔

مسلمانوں کا اولین فرض ہے کہ وہ دشمن اسلام کو دشمن کے مرتبہ میں رکھیں اور ایسے تعلقات کو جو میل جول اور دوستی اور محبت پیدا کرنے والے ہیں ایک دم چھوڑ دیں اس اخلاقی جنگ کا نام ترک موالات ہے جس کے متعلق قرآن پاک میں صریح احکام موجود ہیں۔

اے میرے عزیزو! یہ وقت استحباب و فرضیت کی بحث کا نہیں بلکہ غیرت اسلامی اور حمیت دینی سے کام لینے کا ہے کہیں علماء زمانہ کا چھوٹا بڑا اختلاف تمہاری ہمتوں کو پست اور تمہارے دلوں کو مردہ نہ کردے۔

میں اس وقت تم سے یہ نہیں کہتا کہ تم تلوار لے کر جہاد کرو یا عراق و شام جاکر اپنے بھائیوں کا ساتھ دو...... بلکہ محض اس قدر درخواست کرتا ہوں کہ تم اپنے دشمنوں کے

بازوؤں کو قوی مت بناؤ......اور حق جل شانہ کے ارشادات پر نہایت مستعدی اور جواں مردی اور اخلاص نیت سے عمل کرو۔

الحاصل موالات کفار حرام ہے اور جہاں تک ہو سکے اپنے کو اور دوسروں کو موالات کفار سے علیحدہ رکھنا ضروری ہے اور ہر مسلمان کو چاہئے کہ اپنی توجہ سب طرف سے ہٹا کر اسی رب العزت سے وابستہ کرے جس کے ہاتھ میں ہر ایک شاہ و گدا کی باگ ہے۔

حضرت ابو عبیدہؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، عمرو بن العاصؓ، خالد بن الولیدؓ اور ابو ایوب انصاری (رضی اللہ عنھم) کی روحیں اپنی خواب گاہوں میں بے چین ہیں۔

یہ سب کیوں؟

☆ اس لئے کہ مسلمانوں میں سے غیرت و حمیت مفقود ہو رہی ہے جو جرأت اور دینی حرارت ان کی میراث تھی وہ انہوں نے غفلت اور تعیش کے نشہ میں دوسروں کے حوالے کر دی ہے۔

یہی نہیں کہ اس مصیبت کے وقت ایک مسلمان نے مسلمان کی مدد نہیں کی بلکہ قیامت تو یہ ہے کہ کفار کی موالات و اعانت اور وفاداری کے شوق میں ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کی گردن کاٹی۔ بھائی نے بھائی کا خون پیا اور دشمنوں کے سامنے سرخرو ہونے کے لئے اپنے ہاتھ اپنے ہی خون میں رنگے۔

اے فرزندان اسلام اور اے محبان ملت و وطن! آپ کو مجھ سے زیادہ معلوم ہے کہ جس برق مسلم سوز نے ان بلاد اسلامیہ کے خرمن آزادی کو جلایا اور خلافتِ اسلامیہ کے قصر کو آگ لگائی اس کا اصلی ہیولیٰ عربوں اور ہندوستانیوں کے گرم خون سے تیار ہوا تھا......اور جس دولت سے نصاریٰ ان ممالک مقدسہ میں کامیاب ہوئے اس کا بہت بڑا حصہ بھی تمہارے ہی دست و بازو سے کمایا ہوا تھا پس کیا اب بھی کوئی ایسا پلید اور غبی مسلمان پایا جاتا ہے جس کو نصاریٰ کی موالات و مناصرت کے نتائج قطعیہ معلوم نہ ہوئے ہوں اور ایسی تشویشناک حالت میں جبکہ

ڈوبتا ہوا آدمی ایک تنکے کا سہارا ڈھونڈ تا ہے وہ اس فکر میں ہو کہ کوئی صورت موالات کے جواز کی نکالے۔

مکتوب جو شیخ فرید کی طرف لکھا ص ۱۲۸

یقینی طور پر تصور فرمائیں کہ بدعتی کی صحبت کا فساد کافر کی صحبت کے فساد سے زیادہ تر ہے اور بدعتی فرقوں میں بدتر اس گروہ کے وہ لوگ ہیں جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کے ساتھ بغض رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں ان کا نام کفار رکھتے ہیں۔ لیغیظ بھم الکفار قرآن اور شریعت کی تبلیغ اصحابؓ نے کی ہے اور اگر ان پر طعن لگائیں تو قرآن مجید اور شریعت پر طعن آتا ہے۔ قرآن حضرت عثمانؓ نے جمع کیا ہے۔ اگر حضرت عثمانؓ مطعون ہیں تو قرآن مجید بھی مطعون ہے۔ حق تعالیٰ ان زندیقوں کے ایسے برے اعتقاد سے بچائے۔

والصلواة والسلام علی من اتبع الهدیٰ

والتزم متابعة المصطفی علیه السلام

عنوان مکتوب :

اس بیان میں کہ بدعتی کی صحبت سے بچنا لازم ہے بدعتی کی صحبت کا ضرر کافر کی صحبت کے ضرر سے بڑھ کر ہے اور تمام بدعتی فرقوں میں سے بدتر بدعتی فرقہ شیعہ شنیعہ ہے۔

صحبت کے اثرات

صحبتِ صالح ترا صالح کند

صحبتِ طالع ترا طالع کند

فقیر ایک دفعہ ایک شخص کی بیمار پرسی کے لئے گیا جس کا معاملہ نزع کی حالت تک پہنچا ہوا تھا۔ جب یہ فقیر اس کے حال کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ اس کے دل پر بہت سی ظلمتیں چھائی ہوئی ہیں۔ ان ظلمتوں کو دور کرنے کا ارادہ کیا اور چاہا کہ وہ ظلمتیں اس کے

دل پر سے دور ہو جائیں لیکن اس کے دل نے قبول نہ کیا بہت سی توجہ کے بعد معلوم ہوا کہ وہ ظلمتیں صفات کفر سے پیدا ہوئی ہیں جو اس میں پوشیدہ تھیں اور وہ کدورتیں کفر اور اہل کفر کے ساتھ دوستی رکھنے کے باعث پیدا ہوئی ہیں توجہ کے ساتھ یہ ظلمتیں دور نہیں ہو سکتیں بلکہ ان ظلمات سے اس کا پاک ہونا دوزخ کے عذاب پر موقوف ہے جو کفر کی جزا ہے۔

ایمان کی تحقیق میں کفر سے تبری کرنا ضروری ہے ادنی تبری یہ ہے کہ دل سے ہو اور اعلیٰ یہ ہے کہ دل اور جسم دونوں سے ہو اور تبری سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی کی جاوے وہ دشمنی خواہ دل سے ہو جب کہ ان کے ضرر کا ڈر ہو خواہ دل اور جسم سے ہو جب کہ ان کے ضرر کا ڈر نہ ہو۔ آیت کریمہ۔

(یاایھاالنبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم)

اس مضمون کی تائید کرتی ہے ...... کیونکہ اللہ جل شانہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ان کے دشمنوں سے دشمنی کے بغیر ثابت نہیں ہوتی اس جگہ یہ مصرعہ صادق آتا ہے۔

تولی بے تبری نیست ممکن
نہیں ہوتی محبت بن تبرے

☆☆☆☆☆

جنین میں مسلمانوں کے خون سے رنگین ہوتے ہوئے مشرق وسطیٰ کے دشت وصحرا کے دلدوز مناظر دیکھنے پر مجبور کر دیا۔ جنین وہ علاقہ ہے جو دنیا میں مہاجر کیمپ کہلاتا ہے جہاں کافی سالوں سے اقوام متحدہ کی زیر نگرانی وہ مہاجر جو اپنی ہی زمین پر بے آسرا پڑے ہیں، اپنے اہل خانہ کے ساتھ قیام پذیر تھے۔ کچھ عرصہ پہلے زندگی کی حرارتوں اور نعمتوں سے مالا مال یہ بستی اب مردہ لوگوں کی بستی اور کھنڈروں کا ڈھیر بن چکی ہے۔ جسے دیکھ کر لگتا ہے جیسے یہ قدیم یونانی دیومالائی قصے کہانیوں کی کوئی سرزمین ہے۔ "اے آروائی" نے اسرائیلی فوج کے ہاتھوں فلسطینی مسلمانوں کے بے دریغ قتل اور بے گوروکفن پڑی لاشوں کے روح فرسا مناظر پر امت مسلمہ کی بے حسی اور مصلحت کوشی کو حیرت انگیز اور شرمناک قرار دیتے ہوئے اپنی خصوصی رپورٹ میں کہا کہ جنین وہ علاقہ ہے جہاں کتنے ہی لوگ بھون ڈالے گئے جن کی تعداد آج تک شمار ہی نہیں کی جا سکی۔ بالکل ویسے ہی جیسے مزار شریف میں ان گنت لوگ مرے اور دنیا بھر میں بے شمار مسلمان مارے جا رہے ہیں لیکن ان کی تعداد جاننے کی کسی کو فرصت نہیں۔ اے آروائی کے مطابق ہمیں اتنا تو پتہ ہے کہ "ہالوکاک" میں کتنے یہودی مرے...... لیکن ان واقعات میں کتنے مسلمان شہید ہوئے؟ یہ جاننے کے لئے نہ ہمارے پاس وقت ہے...... نہ ہمارے میڈیا کو دلچسپی...... اور نہ کسی انسانی حقوق کی تنظیم کے پاس کوئی ایسے ڈاکومنٹ ہیں جو آنے والے دنوں میں تاریخ میں یہ بتا سکیں کہ ان وارداتوں میں کتنے مسلمانوں کو کتنی سفاکی سے شہید کیا گیا تھا۔ فلسطینی نوجوانوں کی مسخ شدہ لاشوں کو کچرے کے تھیلوں میں بھرنے والے مناظر دیکھ کر کیا یہ پوچھنے کو دل نہیں چاہتا کہ آخر ان کا کیا قصور تھا؟ یہ لوگ عیاش، جواری، شرابی، دولت کے نشے میں چور، سیاستدان، ڈیفالٹرز، لٹیرے، بدمعاش، شیخ، سلطان، چوہدری، آرمی جرنلز یا صدر نہیں تھے...... ان کا جرم صرف اتنا تھا کہ انہوں نے زندگی کے مقابلے میں موت کو ترجیح دی۔

اسرائیلی فوجیوں نے بھی یقیناً اپنی رائفلز سے میگزین اتار کر ایک دوسرے سے ضرور پوچھا ہوگا کہ یہ کیسے لوگ تھے۔ یہ پاگل تھے جو مسلسل چھ روز تک بغیر سوئے لڑتے

Scanned with CamScanner

رہے اور دوسرے فوجی نے کہا ہوگا کہ کیا تم نے کبھی ایسا منظر دیکھا ہے کہ ایک شخص کلمہ شہادت کا نعرہ لگاتا آگے آئے اور اپنا سینہ گولیوں کے استقبال کے لئے پیش کردے۔

عالم اسلام کے لیڈروں اور بڑی بڑی ریاستوں کے مالک سربراہوں نے اس فلسطینی بچے کی لاش بھی دیکھی ہوگی جو کئی گھنٹے تک زخمی تڑپتا رہا، اِدھر اُدھر زمین پر گھسٹتا رہا، اپنے ماں باپ، بہن بھائیوں، دوستوں کو پکارتا رہا، ڈیڑھ ارب مسلمانوں کو بلاتا رہا، 56 اسلامی ممالک کے اپنے رہنماؤں کو دہائی دیتا رہا...... کوفی عنان اور میری رابنسن (Mery Robinson) کو ڈھونڈتا رہا اور کچھ ہی دور پڑے پانی کے ڈرم سے چند بوندیں پانی تک کی نہ پا کر آخری لمحات میں اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے سوچا ہوگا کہ کیا میں بھی علی اصغر کی طرح فرات کے کنارے پیاسا ہی مروں گا اور جب انصاف کے فرشتے آ کے میری دھندلاتی آنکھوں میں جھانکیں گے تو انہیں پانی کی لکیر کے سوا کچھ نہیں ملے گا...... پھر اس نے اپنے آپ سے پوچھا ہوگا کہ کیا میں پہلی بار مر رہا ہوں' تو اس کے اندر سے ایک آواز آئی ہوگی نہیں...... دس بار، پندرہ بار اور بیس بار تو ضرور مرا ہوگا۔ یہ بچہ اسرائیلی بچوں کے جسم پر نئے کپڑے اور ہاتھوں میں کھلونے دیکھ کر وہ نہ جانے کتنی بار مرا ہوگا۔ یہ موت جو اسے آ رہی ہوگی جیتے جی مرنے والی موتوں سے تو زیادہ سفاک نہیں ہوگی۔ اے آر وائی نے ان سارے واقعات کو انتہائی افسوس ناک قرار دیتے ہوئے کہا کہ آئیے! کوئی ایسی کتاب، آیت، حدیث، فتویٰ یا حوالہ تلاش کریں جو اس قتل عام کے بعد دنیا کے مسلمانوں کی خاموشی کو جائز قرار دے سکے۔

آئیے کوئی ایسا قانون، کوئی ایسا دستور، کوئی آرڈیننس، کوئی دفعہ جو عالم اسلام کی نمائندہ حکومتوں کے مجرمانہ طرز عمل کو بے گناہی کی سند بخش سکے۔

آئیے کوئی ایسی گھاٹی، کوئی ایسا غار، کوئی گڑھا، کوئی ندی، کوئی ایسی قبر تیار کریں جہاں ہم جنین کے سانحہ کے بعد اپنا ضمیر' اپنا احساس، اپنی شرم' اپنے سوال اور اپنے جواب دفن کر سکیں۔

آیئے کوئی ایسا گوشہ، کوئی ایسا تہہ خانہ، کوئی اندھیرا، کوئی جنگلی ویرانہ......یا کوئی ایسی کوٹھڑی تلاش کریں جہاں ان بے گناہوں کے قتل پر اپنی آنکھیں، کان اور زبان بند رکھنے پر خدا کے قہر، رب کے عذاب اور اللہ کے انصاف سے بچ سکیں۔

آیئے ہم سب مل کر اپنی آنکھیں پھوڑ ڈالیں......اپنے کانوں میں سیسہ بھر لیں اور اپنے محسوسات جلا ڈالیں کہ ان بے گوروکفن لاشوں کی تضحیک کے بعد یہ آسمان ...... یہ زمین...... یہ ندی نالے، رنگ، ذائقے، عمارتیں، گاڑیاں ہریالی ہم سے ضرور پوچھے گی۔ ہمارے بچے، بھائی بہنیں، مائیں اور باپ ہمارے دامن ضرور جھٹکیں گے۔ ہماری جیبیں، ہمارے اکاؤنٹس، ہمارے نوٹ، ڈالرز، پاؤنڈز، درہم، ریال، دینار، ہمارے زیور ہم سے ضرور پوچھیں گے لیکن ہمیں خدشہ ہے کہ وہ خدا جو ہم جیسے ظالموں، فرعونوں کو برسوں سے زندگی، رزق، صحت اور مہلت دے رہا ہے کہیں یہ نہ پوچھ لے جو ذہنی، جسمانی اور روحانی بیماریوں کے شکار ان مرنے والوں سے کہیں کم تر درجے کے انسان تھے، تم جو شاندار بزنس مین بنے، فرانس کی پرفیوم لگا کر اپنی کاک ٹیل پارٹیوں میں مگن رہے، ہم نے تم پر اپنی نعمتوں کا نزول بند نہیں کیا لیکن افسوس تم نیند سے بیدار نہیں ہوئے۔

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب بے حسی اور غفلت کے مارے لوگ نیند سے نہیں جاگتے تو خداوند تعالیٰ ان بستیوں کے رزق ساقط کر دیتا ہے، بستیاں، سلطنتیں اور مملکتیں تباہ کر دی جاتی ہیں۔

یہ سانحہ ہے ہمارے عہد کا اور اس پر عالم اسلام کے لیڈروں کی خاموشی، آسمان اور بحر و بر بھی ماتم کناں اور سراسیمہ ہیں۔اے آر وائی نے اپنے پروگرام ویوز آن نیوز کے ذریعہ اسلامی سربراہوں کی مردہ ضمیری پر انہیں شرم دلاتے ہوئے امید ظاہر کی کہ شاید یہ واقعات دیکھ کر اور لرزہ خیز داستانیں سن کر ان کا سویا ضمیر جاگ جائے۔

اللہ کرے ایسا ہو جائے (آمین)...... (از مرتب)

☆☆☆☆☆

حضرت صدیق اکبرؓ اور ہمارے حکمران

تجزیہ۔ تنقید و تبصرہ حقیقت کی روشنی میں

۲۲ جمادی الثانی ...... اسلامی تاریخ کا وہ اہم دن ہے کہ جس دن سرور کونین حضرت محمد ﷺ کے جانشین' خلیفۂ بلا فصل ...... مومن اول ...... یار غار و مزار ...... حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس جہانِ فانی سے دار البقاء کی طرف کوچ فرما گئے۔

حیات مبارکہ کی طرح بعد الموت بھی حضور ﷺ کی رفاقت کے اعزاز سے معزز ہو کر روضۂ مبارک میں آرام فرما ہوئے ...... یہ آفتابِ صداقت بظاہر تو نظروں سے اوجھل ہو گیا ...... مگر اس کی تابانی عالم اسلام کو آج تک منور کئے ہوئے ہے۔

۲۲ جمادی الثانی کو ہمارے ملک پاکستان کی سرزمین اور پوری دنیا میں علماء کرام ...... شعراء ...... ادباء ...... صحافی ...... اخبارات ...... ریڈیو ...... ٹیلی ویژن کی طرف سے اپنے اپنے انداز میں حضرت صدیق اکبرؓ کو خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے ...... آپؓ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

آپؓ کی حیاتِ مقدسہ کا ہر پہلو زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والوں کے لئے مینارۂ نور ہے ...... اسی نسبت سے ملکِ پاکستان کی دگرگوں اور پریشان کن صورتحال کے پیش نظر اس ملک کو امن و عافیت کا گہوارہ بنانے کے لئے اگر ہمارے حکمران بھی حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کے طرز حکومت سے سبق سیکھ لیں تو ملک میں امن و استحکام کی فضا قائم ہو سکتی ہے۔

اور ہمارے حکمران احساس کر کے اپنی کوتاہیوں' مجرمانہ غفلتوں' غیر مسلموں کی چاپلوسیانہ مصلحتوں اور اسلام دشمن مغربی تہذیب و تمدن پر مبنی گھناؤنے ...... نظریات کو چھوڑ کر

حضرت صدیق اکبرؓ کے بتائے ہوئے اور نافذ کئے ہوئے اصولوں کو قانونی طور پر ملک میں نافذ کر کے وطن عزیز کو اسلام کا قلعہ بنا کر اس کی سالمیت کو برقرار رکھ سکتے ہیں۔

آخر وہ کون سی خصوصیات ہیں اور خوبیاں ہیں جن کی بناء پر وسائل کی کمی کے باوجود غربت اور درویشانہ زندگی گزارنے والے جلیل القدر صحابیؓ رسول ﷺ حضرت صدیق اکبرؓ نے گیارہ لاکھ مربع میل پر ایسے بے عیب حکمرانی کے سنہرے باب قائم کئے ہیں کہ دشمن بھی آپ کی مدح سرائی کرنے پر مجبور ہے۔

حضور ﷺ کی جدائی کے صدمہ کے باوجود بڑی حوصلہ مندی، دانشمندی اور بصیرت سے مختلف چیلنجوں اور فتنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اسلام کے پودے کو ایک تناور درخت بھی بنایا اور عوام کی فلاح اور بہبود کے لئے تمام قسم کی مشکلات کو فراخ دلی سے برداشت کرتے ہوئے ایسے زاویے مقرر کئے کہ ہر طرف خوشحالی...... امن...... استحکام...... عقیدے...... عزت و آبرو کی حفاظت...... معاشی...... اقتصادی...... غرضیکہ ہر لحاظ سے جاندار نظام الٰہیہ کی بہاروں سے فضائے ملکوت معطر ہوئی۔ غریبوں...... محتاجوں...... مظلوموں کی دادرسی...... اپنا اول فریضہ سمجھتے تھے...... کسی غریب کی ضرورت پوری ہونے تک آپ کی بے قراری قابل دید ہوتی تھی۔

آپ نے اخوت اور معاشرتی رشتوں کو مضبوط کیا...... غیر طبقاتی ماحول کو ارتقاء کی روشنی عطا کی۔ وہ گلشن جس کو ہمارے رسول ﷺ نے خون ناب بخشا تھا...... خلافت راشدہ کے اسی معمار کی حیرت انگیز کاوشوں، اخلاص، ہمت، رعیت پروری کا باعث رہتی دنیا کے حکمرانوں کے لئے ایک مثال بن گیا۔ یہ سب کچھ کیسے ہوا...... ؟ اس حقیقت کو جاننے کے لئے درج ذیل خطبہ پر غور فرمائیں اور یہی خطبہ ہمارے آج کے دور کے حکمرانوں کے لئے بہترین معیار ہے۔

Scanned with CamScanner

خلیفہ بننے کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ کا پہلا خطبہ

جب تمام صحابہ کرامؓ نے متفقہ طور پر حضرت صدیق اکبرؓ کو خلیفہ منتخب فرمالیا تو حضرت صدیق اکبرؓ نے واضح الفاظ میں رعایا کو مخاطب کر کے یہ خطبہ دیا۔

"اے لوگو! مجھے تم پر خلیفہ بنایا گیا ہے۔ لیکن میں تم سے بہتر آدمی نہیں ہوں۔ میری تمنا تھی یہ ذمہ داری کسی اور کے سپرد کی جاتی لیکن اب جبکہ آپ لوگوں نے مجھے منتخب کر لیا ہے تو اگر میں ٹھیک ٹھیک چلوں تو میری اطاعت کرنا اگر غلط راستہ پر چلوں تو سیدھا کرنا سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے تم میں جو کمزور ہے وہی میرے لئے طاقتور ہے تا آنکہ اس کو اس کا حق دلاسکوں دلائی اللہ کا خوف ہے اور سب سے بڑی بے وقوفی فسق و فجور ہے اے لوگو میں پہلوں کی راہ پر چلنے والو ہوں نئی راہ نکالنے والا نہیں"

(ابن ہشام جلد ۳ ص ۱۰۳)

مزید فرمایا کہ......

"یاد رکھو! جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے اللہ اس کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے اور جس قوم میں بدکاری پھیل جاتی ہے اللہ اس کو عام مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے اگر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کروں تو تم میری اطاعت کرو اگر ان کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں"

(تاریخ اسلام شاہ معین الدین ندوی)

(1) پہلی بات...... حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمائی کہ

Scanned with CamScanner

میں تم پر حاکم خلیفہ بنایا گیا ہوں...... یعنی کہ میرا انتخاب کیا گیا ہے باہمی مشاورت سے مجھے چنا گیا ہے۔ طاقت و جبر سے تم پر مسلط نہیں ہوا...... کیونکہ اسلام کا اصول یہ ہے کہ جس کو خود عہدہ...... منصب کی خواہش اور طلب ہو اس کو یہ ذمہ داری نہ دی جائے...... غور فرمائیں کتنا مقدس اور دیانت دارانہ ارشاد ہے۔

جبکہ ہمارے ہاں جو طریقہ انتخاب ہے وہ اس کے بالکل برعکس ہے کہ عہدہ و منصب کی صرف خواہش اور طلب ہی نہیں بلکہ اندھی ہوس ہے۔

عہدے کے طلب گار ہی نہیں بلکہ دعویدار ہیں...... عہدے کے حصول کے لئے کیسے کیسے پاپڑ بیلتے ہیں...... ایم این اے...... ایم پی اے سے لے کر صدر' وزیر اعظم اور دیگر وزارتوں کے حصول کے لئے...... خود اپنی من مانی چلائی جاتی ہے...... لابنگ (Loabing) کی جاتی ہے...... اشتہار بازی...... جلسے...... جلوس...... الزام تراشی...... دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے مختلف حیا سوز طریقے استعمال کئے جاتے ہیں...... ضمیر خریدے جاتے ہیں...... عقیدے بیچے جاتے ہیں...... دولت پانی کی طرح بہائی جاتی ہے...... جھوٹ فریب قابل فخر سمجھ کر استعمال کیا جاتا ہے...... کس لئے صرف اس لئے کہ مجھے عہدہ مل جائے...... منصب مجھے مل جائے...... اور جب ان سے کوئی پوچھے کہ جناب جس منصب کے لئے تم محنت کر رہے ہو اس کو لے کر کرو گے کیا؟ تو جواب آتا ہے کہ میں تمہارے مسائل حل کروں گا تمہارے دکھ میں تمہارا ساتھ دوں گا...... غربت' مہنگائی' بدامنی ختم کر دوں گا...... تمہارے لئے...... ملک کیلئے جان کی بازی تک لگا دوں گا...... دیکھیں کتنے احمقانہ دعوے اور وعدے ہیں اس کو پل کی خبر نہیں کہ یہ زندہ بھی رہے گا کہ نہیں اور پھر جب منصب پر براجماں ہوتے ہیں تو عوام کو بارہا مرتبہ تجربہ ہو چکا ہے کہ یہ سب کچھ بھول جاتے ہیں...... انہی عوام کی فلاح و بہبود کے لئے...... کئے گئے وعدے بھول جاتے ہیں...... پھر یہ حکمران نہ عوام کا کام کرتے ہیں نہ ان کو چین و سکون مہیا کرتے ہیں اور نہ ہی اقتدار کی کرسی کو چھوڑتے ہیں کہ چلو کسی اور

کو موقع ملے ...... بلکہ کرسی واقتدار سے ویلڈ (Wiled) ہو جاتے ہیں اور ان کی شب و روز کی مصروفیت اپنے اقتدار کو طول دینے اور کرسی کے تحفظ پر خرچ ہوتی ہے ....

حال ہی میں جنرل مشرف جو کہ محبِ وطن' عوام دوست اور ہمدرد بن کر آئے تھے اور نظام کی تبدیلی کے بلند و بانگ دعوے کرتے ہوئے اپنے اصل ہدف (عہدہ منصب اقتدار کی مضبوطی) پر پہنچ چکے ہیں اور ایک دو نہیں بلکہ پانچ مسندوں پر جبرا تسلط جما چکے ہیں...... جبکہ ملک اور عوام کی حالت پہلے سے کہیں زیادہ پریشان کن ہو چکی ہے...... اس لئے جبرا تسلط مسائل کا حل پیش نہیں کر سکتا۔ اس میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ وہ جس ادارے یا شعبے کی اصلاح کرنا چاہے گا وہ ادارہ اس کے خلاف آواز احتجاج بلند کرے گا تو صاحب اقتدار کو اپنی کرسی کی فکر لاحق ہو جائے گی۔ مجبوراً اسے خاموش ہونا پڑے گا۔ ایسا حاکم کیا عوام کی خدمت کر سکتا ہے...... یا معاشرے سے برائیوں کا خاتمہ کیسے کر سکتا ہے؟ اسی بناء پر حضرت صدیق اکبرؓ نے پہلی بات بتا دی کہ میں جبرا مسند خلافت پر نہیں آیا مجھے آپ نے ہی منتخب کیا ہے۔ جب منتخب آپ نے ہی کیا ہے تو پھر آپ کے تعاون سے نظام الٰہیہ کی تنفیذ حقیقی معنوں میں ہوگی۔ لیکن پھر بھی اگر آپ کی امیدوں پر پورا نہ اتروں تو مجھے ہٹا دینا (جس کی وضاحت اگلے جملے میں آرہی ہے) میں تو چاہتا تھا کہ یہ ذمہ داری کسی اور کو سونپی جاتی۔ البتہ آپ نے مجھے منتخب تو کیا مجھ پر حضور علیہ السلام کی قربت کی وجہ سے...... عقیدت اور اعتماد کر کے لیکن یہ بات ذہن میں رکھنا کہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔

(2) دوسرا جملہ...... صدیق اکبرؓ نے فرمایا "کہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔"

کون نہیں جانتا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی عزت' عظمت' فضیلت' عظیم المرتبت' شان و شوکت اللہ اور رسول علیہ السلام کی نظر میں کتنی اعلیٰ اور ارفع ہے کہ انبیاء کے بعد کائنات میں رب رسول علیہ السلام کی پسندیدہ محبوب ترین ہستی حضرت صدیق اکبرؓ ہی کی ہے۔ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کا فرمان افضل البشر بعد الانبیاء ابوبکر ...... اس حقیقت کو مزید واضح کر رہا ہے۔ آپؓ رمز شناسِ نبوت...... ہم رازِ نبوت...... غم گسار نبوت تھے لیکن

Scanned with CamScanner

اس کے باوجود فرمایا کہ میں تم سے بہتر نہیں...... ایک طرف عجز وانکساری اور دوسری طرف ذاتی کمالات کو حصول اقتدار کے لئے استعمال کرنے کی نفی فرما دی۔

ہمارے ملک میں طریقہ کار یہ ہے کہ جو شخص جتنا کرپٹ...... عیاش...... بد معاش...... اعمال اور عقیدے کے اعتبار سے جتنا گھٹیا ہوتا ہے' اس کو اتنا ودھیا کر کے عوام کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور وہ بھی اپنے آپ کو فرشتہ اور مد مقابل و مد مخالف کو شیطان قرار دیکر اقتدار کی مسند پر بیٹھتا ہے۔

مسند اقتدار سنبھالنے کے بعد اپنے آپ کو بڑا شریف اور محبّ وطن ثابت کرنے کے لئے شیروانی میں ملبوس ہو کر چند مزاروں کا چکر لگا کر معاشرے کے حقیقی شریفوں علماء کرام...... مجاہدین طلباء کرام...... کو امریکہ کے اشارے پر دبانے...... مٹانے کی پالیسی پر عمل پیرا ہوتا ہے...... کیونکہ اس صاحب اقتدار کو اپنی شرافت کا پردہ چاک ہونے کا خطرہ اسی مذکورہ مذہبی طبقہ سے ہوتا ہے...... چنانچہ ایسے حکمران بڑی ڈھٹائی کے ساتھ اپنی شرانگیزیوں کو چھپانے کے لئے علماء حق کو جن کے سینے علوم دینیہ سے لبریز اور جبینیں اللہ کے آگے سجدوں سے مزین ہوتی ہیں' انہیں شرارتی' فسادی' دقیانوس' فرقہ پرور' جیسے القابات سے نوازا جاتا ہے۔ یہ حاکم اقتدار میں ہوتے ہوئے اپنے کو اچھا اور وارثان انبیاء کو برا کہنا اپنا شعار سمجھتا ہے۔ ایسے بد فطرت حکمران کو اپنی تمام تر کرتوتیں اچھی نظر آتی ہیں...... بری ہونے کے باوجود ان کو اچھائی اور برائی کی تمیز ہی نہیں ہوتی۔ معاشرے سے برائیوں اور جرائم کا خاتمہ کیسے کر سکتے ہیں...... ؟

(یہاں ضمناً یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ یہ اچھا اپنے آپ کو کہلوانے والے جن کی تعریفوں میں شب و روز ٹی وی، ریڈیو' اخبارات رطب اللسان رہتے ہیں۔ یہی لوگ جب اقتدار سے علیحدہ کر دیئے جاتے ہیں تو معاشرے کے سب سے قابل نفرت یہی ہوتے ہیں۔ چور' اچکے' لٹیرے' ڈیفالٹر' کرپٹ کے اعزاز سے انہیں نوازا جاتا ہے۔ اور عوام کی سادگی پر بھی تعجب ہے کہ یہی لوگ کچھ عرصہ بعد جب پھر سر اٹھاتے ہیں تو عوام پھر ان کو اپنا ہیرو

بنالیتی ہے۔ عوام کی اس بیوقوفانہ روش کے پیش نظر بے نظیر اور نواز شریف جیسے لوگ پھر اقتدار کا خواب دیکھ رہے ہیں)۔

اگر ہم اور ہمارے حکمران صدیق اکبرؓ کے اس فرمان پر غور کریں کہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں تو اس جذبہ سے آنے والا حاکم ملک سے یقیناً برائی کا خاتمہ کر سکتا ہے۔

(3) تیسری بات...... حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمائی "کہ آپ نے مجھے حاکم بنا ہی لیا ہے تو اب اگر میں ٹھیک ٹھیک چلوں تو میری اطاعت کرنا اور اگر غلط راستہ پر چلوں تو سیدھا کرنا"۔ ہمارے دور کے حکمرانوں کو ہے جرأت کہ وہ اس طرح کا اعلان کریں...... ؟ ان کا ہر فرمان ملک وملت کے خلاف غیر ملکی آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے ہوتا ہے اور لاکھ ان کو کہو کہ تم غلط کر رہے ہو مگر یہ حاکم پولیس گردی سے اس غلط کو صحیح ثابت کرنے کے لئے نکتہ اعتراض اٹھانے والوں (خصوصاً علماء کرام) کو انتقام کا نشانہ بنا کر مقدمات درج کر دیتے ہیں اور عدالتیں بھی کھلی آنکھوں سے حکومت کی اس برائی کو دیکھنے کے باوجود سزا سنا کر پابند سلاسل کر دیتی ہیں۔ یعنی کہ مسلم ملک میں حکمرانوں پر اعتراض کرنا جرم ہے جبکہ مسلم اول حضرت صدیق اکبرؓ خود فرماتے ہیں کہ میں غلط کروں تو مجھے سیدھا کر دینا۔ کیا یہ حاکم صدیق اکبرؓ سے (معاذ اللہ) خدانخواستہ زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

پھر جب حکمرانوں کی غلط پالیسیوں اور ان کی کوتاہیوں پر ان کو ٹوکنا قانوناً جرم ہے تو پھر ایک کے بعد دوسرے حکمران کے بہتر آنے کی توقع کیوں کی جاتی ہے...... ؟ بہتر حاکم اسی وقت اس ملک کا مقدر بن سکتا ہے کہ جب وہ مسند اقتدار پر ہوتے ہوئے بھی قانون میں اسی طرح برابر ہو جیسے ایک عام شہری ہے۔ اور تعجب در تعجب یہ کہ ان حکمرانوں کی تمام تر برائیوں پر آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر، فوجی سربراہ' چیف جسٹس ججز سے لے کر ایک عام مجسٹریٹ تک سب واقف ہونے کے باوجود چپ سادھ لیتے ہیں۔ کوئی ان کو نہ برا کہتا ہے نہ کہنے دیتا ہے...... مزید حضرت صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں کہ

(4) چوتھی بات...... "سچائی امانت ہے جھوٹ خیانت ہے۔"

ہمارے حکمرانوں کا اقتدار ہمیشہ جھوٹ...... دھوکہ دہی پر مبنی ہوتا ہے۔ سچائی کے نہ خوگر ہیں نہ سچائی برداشت کر سکتے ہیں اور جو ان کے سامنے سچ کہہ دے تو سیخ پا ہو جاتے ہیں۔ کوشش یہ کرتے ہیں کہ ان کو کچا چبا جائیں۔ یہاں پر میکاڈلی کا فکر نظریہ فٹ آتا ہے کہ جو حکمران جتنی اداکاری اور فریب دہی کا مظاہرہ کرے گا وہ اتنا ہی کامیاب ہوگا......

(5) پانچویں بات...... حضرت صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں کہ "تم میں سے جو کمزور ہے وہ میرے لئے طاقت ور ہے تا آنکہ اس کو اس کا حق دلا سکوں" یعنی تم میں کمزور مظلوم اپنے حق کے حصول تک میرے نزدیک طاقتور ہے...... اور اب ہمارے حکمران کمزور...... غریب...... مظلوم کو طاقت کے بل بوتے پر کچلنا اپنا معیاری اور اعلیٰ فرض سمجھتے ہیں...... یہ مظلوم ان کے لئے ایسا خطرہ ہے کہ حکمران سرکاری طاقت...... عدالتوں کا پورا انصاف اور قانون کی پابندی صرف اسی کمزور پر لاگو کرتے ہیں اور پولیس بھی اسی کمزور کو پکڑتی ہے اور جو آنکھیں دکھائے حکمرانوں کو اور باتوں کی بجائے لاتوں کی زبان استعمال کرے تو اس کے ساتھ ان کا رویہ ٹھیک ہوتا ہے۔"

(6) چھٹی بات...... حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا...... "دانائی اللہ کا خوف ہے"۔

یعنی عقل مندی یہ ہے کہ اتنی بڑی ذمہ داری جس کے کندھے پر ڈال دی جائے اسے اپنی رعایا... کے سلسلہ میں اللہ سے ڈرنا چاہئے۔ کیونکہ قیامت کے دن اس حاکم سے اپنے محکوموں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ رعایا میں جو برائی ہے اس کا وبال بھی اس کے ذمہ ہے کہ اس نے اختیارات کے باوجود اس برائی کو روکا کیوں نہیں اور کسی کے ساتھ ظلم ہوا یا کسی کو اس کا حق نہ ملا تو اس کے بارے میں حاکم سے پوچھ ہوگی...... اور اس بات کا احساس اسی وقت ہوتا ہے کہ جب خوف خدا ہو...... مگر ہمارے حکمران مسند اقتدار پر آتے ہی خود کو خدا سمجھ بیٹھتے ہیں۔ بس ان کو اگر ڈر ہوتا ہے تو صرف امریکہ کا کہ وہ ناراض نہ ہو جائے...... اقتدار ملنے پر کبھی شکرانہ کے نوافل پڑھنے کی زحمت کسی نے نہ کی۔ نہ اپنے اللہ سے اقتدار کو درست سمت چلانے کی توفیق کا سوال کیا...... جبکہ اللہ پاک کی گرفت بڑی سخت ہے...... یہی وجہ ہے

کہ اکثر پاکستان کے حکمرانوں کا انجام عبرتناک ہی ہوا اور اسی بے خوفی میں اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی والا ہر عمل ان کا ترقی یافتہ اور پسندیدہ ہوتا ہے...... جبکہ حضرت صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں کہ

(7) ساتویں بات...... "بڑی بے وقوفی فسق و فجور ہے۔"

ہمارے حکمرانوں کا فخر ہی فسق و فجور ہے...... کرسی اقتدار پر آتے ہی پہلے پہلا کام یہ کرنا ہے کہ اپنی بیگم اور بیٹیوں کو (جو کہ پہلے شاید کبھی گھر سے بے پردہ نہ نکلی ہوں) اسکرین پر لانا ہے اخبارات کے مین صفحہ پر غیر مردوں کے ساتھ ہاتھ ملاتے مسکراتے ہوئے تصویریں شائع ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔

حصول اقتدار کی خوشی میں اللہ کا شکر ادا کرنے کی بجائے رنگین محفلوں کا اہتمام ہوتا ہے۔ راتوں کو کلبوں میں جام چھلکتے ہیں اور جب تک یہ کام نہ کریں اقتدار کی تسکین پوری نہیں ہوتی (تفصیل کے لئے کتاب "پارلیمنٹ سے بازار حسن تک" کا مطالعہ کریں جس میں شریف برادران کی شرافت سے لے کر بے نظیر کی معصومیت تک سب سیاستدانوں کے کارنامے درج ہیں) اور جناب مشرف صاحب کا شرف دیکھنا ہو تو دورہ بھارت کے اخبارات کی تصویری جھلکیاں یا پھر ۱۴ اگست ۲۰۰۱ء کے اخبارات کی تصویری جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں کہ اپنی بیگم کسی کے ساتھ اور خود جنرل صاحب قوم کی معصوم بے پردہ بیٹیوں کے ساتھ تصویر بنوا رہے ہیں...... اور کبھی سرکاری سطح پر کلچر شو منعقد ہو رہے ہیں۔ سیف گیمز (Safe Games)...... عورتوں کا ہاکی ٹورنامنٹ 'اور فلمی انڈسٹریز کی فحاشی' مینا بازار 'اسٹیج ڈرامے 'قحبہ خانے' یہ سب فحاشی و عیاشی گلی گلی پھیل چکی ہے...... عصمت و جرم فروشی...... شراب فروشی...... و شراب نوشی سب کچھ حکومتی سرپرستی میں ہو رہا ہے۔ اور حال ہی میں اقتدار کی چھوٹی مسندوں پر آنے والے اور آنے والیاں آئے دن رنگ رلیاں مناتے ہوئے پکڑے جا رہے ہیں...... اسی گناہ آلودہ معاشرہ کے نتیجہ میں ملک میں عدم استحکام...... قحط...... سیلاب...... زلزلے...... قتل و غارت...... زنا بالجبر جیسے عذاب آتے رہتے ہیں...... جس کا اصل

Scanned with CamScanner

سبب مذکورہ فحاشی اور فسق وفجور سے بھرپور حکمرانی ہے۔ مگر یہ لوگ بڑے آرام سے اپنا سارا غصہ مذہبی جہادی تنظیموں...... دین دار طبقہ پر نکالتے ہیں۔ تف ہے ایسی سوچ پر

(8) آٹھویں بات...... حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ "میں پہلی راہ پر چلنے والا ہوں۔ نئی راہ نکالنے والا نہیں" یعنی جو کچھ رسول ﷺ نے کیا۔ یا کرنے کا حکم دیا، وہی میں بھی کروں گا۔ حقیقت میں دیکھا جائے تو کامیابی اسی میں ہے۔ اسلامی تاریخ میں جتنے بھی دنیا میں بادشاہ یا حکمران آئے' انہوں نے جب تک اللہ اور رسول ﷺ کے طریقہ کار کو اپنائے رکھا' اس وقت تک کامیاب رہے...... اور جب بھی وہ طریقہ چھوڑا گیا تو مادی طور پر مضبوط ہونے کے باوجود ناکامیاں مقدر بن گئیں اور آج پھر اگر اسی طریقہ کار کو طالبان نے اپنالیا ہے توامن عافیت وسکون اطمینان...... عزت کی حکمرانی شان وشوکت سے دنیا بھر کی کفریہ طاقت کاڈٹ کر مقابلہ کر رہے ہیں...... جبکہ ہمارے ملک میں آنے والا ہر حکمران نئی لوچ تلتا ہے۔ اور نئی پالیسی...... نیا پیکیج (Package) پیش کرتا ہے جو کہ نافذ ہونے تک فیل بھی ہونا شروع ہو جاتا ہے جس کی زندہ مثال اس دور میں نئے نظام اور عوام تک اقتدار واختیارات منتقل کرنے کے عنوان سے جنرل مشرف نے بلدیاتی نظام متعارف کروایا۔

گھروں میں بیٹھی بہو بیٹیوں کو بازاروں میں لاکر شو پیس بنادیا اور گھر گھر میں بیویاں شوہروں کے ساتھ لڑنا شروع ہو گئیں ہیں اور اخلاق سوز واقعات اخبارات کی زینت بننے لگ گئے ہیں۔ آگے آگے دیکھو ہوتا ہے کیا...... جن غیر مسلموں کے خلاف ہمیں قرآن پاک نے جہاد کا حکم دیا ہے۔ ہمارے حکمران انہی کا نظام ہمارے عوام پر لاگو کر رہے ہیں تو پھر ذلت مقدر ہی نہ بنے تو اور کیا ہو......

(9) نویں بات...... حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا "یاد رکھو جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے خدا اس کو ذلیل کر دیتے ہیں"...... پاکستان کے حکمرانو! اس طرف کیوں نہیں سوچتے۔ جو چیز تمہاری عظمت کا نشان اور بقاء وتحفظ کی کسوٹی ہے اس کو خود بھی چھوڑے بیٹھے ہو اور جو کرتے ہیں جہاد...... ان پر بھی پابندی لگاتے ہو...... جبکہ حضور ﷺ کا فرمان بھی یہی ہے کہ

Scanned with CamScanner

اذا ترکتم الجہاد فسلط اللہ علیکم الذلۃ جہاد چھوڑنے سے ذلت ورسوائی مسلمانوں کا مقدر بن جاتی ہے۔

آج تمام تر وسائل کے باوجود حکمرانوں سمیت عوام پریشان کیوں ہے؟ ہر طرف بے چینی بے سکونی کی سی کیفیت کیوں ہے؟ اس لئے کہ آرام پرستی' عیاشی' فحاشی کو مقصد بنالیا ہے اور جہاد جیسی عظیم نعمت کو زحمت سمجھ کر چھوڑ دیا ہے ......اور جو مجاہدین یہ جہاد والا مبارک عمل کرتے ہیں ان کو دہشت گرد قرار دیا جاتا ہے......اور مدارس پر پابندی لگائی جاتی ہے......اسی جہاد سے دوری کی وجہ سے نوجوان نسل کو ڈش...... کیبل......وی سی آر کے ذریعہ جس نئی تہذیب سے متعارف کروایا جاتا ہے...... یہ نوجوان نسل آگے چل کر بے راہ روی کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس میں مذہب اخلاق کی کوئی تمیز باقی نہیں رہتی...... مخلوط تعلیم کے بہانے جگہ جگہ کالجوں...... یونیورسٹیوں اور ہاسٹلوں میں جو فحاشی و عریانیت کے اڈے کھلے ہیں کون ان سے بے خبر ہے......اور اسی طبقہ سے لوگ اچھے قسم کے اعلیٰ عہدوں...... منصبوں پر براجمان ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں کیا ملک کی تقدیر بدل سکتی ہے؟ جب گناہ کو زندگی کا انجوائے اور معاشرے کی فلاح سمجھ لیا گیا ہو تو ملک میں مزید مصائب تو آسکتے ہیں خیر کی توقع نہیں...... کیونکہ حضرت صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں۔

(10) دسویں بات...... فرماتے ہیں کہ "جس قوم میں بدکاری پھیل جاتی ہے اللہ پاک اس کو عام مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔" پاکستانی قوم سے لے کر حکمرانوں تک اکثریت کسی نہ کسی طرح بدکاری میں مبتلا ہے۔ رنگین محفلیں' شراب ناب...... چنگ رباب رقص و سرور کی محفلیں...... نائٹ کلبوں...... میں بدکاری عام ہے۔ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔

سیر و تفریحات کے مقام پارکوں وغیرہ میں بے پردگی کا سیلاب ہر وقت برائی کی دعوت دے رہا ہے جو کہ درحقیقت اس قوم اور ملک کی اصل پریشانیوں اور تباہی کا سبب ہے...... آج اگر احساس کر کے حکمران اور عوام بھی اس سے تائب ہو جائیں تو سب کی حالت

Scanned with CamScanner

سدھر سکتی ہے۔ اس معاشرہ کو درست کرنے کی اصل ذمہ داری حکمرانوں کی ہے۔ اور اس ذمہ داری کو نبھانے کے لئے حضرت صدیق اکبرؓ کے خطبہ کی اس آخری شق پر عمل کیا جائے تو اس ضمن میں انتہائی مفید ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں۔

(11) گیارہویں بات...... "اگر میں اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت کروں تو تم میری پیروی کرنا اور اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں۔"

یہ ایک ایسی کسوٹی ہے کہ جس پر حکمران ٹھنڈے دل سے غور کریں اور پھر عمل کرنے کی کوشش صدق دل سے کریں تو رب تعالیٰ مہربانی فرماتے ہوئے ہمارے معاشرے کو سو فیصد سدھار دیں گے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ کے حکموں اور طریقوں پر عمل کرنے میں ہی کامیابی اور سرفرازی ملے گی اور تمام تر مشکلات کا حل بھی میسر آئے گا...... اس لئے قرآن پاک کا قانون اور خلفائے راشدین کے نظام والا انداز اپنایا جائے تو انشاء اللہ ہر طرف امن...... استحکام...... خوشحالی...... عافیت کا دور دورہ ہوگا۔ مگر کرے کون...... کیونکہ حکمران طبقہ کھلم کھلا اللہ و رسول ﷺ کا نافرمان ہے اور اطاعت سے باغی ہے۔ ایسی صورت میں ان کی اطاعت ہم پر بھی کسی صورت لازم نہیں بلکہ ان کے خلاف آواز حق بلند کرنا عین جہاد ہے۔

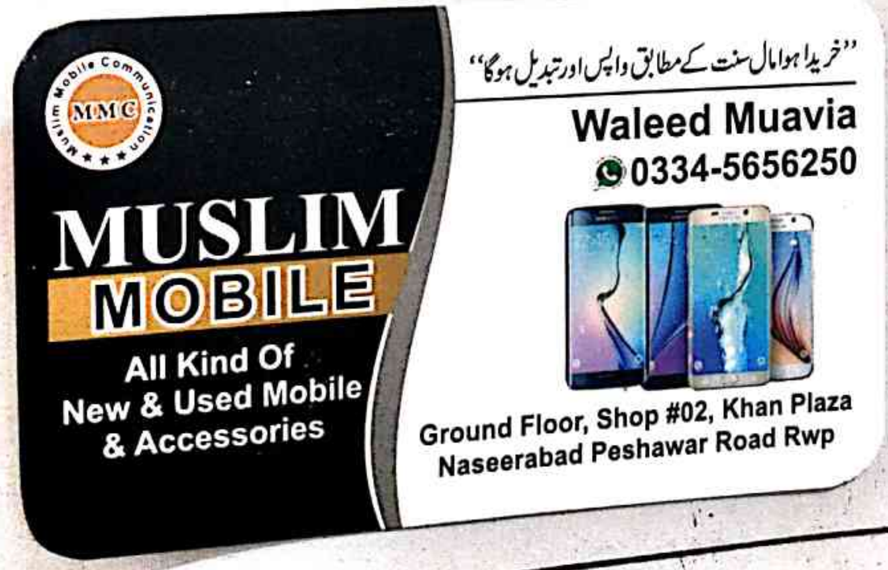

آخری گزارش

حضرت صدیق اکبرؓ کے مذکورہ بالا خطبہ کے ۱۱ سنہری اصولوں پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ہمارے حکمران اپنے آپ کو مسند اقتدار کا حاکم سمجھنے کی بجائے عوام کا خادم بنائیں اور اپنی تجوریاں بھرنے کی بجائے غریب' مظلوم کی فکر کریں۔ اپنے اور اپنے اقتدار کے تحفظ کی بجائے اسلام اور اسلام کی مقتدر شخصیات' حضور ﷺ...... حضرات صحابہ کرامؓ......بنات رسول ﷺ...... اور ازواج رسول ﷺ کے ناموس کے تحفظ کو یقینی بنائیں اور قرآن کی بالادستی...... نفاذ اسلام کو عملی طور پر ملک کا مقدر بننے دیں تو ان کو یا ان کے اقتدار کو کوئی خطرہ نہ ہوگا...... اور دشمن ان کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنے سے قبل سو بار سوچے گا...... ان کے عہدے...... ان کے منصب دائمی (انشاء اللہ العزیز) انہیں کے ہوں گے۔ اور آخرت میں رب تعالیٰ کے ہاں بھی سرخرو ہوں گے۔

☆☆☆☆☆

تراشہ

جنت کی خوشبو سے محرومی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے کوئی شخص لوگوں کے معاملات کا نگران بنا اور اُسنے انکے معاملات کی اس طرح حفاظت نہ کی جس طرح اپنی اور اپنے اہل عیال کی حفاظت کرتا ہے تو جنت کی خوشبو نہیں پا سکے گا۔ الحدیث۔ (بحوالہ مجمع الزوائد جلد ۵)

حضرت صدیق اکبرؓ کی مدت خلافت دو سال ۲. تین ۳. ماہ دس ۱۰ دن ہے اور وسعت سلطنت گیارہ لاکھ مربع میل (مدینہ سے شام تک) ہے۔

اسلحہ کی نمائش پر پابندی اور حکم ربی و عمل رسول ﷺ

ولیاخذوا اسلحتھم (پ ۵ 'نساء آیت ۱۰۱)

آج کل پاکستان کے وزیر داخلہ معین الدین حیدر کی صحت بڑی خراب لگ رہی ہے۔ وہ مختلف حیلے بہانوں سے ملا ازم کو ختم کرنے کے لئے بڑے مستعد نظر آرہے ہیں۔ کبھی مدارس دینیہ کے مقابل ماڈرن دینی مدارس کا قیام 'کبھی مذہبی جہادی تنظیموں پر چندہ جمع کرنے کی پابندی ...... اور کبھی مسلح مذہبی قیادت کو غیر مسلح کرنے کا عمل...... لگتا ہے کہ دھیرے دھیرے امریکہ کی نئی حکومت ایک نئے عزم کے ساتھ ہمارے حکمرانوں کو سابقہ حکومتوں کی طرح ملک وملت کی دشمنی پر چلانے کے لئے کچھ زیادہ ہی مصروف ہے مگر المیہ یہ ہے کہ ہمارے حکمران اپنے اقتدار کی بقاء اور اس کا طول امریکہ کی اطاعت اور اسلام سے دشمنی میں سمجھتے ہیں۔ جبکہ حقائق یہ بتلاتے ہیں کہ تخلیق انسانی سے لے کر تا امروز جتنی بھی حکومتیں شکست وریخت کا شکار ہوئیں۔ وہ اسلام دشمنی اللہ اور اس کے رسولوں کی مخالفت کی وجہ سے ہوئیں۔ فرعون نے انا ربکم الاعلیٰ کا دعوی کیا۔ اللہ نے آئندہ قیامت تک آنے والے متکبر حکمرانوں کے لئے اس کو عبرت بنادیا۔ اور جن حکمرانوں نے اللہ پاک اور رسول ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی وہ کل صحابہ کرامؓ کے مقدس نفوس کی صورت میں روم اور ایران کی سلطنتوں کو پاؤں تلے روندتے ہوئے چونسٹھ لاکھ پینسٹھ ہزار مربع میل کے مضبوط عادل حاکم بنادیئے گئے ......اور اس دور میں نہتے طالبان نے اپنے رب کی زمین پر رب تعالیٰ کو حاکم اعلیٰ مانتے ہوئے اس کی فرمانبرداری کی مثالیں قائم کیں تو آج بے سروسامانی کی حالت میں سب سے پرامن مضبوط اور نڈر بے لوث حاکم بنادیئے گئے ہیں۔ مگر ہمارے حکمرانوں کو امریکہ کئی بار دھوکا دے چکا ہے کہ وہ اپنا کام نکلواتا ہے جب دیکھتا ہے کہ

پاکستان کا صاحب اقتدار فلاں شخص اس کی پالیسیوں پر عمل کروانے کی کوشش کر رہا ہو تو ٹھیک...... اور اگر وہ عمل نہیں کرواسکتا تو کسی کو قتل کروا دیتا ہے اور کسی کو جیل کی زینت ہوا کر جلا وطن کروا دیتا ہے۔ مگر آنے والے پھر بھی اسی ڈگر پر چلتے ہیں۔ تو پھر نتیجہ ظاہر ہے کہ ان کا حشر پہلوں سے بھی بدتر ہوگا۔ ہر ذی شعور انسان جانتا ہے کہ سابقہ دور میں شریف برادران کا حشر اسلام دشمنی' اسامہ بن لادن کو امریکہ کے حوالے کرنے کی سازش اور علمائے کرام و مجاہدین کو پابند سلاسل کرنے اور پولیس مقابلوں میں شہید کرنے کے نتیجہ میں ہوا۔ تو خیر اس وقت موضوع سخن یہ ہے کہ وزیر داخلہ صاحب نے گزشتہ دنوں میں حکم دیا کہ مذہبی قیادت سے گارڈز واپس لے لئے جائیں اور اسلحہ کی نمائش پر پابندی بھی۔

چند دن بعد یہ فیصلہ بھی آیا کہ گھر گھر تلاشی لے کر اسلحہ ضبط کیا جائے گا۔ ہمیں اس بات سے تو اتفاق ہے کہ ملک میں بڑھتی ہوئی قتل و غارت گری' جرائم' جبری زنا' ڈکیتی' اغوابرائے تاوان جیسی بے شمار برائیاں معاشرے میں پروان چڑھ رہی ہیں اور ان برائیوں میں اسلحہ کا عمل دخل واضح ہے۔ لیکن یہ جرائم تو آج کل نہیں بلکہ ایک عرصے سے ایسا ہوتا چلا آرہا ہے مگر کبھی حکمرانوں نے اس پر سنجیدگی سے غور ہی نہیں کیا۔ آئے روز اخبارات درجنوں ایسے واقعات کی خبروں سے بھرے ہوتے ہیں۔ پھر جاگیردار' سرمایہ دار' طبقہ ناجائز اسلحہ کے بل بوتے پر تقریباً مذکورہ جرائم میں کافی حد تک کردار ادا کرتا ہے مگر ان کے خلاف کبھی گارڈز واپس لینے' اسلحہ ضبط کرنے کی بات نہیں آئی۔ لیکن صرف مذہبی طبقہ کے لئے بطور خاص گارڈز کی واپسی کا حکم کیا معنی ؟ کیا وہ جاگیردار' سرمایہ دار' افسر شاہی' لباس خضر میں جو چاہیں کرتے رہیں۔ ان کے لئے کوئی گرفت نہیں' کوئی قانون نہیں اور علمائے کرام سنت رسول ﷺ سمجھ کر اپنے دفاع کے لئے اسلحہ رکھیں تو وزیر داخلہ صاحب کو برداشت نہیں۔ کیوں ؟

کیا وزیر داخلہ صاحب بتا سکتے ہیں کہ ہمارے کسی مذہبی قائد نے اسلحہ سے کسی کو قتل کیا یا کسی پر گولی چلائی ہے ؟ یقیناً جواب میں کوئی ثبوت نہیں ہوگا تو پھر اس کے معنی یہ

ہوئے کہ وزیر داخلہ صاحب علمائے کرام کو نہتا کر کے دراصل دہشت گردوں کو سہولت فراہم کرنا چاہتے ہیں کہ علماء اب غیر مسلح ہیں۔ جاؤان کو مارو تاکہ ہماری ان سے جان چھوٹ جائے اور ہم اقتدار کو طول دے سکیں۔ تو اس صورت میں قتل وغارت کے ذمہ دار وہ خود ہیں۔ اس لئے علمائے کرام سے بھی عرض کرتا ہوں کہ خدانخواستہ آئندہ کوئی عالم شہید ہو تو وہ مقدمہ براہ راست وزیر داخلہ صاحب پر درج کروائیں تاکہ ان کو بھی بھٹو کی سنت پر عمل کرنے کا شرف حاصل ہو سکے۔

رہی بات گھر گھر تلاشی سے شریف لوگ تو اپنا جائز اسلحہ جمع کروادیں گے مگر رضاکارانہ طور پر...... پولیس گردی کے نتیجہ میں جابرانہ طور پر...... مگر اس بات کی گارنٹی وزیر داخلہ یا کوئی بھی صاحب اقتدار دے سکتا ہے کہ جرائم پیشہ افراد قتل وغارت گری میں ملوث لوگ بھی اسلحہ جمع کروادیں گے۔ کبھی نہیں۔ اگر آپ کو طاقت سے لینے کا گھمنڈ ہے تو پھر شریف لوگوں کو تنگ کئے بغیر پہلے ہی طاقت سے دہشت گردوں سے اسلحہ وصول کر لو۔ ہم بھی آپ کے ساتھ تعاون کریں گے۔

ابھی کل کی بات ہے ۲۰۰۱-۴-۲۲ کو ایک فاحشہ اداکارہ سلمیٰ آغا صرف گارڈز ہی نہیں بلکہ سرکاری طور پر دیئے گئے کمانڈوز کے ساتھ پریس کلب میں آئی مگر اس کے لئے وزیر داخلہ کا قانون حرکت میں نہیں آیا۔ میرا خیال ہے کہ دوسروں کو حکم دینے سے پہلے انسان خود اس بات پر عمل پیرا ہو (جس کا وہ حکم دے رہا ہو) تو اس طرح حکم میں اثر زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ وزیر داخلہ رضاکارانہ طور پر پہلے خود غیر مسلح ہوں اور تین دن تک پاکستان کی سڑکوں، گلی کوچوں میں گشت کریں تو پھر ہم بھی قیادت کے غیر مسلح ہونے کے مسئلہ پر نظر ثانی کریں گے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر خود میاں فضیحت اور دوسروں کو نصیحت والی بات کے مصداق اگر ان کو اپنی جان عزیز ہے تو ہمیں بھی اپنے علمائے کرام کی جانیں اپنی کروڑوں جانوں سے زیادہ عزیز اور قیمتی ہیں۔ وزیر داخلہ تو روز آتے جاتے رہتے ہیں۔ مگر مولانا اعظم طارق جیسے لوگ مائیں صدیوں بعد جنتی ہیں۔

Scanned with CamScanner

پھر اسلحہ پر پابندی اس صورت میں عقل کے مطابق ہے کہ جب علمائے کرام اور مذہبی حلقوں کا بھروسہ اسلحہ (مادیات) پر ہو اور اسلحہ ہی کو اپنا محافظ کل تصور کرتے ہوں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ علمائے کرام اور مجاہدین اسلام اسلحہ سے کم اور ایمانی جذبہ سے زیادہ سرشار ہوتے ہیں۔ انہیں غیر مسلح کردیا جائے تو ان کا حوصلہ اور بڑھ جاتا ہے دشمن سے ٹکرانے کا

کافر ہے تو کرتا ہے شمشیر پہ بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

مذہبی قیادت کا مسلح گارڈز کے ساتھ چلنا دراصل ان کو بھاتا نہیں کہ ایک مولوی ہو کر اس کی اتنی ٹور، اتنی شان و شوکت، اتنا دبدبہ اور ساتھ چلنے والے بھی صرف تنخواہ دار نہیں بلکہ واقعی اپنے قائد کا دفاع اور تحفظ کرنے میں جان تک کی بازی لگانا سعادت اور شہادت سمجھتے ہیں۔ اب یہ چیز ان حکمرانوں کو برداشت نہیں ہوتی کیونکہ ان کی حالت تو یہ ہے کہ جب تک مسند اقتدار پر ہیں تو خوب پروٹوکول ملتا ہے اور جب وزارت گئی تو سب کچھ گیا۔ میں نے لاہور ایئرپورٹ پر سابق وزیر اعلیٰ منظور وٹو کو تنہا فلیٹ سے اتر کر ٹیکسی بک کرواتے دیکھا۔ کوئی فرد اس کے ساتھ نہ تھا۔ مگر علمائے کرام کی قدر دین کی برکت سے ہر حال میں ہے وہ کسی مسند پر ہوں یا کہ بغیر مسند کے ہوں ان کی شان اسی طرح ہوتی ہے۔

قرآن سے اسلحہ کا ثبوت

اسلحہ کے سلسلے میں اب آیئے قرآن و سنت کی روشنی میں حضور ﷺ کا انداز اور حکم دیکھئے کہ وہ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک میں واضح طور پر حکم ہے۔

یاایھا الذین امنوا خذوا حذرکم فانفروا ثبات اونفروا جمیعا۔

(سورہ النساء پ ۵ آیت ۷۱)

تشریح میں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ جب حکم جہاد کی وجہ سے

Scanned with CamScanner

بعض ضعیف العقائد لوگ حضور ﷺ سے ہٹ کر کفار سے مل کر مخالفت کرنے لگے تو اللہ پاک نے یہ حکم نازل فرمادیا کہ تم جب بھی گھر سے نکلو اکیلے ہو یا فوج کی شکل میں اجتماعی طور پر نکلو تو مسلح ہو کر نکلو۔ (کیونکہ دشمن نقصان دے سکتا ہے)

اور خذوا حذرکم کی تفسیر میں علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ اپنی تلواریں گلے میں لٹکا کر رکھا کرو کیونکہ یہی مسلمان کا حلیہ یعنی زیور ہے (تلوار اس دور میں سب سے اہم اسلحہ تھا اور آج کل کلاشنکوف)

اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ود الذین کفروا لو تغفلون عن اسلحتکم و امتعتکم فیمیلون علیکم میلة واحدة (پ۵ النساء)

کہ یہ کافر چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ اور مسلمان غفلت میں اپنے ہتھیاروں سے الگ ہوں اور ہم یکبارگی حملہ کر دیں (اور غالباً ہمارے حکمران بھی یہی چاہتے ہیں تاکہ مولویوں سے جان چھوٹے) مذکورہ آیت میں کفار کی سوچ سے آگاہ کرتے ہوئے اللہ پاک نے مسلمانوں کو مسلح رہنے کا حکم دیا ہے اور غیر مسلح ہونے کی غفلت سے منع کیا ہے اور اسی رکوع میں نماز کی حالت میں بھی مسلح رہنے کا واضح حکم ہے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ولیأ خذوا اسلحتھم اور وہ لوگ اپنے ہتھیار ساتھ رکھیں۔ یہ حالت نماز میں جب دشمن کے حملے کا خطرہ ہو تو اس صورت میں حکم ہے اور یہاں پاکستان میں اہل تشیع کی طرف سے یہ صورتحال بنادی گئی ہے اور اکثر خطرہ تو رہتا ہی ہے۔ اب اس صورتحال کو دیکھ کر آج کل جو مساجد میں مسلح پہرہ ہوتا ہے عوام الناس بھی باتیں بناتے ہیں کہ جی دیکھیں ان مولویوں کی وجہ سے اب تو مسجد میں نماز بھی اسلحہ کے پہرے میں ادا کی جاتی ہے[1]۔ کیسا دور آگیا ہے۔ لیکن اے کاش! مسلمان کو اپنا ماضی یاد ہوتا۔ مسلمان اپنی عظمت کو نہ کھو چکا ہوتا تو اس کی زبان پر یہ شکوہ کبھی نہ آتا۔ کیا مسلمان یہ بھول گئے ہیں کہ نماز، نماز عشق کہاں اور کیسے ادا کی جاتی ہے۔ کسی کہنے والے نے ویسے ہی تو نہیں بلکہ حقیقت کی عکاسی کرتے ہوئے مومن کی عبادت کا تذکرہ کیا ہے کہ

[1] مسلح نماز غیر مسلح نماز سے 70 گنا افضل ہے۔ فرمانِ علیؓ

نہ مسجد میں نہ مندر میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں
نماز عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں

یہاں ایک اور بات کی طرف اشارہ کرتا چلوں جس سے آپ پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ اسلحہ جمع کرنے اور قیادت کو غیر مسلح کرنے کا کوئی چکر نہیں بلکہ دراصل حکومت اور امریکہ' ایران وغیرہ اللہ کے باغی مسند اقتدار پر بیٹھنے والوں کی صرف بوکھلاہٹ ہے۔ ورنہ یہ لوگ صاحب اقتدار والے اتنے مخلص ہوتے تو ان کے قوانین اور پالیسیوں میں تضاد نہ ہوتا۔ اور سنجیدگی سے اپنے حکم پر عمل کروانے سے قبل وجہ نزاع کو تلاش کرکے اس کے خاتمہ کے لئے قانون بناتے اور کوشش کرتے۔ جبکہ ایسا کبھی کرتے ہی نہیں۔

گزشتہ دور حکومت میں شہباز شریف کے حامی غنڈے جہانزیب برکی' جو کہ آئی جی پنجاب پولیس تھے' راولپنڈی سے جی ٹی روڈ پر آتے ہوئے ایک مسجد کے باہر گاڑی رکوائی۔ نماز کے لئے' نماز پڑھنے کے بعد امام سمیت تمام نمازیوں کو گرفتار کرنے کا حکم دے دیا۔ لوگوں نے احتجاج کیا کہ ہمارا قصور؟ تو آئی جی نے کہا کہ تم نے مسجد کے باہر مسلح پہرے دار کیوں کھڑا نہ کیا؟ اب بتایئے رکھیں اسلحہ' تب بھی ان کی نظر میں مجرم اور نہ رکھیں تب بھی مجرم......اس وقت بھی اسلحہ کی نمائش پر پابندی کی باتیں اور حکم چل رہا تھا۔

احادیث سے اسلحہ کا ثبوت

تو بات چل رہی تھی قرآن و سنت کی نظر میں اسلحہ کے متعلق......روایات میں اس مسئلہ پر بہت وضاحت اور صاف صراحت موجود ہے کہ مذہبی قیادت اور علمائے کرام کو مسلح ہونا چاہیے یا نہیں...... چنانچہ حضور ﷺ نے اسلحہ کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا کہ الا ان الجنة تحت ظلال السیوف کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔

اور حضرت یزید بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ تلوریں جنت کی چابیاں ہیں۔ علامہ ابن النحاس دمیاطیؒ فرماتے ہیں کہ جب مجاہد میدان میں تلوار نکالتا ہے تو

جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں......اور شفاء الصدور میں حضور ﷺ کا فرمان موجود ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پہرے داری اور نماز میں جو شخص گلے میں تلوار لٹکائے رکھتا ہے فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور قیامت کے دن اللہ پاک ان کو ایمان کی چادر پہنائیں گے۔ کتاب الترغیب میں لالی حفص بن شاہین فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ پاک مجاہد کی تلوار، نیزے اور اسلحہ پر فرشتوں کے سامنے فخر فرماتے ہیں اور اس کو عذاب کبھی نہیں دیتے۔

مزید یہ کہ حضرت علیؓ کے فرمان کے مطابق مسلح نماز غیر مسلح نماز سے ۷۰ گنا افضل ہے۔ ان مذکورہ بالا حوالہ جات سے خود اندازہ فرمائیں کہ ہمارے حکمران آخر چاہتے کیا ہیں؟ ایسا لگتا ہے کہ خود ان حکمرانوں کا جنت میں جانے کا ارادہ ہے ہی نہیں اور ملا ازم سے الرجک اتنے ہیں کہ ان کو بھی جنت میں جانے سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یعنی کہ اسلحہ چھین کر وزیر داخلہ صاحب دوسرے لفظوں میں علماء کرام سے جنت کا سایہ اور جنت کی چابیاں (اسلحہ) چھیننا چاہتے ہیں جو کہ انتہائی گھناؤنا فعل ہے۔

وزیر داخلہ صاحب یہ نہ بھولیں کہ مذہبی قیادت اور علماء کرام سے غصہ اور اقتدار کے زور پر اسلحہ (جنت کی چابیاں) چھین تو لیں گے لیکن علمائے کرام پھر بھی بغیر چابیوں کے جنت میں زیادہ جلدی داخل ہو جائیں گے بلکہ ڈائریکٹ جنت میں جائیں گے کیونکہ غیر مسلح ہونے کی وجہ سے شہادت کے امکانات بڑھ جاتے ہیں اور حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق الشہادة مختصر طریق الجنة (شہادت جنت کا مختصر ترین راستہ ہے) اب علمائے کرام تو جنت میں چلے جائیں گے اور وزیر داخلہ صاحب جواب شیر بنے ہوئے ہیں، اقتدار کے نشے میں وہ اس شیر کی طرح دیکھتے رہ جائیں گے اور انگشت بد نداں پیٹتے رہیں گے کہ جس شیر کو بلی نے سب کچھ سکھا دیا تھا مگر درخت پر چڑھنا نہیں سکھایا تھا۔ پھر وزیر داخلہ صاحب بتائیں کیا کر لیں گے۔ کیا جنت میں بھی کوئی دفعہ لگا کر جنرل مشرف سے فوج لے کر مولیوں کو واپس لانے کی کوشش کریں گے؟

Scanned with CamScanner

سالارِ اعظم ﷺ کا اسلحہ

آیئے ہم اپنے محبوب پیغمبر' نبی الامین' نبی الملاحم والے پیغمبر ﷺ کا طرزِ عمل دیکھیں کہ اسلحہ آپ ﷺ کے پاس کتنا تھا۔ کیا غربت کے باوجود آپ ﷺ غیر مسلح تھے؟

نہیں بلکہ...... حضور ﷺ کے پاس کئی تلواریں تھیں۔ ان میں بطور خاص ۱۰ تلواروں کا ذکر ملتا ہے۔

۱۔ الماثور۔ یہ آپ ﷺ کو اپنے والد ماجد محترم کی طرف سے وراثت میں ملی تھی۔

۲۔ العضب۔ غزوہ بدر میں جاتے وقت حضرت سعد بن عبادہؓ نے خدمت اقدس میں پیش کی تھی۔

۳۔ ذوالفقار۔ یہ غزوہ بدر میں ہوالحجاج کے مال غنیمت سے دستیاب ہوئی تھی اور تمام جنگوں میں ساتھ رہی۔ اس پر چاندی بھی لگی تھی۔

۴۔ الصمصام۔ کاٹنے والی مضبوط جو کبھی ٹیڑھی نہ ہو۔ یہ حضرت عمر بن معدی کربؓ کی تلوار تھی۔

۵۔ القلعی۔ یہ قلع نامی جگہ سے ملی تھی۔ ۶۔ التبار۔ بہت خوب کاٹنے والی۔

۷۔ الحتف۔ حتف موت کو کہتے ہیں۔ یہ تینوں تلواریں بنی قینقاع کے ایک یہودی قبیلے سے مال غنیمت میں دستیاب ہوئی تھیں۔ ۸۔ الرسوب۔ جسم میں گھس کر ڈوبنے والی۔ ۹۔ المخذم۔ کاٹنے والی۔ ۱۰۔ القضیب۔ بہت زیادہ کاٹنے والی۔

یہ وہ تلوار ہے جو سب سے پہلے حضور ﷺ نے استعمال فرمائی تھی۔

ڈھالیں

اسی طرح آپ ﷺ کے پاس ڈھالیں بھی تھیں............ مثلاً

الزلوق نامی ڈھال تھی۔ زلوق کہتے ہیں پھسلنے والی کو۔

الفنق نامی ایک ڈھال تھی۔ ایک اور ڈھال خدمت اقدس میں پیش کی گئی جس پر کرگس کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں کو اس پر رکھ دیا تو تصویر غائب ہو گئی۔

خُود

حضور ﷺ کے پاس جو دو جنگی ٹوپیاں (خود) تھیں۔ ایک کا نام الموشح اور دوسری کا نام ذوالمسبوغ تھا۔ یہ فتح مکہ کے دن آپ ﷺ کے سر مبارک پر تھی۔

زرہیں

حضور ﷺ کے پاس سات زرہیں تھیں۔ ۱۔ ذات الفضول، ۲۔ ذات الوشاح، ۳۔ ذات الحواشی، ۴۔ السعدیہ ۔ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی زرہ تھی جو کہ انہوں نے جالوت کو قتل کرتے وقت پہن رکھی تھی۔ ۵۔ فضہ، ۶۔ التبراء، ۷۔ الخزیق

نیزے اور برچھیاں

حضور ﷺ کے پاس ۵ نیزے تھے جن میں سے تین نیزے بنو قینقاع سے ہاتھ لگے تھے اور ایک نیزہ المثوی تھا اس کا نام یہ اس لئے پڑا کہ جسے یہ نیزہ لگتا وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا تھا۔ وہیں دم توڑ دیتا۔

اور ایک نیزہ المثنیٰ تھا ایک برچھی بھی تھی جس کا نام البتعہ تھا۔ ایک بڑی برچھی کا نام البیضاء اور ایک چھوٹی برچھی کا نام العنزہ تھا...... چلتے وقت آپ ﷺ اس کو ہاتھ میں رکھتے تھے۔

(اور ایک عصا تھا جس کو عرجون کہا جاتا تھا اور ایک پتلی چھڑی تھی جس کا نام ممشوق لیا جاتا تھا......از مرتب)

Scanned with CamScanner

جرنیلِ اعظم ﷺ باڈی گارڈ رکھتے تھے

اسی طرح صحیح بخاری شریف کی حدیث ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عید کے موقع پر جب عید پڑھانے کے لئے گھر سے نکلتے تھے تو نیزہ بردار (نیزہ اٹھانے والے) کو حکم فرماتے تھے کہ تم نیزہ اٹھاؤ...... میرا باڈی گارڈ بن کر...... میرا پہرے دار بن کر...... میرا محافظ بن کر......

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے اپنے لئے محافظ رکھا ہے (بخاری شریف ص ۱۳۳ ج۱)

اسی طرح تاریخ مدینہ میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ حضرت حارثؓ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ میں حاضر ہوا...... مدینہ میں...... میں نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ ممبر پر تشریف فرما ہیں۔ ممبر پر خطبہ دے رہے ہیں اور حضرت بلالؓ اپنے گلے میں تلوار لٹکائے ہوئے ممبر کے پاس رسول اللہ ﷺ پر پہرہ دے رہے تھے۔

اس مذکورہ بالا تفصیل سے یقیناً ہمیں اپنے دفاع کے لئے مسلح رہنے کا سبق ملتا ہے...... ہاں وزیر داخلہ صاحب امن کی کوشش میں مخلص ہیں تو پھر وہ خلفائے راشدین والا نظام طالبان کی طرح لائیں۔ ہم بھی ان کے ساتھ ہیں کہ جس نظام میں رات یا دن کی تنہائیوں میں ایک عورت بھی تنہا سفر کرے تو اس کی طرف کسی کو میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت نہ ہو...... اور سرکاری سطح پر طالبان ہر آدمی کے تحفظ کی ذمہ داری ایسے احسن طریقہ سے نبھا رہے ہیں کہ لوگ خود اسلحہ کو ایک غیر ضروری چیز سمجھ کر طالبان کے پاس جمع کرا دیتے ہیں کہ ہمارا تحفظ اللہ پاک کی ذات کے بعد اسلامی نظام اور اس کی حفیظ کرنے والے طالبان ہیں۔ ☆☆☆

[illegible] الکرم

[illegible]

۳۰ محرم ۲۲-۱۴۲۰ ھجری

[illegible] کوٹ لکھپت جیل لاہور۔

مشرف اور شریف...... کام ایک تو انجام بھی ایک ہوگا

11 ستمبر کے حملوں کے بعد جب امریکہ کا افغانستان کی اسلامی حکومت کے خلاف نفرت اور غضب انتہا کو پہنچ گیا تو پاکستانی حکمرانوں پر دباؤ مسلسل بڑھ گیا کہ وہ افغانستان پر حملہ کے لئے امریکہ کو اجازت بھی دے اور ملکی زمینی، فضائی حدود اور انٹیلی جنس وغیرہ تمام ضروریات کی سپورٹ بھی دے، ابتداء میں ہمارے حکمرانوں نے صاف انکار کر دیا اور عوام بھی اس بارے میں مطمئن تھے کہ ایک مسلمان ملک کا حکمران اور بظاہر ایک مسلمان سربراہ یہ غلطی اور جرم کبھی نہیں کر سکتا کہ وہ اپنے ہی مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے کی اجازت کسی کافر ملک کو دے کیونکہ مسلمان تو چاہئے کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو فطرت ایمانی کی وجہ سے اس سے یہ توقع نہیں رکھی جا سکتی کہ وہ اللہ کے دشمنوں کی اپنے مسلمان بھائیوں پر ظلم و ستم کے لئے معاونت کرے، مگر جب چند دن بعد مسٹر مشرف نے مکمل امریکہ کی حمایت اور ہر ممکن تعاون کا اعلان کیا اور جہاد کو دہشت گردی سے تعبیر کرنے میں امریکہ کی ہاں میں ہاں ملا کر اپنا ملک اور تمام ضروریات امریکہ کے حوالے کر دیں اور پھر 9 اکتوبر 2001ء کی رات سے شروع ہونے والی بموں کی برسات نے کئی شہروں کو خون میں نہلا دیا تو مسلمان اور پاکستانی مسلمان خصوصاً حیران ہو گئے کہ مسلمان ہو کر مشرف نے یہ کیا کیا......؟؟

لیکن آپ سابقہ تاریخ پر نظر کریں تو معلوم ہوگا کہ یہ پہلا واقعہ نہیں بلکہ امت میں ایسے غدار مسلمان اور بھی گزرے ہیں جنہوں نے اقتدار کی ہوس میں اندھے ہو کر نہ ایمان کی پرواہ کی نہ خدا ورسول ﷺ کا خوف اور حیاء رکھا، مشرف نے تو پھر بھی اسلام آباد میں بیٹھ کر ایسا کیا جو کہ کعبۃ اللہ اور جوار رسول ﷺ سے کوسوں دور ہے جبکہ اسی مشرف کے ہم نامی شریف حسین نے بیت اللہ کی دیواروں کے سائے اور روضہ اقدس کی پر منور فضاؤں میں بیٹھ کر

انگریزوں سے معاونت اور مسلمانوں سے غداری کر کے مکہ مکرمہ جدہ تک لاشوں کے انبار لگوائے، جس طرح آج افغانستان میں سے نکلنے والے طالبان اور القاعدہ کے عرب مجاہدین کو جو پاکستان میں پناہ لینے پر مجبور ہیں انہیں امریکہ کے حوالے مشرف کر دیتے ہیں اسی طرح کل شریف مکہ نے بھی کعبۃ اللہ کے غلاف میں پناہ لینے والوں کو دشمن کے حوالے یا شہید کر دیا تھا۔

یہ سب کچھ شریف مکہ نے اپنے اقتدار کو طول دینے اور شہرت...... دولت کی ہوس میں اندھے ہو کر کیا مگر نتیجتاً اس کے ہاتھ سوائے ذلت اور رسوائی کے کچھ بھی نہ آیا مسٹر مشرف بھی آج اقتدار و شہرت و دولت کی ہوس میں اندھے ہو چکے ہیں انہیں کچھ سوچ نہیں رہا کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں یہ قرآن و سنت کے احکامات ...... شریعت کے خلاف اور خدا و رسول ﷺ سے اعلان جنگ کے مترادف ہے، اس میں جہاں آدمی ایمان کی دولت سے محروم ہو جاتا ہے وہاں پر ہمیشہ ذلت و رسوائی اس کا مقدر بن جاتی ہے، مشرف آج تکبر و غرور میں دھت...... انا ربکم الاعلیٰ کا مصداق بننے کی کوشش میں مصروف ہیں مگر انہیں معلوم نہیں کہ اللہ کی محبوب ترین مخلوق مجاہدین اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے ہم وطن و ہم زبان عربوں کو دشمن کے حوالے اور موت کی آغوش میں سلانے کی جو روش جاری رکھے ہوئے ہیں اس کا انجام بڑا بھیانک ہے، مشرف آج بھی تائب ہو جائیں تو عوام کی مکمل حمایت اور اللہ کی نصرت ان کے ساتھ ہے اور امریکہ سمیت عالمی طاقتیں ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتیں ورنہ پھر یہی عالمی طاقتیں جن کے اشارے پر ناچ رہے ہیں مشرف کو ذلت و رسوائی سے بچا بھی نہیں سکتیں بلکہ مشکل وقت میں مشرف کا حشر پہلے غداروں سے بھی بدتر ہوگا جیسا کہ فرعون اور شریف مکہ جیسے ظالموں کا ہوا۔

شریف مکہ کا انجام

(۱۳ جولائی تا ۱۵ اگست ۱۹۲۰ء) کے واقعات شاہد ہیں کہ شریف مکہ نے مسلمانوں کے ساتھ کیا کیا اور نتیجتاً خود اس کے ساتھ کیا ہوا۔

☆ جدہ اور مکہ کے درمیان متعدد تازہ لاشیں ریت پر پڑی ہوئی پائی گئیں جنہیں کتے کھا رہے تھے اور گدھ نوچ رہے تھے اور بعض لوگوں کو اس بادیہ کی ریت نے اپنی آغوش میں لے کر ستر پوشی کردی تھی۔

جدہ کی عثمانی خندقوں پر بیدردی سے گولہ باری کی گئی اور جدہ ۱۹۱۶ء کو حکومت برطانیہ کے حوالے کردیا گیا، حتیٰ کہ کعبہ شریف میں بھی اس قدر ظلم و ستم کیا گیا کہ غلاف کعبہ میں چھپنے والے بے کس و مجروح و شکستہ حال ترکوں کو بیدردی کے ساتھ شہید کردیا گیا اور مکہ مکرمہ میں بے بس ترکوں کو رسیوں سے باندھ کر مکہ مکرمہ کی گلیوں میں گھسیٹا گیا، پردہ نشین عورتوں کو پکڑ کر انگریزوں کے حوالے کردیا گیا، جب غلاف کعبہ میں پناہ لینے والے ترکوں پر گولیاں چلائی گئیں تو اس وقت غلاف کعبہ جل گیا، معصوم بچوں کو پادریوں کے حوالے کردیا گیا۔

اہل مدینہ پر بھی اس قدر ظلم کیا گیا کہ وہ مدینہ منورہ جیسی بابرکت اور پرنور بستی کو چھوڑنے پر مجبور ہوئے حالانکہ اس دور میں ارض حجاز میں نہ پٹرول تھا نہ دولت تھی اکثر لوگ بھوک و افلاس کے باوجود اس مبارک شہر کو چھوڑنے کے لئے کسی قیمت پر بھی تیار نہ تھے مگر ان ظالموں کے ظلم نے ان کو مجبور کردیا۔

حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ اس آبادی اور بربادی کو یوں بیان فرماتے ہیں!

☆ مدینہ منورہ میں بڑی رونق تھی شہر کی آبادی کم و بیش ڈیڑھ لاکھ نفوس پر مشتمل تھی مرفع الحال اور مالداری کے آثار پورے شہر پر نمایاں تھے، ترکی حکومت کی طرف سے شہریوں اور باشندوں کی دیکھ بھال کا پورا خیال رکھا جاتا تھا۔

نہایت شاندار خوبصورت ریلوے اسٹیشن قائم تھا، دن میں کئی بار ریلیں آتی جاتی تھیں باب مجیدی کی طرف شہر پناہ کے باہر بڑی آباد سڑکیں، شاندار مکانات، اور خوبصورت دکانیں قائم تھیں، جس محلے میں ہمارا مکان تھا صرف اسی محلے کی آبادی کم و بیش تیس ہزار تک پہنچ گئی تھی، مگر دوسری جنگِ عظیم اور شریف حسین کی بغاوت کے بعد یہ محلہ تو اجڑ ہی گیا بلکہ

بیرونی باب مجیدی جو کہ قبل از جنگ عمومی نہایت آباد اور قیمتی متعدد محلات کو مشتمل ہو گیا تھا شریف کی بغاوت سے وہ آفت آئی کہ سارے شہر مدینہ منورہ کی آبادی صرف بارہ تیرہ ہزار رہ گئی۔

انگریزی فوجوں نے حرمین پر وہ ظلم و ستم کئے کہ جن کے بیان سے زبان قاصر اور قلم عاجز ہے، اس کے بدلے میں شریف حسین کو ۳۰ لاکھ روپیہ ماہانہ دیتی رہی مگر اعلان صلح کے بعد (جب انگریز اپنے ناپاک ارادے میں کامیاب ہو گئے) ساڑھے ستر ہزار کر دیا آگے جو کچھ ہوا اور اب تک ہو رہا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔

شریف حسین نے دنیوی لالچ میں آکر انگریزوں کا ساتھ دیا، مگر تھوڑے ہی زمانہ بعد شرافت کا عہدہ اور امتیاز تمام مکہ معظمہ اور حجاز ملحہ عرب سے ہٹادیا گیا، اور شریف حسین کو اس کے آقاؤں نے ہی نظر بند کر کے جزیرہ سائپرس (قبرص) پہنچادیا گیا اور وہ اسی طرح وہاں بے چارگی کی حالت میں مر گیا۔ آخرت کی خبر خدا جانے۔

شریف اور مشرف میں مماثلث

شریف حسین کے نام میں اور مشرف اور محمد نواز شریف کے ناموں میں لفظ شرافت قدرے مشترک یعنی ایک جیسا ہے مگر نام میں تو ان سب کے شرافت ہے اور کام میں شرارت ہے، اور انجام میں شریف حسین کے ساتھ جو ہوا وہ تاریخ کا بدترین باب بن چکا ہے، مشرف بھی اس تاریخ کے بدترین باب کا ایک سیاہ عنوان بننے میں مصروف ہیں کیونکہ جیسا کام ویسا انجام، لہٰذا یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ مشرف اور شریف، کام ایک تو انجام بھی ایک ہو گا، فاعتبر یا اولی الابصار ...... پھر مزید یہ کہ پاکستان کے طبقہ اشرافیہ کے شرفاء نے کئی جرنیلوں کو چھوڑ کر مشرف کو آرمی چیف بنایا اور کچھ دنوں بعد جوائنٹ چیفس آف اسٹاف کمیٹی کی ٹوپی بھی ان کے سر پر رکھ دی جس سے ان کے شرف میں مزید اضافہ ہو گیا۔ چیف ایگزیکٹو کے شرف کی کسر رہ گئی تھی اسے نواز شریف کی شریفانہ بدمعاشی نے پورا کر دیا اور

Scanned with CamScanner

مشرف چیف ایگزیکٹو کے شرف سے بھی مشرف ہوگئے۔

اسی طرح جنرل مشرف کو کام اور نام کی مماثلت و مطابقت کا ایک اور شرف بھی حاصل ہے اور وہ ہے ان کے نام کا پہلا جز پرویز۔ جو کہ ایران کے مجوسی (غیر مسلم اور دشمن رسول ﷺ) بادشاہ کا نام ہے یعنی خسرو پرویز۔ اب خسرو پرویز کے نام سے مماثلت ہے کہ مشرف کا نام پرویز مشرف ہے اور کام میں مماثلت بھی ہے۔ جیسا کہ روایات میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے جب سلاطین کو دعوت اسلام دینے کے لئے خطوط لکھے تو ان خطوط میں ایک خط خسرو پرویز کے نام بھی تھا جو کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ لے کر گئے۔ یہ خط جو کہ اسلام کی دعوت پر مشتمل تھا' پرویز کے پاس پہنچا تو اس ظالم گستاخ نے غصہ میں آکر اس خط کو چاک (پھاڑ) دیا اس لئے کہ میری رعایا کے ایک فرد نے اپنا نام میرے نام سے پہلے کیوں لکھا۔ اور ساتھ ہی حکم دیا کہ گورنر یمن باذان کو کہ وہ آدمی بھیج کر آپ ﷺ کو گرفتار کرکے میرے دربار میں پیش کرے۔ باذان نے بابویہ اور خرخسرہ نامی دو شخصوں کو حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے پرویز کا گستاخانہ پیغام پہنچایا کہ آپ ﷺ کو وہ بلا رہا ہے اگر آپ ﷺ نہ گئے تو آپ ﷺ کو (معاذ اللہ) اور آپ کے ملک کو برباد کردے گا۔ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ واپس جاکر کہہ دو کہ اسلامی حکومت کسریٰ (پرویز) کے تخت تک پہنچے گی۔ اور یہ بھی کہ حضور ﷺ کو جب معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے نامہ مبارک کو پرویز نے ٹکڑے ٹکڑے کردیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے اللہ تو اس کے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کردے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ پرویز کے پرزے پرزے کردے اور اس کے ملک کے بھی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ وہ گرفتار کرنے والے واپس پہنچے تو خبر ملی کہ شیرویہ (پرویز کا بیٹا تھا) نے خسرو پرویز کو قتل کردیا اور بعد ازیں ملک بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوا۔

(بحوالہ اصح السیر اور بخاری شریف)

مشرف کا ایک شرف تو یہ ہے کہ خسرو پرویز کے نام سے پرویز نام بھی ملتا ہے اور کام بھی کہ جب طالبان نے اور پاکستان کے علماء کرام نے مختلف ذرائع سے اسے سمجھایا کہ

حضور ﷺ کے فرامین کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا اور اسلامی حکومت کا ساتھ دو کفار کے مقابلہ میں اور کافروں سے ڈرنے گھبرانے کی بجائے ۔۔۔۔۔۔۔ ان کے خلاف اعلان جہاد کرو۔ مشرف نے اس حق بات کو تسلیم کرنے کی بجائے اپنے غیر مسلم آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے اقتدار کی ہوس میں آپ ﷺ کے مبارک فرامین کو فراموش کر دیا۔ گویا کہ نظر انداز کر دیا یا چاک کر دیا اور علماء حق کو گرفتار کر کے جیلوں میں بند کر دیا اور ادھر طالبان اور القاعدہ کے مجاہدین کو گرفتار کیا بھی اور دشمن کے ہاتھوں گرفتار کروایا بھی اور ایک اسلامی ملک پر حملہ کروا کر ہزاروں علمائے کرام' حفاظ و عام مسلمانوں کو شہید کروایا۔ اس سب کچھ کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح جنرل پرویز نے حضور ﷺ کے فرامین اور آپ ﷺ کے وارثوں اور مہمانوں اور امت کے ساتھ سلوک کیا' ان کو زخم لگائے ہیں' آپ ﷺ کی کی گئی بددعا خسرو پرویز کے متعلق اس کا عشر عشیر پرویز مشرف کے حصہ میں آئے تاکہ یہ اس شرف سے مشرف ہو کر خود پرزے پرزے ہو جائے اور نام کی اور کام کی مماثلت کے ساتھ ساتھ انجام میں بھی خسرو پرویز سے مماثلت ہو جائے اور اگر یہ توبہ تائب نہ ہوئے تو یقیناً ایسا ہی ہو گا۔ (انشاءاللہ)

اسی طرح کام اور کلام میں مماثلت فرعون سے بھی ہے۔ وہ ظالم بادشاہ بھی تھا کام کے لحاظ سے موسیٰؑ پر ایمان لانے والوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بناتا تھا۔ کلام میں اس کا یہ جملہ مشہور ہے جسے قرآن پاک میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔ انا ربکم الاعلیٰ' یعنی کہ اس کے اس جملہ میں 'میں' کا عنصر تھا۔ مشرف کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ بھی اپنے کلام میں لفظ "میں" کا ذکر بہت کرتے ہیں جو کہ تکبر و غرور کا اظہار ہے۔

اب آگے آگے دیکھیں مشرف انجام کار آپ کے ساتھ کیا ہوتا ہے اللہ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں اس کی لاٹھی بڑی بے آواز ہے۔

Scanned with CamScanner

موجودہ حکومت کے کام اور شرعی احکام

مسٹر مشرف کی پالیسیوں کو بعض کاسہ لیسی کرنے والے اور علماء میں سے بعض وظیفہ خور حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بالکل درست اور عین اسلامی تعلیمات کے مطابق ہیں جیسا کہ مفتی غلام سرور وغیرہ کے بیانات بھی آئے کہ مشرف امیر المومنین ہیں۔

اور بعض کہتے ہیں کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں ملکی مفاد میں ہے وہ امیر المومنین ملا عمر اور طالبان کی اسلامی حکومت کے ساتھ جو انہوں نے کروایا ملکی بقاء اسی میں تھی وہ درست فیصلہ کرنے والے تھے۔

اس دور میں شریف حسین مکہ کے متعلق بھی یہی کہا جاتا تھا کہ وہ صحیح ہے اور حجاز پر انگریز کا نہیں بلکہ شریف حسین کی حکومت کا قبضہ ہے، چنانچہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت مدنیؒ لکھتے ہیں کہ

یہاں پر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حجاز پر انگریزی قبضہ نہیں ہے، بلکہ شریف مکہ کی حکومت ہے میں عرض کرونگا کہ حکومت شریف کی حقیقت بھی واقف کار نظروں سے پوشیدہ نہیں ہے، بھلا وہ شریف جس نے اپنے قدیمی ولی نعمت اور واجب الاحترام آقا اور مفروض الطاعۃ خلیفۃ المسلمین سے ایک مسیحی طاقت کی ترغیب و آبلہ فریبی کی وجہ سے بغاوت کی ہو، وہ شریف جو انگلستان کا وظیفہ خور ہو، وہ شریف جو مسیحی سرداروں کی تصویروں کو سینہ سے لگاتا ہو، وہ شریف جو خدا کے مقدس جائے امن سے (مکہ میں بیت اللہ شریف) مسلمانوں کو گرفتار کر کے کفار کے حوالے کردے اس کی حکومت صحیح معنی میں اسلامی حکومت ہو سکتی ہے ؟ اور اس کا نام نہاد اقتدار اسلامی اقتدار کہلایا جا سکتا ہے؟ حاشا وکلا

ان مذکورہ شریف حسین کی صفات مذکورہ کو سامنے رکھ کر جائزہ لیں کہ مشرف جو کر رہے ہیں کیا وہ انہی صفات سے متصف نہیں ہیں؟ کہ وہ حقیقی اسلامی حکومت کے خاتمہ کے لئے امریکہ کو مکمل سپورٹ دیں، وہ مشرف جو مفروض الطاعۃ خلیفۃ المسلمین ملا عمر مجاہد ے

Scanned with CamScanner

ایک امریکی اور مسیحی طاقت کی ترغیب اور آبلہ فریبی کی وجہ سے بغاوت کرے وہ مشرف جو امریکہ کا وظیفہ خور ہے...... وہ مشرف جو مسیحی سرداروں کی تصویروں کو نہیں بلکہ خود ان سرداروں کو سینہ سے لگاتا ہو......وہ مشرف جو خدا کے برگزیدہ محبوب بندے مجاہدین اسلام اور علماء کرام کو گرفتار کر کے (امریکی) کفار کے حوالہ کرتا ہے......وہ مشرف جو مجاہدین ناموس صحابہؓ کو جیلوں سے نکلوا کر جعلی پولیس مقابلوں میں نواز شریف کی طرح شہید کرواتا ہے...... وہ مشرف جو مسلمانوں پر کافروں کو اور اسلامی قوانین پر کافروں کے قوانین و نظام کو اہمیت دیتا ہے......وہ مشرف جو سود کو جاری رکھنے کی حمایت کرتا ہے......وہ مشرف جو مذہبی جماعتوں پر پابندی اور اسلام کے قلعے مدارس دینیہ پر اور ان کے نصاب پر پابندی لگانے کی کافروں کے اشاروں پر کوشش کرتا ہے۔

وہ جو اعلاء کلمۃ الحق کرنے والوں پر مقدمات قائم کر کے مولانا اعظم طارق سمیت علماء کرام کو پس دیوار زنداں بند کرتا ہے۔

وہ مشرف جو کراچی ایئرپورٹ پر عیسائیوں کے کہنے پر اذان بند کرواتا ہے

وہ مشرف جس کے اشارے پر کوہاٹ جیل میں امریکی فوجی دوران تفتیش قرآن پاک کو پاؤں کی ٹھوکریں مارتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

وہ مشرف جو کراچی میں 54 مساجد کو شہید کروا کر ہائی وے بنانے کے منصوبے بناتا ہے......وہ مشرف جس کی حکومت میں صحابہ کرامؓ کو گالی دینے والے آزاد اور تعریف کرنے والے جیل میں بند کر دیئے جاتے ہیں، اور اس جیسے اور اسلام دشمن بے شمار افعال کا جو مرتکب ہو۔ کیا ایسی صفات کے حامل حاکم کی حکومت صحیح معنوں میں اسلامی حکومت ہو سکتی ہے، ایسی ہی حکومت کے متعلق حضرت لکھتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

Scanned with CamScanner

اسلامی حکومت کی تعریف

☆ اسلامی حکومت وہ حکومت ہے کہ جس حکومت کا نظام مملکت شریعت اسلامیہ کے ماتحت اور اسکے مطابق ہو اور حکومت کا مذہب من حیث الحکومت اسلام ہو اور اس حکومت کا دستور اور آئین قانون شریعت ہو اور حکومت من حیث الحکومت دل وجان سے دین اسلام کے اتباع کو فرض اور لازم سمجھتی ہو اور زبان سے بھی اس کا اقرار کرتی ہو اور خلیفہ اسلام اور بادشاہ اسلام وہ شخص ہے کہ جو نبی کا نائب ہونے کی حیثیت سے شریعت اسلامیہ کے مطابق ملک میں ملکی اور ملی نظام جاری اور نافذ کرے۔

جو حکومت اللہ کی حاکمیت اور قانون شریعت کی برتری اور بالادستی کو نہ مانتی ہو بلکہ یہ کہتی ہو کہ حکومت عوام کی اور ملک کا قانون وہ ہے جو عوام مل کر بنالیں سو ایسی حکومت بلاشبہ حکومت کافرہ ہے (ان الحکم الا للہ ' ومن لم یحکم بما انزل اللہ)

جو فرد یا جماعت قانون شریعت کے اتباع کو لازم نہ سمجھے اس کے کفر میں کیا شبہ ہے ایمان نام ماننے کا ہے اور کفر نہ ماننے کا ہے۔

اگر حکومت زبان سے تو اسلام کا اقرار کرتی ہے مگر در پردہ دیدہ ودانستہ بے دین لوگوں کے مشورے سے ملک میں ایسے قوانین اور احکام جاری کرتی ہے کہ جو صریح کتاب وسنت اور اجماع کے خلاف ہیں تو ایسی حکومت حکومت نفاق ہے اور ایسی حکومت کے ارباب اقتدار فی الحقیقت جنس کفار سے ہیں احکامات آخرت کے اعتبار سے ان میں اور کفار میں کوئی فرق نہیں۔ وہ آخرت میں کفار اشرار کے ساتھ درکات نار میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

ایسی ریاست دین اسلام کے لئے سم قاتل ہے ایسی سلطنت ضالہ کی مخالفت اور منازعت بقدر استطاعت شرعاً و عقلاً فرض اور لازم ہے بشرطیکہ اس ریاست واقتدار کے ختم ہوجانے

Scanned with CamScanner

کے بعد سلطنت عادلانہ اور ریاست صالحہ کے قائم ہو جانے کا یقین یا ظن غالب ہو

اس مندرجہ بالا مضمون میں جو کچھ حضرت نے لکھا اس کے مطابق غور فرمائیں کہ موجودہ حکومت شریعت کی رو سے کن احکامات کی مصداق ہے اور یہ کہ ایسی صورت میں علماء کرام اور مسلمانوں کی کیا ذمہ داری ہے۔

اللہ پاک کا شکر ہے کہ مسلمانوں میں اور علماء کرام و مجاہدین اسلام میں ایک قلیل طبقہ ایسی حکومتوں کی مخالفت اور مخاصمت میں ہمیشہ کوشش کرتا چلا آیا ہے اور آج بھی یہ شرذمہ قلیلہ تمام تر مصائب اور مشکلات وپابندیوں کے باوجود اپنی مذہبی ذمہ داریوں سے عہدہ برآں ہورہا ہے ویسے باہمت اور استقامت کے جبل ان حضرات کے لئے جہاں قرآن وسنت میں احکامات وانعامات عالیہ کا تذکرہ ان کی حوصلہ افزائی اور ہمت کے اضافہ کے لئے موجود ہے وہاں پر حضرت کا وہ خطبہ (جو انہوں نے ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۰ء جامعہ ملیہ اسلامیہ کے تاسیسی اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے دیا تھا) وہ بھی قابل قدر اور قابل حوصلہ ہے حضرت فرماتے ہیں کہ

☆ حضرات آپ خوب جانتے ہیں کہ جس وادی پر خار کو آپ برہنہ پا ہو کر قطع کرنا چاہتے ہیں وہ مشکلات اور تکالیف کا جنگل ہے۔

قدم قدم پر وہاں صعوبتوں کا سامنا ہے، طرح طرح کی بدنی، مالی اور جانی مکروہات آپ کے دامن استقلال کو الجھانا چاہتے ہیں۔

لیکن (حفت الجنۃ بالمکارہ) کے قائل کو اگر آپ خدا کا سچا رسول مانتے ہیں تو یقین رکھیئے کہ جس صحرائے پر خار میں آپ گامزن ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں اس کے راستہ پر جنت کا دروازہ بہت ہی نزدیک ہے۔

کامیابی کا آفتاب ہمیشہ مصائب وآلام کی گھٹاؤں کو پھاڑ کر نکلتا ہے اور اعلیٰ تمناؤں کا چہرہ سخت سے سخت صعوبتوں کے جھرمٹ میں سے دکھائی دیتا ہے۔

پس اے فرزندان توحید! میں چاہتا ہوں کہ آپ انبیاء ومرسلین اور انکے وارثوں کے

Scanned with CamScanner

راستہ پر چلیں اور جو لڑائی اس وقت شیطان کی ذریت اور خدائے قدوس کے مضبوط سے مضبوط آہنی قلع خداوند قدیر کی امداد کے سامنے تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔

ان حالات میں عام مسلمانوں کی ذمہ داری

☆چونکہ دور حاضر میں دشمنان اسلا نے مقامات مقدس کو غصب کر کے اور اقتدار خلافت کو پامال کر کے مسلمانوں کے واجب الاحترام جان ومال سے زیادہ عزیز مذہب کی توہین کی اور ان کے دینی بھائیوں کے جان ومال، عزت وآبرو کو برباد کیا اس لئے تمام روئے زمین کے مسلمانوں پر فرض ہو گیا کہ وہ اپنے دینی بھائیوں کی نصرت واعانت کریں اور اپنے پاک ومقدس مذہب کی حفاظت اور اعدائے اسلام کی مدافعت کیلئے کھڑے ہو جائیں، اس فرض میں چین، جاوا، ہندوستان، افغانستان، ترکمانستان بخارا وغیرہ کے مسلمان برابر ہیں کسی کی تخصیص نہیں۔

لاکھوں مسلمان قتل کیے گئے لاکھوں عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہوئے، ہزاروں بلکہ لاکھوں کلمہ گو خانہ ویران ہو کر وطن سے بھاگ نکلے اور آج غیر ملکوں میں سڑکوں اور میدانوں میں بے یار ومددگار پڑے ہوئے ہیں۔

ہزاروں کے بدن پر کپڑا اور جان بچانے کے لئے قوت لاہوت بھی میسر نہیں ہزاروں عورتوں کی عصمت دری کی گئی۔

یہ ہیں وہ روح فرسا وجان سوز واقعات جنہوں نے تمام عالم کے مسلمانوں کو بے چین کر دیا اور جس کے دل میں ذرا سا ایمان بھی باقی ہے وہ سیماب وار بے قرار ہے اور اپنا شرعی اخلاقی وقانونی حق سمجھتا ہے کہ اپنے مظلوم بھائیوں کی نصرت واعانت کے لئے اٹھ کھڑا ہو، اور جس طرح ممکن ہو بھائیوں کو دشمن کے نرغے سے نکالنے اور ان کے پنجہ ظلم سے نجات دلائے۔

مذکورہ یہ جملے آج سے 80 سال پہلے کہے گئے ہیں مگر افغانستان سمیت دیگر

مسلمان ملکوں کے حالات آج بھی مسلمانوں کے خلاف ہیں اور ظلم و ستم ہو رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ آج کے حالات کو سامنے رکھ کر کہے گئے ہیں۔

لیکن موجودہ حالات پہلے سے بہت بدترین ہیں اس لحاظ سے ذمہ داریاں بھی بہت زیادہ بڑھ گئی ہیں۔

عوام کی نسبت علماء کرام کی ذمہ داریاں اور زیادہ بڑھ جاتی ہیں۔

لیکن بعض علماء ایسے سخت حالات میں بھی مصلحت پسندی کا شکار ہو جاتے ہیں جیسا کہ آج کے دور میں بھی ایسے ہی علماء کرام سے خطاب کرتے ہوئے انجمن طلباء بنگال کے زیر اہتمام بہیا گنج ضلع رنگ پور میں مورخہ ۲۵ مارچ ۱۹۲۱ء کے اجلاس میں حضرت نے فرمایا کہ

☆ اے علماء کرام اور اے رہروان قافلہ اسلام کیا اب بھی آپ کو ان غرق کن تھپیڑوں کا احساس نہیں؟ کیا ایسی صواعق محرقہ آپ کو بیدار نہیں کر سکتیں؟ کیا اس سے بھی کسی شدید اور مہلک بگولے کا آپ کو انتظار ہے؟ ذرا آنکھیں کھولیئے، دائیں اور بائیں نگاہیں دوڑایئے، خواب خرگوش سے بیدار ہو جایئے دیکھئے۔ وحشی بھیڑیوں نے عالم میں کیا اودھم مچا رکھی ہے کس طرح سفاک قومیں عالم اسلام اور دنیائے ایشیاء و افریقہ کا خون نہایت بیدردی سے پی رہی ہیں۔ عرش خلافت متزلزل ہو گیا آفتاب مقامات مقدس گہن میں آگیا، اسلام اور مسلمانوں پر ہر طرح کے مصائب کی دھواں دھار بارش ہو رہی ہے، آپ ہیں کہ انہیں نفسانی جھگڑوں میں سرشار، انہی فروعی اختلافات میں مدہوش انہیں قدیمی نزاعات میں اور خیالی مخاصمت میں روز و شب مست۔

یظن الناس بی خیراً وانی
لشر الناس ان لم یعف عنی

وہی مومن ہے جس کو باطل دیکھ کر پکار اٹھے
کہ اس مرد خدا پر چل نہیں سکتا فسوں میرا

☆☆☆☆☆

Scanned with CamScanner

بکری کی میں۔ میں۔ کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی

اللہ پاک کی ذات سب سے بڑی ہے۔ بڑائی، کبریائی اسی کی صفت ہے اور اسی ذات کو زیب دیتی ہے۔ انسان اس اللہ کی بنائی ہوئی مخلوق ہے۔ وہ ذات انسان کو نہ بناتی تو انسان کچھ بھی نہ تھا خالق وہی ذات ہے جو ہر نقص سے پاک ہے۔ حی ہے قیوم ہے۔ اس اعتبار سے تکبر اس اللہ کے شایان شان ہے اور مخلوق کو اس ذات باری تعالٰی کے آگے عجز و انکساری کرنا ہی زیب دیتا ہے۔ اور یہی اللہ کو پسند بھی ہے اور مخلوق کی صفت بھی ہے۔

اسی لئے قرآن وحدیث میں تکبر سے انسان کو بار بار منع کیا گیا ہے اور عجز وانکساری اپنانے کی تلقین کی گئی ہے۔

اور حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ تکبر اللہ پاک کی چادر ہے جو تکبر کرتا ہے وہ گویا کہ اللہ پاک کی چادر کو پھاڑتا ہے (کھینچتا ہے) اور حضور ﷺ نے اپنے متعلق فرمایا العجز فخری۔ میرا فخر عجز وانکساری ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تاریخ انسانی گواہ ہے کہ دنیا میں جب بھی کسی نے مخلوق میں سے فخر، تکبر و غرور کا مظاہرہ کیا اللہ نے اس کو ذلت اور پستی سے دوچار کر دیا اور جس نے بھی عجز وانکساری کی اللہ نے اس کو بلند کر دیا!

شیطان نے عجز وانکساری سے عبادت کی تو اللہ پاک نے اتنا اس کو بلند کر دیا کہ وہ نوری مخلوق فرشتوں کا سردار بن گیا اور اسی شیطان نے جب تکبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر کے رب العالمین کے حکم کو ٹھکرایا تو اللہ پاک نے فخرج منھا فانک رجیم کہہ کر اس کو آسمان کی بلندیوں سے اتار کر زمین کی پستیوں پر دے مارا اور ہمیشہ ذلت و رسوائی اس کا مقدر بن گئی۔

تکبر ظاہری ہو یا باطنی ہر لحاظ سے قابل مذمت ہے۔ تکبر کی اکثر وجوہات دولت

Scanned with CamScanner

اور حکومت واقتدار ہوا کرتا ہے۔ جس کے نشے میں انسان اپنی کمزور حیثیت کو بھول جاتا ہے اور اپنے اندر بلا کا غرور و تکبر لا کر نہ جانے اپنے آپ کو کیا کچھ سمجھ بیٹھتا ہے حالانکہ وہ اتنا تو غور کرے کہ وہ ایک پانی کے گندے قطرے سے پیدا کیا گیا ہے اور اپنے سانس پر اتنی بھی طاقت نہیں رکھتا کہ جو سانس اندر گیا ہے وہ باہر لا سکے اور باہر والا اندر لے جا سکے۔ مگر اس پر اس کی گردن کا جو مضبوط سریا ہے وہ جھک کر کچھ سوچنے نہیں دیتا اور یہ تکبر کی۔ میں۔ میں۔ کے اندر اتنا مست ہو جاتا ہے کہ اسے اپنی حیثیت کا ادراک ہی نہیں رہتا۔ اس کی یہ سوچ بن جاتی ہے کہ بس میں سب کچھ ہوں۔

چنانچہ انہیاء وصاف رزیلہ سے آج ہمارے پاکستان کے صدر مشرف صاحب متصف ہیں جنہیں بش نے تھوڑی سے تھپکی دی تو وہ اقتدار کے نشہ میں مست ہو کر تکبر کی دلدل میں جا پھنسے ہیں اور میں۔ میں۔ میں کی رٹ لگانا شروع کر دی ہے جیسا کہ میں میں کا نیا ہو گیا ہو۔ ہر بات میں وہ اپنے سینہ کی طرف انگلی کر کے "میں" کہتے ہیں اور ایک تقریر میں نہ جانے کتنی مرتبہ وہ "میں" کہہ جاتے ہیں پتہ ہی نہیں چلتا کہ انسان بول رہا ہے یا بکری۔ صدر کو چاہئے کہ وہ اپنی میں۔ میں کے تکیہ کلام پر نظر ثانی کریں کیونکہ اس کو عوام بھی اچھا نہیں سمجھ رہی اور اللہ تعالیٰ کی ذات کو تو بالکل ہی میں میں پسند نہیں ورنہ یاد رکھیں اللہ کی گرفت بڑی سخت ہے اس کے قہر و غضب سے چھٹنا مشکل ہو جائے گا۔

میں میں کس کی سنت ہے

اتنا غور کر لیں کہ یہ میں میں کس کا طریقہ کار اور وطیرہ رہا ہے جب آپ اس تحقیق میں جائیں گے تو آپ کو بہت سارے ایسے ناموں سے تعارف ہو گا جو وقت کے انتہائی ظالم' جابر' سفاک درندہ صفت تھے اور ان کا انجام بھی انتہائی عبرت ناک ہے۔ میں۔ میں۔ کرنے والا دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں تھا جو اچھا ہو سب برے تھے' میں کا بانی شیطانی ہے۔

○ شیطان کے متعلق لکھ چکا ہوں اسے جب کہا گیا آدمؑ کو سجدہ کرو تو اس نے بھی

Scanned with CamScanner

سجدہ کرنے سے انکار جب کیا تو لفظ "میں" استعمال کیا اور کہا خلقتنی من نار و خلقته من طین۔ میں آگ سے پیدا کیا گیا ہوں اور وہ (آدم) مٹی سے اس کے سامنے "میں" سجدہ کروں؟ میں۔ میں۔ سجدہ کروں؟ شیطان نے کہا کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس "میں" کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ پاک نے فرمایا فخرج منها فانک رجیم۔ تو نکل جا تو مردود ہے۔ جتنی بھی عزت تھی ساری خاک میں جا ملی کہاں فرشتوں کا سردار تھا اور اب کہاں ہے اسے اللہ پاک نے مردود کا لقب دے دیا اور وہ خوار ہو کر پر مارتا ہوا زمین کی طرف دھکیل دیا گیا۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔

تکبر عزا زیل را خوار کرد

بزندان لعنت راگرفتار کرد

تکبر نے، میں۔ میں۔ نے ایسا شیطان کو خوار کیا کہ اب ہر طرف سے لعنت ملامت اللہ کی ساری مخلوق ہر وقت کرتی ہے۔ فاعتبروا یآ اولی الابصار۔

اور انجام کار اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

○ اسی طرح فرعون کے سامنے جب موسیٰ علیہ السلام نے دعوتِ توحید کو پیش کیا تو فرعون نے تکبر میں غوطہ زن ہو کر یہاں تک کہہ دیا انا ربکم الاعلیٰ۔ کہ میں سب سے بڑا رب ہوں پھر دنیا نے دیکھا کہ اس کا انجام کیا ہوا۔ اللہ پاک نے پانی میں لے جا کر اس کی گرفت کی اور مرتے وقت اس نے میں کو چھوڑ کر موسیٰ علیہ السلام کے رب کو تسلیم کرنے کا اعلان بھی کیا کہ امنا برب هارون و موسیٰ مگر اللہ نے فرمایا اب وقت گزر چکا ہے چنانچہ فلیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک آیة کہ ہم تیرے بدن کو آنے والے متکبروں کے لئے عبرت کا نشان بنا کر رکھیں گے وہ فرعون کا ناپاک وجود آج بھی مصر کے عجائب گھر (قاہرہ) میں موجود ہے۔ مشرف صاحب ہو سکے تو تشریف لے جائیں۔ مصر کے اندر اس کے دیدار سے مشرف ہو کر قرآن پاک میں اس کے انجام کی تفصیل ملاحظہ کریں اور اپنے تکیہ کلام پہ جو غرور پر مبنی ہے اس پر نظر ثانی کریں۔

Scanned with CamScanner

○ میں میں کے بیماروں میں ایک مریض نمرود بھی تھا جسے حضرت ابراہیمؑ نے رب العالمین پر ایمان لانے کی دعوت جب دی تو اس نے صفت پوچھی کہ آپ جس رب پر ایمان لانے کی دعوت دے رہے ہیں اس کی کوئی خاص صفت بیان کریں۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا ربی الذی یحی و یمیت۔ کہ میرا رب زندہ کرتا ہے اور موت بھی دیتا ہے۔ (یعنی اللہ پاک پیدا بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے' موت وحیات کا مالک ہے) نمرود نے کہا۔ انا۔ یعنی میں۔ میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا بھی ہوں انا احی و امیت۔ اور جیل سے دو قیدیوں کو بلا کر جس کو سزائے موت دینا تھی اس کو رہا کر دیا اور جس کو رہا کرنا تھا اس کو موت دے دی۔ پھر حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا۔ قال ابراهیم فان اللہ یأتی باالشمس من المشرق فأت بها من المغرب۔ کہ میرا رب وہ ہے جو سورج مشرق سے طلوع کرتا ہے تو مغرب سے طلوع کر کے دکھا۔ قرآن کہتا ہے کہ فبهت الذی کفر۔ کہ وہ اس سوال پر حیرت زدہ' ہیبت زدہ ہو گیا گویا نمرود کی بولتی بند ہو گئی۔ تو خیر اس نے بھی میں۔ میں کی تو انجام کار یہ ہوا کہ اس کے ناک میں مچھر داخل ہو گیا اور وہ بھی لنگڑا مچھر چنانچہ میں۔ میں کرنے والا مغرور نمرود اپنے جوتے اپنے سر پر مارتا مرواتا مر گیا۔

○ دولت کے نشہ میں چور قارون جس کے خزانہ کی صرف چابیاں تو اونٹوں کی جماعت اٹھایا کرتی تھی اس سے جب کہا گیا کہ جو کچھ اللہ پاک نے تجھے دیا ہے اس سے کچھ بھلائی کے کام میں لگالے تاکہ آخرت میں بھی تیرے کام آجائے تو مغرورانہ انداز میں کہنے لگا۔ قال انما اوتیته علی علم عندی۔ میری دولت میرے اپنے ہنر اور خون پسینہ کی کمائی ہے۔ اس میں اللہ پاک کی دین نہیں۔ اسی "میں۔ میں" پر اللہ پاک کی گرفت ہو گئی۔ قرآن پاک نے اسے بیان کرتے ہوئے کہا فخسفنا به و بداره الارض۔ اللہ پاک نے اس کو معہ اس کے گھر کے زمین میں دھنسا دیا۔ فما کان له من فئة ینصرونه من دون اللہ۔ ایسے حالات میں کوئی جماعت بھی اس کی مدد کرنے والی نہ تھی اللہ کے سوا...... مغرور کی جب اللہ پاک پکڑ کرتے ہیں تو پھر عبرت کیلئے اٹھنے نہ یار و مدد

کار بھی چھوڑ دیتے ہیں تاکہ وہ یہ جان سکے کہ تو اور تیری طاقت کچھ بھی نہیں۔ اسی طرح ہامان 'شداد اور دیگر کئی مغروروں کے واقعات تاریخ کے صفحات پر عبرت بکھیرے موجود ہیں۔ مذکورہ بالا واقعات میں مغرور اور متکبروں کے لئے بہترین سبق ہے اگر صدر صاحب غیر شعوری طور پر ایسا کر رہے ہیں تو ان کو اپنے طرز کلام پر نظر ثانی کرنی چاہئے اور اگر وہ آپکو اس۔ میں۔ میں۔ کا اہل سمجھتے ہیں تو پھر یہ ان کو نہ بھولنا چاہئے کہ ان کی میں۔ میں کی حقیقت اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہ وہ بکری والی میں میں کرتے ہیں۔ بکری کی میں میں سے ڈرتا کوئی بھی نہیں اور وہ بے چاری میں میں کرتے کرتے بالآخر ایک دن اپنا انجام چھری کے نیچے سرخ خون کی صورت دیکھ لیتی ہے۔

لطیفہ

اسی "میں" کے متعلق ایک لطیفہ ذہن میں آگیا۔ حضرت فاروقی شہیدؒ سنایا کرتے تھے کہ کسی پاگل خانہ میں تین پاگل باہمی گفتگو کر رہے تھے کہ اسی دوران گورنر جنرل پاگل خانہ کا دورہ کرنے کیلئے آیا تو اس گورنر کو دیکھ کر وہ تینوں پاگل کہنے لگے لو وہ چوتھا بھی آگیا۔ اس پر گورنر نے غصہ کھاتے ہوئے کہا کہ خبر دار "میں۔ میں "گورنر جنرل آف پاکستان ہوں۔ وہ تینوں پاگل زوردار قہقہ لگا کر کہنے لگے بس بس ہم بھی جب باہر تھے تو ایسا ہی کہا کرتے تھے۔

بعضوں کا کہنا ہے کہ یہ لطیفہ نہیں بلکہ حقیقت ہے جو کہ گورنر جنرل موسیٰ کے متعلق ہے، بہر حال جو بھی ہو گورنر کو تو عقل سے کام لینا چاہئے تھا کہ وہ تو پاگل ہیں۔ انھوں نے کچھ کہہ بھی دیا تو اس میں میری توہین نہیں مگر گورنر صاحب کو ان کی میں نے خاموش نہیں رہنے دیا۔

لفظ "میں" عام حالت میں بھی ناپسندیدہ ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ کے دروازہ پر کسی صحابیؓ نے دستک دی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ من انت۔ آپ کون ہیں تو باہر والے شخص نے جواب دیا۔ انا۔ میں ہوں۔ حضور ﷺ نے قدرے سختی سے فرمایا ماذا۔ انا۔ انا۔ یہ

Scanned with CamScanner

میں میں کیا ہے۔ سیدھا اپنا نام بتاؤ۔

☆...... اسی طرح ہمارے اکابر حضرات' علماء کرام اور ان کی طرز پر چلتے ہوئے ہمارے مذہبی حلقہ کا اکثر طریقہ کار عجز وانکساری کی وجہ سے یہ رہا ہے اور آج بھی ہے کہ وہ اپنے متعلق جب کوئی بات کہتے ہیں تو لفظ استعمال کرتے ہیں "بندۂ ناچیز۔بندۂ حقیر۔احقر لاشیٔ۔ احقر العباد'لیس بشیٔ،بندۂ عاصی یہی الفاظ اپنے خطوط میں بھی لکھتے ہیں۔

اس سلسلہ میں مشرف صاحب نے پانچ اپریل 2002ء کے خطاب میں تو میں میں کی انتہا کردی تو اس پر مختلف قومی اخبارات نے اپنے اپنے انداز میں تبصرے لکھے جن میں میرے زیر نظر ان میں سب سے اہم اور اچھا تبصرہ جناب محترم یاسر محمد خان صاحب کا ہے جس کو ضرب مومن نے شائع کیا آپ کی معلومات کیلئے اسے لفظ بلفظ تحریر کیا جارہا ہے۔ جس میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ پاکستان میں ماضی قریب میں۔ میں میں کہنے والوں کی ایک قطار ہے پڑھیئے میں میں کی کہانی اور ان کے عبرتناک انجام کی کہانی جناب یاسر محمد خان صاحب کی زبانی۔ (بشکریہ ضرب مؤمن)

میں میں ہوں

☆☆...... پانچ اپریل 2002ء کی رات قوم سے خطاب کرتے ہوئے جب صدر مملکت جنرل پرویز مشرف نے پورے عزم اور پورے ولوے سے فرمایا۔ "میں ایوب ہوں' نہ ہی جنرل ضیاء' میں' میں ہوں۔" تو میں چونک کر سیدھا بیٹھ گیا' میرے اندر سے آواز آئی: اب وہ مقام آچکا ہے جہاں سے قدرت کہانی کو نیا موڑ اور تاریخ کو نیا زاویہ دیتی ہے۔ وہ تاریخ' وہ کہانی جس کی گواہی اس ملک کی کتاب کا ایک ایک ورق' ایک ایک سطر دیتی ہے۔ میں نے آنکھیں بند کیں اور میرے ذہن میں "میں' میں" کی پوری تاریخ زندہ ہوگئی۔

1954ء میں محسوس کیا گیا پاکستان میں گورنر جنرل کا عہدہ بہت مضبوط ہے۔ اس کے پاس بے انتہاء اختیارات ہیں۔ اگر یہ اختیارات کم نہ کیے گئے تو ملک میں جمہوریت کا

Scanned with CamScanner

مستقبل اسی طرح مخدوش رہے گا۔ مسلم لیگ کے چند بڑے دماغوں نے گورنر جنرل کے اختیارات مختصر کرنے کا فیصلہ کیا۔ دستور ساز اسمبلی میں محمد ہاشم گروز کے نام سے ایک بل کئی سال سے پڑا تھا۔ راتوں رات سازش ہوئی' 20 ستمبر کو یہ بل پاس ہو گیا۔ اسی روز ایک اور بل پیش ہوا' 4 بجے اس کا نوٹس جاری ہوا' شام 6 بجے رہبر کمیٹی نے یہ بل اگلے روز کے ایجنڈے میں رکھ دیا۔ رات نو بجے اس کی کاپیاں تقسیم ہوئیں۔ اگلے روز یعنی 20 ستمبر 1954ء کو اسمبلی کا اجلاس دس کی بجائے نو بجے شروع ہوا۔ چند لمحوں میں بل کی پہلی خواندگی مکمل ہوئی' تھوڑی ہی دیر میں تیسری خواندگی بھی ہو گئی۔ ایک گھنٹے بعد دستور ساز اسمبلی کے صدر مولوی تمیز الدین نے اس پر دستخط کر دیئے۔ یوں وہ بل پاس ہو گیا جس کے بعد گورنر جنرل کسی وزیر اعظم کو معزول نہیں کر سکتا تھا' وہ کسی غیر ممبر کو وزیر بھی نہیں بنا سکتا تھا۔ یہ سارا کارنامہ اس وقت ہوا جب گورنر جنرل غلام محمد دارالحکومت کراچی سے باہر تھے لیکن اسی شام ان کے ایک چہیتے وزیر نے انہیں اطلاع دے دی۔ گورنر جنرل نے ٹھیٹھ پنجابی میں گالی دی اور بڑے تکبر سے فرمایا "کسی مائی کے لال میں غلام محمد کے اختیارات کم کرنے کی ہمت نہیں میں' میں ہوں"۔ یہ پاکستان کی تاریخ کی پہلی "میں' میں" تھی۔

اس "میں' میں" کے بعد گورنر جنرل نے 24 اکتوبر کو اسمبلی توڑ دی۔ ملک میں ہنگامی صورتحال نافذ کر دی گئی۔ معزول وزیر اعظم محمد علی بوگرہ کو ایک جاندار اور مستحکم حکومت بنانے کی ہدایت کی گئی۔ انھوں نے نئی کابینہ کا اعلان کیا جس میں فوج کے سربراہ محمد ایوب خان کو وزیر دفاع اور میجر جنرل سکندر مرزا کو وزیر داخلہ بنا دیا گیا۔ یہ سیاست میں فوج کا پہلا قدم تھا۔ مولوی تمیز الدین اسمبلی کے صدر (اسپیکر) تھے' انھوں نے برطرف ہونے سے انکار کر دیا۔ انھوں نے اسمبلی کی سب کمیٹیوں کے اجلاس جاری رکھے۔ وزیر داخلہ سکندر مرزا نے اسمبلی میں پولیس بھیج دی جس نے ارکان اسمبلی کو اسمبلی کی عمارت سے باہر نکال کر تالے لگا دیئے۔ مولوی تمیز الدین سندھ ہائی کورٹ چلے گئے۔ برطانوی وکیل مسٹر پرٹ ان کے وکیل تھے۔ ہائی کورٹ نے مولوی تمیز الدین کے حق میں فیصلہ دیدیا۔ گورنر

جنرل نے فیصلے کے خلاف فیڈرل کورٹ میں اپیل کردی۔ چیف جسٹس محمد منیر ملک غلام محمد کے ذاتی دوست تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے غلام محمد کی "میں' میں" کو بچانے کیلیے قانون میں سے ان کے حق میں ایسے ایسے جواز نکالے کہ قوم آج تک ان فیصلوں کے نتائج بھگت رہی ہے۔

غلام محمد میں کئی خوبیاں تھیں۔ بے انتہا ذہین اور پڑھے لکھے تھے۔ جوڑ توڑ کے بادشاہ تھے۔ عالمی سیاست پر گہری نظر رکھتے تھے۔ لوگوں کو انگلیوں پر نچانے کے فن سے بھی واقف تھے ان کے اقتدار کی گاڑی بھی ٹھیک ٹھاک رفتار سے چل رہی تھی لیکن ان کی طبیعت کے غرور میں اچانک ابال آیا اور انھوں نے فرعونی لہجے میں فرمادیا۔ "میں' میں ہوں۔" جس کے بعد قدرت کے اصول نے انگڑائی لی اور ملک کی مضبوط ترین شخصیت کے تخت کے پائے لرزنے لگے۔ صرف گیارہ ماہ بعد وہ گورنر جنرل جس نے بڑے بڑے سازشی سیاستدانوں کو چار شانے چت لٹا دیا تھا' سکندر مرزا کو قائم مقام گورنر جنرل بنا کر دو ماہ کی رخصت پر روانہ ہو رہے تھے۔ دو ماہ بعد انھوں نے دوبارہ اقتدار میں آنے کی کوشش کی تو سکندر مرزا نے گورنر جنرل ہاؤس کے پورچ میں انھیں گریبان سے پکڑا اور ان کے منہ پر تھپڑوں کی بارش کردی۔ بزنس ریکارڈ کے ایڈیٹر اور نامور صحافی ایم اے زبیری اس واقعے کے عینی شاہد ہیں۔

غلام محمد کے بعد سکندر مرزا گورنر جنرل بن گئے۔ وہ بھی ایک انتہائی باصلاحیت شخص تھے۔ میر جعفر کی اولاد میں سے تھے لہٰذا سازش اور جوڑ توڑ ان کی گھٹی میں پڑا تھا۔ انھوں نے اقتدار سنبھالتے ہی محمد علی بوگرہ کی حکومت ختم کی ان کی جگہ چوہدری محمد علی کو وزیراعظم بنایا گیا۔ چوہدری صاحب ایک بھلے اور نیک انسان تھے۔ وزیراعظم ہوتے ہوئے بھی اپنا لنچ ٹفن میں ڈال کر دفتر لے جاتے تھے۔ ان کے گھر میں کوئی نوکر نہیں تھا۔ سارا کام فرسٹ لیڈی اور خالد انور (نواز شریف کے دور میں وزیر قانون) کی والدہ خود اپنے ہاتھ سے کرتی تھی۔ یہ لوگ ایک معمولی فلیٹ میں رہتے تھے۔ چوہدری صاحب نے اقتدار سنبھالا تو

Scanned with CamScanner

انہیں بھی جلد ہی محسوس ہو گیا کہ گورنر جنرل کا عہدہ آئین سازی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ جب تک گورنر جنرل کے اختیارات کم نہیں کئے جاتے ملک میں جمہوریت کی گاڑی چل ہی نہیں سکتی۔ چوہدری صاحب نے اپنے دور میں دو بڑے کام کئے۔ ایک تو انھوں نے مغربی پاکستان میں موجود تمام چھوٹے چھوٹے صوبوں کو ملا کر ایک صوبہ بنایا جس سے "ون یونٹ" سامنے آیا اور دوسرا انھوں نے ملک کو پہلا آئین دینے میں دن رات ایک کر دیئے۔ ارکان اسمبلی ان کے ساتھ تھے۔ قوم کی ہمدردیاں بھی ان کے پاس تھیں۔ لہٰذا جب وہ 22 مارچ 1956ء کو آئین کی کاپیاں لے کر گورنر جنرل ہاؤس گئے تو سکندر مرزا نے عمارت سے باہر آکر ان کا استقبال کیا۔ یوں 23 مارچ 1956 کو پہلا آئین نافذ ہو گیا۔ سکندر مرزا کو اس آئین سے ٹھیک ٹھاک خدشات لاحق تھے لہٰذا انھوں نے چوہدری محمد علی کو کمزور کرنے کیلئے ری پبلکن پارٹی کی پشت پناہی شروع کر دی۔ نتیجتاً چوہدری صاحب اقتدار میں 13 ماہ رہنے کے بعد مستعفی ہو گئے۔

حسین شہید سہروردی ان کے بعد وزیراعظم بنے۔ سہروردی صاحب ایک منجھے ہوئے سیاستدان تھے لیکن اختیارات کی کھینچا تانی کے دوران وہ بھی سکندر مرزا کی نظروں سے گر گئے۔ اس کے بعد 15 اکتوبر 1957ء کو وہ بھی فارغ ہو گئے۔ ان کے بعد وزارت عظمیٰ آئی آئی چندریگر کے ہاتھ آئی۔ پرانے مسلم لیگی تھے۔ نیک اور ایماندار شخص تھے لہٰذا صرف 69 دن سکندر مرزا کے ساتھ رہ سکے۔ پھر مستعفی ہو گئے۔

فیروز خان نون دسمبر 1958ء کو وزیراعظم بنے۔ اس وقت تک سکندر مرزا چار وزراء اعظم بھگتا چکے تھے۔ اس اوپر تلے کی "فراغ" کے نتیجے میں سیاستدانوں میں یہ شعور ابھر آیا کہ اگر انھوں نے سکندر مرزا کو منہ توڑ جواب نہ دیا تو ان کے ساتھ یہ کھیل چلتا رہے گا۔ چنانچہ انھوں نے سیاسی مخالفتیں بھلا کر ایک دوسرے کو سپورٹ کرنے کا فیصلہ کیا۔ فیروز خان نون بھی ٹھیک ٹھاک دھڑے باز سیاستدان تھے۔ انھوں نے 80 ارکان کے ایوان میں سے 25 ممبروں کو کابینہ میں شامل کر کے تمام سیاسی جماعتیں اپنے ساتھ ملا لیں۔ سکندر مرزا

Scanned with CamScanner

ان کے عزائم سمجھ گئے۔ لہٰذا جب کابینہ میں شامل ایک وزیر نے نشے کے عالم میں فیروز خان نون کی سازش کا بھانڈا پھوڑا تو سکندر مرزا نے میز پر گلاس پٹخ کر کہا" یہ لوگ سازشوں میں میرا مقابلہ نہیں کر سکتے' میں میر جعفر کی اولاد میں سے ہوں' خاندانی سازشی ہوں' ہم نے تو سراج الدولہ کو مروا دیا تھا' یہ لوگ کیا چیز ہیں۔ ان سے کہہ دینا' ہمالیہ سے ٹکر لے لینا' سکندر مرزا سے نہ ٹکرانا۔ میں ان کے بچے تک کھا جاؤں گا۔ میں' میں ہوں۔ لنگو تیلی نہیں ہوں۔ یہ واقعہ راقم کو ان کے سیکریٹری الطاف گوہر نے سنایا تھا جو اس کے عینی شاہد تھے۔

سکندر مرزا بھی بلا شبہ ایک زیرک' دانشمند اور ذہین انسان تھے۔ ان کے اقتدار کی مضبوطی اور عصابی نظام کی طاقت کا اس سے اندازہ لگا لیجئے کہ انہوں نے 3 برسوں میں محمد علی بوگرہ' چوہدری محمد علی' حسین شہید سہروردی' آئی آئی چندریگر اور فیروز خان نون جیسے قد آور سیاستدانوں کو ناک آؤٹ کر دیا تھا۔ ان پانچ وزراء اعظم میں سے ہر ایک پوری تحریک تھا لیکن یہ سب لوگ اپنے سے کہیں کم مقبول اور عام خاندانی پس منظر کے حامل ایک سابق سرکاری افسر سے مار کھا گئے۔ یہ سکندر مرزا بھی بہت جلد ایک عبرتناک انجام کا شکار ہوئے۔ انہوں نے تکبر میں آ کر منہ سے وہ کلمہ نکال دیا جس کے رد عمل میں بڑے بڑے فرعون دریا برد ہو گئے تھے۔ سکندر مرزا نے سیاستدانوں کو کچلنے کیلئے ایوب خان کو مارشل لاء لگانے کی دعوت دی۔ مارشل لاء لگ گیا۔ سیاستدان فارغ ہو گئے' پہلی مرتبہ کمانڈر انچیف کو وردی میں ملک کا وزیر اعظم بنا دیا گیا لیکن تین ہی دن بعد سکندر مرزا نے ایئر کموڈور مقبول رب ماری پور کے ہوائی اڈے پر گیا۔ ایوب خان طیارے سے نکلا تو اس نے ہر بات اسے بتا دی۔ ایوب خان نے جنرل اعظم کو ساتھ لیا' ایوان صدر پہنچے۔ سکندر مرزا کو شب خوابی کے لباس میں باہر نکالا اور اسی پورچ میں لٹا کر مارنا شروع کر دیا جس میں کبھی اس نے غلام محمد کو تھپڑ مارے تھے۔ بعد ازاں سکندر مرزا کو برطانیہ اور امریکہ کی خصوصی سفارش پر لندن بھجوا دیا گیا جہاں انہوں نے ایک ہوٹل میں پبلک ریلیشن آفیسر کی نوکری کر لی۔ ان کی آخری عمر اس کرب میں گزری کہ وہ شب خوابی کا لباس پہنتے' بوتل ہاتھ میں اٹھاتے' اپنے فلیٹ کے ڈرائنگ روم

Scanned with CamScanner

میں کھڑے ہوتے اور ان تمام لوگوں کو ماں بہن کی گالیاں دیتے جنھوں نے انھیں ایوان صدر سے باہر نکالا تھا۔ ہو سکتا ہے دنیا ان کے انجام کو ان کی سیاسی ناکامی قرار دے لیکن میرے نزدیک یہ ان کی "میں 'میں ہوں" کا نتیجہ تھا۔

ایوب خان شروع ہی سے ذرا متکبر واقع ہوئے تھے۔ انھوں نے اقتدار سنبھالنے کے بعد اپنے اقتدار کی "جسٹی فکیشن" (Justification) کیلئے ریفرنڈم کر دیا جس میں انھوں نے بغیر کسی لگی لپٹی کے عوام سے پوچھا گیا: آپ کو جنرل محمد ایوب خان منظور ہے؟ 8 جون 1962ء کو ایوب خان نے ملک کو نیا آئین دیا۔ آئین کے اعلان کیلئے انھوں نے قوم سے خطاب کیا۔ اس میں بھی انھوں نے تحکمانہ لہجے میں کہا: "میں محمد ایوب خان قوم کو یہ آئین دیتا ہوں۔" 2 جنوری 1965ء کو انھوں نے صدارتی الیکشن کرایا۔ محترمہ فاطمہ جناح ان کے مدمقابل تھیں لیکن ایوب خان کی "میں" نے اس معزز ہستی کو بھی نہ بخشا۔ ملتان میں انھوں نے پریس کانفرنس کرتے ہوئے مادر ملت کے کردار پر ایسا رکیک حملہ کیا کہ قلم اسے لکھتے ہوئے کانپ اٹھتا ہے۔

65ء کی جنگ کے بعد تاشقند میں روسی وزیر اعظم کوسیجن نے ان کی بھارتی وزیر اعظم لعل بہادر شاستری سے ملاقات کا اہتمام کیا۔ اس ملاقات کے دوران 65ء کی جنگ بندی اور فوجوں کی واپسی کا اعلان ہوا۔ تاریخ اس ملاقات کو "تاشقند معاہدہ" کہتی ہے۔ اس معاہدے کے دوران ذوالفقار علی بھٹو سے جو اس وقت ایوب خان کی کابینہ کے وزیر تھے' ان کے اختلافات ہو گئے۔ واپسی پر ایوب خان نے ان سے استعفیٰ لے لیا۔ بھٹو نے پیپلز پارٹی بنائی' ایوب خان کے خلاف تحریک شروع کر دی۔ اس تحریک کے دوران جب عوام نے ایوب خان کے خلاف مظاہرے شروع کیے تو پاکستان ٹائمز میں ایوب خان کا ایک بیان چھپا: کل کے چھوکرے میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے' ایوب خان بوڑھا ہونے کے بعد بھی ایوب خان ہے۔" بس یہی فقرہ تھا جو آنے والے دنوں میں ایوب خان کو لے بیٹھا۔ انھیں دل کا دورہ پڑا' ایوان صدر پر جنرل یحییٰ خان نے قبضہ کر لیا۔ ایوب خان ٹھیک تو ہو گئے لیکن کمزوری بہت

تھی۔ اسی کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے یحییٰ خان نے انہیں مارشل لاء لگانے کا مشورہ دیا۔ ایوب خان نے اپوزیشن کو کچلنے کیلئے اس مشورے کو درست جانا۔ 25 مارچ 1969ء کو مارشل لاء لگا اور تیسرے دن جنرل یحییٰ خان نے ایوب خان کو مستعفی ہونے کا حکم دے دیا۔ ایوب خان نے استعفیٰ دے دیا۔ جب وہ ایوان صدر سے نکلنے لگے تو وہاں صرف ان کا ایک ڈرائیور اور پاک فوج کے "ایک کرنل امیر گلستان جنجوعہ جو بعد ازاں صوبہ سرحد کے گورنربنے" موجود تھے۔ کرنل کو یہ ڈیوٹی سونپی گئی تھی کہ وہ اس بات پر نظر رکھے کہ ایوب خان جاتے ہوئے ایوان صدر سے کوئی چیز اٹھا کر نہ لے جائے۔ کرنل نے انہیں گاڑی میں بٹھایا' ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اقتدار سے باہر چلے گئے انھوں نے باقی زندگی جی سی کے ایک چھوٹے سے گھر میں گزاردی' جہاں وہ لان میں بیٹھ کر اپنی پچھلی زندگی کا جائزہ لیتے اور آنسو پونچھتے رہتے۔

یحییٰ خان سرتاپا غرور ہی غرور تھے۔ پوری دنیا کو ڈنڈے سے سیدھا کرنے کا منصوبہ رکھتے تھے۔ 313 بیورو کریٹس فارغ کر دیئے۔ سیاستدانوں کو وہ جانور سمجھتے تھے۔ ان کے دو ہی شوق تھے: شراب اور بازاری عورتوں میں بیٹھ کر بازاری گفتگو کرنا۔ ان کے تکبر کا یہ عالم تھا کہ وہ اکثر کہا کرتے تھے۔ "جس دن میں نہ رہا یہ ملک بھی ختم ہو جائے گا۔" مشرقی پاکستان میں مجیب الرحمٰن نے حکومت کے خلاف تحریک شروع کی تو یحییٰ خان نے ریڈیو پر قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمادیا تھا۔ "ان لوگوں کو معلوم نہیں' ان کا مقابلہ یحییٰ خان کے ساتھ ہے جس کا اس دنیا میں کوئی ثانی نہیں۔ پھر تاریخ نے دیکھا واقعی یحییٰ خان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ انھوں نے آدھا ملک گنوادیا۔ 98 ہزار فوجی بھارت کی قید میں دے دیئے اور جاتے جاتے باقی ملک ذوالفقار علی بھٹو کے حوالے کر دیا' جنھوں نے رہی سہی کسر بھی نکال دی۔

یحییٰ خان کی باقی زندگی ہارلے سٹریٹ راولپنڈی کے ایک گھر کی بالکونی اور وہیل چیئر پر گزری۔

ان کے بعد ذوالفقار علی بھٹو کی باری آئی۔ ذوالفقار علی بھٹو کا فرمان تھا۔ "جس دن

میں نہیں رہوں گا اس دن ہمالیہ روئے گا۔" وہ اکثر کھلی کچہری میں جب اپنے ارکان اسمبلی پر برستے تھے تو کہتے تھے۔ "جس دن میں تمہارا محتاج ہو گیا اس دن میں موت کو زندگی پر فوقیت دوں گا۔" وہ اپنے آپ کو مشرق کا ڈیگال' پاکستان کا نپولین بھی کہتے تھے لیکن ان کے تکبر کا ایک واقعہ ان تمام مثالوں پر بھاری ہے۔ میرا خیال ہے ان کے زوال کی اصل وجہ ان کا یہی فقرہ تھا۔ 1978ء میں انھوں نے چک لالہ کے ٹیلی ویژن اسٹیشن پر ایک تقریر ریکارڈ کرائی جس میں انھوں نے جذبات میں آکر کرسی کے بازوؤں پر ہاتھ مارا اور کیمرے کو گھور کر کہا: میری کرسی بہت مضبوط ہے۔" وہ تقریر ریکارڈ کرا کر باہر نکلے تو ان کے اسٹاف کے ایک افسر نے ان کو اس فقرے کی نشاندہی کر کے کہا: "سر آپ اس فقرے پر غور کر لیں۔ میرا خیال ہے یہ مناسب نہیں' لوگ اس کا برا مان جائیں گے۔" بھٹو صاحب چلتے چلتے رکے' اس افسر کو گھور کر دیکھا اور غصے سے بولے "بھٹو تم ہو یا میں؟ افسر نے شرمندہ ہو کر سر جھکا لیا۔ بھٹو صاحب نے اسی زہر میں بجھے لہجے میں کہا: "میرا نام زیڈ اے بھٹو ہے' میں بہتر سمجھتا ہوں میں نے کس وقت کیا کہنا ہے۔ اگر تم نے آئندہ مجھے اس قسم کا مشورہ دیا تو میں تمہیں تباہ کر دوں گا۔" جب تقریر نشر ہوئی تو بھٹو صاحب کی تباہی کا آغاز ہو گیا۔ اقتدار ان کے ہاتھوں سے آہستہ آہستہ نکلتا چلا گیا۔ ان کی مضبوط کرسی کے پائے لرزے اور پھر وہ دھڑام سے نیچے آگرے۔ جب انہیں ہوش آیا تو وہ پھانسی گھاٹ پر کھڑے تھے اور ان کی زندگی کا فیصلہ جنرل ضیاء الحق کے ہاتھ میں تھا۔

جنرل ضیاء الحق سنجیدہ' منکسر المزاج اور حلیم الطبع تھے۔ انھوں نے ملک میں اسلامی سوچ پیدا کی۔ صلوٰۃ و زکوٰۃ کا نظام رائج کیا۔ افغانستان میں روس کے خلاف جہاد میں بھی ان کا بنیادی حصہ تھا لیکن 1985ء میں الیکشن کے بعد ان کی طبیعت میں تبدیلی ظاہر ہونا شروع ہو گئی۔ سیاستدانوں کے ساتھ الجھاؤ' محلاتی سازشیں اور اپنے آپ کو برقرار رکھنے کی کوشش نے ایک نیا جنرل ضیاء الحق پیدا کر دیا جو پرانے جنرل ضیاء سے بالکل مختلف انسان تھا۔ انھوں نے محمد خان جونیجو کی حکومت ختم کر دی' پھر جب سیاستدانوں نے مل کر ان کے خلاف

Scanned with CamScanner

تحریک شروع کی تو 14 اگست 1988ء کو انھوں نے قوم سے خطاب کے دوران وہی لہجہ اختیار کیا جو اس سے پہلے بھٹو اور اس سے پہلے یحییٰ خان اور ایوب خان کیا کرتے تھے' لہٰذا کیا ہوا؟ دو تین دن بعد وہ فضائی حادثے میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

صدر غلام اسحاق خان زمانے کے سرد گرم کے ہاتھوں میں پلے تھے انھوں نے زندگی محکمہ مال کے ایک معمولی اہلکار سے شروع کی تھی' لیکن بعد ازاں وہ ایوان صدر تک جا پہنچے تھے۔ لہٰذا ان کا خیال تھا کہ انھیں بے وقوف بنانا ممکن نہیں۔ انھوں نے پہلے بے نظیر کو موقع دیا' بے نظیر نے ان کی انا کی تسکین سے انکار کر دیا۔ انھوں نے اسے فارغ کر دیا' نواز شریف کو وزارت عظمیٰ کے تخت پر بٹھایا۔ نواز شریف کچھ عرصے تک ان کی انا کو گنے کا رس پلاتا رہا' پھر اس نے اس چاکری سے انکار کر دیا تو غلام اسحاق خان نے اپنے ایک پرانے بیورو کریٹ دوست سے کہا: "نواز شریف کی جتنی عمر ہے' میں اتنے عرصے سے شیو کر رہا ہوں' اسے معلوم ہی نہیں اس کا کس سے مقابلہ ہے' کھجور کے درخت اور غلام اسحاق خان سے لڑنے والے ہمیشہ خسارے میں رہتے ہیں۔" لیکن آنے والے دنوں میں دونوں پہلوان خسارے میں رہے۔ آج ایک جدہ بیٹھا ہے اور دوسرا پشاور میں آئی جی کی سابق رہائش گاہ میں دن پورے کر رہا ہے۔

نواز شریف بھی ٹھیک ٹھاک تکبر کا شکار تھے۔ بالخصوص اپنے دوسرے دور میں جب وہ ہیوی مینڈیٹ لے کر ایوان میں داخل ہوئے تو ان کا تکبر آسمان کو چھونے لگا۔ انھوں نے تیرھویں اور چودھویں ترامیم کے ذریعے اپنے اختیارات میں اضافہ کر لیا۔ صدر فاروق لغاری کو فارغ لغاری بنا دیا۔ ایڈمرل منصور الحق کو نوکری سے نکال دیا' چیف جسٹس سید سجاد علی شاہ کو روند ڈالا' جنرل جہانگیر کرامت سے استعفیٰ لے لیا اور آخر میں انھوں نے جنرل پرویز مشرف کو بھی ریٹائرڈ کر دیا لیکن وہ اس کھیل کے دوران خود ہی ریٹائرڈ ہو گئے۔ ان کے تکبر کے ایک واقعے کا راقم الحروف عینی شاہد ہے۔ انھوں نے اپنے اقتدار کے آخری چھ مہینوں میں ملک بھر کے دورے کئے۔ وہ حیدر آباد گئے' وہاں سرکٹ ہاؤس میں ان کی شہر کے

Scanned with CamScanner

عمائدین سے ملاقات تھی۔ وہاں انھوں نے جوش جذبات میں فضاء میں مکالہرا کر کر دیا "نواز شریف کو گھر بھجوانے والے خود گھر چلے گئے۔" "واپسی کے سفر کے دوران میں نے ان کے گوش گزار کیا" میاں صاحب! آپ کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ میاں صاحب نے قہقہہ لگایا اور میرا کندھا دبا کر بولے " سمجھا کریں، عوام کو اس قسم کے نعرے بھی چاہیئے ہوتے ہیں۔ دوسرا دشمنوں کو بھی تو پتہ چلے کہ ہم اتنے کمزور نہیں ہیں کہ کوئی بائیسویں گریڈ کا تنخواہ دار ہمیں گھر بھیج دے۔ میں نواز شریف ہوں، نواز شریف۔ "لیکن صرف تھوڑا بعد نواز شریف 'نواز شریف تو رہا مگر وہ حیدر آباد والا نواز شریف نہ رہا' اٹک قلعہ والا نواز شریف ہو گیا' جواب اچھے وقت کے انتظار میں جدہ پڑا ہے۔

اور آخر میں "میں" نے آج کے مضبوط ترین حکمران جنرل پرویز مشرف کو بھی "میں 'میں ہوں" کہتے سن لیا۔ پتہ نہیں ہم قدرت سے ٹکر لینے کو اپنی کامیابی کا معیار کیوں بنا لیتے ہیں؟ ہم کیوں یہ سوچ لیتے ہیں کہ ہم' ہم ہیں اور دنیا کی ہر طاقت ہمارے سامنے پہنچ کر بے بس ہو جاتی ہے اگر نہیں ہوتی تو اسے ہونا چاہیئے۔ سورج نکلے تو ہم سے اجازت لے کر نکلے' ہوا چلے تو ہم سے پوچھ کر چلے' شام ہو تو ہونے سے پہلے ہمیں درخواست دے' ہم منظور کریں تو سورج مغرب کی گھاٹیوں میں پناہ لے' نہ کریں تو ہمارے در پر سوالی بن کر کھڑا رہے۔ پتہ نہیں انسان اقتدار میں پہنچ کر خدائی کا دعوے دار کیوں ہو جاتا ہے' وہ انسان کے قالب سے نکل کر فرعون کیوں بن جاتا ہے؟ ہم کیوں نہیں سمجھتے فرعونیت سے فرعون کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا تو وہ ہمیں کیا دے گی؟ ہم کیوں نہیں مانتے دنیا میں صرف وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جو ہر کامیابی کے بعد اپنے پروردگار کے سامنے جھک جاتے ہیں۔ جناب صدر! آپ بھی جھک جائیں' توبہ کریں' معافی مانگیں ورنہ غلام محمد سے نواز شریف تک "میں 'میں ہوں" کا نعرہ لگانیوالوں کا انجام آپ کے سامنے ہے۔ قدرت لوگوں کیلئے فیصلے نہیں بدلا کرتی' اس کے درمیان ایک ہی جرم کی ایک ہی سزا ہوتی ہے۔

آخری گزارش

صدر پاکستان مشرف صاحب اگر کچھ بننا چاہتے ہو اور مخلوق کی انسانیت کی خدمت کرنا چاہتے ہو تو اس کیلئے اپنا آئیڈیل فرعون' نمرود' عزازیل اور اتاترک...... کو نہ بناؤ بلکہ حضرت محمد ﷺ اور انکے غلام حضرت ابوبکر صدیقؓ' حضرت عمر فاروقؓ' حضرت عثمانؓ' حضرت علیؓ' حضرت امیر معاویہؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کو اپنا آئیڈیل بناؤ جو بے سروسامانی کی حالت میں درخت کے نیچے پتھر کی سل پر سر رکھ کر سوتا ہو اور دشمن پوری دنیا میں اس کے صرف نام سے کانپتے ہوں اور اللہ پاک اس کی حفاظت کر رہے ہوں اور اگر یونہی میں، میں کی مستی میں مغرور رہے تو یاد رکھو اللہ پاک بڑی غیور ذات ہے وہ اپنی متبرک کبریائی والی چادر کھینچنے کی تمہیں مستقل چھوٹ نہیں دے گی اور بالآخر تم بھی انجام بد سے دوچار ہو کر عبرت کا نشان ہو گے۔

فانها لا تعمى الابصار ولكن تعمى القلوب التي في الصدور

سو ان کی آنکھیں اندھی نہیں ہیں لیکن اندھے ہوتے ہیں دل جو سینوں میں ہیں

☆☆☆☆☆

تراشہ

دندان شکن جواب

حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ سے کسی نے کہا کہ حضرت انگریز کہتے ہیں کہ داڑھی رکھنا خلاف فطرت ہے چونکہ انسان بغیر داڑھی پیدا ہوتا ہے اس لیئے بغیر داڑھی کے رہنا چاہیئے،

شاہ صاحب نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ پھر انگریز سے کہو کہ اپنے دانت بھی توڑ دے کیونکہ انسان بغیر دانتوں کے پیدا ہوا ہے لھذا یہ بھی خلاف فطرت ہوئے جواب سن کر حاضرین میں سے ایک نے کہا واہ شاہ جی کیا دندان شکن جواب دیا ہے

ماخوذ بنات عائشہؓ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ

تجھے بھی کسی کا پیار نہ ملے خدا کرے

ابھی سے سوچ سمجھ لو وگرنہ حشر کے دن
مرے سوال کا تم سے جواب ہو کہ نہ ہو!

فتح و شکست ہار جیت زندگی کے ہر میدان میں اول روز سے جاری ہے۔ اور آئندہ بھی جاری رہے گی۔ وجہ نزاع قومی، لسانی، مذہبی، ہو یا کوئی بھی ہو۔ اس میں ہر فریق اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہوئے دل و جان کی بازی لگاتا ہے۔ اگرچہ اس کا حق پر ہونا مسلم ہو یا کہ نہ ہو۔ اسی طرح مذہبی بنیادوں پر لڑی جانے والی جنگوں میں بھی یہ سلسلہ موجود ہے۔ اور فتح و شکست دونوں صورتوں میں اصل عوامل پر غور کیا جاتا ہے۔ جن کے سبب فتح یا شکست ہوئی ہو۔ اسی طرح کمان کرنے والی ان شخصیات کو بھی ہدف تعریف یا تنقید بنایا جاتا ہے جو اس کا ذریعہ بنی ہوں۔ یعنی فتح کی صورت میں کمان کرنے والی شخصیت قابل قدر و صد لائق تحسین قرار دی جاتی ہے اور ہمیشہ اس کی بہادرانہ مجاہدانہ کارناموں کی مثالیں دی جاتی ہیں اور شکست کا سبب بننے والی شخصیت کو لائق تنقید اور تحقیر سمجھا جاتا ہے اور ہمیشہ لعن طعن سے ہی اس کا ذکر ہوتا ہے۔ خصوصاً جو غدارانہ جرائم کا مرتکب ہو۔ یا جس کی محض بزدلی کی وجہ سے فتح شکست میں بدل گئی ہو۔

یہی اصول اسلامی تاریخ میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ اور ان کے تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ نے جہاد کی صورت میں دنیا بھر کے کفار سے ہر سطح پر ٹکر لی اور اپنے ایمانی جذبوں اور خدائی نصرت سے مجاہدانہ دلیرانہ کردار ادا کرتے ہوئے دنیا میں ایسی مثالیں قائم کیں کہ آئندہ ان جیسے فاتحین قیامت تک مائیں نہیں جن سکتیں اور صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلنے والے ان جیسے فاتحین کے نام اور جرنیلوں کے نام تاریخ بڑے سنہرے حروف

ہے اپنے اندر سمیٹتی رہی اور آج ہر مسلمان اور غیر مسلم بھی ان کی مدح سرائی کرتا دکھائی دیتا ہے اور خراج تحسین پیش کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ ان کے مقدس ناموں کے ساتھ ﷺ، رضی اللہ عنہم، رحمۃ اللہ علیھم، نور اللہ مرقدھم اور جو زندہ ہیں ان کے لئے حفظہ اللہ، دامت برکاتھم العالیہ، مدظلہ، جیسے دعائیہ الفاظ آج بھی مسلمانوں کا ورد زبان ہیں...... اور ان کے کارناموں کے تذکرہ سے ایمان کو سرور ملتا ہے جبکہ غداری کا مرتکب ہونے والے...... کفار سے مل کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے والے یا مسلمانوں کی شکست و تباہی کا سبب بننے والے غداروں مفاد پرستوں کو اچھے الفاظ سے کوئی بھی یاد نہیں کرتا اور مسلمان ان پر لعنت بھیج کر ہی اپنے غضب کو تسکین پہنچاتے ہیں۔ جن کی غداری نے مسلمانوں کو خون کے آنسو رونے پر مجبور کیا۔ اور ایسے غدار اپنے اقتدار کے بچاؤ کے لئے اپنی عزت کے بچاؤ کے لئے بڑی دیدہ دلیری سے ہر دور میں ایسے قبیح افعال کے مرتکب ہوتے رہے ہیں جن کی ایمان کی کمزوری اور غیرتِ دینیہ کی کمی کی وجہ سے لاکھوں مسلمانوں کا خون ہوا...... اور کتنوں کے آنسو بہے، کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔

جیسا کہ میر جعفر اور میر صادق کی غداری، عیاری درج ذیل سطور سے عیاں ہوتی ہے اور آج ان کی قبروں پر جوتیوں کے ہار پہنائے جاتے ہیں۔

ہندوستان کی سرزمین پر جب میسور کے مقام پر حیدر علی اور ٹیپو سلطان کا قبضہ تھا۔ انہوں نے انگریزوں کو تین لڑائیوں میں عبرت ناک شکست سے دوچار کیا تھا جس کے بعد انگریزوں کو یہ یقین ہو گیا کہ ہندوستان کی سرزمین پر ٹیپو سلطان کو شکست دے دی گئی تو پورے ہندوستان پر قبضہ آسان ہو جائے گا لیکن ہزاروں تدبیروں کے باوجود جب اس کو میدان جنگ میں شکست نہ دی جا سکی۔ تو انگریزوں کی نگاہ ان لوگوں پر پڑی جو ٹیپو سلطان کی حکومت میں کلیدی عہدوں پر قابض تھے ان میں میر صادق کا نام سرفہرست ہے جو ٹیپو سلطان کا وزیر اعظم بھی تھا اور وزیر جنگ بھی۔ انگریزوں نے پہلے اس کے ایمان اور ضمیر کا سودا کیا اور اس کو ٹیپو سلطان کی غداری پر آمادہ کیا۔ دوسرے فوجی سپہ سالاروں میں غلام علی لنگڑا میر قمر

الدین میر معین میر قاسم علی جو سب کے سب شیعہ تھے ' ہر ایک کو ٹیپو سلطان سے غداری پر آمادہ کر لیا اور خفیہ انگریزوں سے (Dealing) ڈیلنگ کی گئی اور ہر جنگی راستہ اور ہر چیز ان غداروں نے انگریز کو بتا دی۔ جس کی وجہ سے انگریز نے اچانک ٹیپو سلطان پر حملہ کر دیا اور سارے غدار انگریز کے ساتھ مل گئے۔ جس کے نتیجہ میں ٹیپو سلطان اپنی بہادری کے اکیلے جوہر دکھاتا ہوا میدان کارزار میں شہید ہو جاتا ہے۔ لیکن آج ٹیپو سلطان کا نام روشن ہے بلکہ ٹیپو سلطان نے اکیلے خون شہادت سے یہ فقرہ لکھ دیا کہ

"شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے"

جب انگریز کے سپہ سالار لارڈ ہارس نے ٹیپو سلطان کی خون آلود لاش دیکھی تو اس کا یہ نعرہ تھا "آج ہندوستان ہمارا ہے" (سلطنت خداداد میسور ص 303)

لیکن ان غداروں کا برا حشر ہوا کہ آج بھی اگر کوئی دو سو سال کے بعد میر صادق کی قبر سے گزرتا ہے تو وہ وہاں ٹوٹے ہوئے جوتوں کا انبار دیکھتا ہے کیونکہ اس زمانہ سے یہ دستور چلا آرہا ہے کہ جب کوئی مسلمان اس کی قبر سے گزرتا ہے تو اس کو جوتوں سے پیٹتا ہے۔ یہ اہانت، یہ تحقیر آمیز سلوک اس کی غداری کی سزا ہے۔

ایسے ہی سراج الدولہ کے ساتھ غداری کرنے والے میر جعفر تھے۔ اس نے غداری کر کے اور منافقت کا لبادہ اوڑھ کر اپنا ایمان اور ضمیر انگریزوں کو فروخت کیا اور تاریخ کی پیشانی پر اپنا نام گوبر اور لید سے رقم کروایا۔ آج میر صادق اور میر جعفر کے نام اور علاقے، منافقت، غداری، دغابازی اور شیطنت کے لئے ضرب المثل بن چکے ہیں۔ یہ دونوں شیعی کردار ننگ دین، ننگ ایمان اور ننگ وطن ثابت ہوئے۔ میر صادق نے ٹیپو سلطان کے ساتھ غداری کی اور میر جعفر نے نواب سراج الدولہ کی فوجی توپوں میں بھوسہ بھر کے انگریز کے ہاتھوں اسے پسپا کر دیا۔

خلافت عباسیہ کا دور حکومت مسلم تہذیب و ثقافت کا تابناک دور شمار کیا جاتا ہے اس دور میں مسلم حکومت پوری دنیا میں عظیم حکومت سمجھی جاتی تھی۔ اس دور میں اسلام

کے ہر ایک پہلو کو بڑی ترقی حاصل ہوئی۔ دینی علوم کے تمام شعبوں، یعنی قرآن، حدیث، تفسیر وفقہ، اصول فقہ، لغت اور تصوف نے تمام تدریجی مراحل طے کر کے باقاعدہ مرتب اور مدون شکل میں تکمیل اور عروج حاصل کیا۔ اس کے علاوہ دنیوی علوم وفنون سائنس وغیرہ نے بھی خلافت عباسیہ میں بڑی ترقی کی۔ ہر امیر اور عالم کے گھر میں بڑے بڑے کتب خانے قائم تھے اور بغداد اس وقت پوری دنیا میں علوم و فنون کا عظیم مرکز تھا۔ یہاں پر ایشیاء اور یورپ سے بھی غیر مسلم طلباء سائنسی اور فنی علوم کی تحصیل کے لئے آتے تھے اور یہ مسلم حکومت ان کی ہر قسم کی مدد کرتی تھی۔ لیکن اس عظیم سلطنت کے کمزور ہونے کی وجہ بھی باطنی قرامطی اور فاطمی شیعوں کی سازشیں تھیں۔ ان سازشوں کا کچھ ذکر اوپر آچکا ہے۔ آخر میں ان لوگوں نے سن ۶۵۲ھ میں مشہور وحشی تاتاری حاکم ہلاکو خان کے ہاتھوں بغداد کی مکمل تباہی اور عباسی حکومت کا خاتمہ کیا۔ یہ حادثہ اس طرح پیش آیا کہ آخری عباسی خلیفہ مستعصم باللہ کے لئے یہ عظیم غلطی بڑی اذیت ناک ثابت ہوئی کہ اس نے ابن العلقمی شیعہ کو اپنا وزیر اعظم بنایا اور اس پر حد سے زیادہ اعتماد کیا۔ ابن العلقمی نے پہلے مختلف بہانوں سے خلافت کی فوج کو کم کرا کے صرف دس ہزار کر دیا اور پھر اس نے مشہور شیعہ فلسفی نصیر الدین طوسی کی معرفت مشہور اسلام دشمن تاتاری وحشی ہلاکو خان کو بغداد کے اوپر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ اس وحشی نے بغداد پر حملہ کیا اور تاریخ کی بدترین تباہی پھیلائی۔ کافی عرصے تک مسلمان بچوں، بوڑھوں، عورتوں اور مردوں کا بے دردی سے قتل عام ہوتا رہا۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگ مارے گئے اور ان کے خون سے بہت دن تک دریائے دجلہ کا پانی سرخ ہو کر بہتا رہا۔

امام ابن تیمیہؒ کی کتاب منہاج السنۃ کی تلخیص المنتقی ہے اور المنتقی کا اردو ترجمہ پروفیسر غلام احمد حریری نے کیا ہے، اس کے حاشیہ میں پروفیسر حریری لکھتے ہیں کہ:

بت پرست ہلاکو خان تاتاری فوج کے دو لاکھ سپاہی ساتھ لے کر بغداد پر حملہ آور ہوا۔ ابن العلقمی نے خلیفہ المستعصم باللہ کو دھوکہ دے کر ہلاکو خان کا کام کافی حد تک آسان

کر دیا۔ اس نے ہلاکو خان سے خلیفہ کی صلح کرانے کا بہانہ بنایا اور خلیفہ سے اجازت لے کر ہلاکو خان سے ملاقات کی۔ ملاقات میں اس نے ہلاکو خان سے اپنی وفاداری اور خلافت عباسیہ سے خیانت کا یقین دلایا۔ ابن العلقمی نے خلیفہ کے پاس آکر اس کو کہا کہ ہلاکو خان اپنی بیٹی کا رشتہ آپ کے بیٹے ابو بکر کے ساتھ کرنا چاہتا ہے۔ یہ سن کر خلیفہ بہت خوش ہوا اور اپنے علماء اور امراء کو ساتھ لے کر اپنے بیٹے کے رشتے کو مضبوط کرنے کے لئے خود ہلاکو خان کے پاس پہنچا۔ یہ تمام لوگ خلیفہ کی رفاقت میں ہلاکو خان کے پاس پہنچے تو اس نے ان سب کو قتل کرنے کا حکم دیا اور اس طرح ان سب کا کام ادھر ہی تمام کر دیا گیا۔ پھر تاتاریوں کا لشکر شہر میں داخل ہو گیا۔ جس نے قتل عام کا بازار گرم کر دیا اور یہ انسانی قتل چالیس دن تک جاری رہا۔ ہلاکو خان نے جب مقتولین کو شمار کرنے کا حکم دیا تو اس کی تعداد دس لاکھ اسی ہزار ہوئی۔ اور جو قتل شدہ انسان شمار نہ ہو سکے' ان کی تعداد اس سے بھی زیادہ تھی (المنتقی مترجم اردو کے حاشیہ کا خلاصہ' ص ۴۷۸)

اس کے بعد اس ظالم وحشی نے ہر ایک کتب خانے کو تلاش کر کے جلا دیا اور اس طرح علم و ہنر کے تمام نشانات مٹا دیئے۔ یہ واقعہ اتنا وحشتناک تھا کہ اس نے پوری مسلم دنیا کو ہلا دیا لیکن افسوس کہ شیعوں کے علماء نے اپنے فلسفی نصیر الدین طوسی کو اس کارنامہ پر فخریہ خراج تحسین پیش کیا۔

ایسے ہی غداروں، عیاروں میں ایک اور نام کا اضافہ مسٹر مشرف کی صورت میں ہوا ہے کہ جس نے پاکستان کو بچانے کے بہانے در حقیقت اپنے اقتدار کو تحفظ دینے کے لئے امریکہ کو ایک حقیقی ننھی سی خالص اسلامی ریاست پر شب خون مارنے کی با آسانی کھلی اجازت دی اور دیکھتے ہی دیکھتے افغانستان مسلمانوں کے خون کا بہتا ہوا دریا بن گیا۔ اس کی فضائیں غبار آلود ہو کر چیخوں سے گونج اٹھیں...... جگہ جگہ انسانی اعضاء بکھرتے ہوئے دکھائی دینے لگے۔ اور ظلم و سفاکیت کی امریکیت نے جو انتہا کی' اسے دیکھ کر دنیا کے بڑے بڑے ظالموں کے ظلم ہیچ نظر آتے ہیں۔ اگرچہ صدر مشرف نے اپنی حاکمانہ طاقت کے ذریعہ میڈیا پر ہر

Scanned with CamScanner

جھوٹ کو سچ کر دکھانے والی روش میں اپنی عقل ناقص کے فیصلوں کو عقل کل کے طور پر پیش کر کے اس کی حمایت پر اکثریت کا ڈھونگ بڑی ڈھٹائی کے ساتھ رچانے کی پوری کوشش کی اور اب بھی جاری ہے۔ مگر ہر صاحبِ ایمان، صاحب عدل وذی شعور مسلمان یہ جانتا ہے کہ صدر صاحب کا یہ فیصلہ غیر آئینی، غیر اخلاقی اور اسلام و مسلمانوں کے ساتھ غداری کے مترادف ہے۔ اور اس کے جتنے نقصانات افغانستان کی اسلامی حکومت طالبان اور وہاں کے مسلمانوں کے ہوئے ہیں اس سے کہیں زیادہ ملک پاکستان اور پاکستانی عوام اور پاکستانی مسلمانوں کے ہوئے ہیں...... دوسرے لفظوں میں مختصر یہی کہا جا سکتا ہے کہ صدر مشرف کی غلط اور اسلام دشمن طرزِ فکر نے پاکستان اور مسلمانوں کے ایمان اور جان کو امریکہ کی مٹھی میں رکھ دیا ہے۔ وہ جب چاہے جس طرح چاہے مسلمانوں کو مسل کر پاکستان کو برباد کر سکتا ہے۔

خیر یہ ایک تفصیل طلب عنوان ہے۔ سر دست صرف ایک سوال صدر مشرف سے دریافت طلب ہے کہ جناب کے مغرورانہ اسلام دشمنی پر مبنی غلط فیصلوں کے نتیجہ میں افغانستان اور پاکستان سمیت پوری دنیا کے مسلمانوں کی دل آزاری جو ہوئی ہے کیا آپ کل قیامت کے دن اس کا حساب چکا سکیں گے؟

بزدل دشمن امریکہ کو یہ حوصلہ کبھی نہ تھا جو آپ کے تعاون اور بزدلی کے نتیجہ میں اسے ملا کہ وہ راتوں رات طالبان کی اسلامی حکومت کے خاتمہ کے لئے چڑھ دوڑا اور دیکھتے ہی دیکھتے مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہہ پڑیں۔ مساجد، قرآن پاک، علماء کرام، اللہ کے مہمان طلباء عظام و مجاہدین کو شہید کر دیا گیا اور بموں اور ڈالروں کی بارش برسا کر جبراً اسلامی حکومت طالبان سے چھین کر اللہ ورسول ﷺ کے دشمنوں اسلام اور پاکستان کے حریفوں کی جھولی میں ڈال دی۔ جس پر خود امریکہ کو حیرت ہوئی کہ یہ پہلا پاکستانی صدر ہے جو نام کا تو مسلمان ہے مگر کام کا بدترین شیطان ہے کیونکہ ہم جس طرح ......اور جو......اور جب چاہتے ہیں......وہ اسی طرح کرتا ہے۔ لہذا موقع ہے کہ ڈالروں کی لالچ اور اقتدار کی ہوس میں اس صدر سے جو کام چاہیں لیتے رہیں۔

افغانستان پر بمباری کی معاونت کی۔ اپنے ملک کی سرزمین اور فضا مسلمانوں پر بمباری کے لئے امریکہ کو فراہم کردی۔ اور اپنے ہوائی اڈے بھی اس کے سپرد کردیئے۔ انٹیلی جنس کی خدمات فراہم کیں تاکہ امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ اور اسامہ بن لادن حفظہ اللہ تعالیٰ سمیت مسلمانوں کے غیرت مند بہادر مجاہد لیڈروں کو شہید کروادے یا گرفتار کروادے۔

چپہ چپہ کی اطلاعات فراہم کر کے طالبان حکومت کا خاتمہ کروایا۔ وہاں سے واپس آنے والے مجاہدین کو خود گرفتار کرواکر پس دیوار زنداں ڈال دیا۔ القاعدہ کے عرب مجاہدین کے لئے سرحدوں پر نگرانی،ٹھاکران کو سفاکی سے قتل (شہید) کروایا۔ پھر پاکستان کی باری آئی تو مشرف صاحب نے امریکہ کے دباؤ میں آکر اسلحہ پر پابندی کے بہانے علماء کرام کو غیر مسلح کر کے غیر محفوظ کرلیا۔ پھر مدارس پر چھاپے مار کر دہشت گردی کے بہانے ان کو بند کرنے کی ناپاک جسارت کی کوشش کی گئی...... پھر مساجد کی این او سی (NOC) کی شرط لگا کر اللہ کے گھر کی عزت پامال کی......اور ساتھ ہی سپاہ صحابہؓ سمیت دیگر مذہبی تنظیموں پر پابندی عائد کر کے ہزاروں بے گناہوں کو جیلوں کی زینت بنایا۔ فحاشی، عریانیت، اور اسلام دشمن سرگرمیوں میں مصروف این جی اوز کو کھلی چھٹی دے دی۔ ادھر امریکہ کی ناپاک فوجوں کو ملک میں تعیش کے بہانے ہر معاملہ میں ہر جگہ پر کھلی مداخلت کی اجازت دے دی جس کے نتیجہ میں امریکیوں، ملعونوں نے اپنے ناپاک قدموں سے کوہاٹ جیل میں قرآن پاک......اللہ کی مقدس کتاب کو ٹھوکریں ماردیں۔ یہ سب کچھ کس کے تعاون اور کس کے اشارے پر ہورہا ہے۔ اس کا سبب کون ہے؟ تو جواب صاف ظاہر اور حاضر ہے۔ کہ اس کا سبب مشرف صاحب ہیں اور خود اپنے جرم کا اعتراف صدر مشرف اکثر قوم سے خطاب کے دوران فرماتے ہیں اور بلکہ ناز بھی کرتے ہیں کہ میں نے جو کچھ کیا درست کیا ہے۔ اکثریت میرے ساتھ ہے۔ اس لئے کہ اقتدار طاقت اس وقت ان کے پاس ہے۔ لیکن اصل میں یہ درست فیصلہ نہیں کہ جس کو مشرف صاحب درست کہہ رہے ہیں یا چند ٹکوں کے عوض ایمان بیچنے والے

بے ضمیر ملاں داد دے کر...... یا فوج اور حکومت کے دیگر افسران اپنی نوکری پکی کرنے کے لیے سب اچھا کی رٹ لگا کر کہہ رہے ہیں۔ بلکہ اصل فیصلہ تو احکم الحاکمین کا ہے۔ وہ رب تعالیٰ بتائیں گے کہ صدر مشرف تم نے جو کیا وہ ظلم تھا...... غداری تھی...... یا کہ سود مند تھا۔ یہ فیصلہ تو اسی اللہ کا ہے کہ ظالم کا ساتھ دینے والا بھی ظالم ہے۔ اور بش کے ظالم ہونے میں شک تو مشرف کو بھی شاید نہ ہو۔ باقی تو کسی کو بھی شک نہیں بلکہ سب مانتے ہیں کہ بش ظالم ہے اور اس ظالم کا ساتھ دینے والا بھی ظالم ہے۔

جس طرح موجودہ مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے ظلموں کا گناہ بش اور اس کے اتحادیوں ناٹو توں کے سر پر ہے اسی طرح اس ظلم کا گناہ مشرف صاحب کے سر پر بھی ہے۔ کیا مشرف صاحب دن قیامت اس کا حساب چکا سکیں گے۔ چلو زیادہ نہیں تو صرف اتنا سوچ لیں اور ہمیں بھی بتادیں کہ افغانستان پر بمباری کے بعد افغانستان اور پاکستان سمیت دیگر ممالک کے مسلمانوں اور مجاہدین کے ساتھ جو گزری ہے۔ اس کے نتیجہ میں جو خون اور آنسوؤں کے قطرے بہہ گئے ہیں ان کا حساب صدر صاحب آپ دے سکیں گے؟

کون سا خون؟

وہ خون...... جو صدر مشرف صاحب آپ کے حکم اور اشارے کے بعد 9 اکتوبر 2001ء کو امریکہ نے سفاکیت و بربریت کا مظاہرہ کرتے ہوئے رات کے وقت افغانستان پر بمباری کر کے بہانے کا آغاز کیا۔

وہ خون...... جو اس بمباری کے نتیجہ میں علماء کرام کے مقدس جسموں سے شہادت کے جام پیتے ہوئے بہہ گیا ہے۔

وہ خون...... جو طالبان یعنی رسول اللہ ﷺ کے مہمانوں کا بہہ گیا ہے۔

وہ خون...... جو القاعدہ کے عرب مجاہدین رسول اللہ ﷺ کے ہم وطنوں ہم زبانوں کا تورا بورا...... پارہ چنار کے مرغزاروں میں بہہ گیا ہے۔

Scanned with CamScanner

وہ خون...... جو اللہ کے مقدس گھروں یعنی مساجد پر امریکہ کی بمباری کے نتیجہ میں شہید ہونے والے نمازیوں کا نماز پڑھتے ہوئے بہہ گیا ہے۔

وہ خون...... جو مولانا جلال الدین حقانی حفظہ اللہ کے مدرسہ کے طلباء کرام سمیت دیگر مسلمانوں کا بہہ گیا ہے۔

وہ خون ...... جو آپ کے دور اقتدار میں ولی کامل ......استاذ العلماء والمجاہدین ......امام العلماء والمتقین ...... محقق، عصر قاطع (شیعیت ورافضیت) و قادیانیت...... حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہ کا کراچی کی سرزمین پر بہایا گیا ہے۔

وہ خون...... جو آپ کے دور اقتدار میں صحابہ کرامؓ کے غلام اور عاشق صادق (رسالت مآب ﷺ) غازی حق نواز رحمتہ اللہ علیہ کو پھانسی پر لٹکا کر ایرانی کافروں کی خوشنودی کے لئے شہید کر کے بہایا گیا ہے۔

وہ خون...... جو ہری پور میں 13 مسلمانوں کو جن میں ولی کامل اور حافظ قرآن بھی تھے ان کے جسموں پر گولیاں برسا کر بہایا گیا۔

وہ خون ...... جو ملک کے مختلف حصوں میں پولیس کے جعلی مقابلوں میں تحفظ ناموس صحابہؓ کے مجاہدین کا بہایا گیا۔

وہ خون ...... جو القاعدہ کے مجاہدین کو کوہاٹ میں پولیس کے جعلی مقابلوں میں شہید کر کے بہایا گیا۔

خون کے بعد آنسوؤں کا سیلاب

؎اک عالم عبرت ہے اشکوں سے بھری آنکھیں
اک درد کی دنیا ہے جو اشک ڈھلکتا ہے

مشرف صاحب آپ کے تعاون سے امریکہ نے جو ظلم کی انت مچائی اس کے نتیجہ میں جہاں خون کی ندیاں بہہ گئیں، وہاں پر آنسوؤں کا سمندر بھی مسلمانوں کی آنکھوں سے

رواں ہوا۔

جب غازی حق نوازؒ عاشق رسول ﷺ سے آپ نے ظلم کا آغاز کیا پھر آپ ہی کے ایماء پر افغانستان پر بم برسائے گئے...... لاشوں کے انبار لگے...... جسم چھلنی ہوئے...... علماء کرام و مجاہدین کے مقدس سروں کے مینار بنائے گئے...... ماؤں کی ممتا سے لپٹے دودھ پیتے معصوم بچوں کی چیخوں نے ماؤں کے جگر زخمی کیے...... بچے یتیم و بے سہارا ہوئے...... بہنوں کے سہاگ اجڑے...... مساجد شہید کی گئیں...... مدارس کا تقدس، علماء کا تقدس پامال کیا گیا...... افغانستان کی اسلامی حکومت کا تختہ الٹا گیا...... مجاہدین، نمازیوں، غازیوں، اللہ کے ولیوں کو دربدر کیا گیا...... قرآن پاک اور احادیث طیبہ کے اوراق بکھرے اور خاکستر ہوئے...... اس سارے نقصان پر غمزدہ دلوں سے جو آہیں نکلیں، آنکھیں اشک بار ہوئیں...... مسلمان زار و قطار رو دیئے...... ان آنکھوں کو پرنم کرنے کا سبب کون بنا ہے...... مشرف صاحب تم ہو اور تمہاری غلط پالیسیاں اسلام دشمنی پر مبنی تمہارے ناقص فیصلے ہیں۔ کیا مشرف صاحب آپ کے پاس ان خون کے قطرات اور آنسوؤں کا حساب دینے کی ہمت ہے۔ کیا جواب دو گے۔ جب آپ سے حساب طلب کیا جائے گا۔ یہ دو چار آنسوؤں نہیں کہ جن کا تم حساب چکا سکو۔ یہ تو آنسوؤں کا ایک سمندر ہے۔

کون سے آنسو......؟

☆ وہ آنسو...... جو اسلامی حکومت کے سقوط پر اربوں مسلمانوں کی آنکھوں سے نکلے۔

☆ وہ آنسو...... جو قرآن پاک کے راکھ شدہ بکھرے ہوئے اوراق کو دیکھ کر نکلے۔

☆ وہ آنسو...... جو اپنے پیاروں کی خون میں لت پت لاشوں کو دیکھ کر نکلے۔

☆ وہ آنسو...... جو اپنے جگر پاروں کو پارہ پارہ ہوتے ہوئے دیکھ کر نکلے۔

☆ وہ آنسو...... جو بھائیوں کی آنکھوں سے اپنی بہنوں کی موت کے آغوش میں جاتے ہوئے بے سہارا ہوتے ہوئے دیکھ کر اور بہنوں کے بھائیوں کی جدائی میں نکلے۔

☆ وہ آنسو...... جو مساجد، مدارس، علماء کرام، مجاہدین کو شہید ہوتے ہوئے دیکھ کر نکلے۔

☆ وہ آنسو...... جو کھلے آسمان تلے آباد سردی سے ٹھٹھرتے ہوئے بچوں عورتوں بوڑھوں کی آنکھوں سے نکلے۔

ہاں ہاں مشرف صاحب! بتاؤ وہ آنسو...... جو تمہارے حکم پر مجاہدین کا تعاقب کر کے ان کو پاکستانی علاقوں میں شہید کروانے پر دیکھنے والوں کی آنکھوں سے نکلے۔

☆ وہ آنسو...... جو کیوبا شبرغان اچوہنگ سینٹر کے ٹارچر سیلوں سے لے کر مختلف جیلوں میں اور عقوبت خانوں، ہتھکڑیوں، بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ظلم و ستم کی چکی میں پسنے والے مجاہدین کی آنکھوں سے نکلے۔

ادھر مدارس پر پابندی، مساجد پر چھاپے اور تالے، وارثین نبوت علماء کرام کی دینی سرگرمیوں پر پابندی، نظر بندیاں، جماعتوں پر پابندیاں، گرفتاریاں، ظلم و تشدد چادر و چار دیواری کے تحفظ کی پامالی۔

کتنے علماء کرام، حفاظ، قراء اور نمازیوں کو محدثین، مفسرین کو حراساں کیا گیا۔ قرآن پڑھنے والے طلباء کرام کو ننگی گالیاں دی گئیں۔

باحرم طالبات کو مدارس سے تلاشی کے بہانے نصف شب بے پردہ روڈوں پر کھڑا کر کے لایا گیا۔ اس سارے ظلم سے کتنے مسلمانوں کے دل دکھے، زخموں سے چور چور ہو کر کتنی آنکھوں سے آنسو بہے۔

مشرف صاحب! ان سب کو تم نے رلایا، تڑپایا، ان کی ذمہ داری مشرف صاحب آپ پر ہے۔ کیا ان کا حساب چکا سکو گے یا جس ایران اور امریکیوں کو خوش کرنے کے لئے ایسا کیا ہے۔ وہ آپ کے ساتھ مل کر کل روز قیامت یا مرنے کے بعد قبر حشر میں ان آنسوؤں کا حساب اللہ پاک کی ذات کو دے سکیں گے۔ نہیں نہیں نہیں...... ہرگز نہیں...... تو پھر ان ظالمانہ اور سفاکانہ کارروائیوں کے باوجود بھی تم اپنے آپ کو صحیح کہتے ہو۔ حق پر کہتے ہو۔ اللہ

والوں کو رلا کر خود ہنستے ہو...... اور اپنے آپ کو قوم کا کامیاب سمجھدار لیڈر کہتے ہو۔ تف ہے تم پر اور تمہاری سوچ پر۔

تمہارے ان کارناموں سے شیطان اور اس کے چیلے تو خوش ہیں اور ہو سکتے ہیں مگر تم اللہ پاک اور حضور ﷺ کی ذات کو راضی نہیں کر سکتے۔

مشرف صاحب! آپ نے امریکیت، ایرانیت، اسرائیلیت، ہندومت، عسائیت، شیعیت، یہودیت، قادیانیت کو تو خوش کیا۔ آپ کے کارناموں سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں کے چہروں پر چمک آئی۔ مسکراہٹیں آئیں، جام چھلکے، رقص و سرور کی محفلیں سجیں، بش، بلیئر سمیت شیطان کے بہت سارے چیلوں نے تیری تعریف کی۔ تیرے اقتدار کی مضبوطی کی سند تجھے دی۔ مشرف تم اتنا خوش ہوئے کہ اللہ پاک کے فرامین کو اپنی طرف منسوب کر کے مظفر آباد کے خطاب میں یہ کہہ دیا کہ دیکھو اللہ نے مجھے کتنی عزت دی ہے۔ مشرف صاحب! یہ تو وقت بتائے گا کہ اللہ نے تمہیں عزت دی ہے یا ذلت تمہارا انعام اور مقدر بن چکی ہے۔

مسلمان کی آبرو مقدس ہے

مسلمانوں اور اللہ کے پیاروں کو رلانے والا (ہدایت نہ ملے) تو سرخرو نہیں ہو سکتا۔ اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ کے فرمان کا خلاصہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی آبروریزی کرے۔ اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اس کا کوئی عمل نفلی ہو یا فرضی (عبادت) کا قبول نہیں ہوتا۔

اسی طرح مسلمان کا خون اور آنسوں بھی بہت زیادہ قیمتی ہیں۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کی غلط خبر پر بھی ایک مسلمان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے امت کے سب سے اعلیٰ ایمان والے چودہ سو صحابہ کرامؓ کو انتقام کے لئے تیار کرنا اور خود آپ ﷺ کا تیار ہونا کتنی بڑی بات ہے اور آنسوؤں کی ایک بوند توبہ کی نیت سے آنکھ سے نکلے

Scanned with CamScanner

تو گناہوں کے سمندر معاف کروا سکتے ہیں۔ اور قرآن و حدیث میں متعدد جگہ مسلمانوں کے خون اور آنسوؤں کے ایک ایک قطرے کے بے شمار فضائل موجود ہیں (اسی کتاب کے شروع میں آنسوؤں والے عنوان میں اس کی تفصیل پڑھ سکتے ہیں۔)

دو محبوب قطرے

دنیا بھر کے تمام قطروں سے زیادہ محبوب قطرے اللہ پاک کے ہاں صرف دو قطرے ہیں۔ ایک اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے کے خون کا قطرہ۔ دوسرا اپنے گناہوں پر ندامت سے نکلنے والے آنسوؤں کا قطرہ۔ یہ دونوں قطرے قبول ہو جائیں تو جنت کی ضمانت یقینی ہے۔

مشرف صاحب! تم نے اللہ کے محبوب قطروں کو زمین پر گروایا۔ ان کو پامال کیا۔ اس کا انجام کیا ہوگا۔ اللہ کے پیاروں کو رلانے والے کے لئے نمرود، فرعون کا حشر سامنے رکھو۔

مشرف صاحب! تم کہتے ہو کہ مجھے عزت ملی۔ اقتدار مضبوط ہوا' شہرت ملی' اسی کو کامیابی سمجھتے ہو۔ لیکن کیا وہ خون اور آنسوؤں یونہی بے کار چلے جائیں گے۔ نہیں! بلکہ رب العالمین کا فرمان ہے...... فلن یضل اعمالھم...... کہ اللہ پاک ان کے کسی عمل کو ضائع نہیں فرماتے۔

مظلوم کی آہ کرے تجھے تباہ

یہ خون اور آنسو جن کے اللہ کی راہ میں بہہ گئے ہیں۔ یہ سب مظلوم ہیں کہ ان کو بے سہارا کر کے بے بس کر کے دھوکے سے مارا گیا اور رلایا گیا۔ ان کی آہیں رائیگاں نہیں جائیں گی۔ کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان ہے ایاك دعوة المظلوم لیس بینه و بین الله حجاب۔ مظلوم کی بددعا سے بچو کہ اس کے اور اللہ کے درمیان حجاب نہیں۔

(اصلاحی مواعظ ج ۱ ص ۲۴۷...... از حضرت لدھیانوی شہیدؒ)

بترس آہ مظلوماں کہ ہنگامہ دعا کردن
اجابت درحق بر استقبال می آید

مظلوم کی آہ سے بچو کہ وہ رب العزت کے عرش کو ہلا دیتی ہے اور ظالم کی تباہی کا سبب بنتی ہے۔ اگر ہدایت تیرے نصیب میں ہے تو مسلمان تیرے لگائے گئے زخم اللہ کے لئے بھول جائیں گے اور اگر نہیں ہے تو پھر مظلوموں کی آہیں، اسیروں کی زاریاں، بے سہارا بے گھر مسلمانوں کی فریادیں، جلے ہوئے قرآن پاک کے صفحات کی پھنکاریں، جن کے بیٹے بھائی، شوہر شہید ہوگئے، ان کی سسکیاں فضا کو چیر کر عرشِ الٰہی پر مسلسل جا رہی ہیں۔ جلد ہی تیری تباہی کا انشاء اللہ پروانہ جاری ہوگا اور ساتھ ہی ساتھ بش، بلیئر، شیرون، واجپائی، کوفی عنان، جیسے ملعون علماء، صلحاء، حفاظ کے قاتلوں، غداروں، ایمان کے ڈاکوؤں کو بھی دنیا کی کوئی طاقت، میرے رب کے قہر و غضب سے نہیں بچا سکے گی۔ رب العالمین کا وعدہ ضرور بالضرور پورا ہوگا۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

قریب ہے روز محشر چھپے گا یہ کشتوں کا خون کیونکر
چپ رہے گی زبان تو خنجر پکار اٹھے گا لہو آستین کا

آخر میں یہی عرض ہے کہ اے صدر مشرف صاحب تم نے کتنے نمازیوں کو رلایا' ان سے مسجدوں کا پیار چھین کر...... طلباء کرام کو رلایا' ان سے مدارس کا پیار چھین کر...... غازیوں' مجاہدوں کو رلایا ان سے پیاری اسلامی حکومت چھین کر...... طالبان کو رلایا ان سے پیارے ملک کی اسلامی محبت چھیننے کی کوشش کر کے...... افغانستان اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو رلایا ان سے پیارے امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد اور اسامہ بن لادن کو چھیننے کی کوشش کر کے...... مجاہدوں کو رلایا ان سے حضور ﷺ کی پیاری سنت ریشِ مبارک کاٹ کر کے...... باپوں کو رلایا ان سے پیارے جگر گوشے چھین کر...... ماؤں کو رلایا ان کے سامنے ان کے

پیارے معصوم لخت جگروں کا خون کروا کر...... معصوم اور پیارے دودھ پیتے بچوں کو رلایا ان سے پیاری ماں کی ممتا چھین کر...... بھائیوں کو رلایا ان کے سامنے پیاری بہنوں کی آبروؤں کو چھین کر...... بہنوں کو رلایا ان سے پیارے بھائی چھین کر...... بیویوں کو رلایا ان سے محبت کرنے والے پیارے سر تاج چھین کر...... خاوندوں کو رلایا ان سے محبت کرنے والی پیاری بیویاں چھین کر...... تم نے سب پیاروں کو رلایا ان سے ان کے محبوب اور پیارے اور پیاروں کا پیار چھین کر تو پھر تجھے دعائیں نہیں لاکھوں بد دعائیں لگیں گی۔ دنیا آخرت میں......

ے تجھے بھی کسی کا پیار نہ ملے خدا کرے

تو اپنی ماں کے پیار کو ترسے 'تو اپنے بچوں' بیٹے' بیٹی' نواسوں اور بیوی سمیت سب کے پیار کو ترسے 'تڑپے مگر پھر

ے تجھے بھی کسی کا پیار نہ ملے خدا کرے

☆☆☆☆☆

والسلام مع الاکرام

ابو معاویہ مسعود الحجازی

۳۰ محرم ۲۲-۱۴۴۰ھ بروز

در سپرنٹنڈنٹ صاحب کوٹ لکھپت جیل لاہور۔

پاکستان کا مستقبل اور حضرت شاہ جیؒ کی پیشن گوئی

اس وقت ملک وملت کے غدار حکمرانوں نے خارجہ ناقص پالیسیوں اور اپنے اقتدار کو طول دینے کی خاطر غلط فیصلوں سے جہاں پاکستان اور افغانستان کے مسلمانوں خصوصاً مذہبی طبقہ کو نقصان پہنچایا اور پریشان کر رکھا ہے، وہاں پر خود پاکستان جیسے وطن عزیز کی سالمیت بھی خطرے میں نظر آتی ہے۔

ایک طرف ایٹمی رازوں سمیت ملک کے چپہ چپہ کی معلومات اور نگرانی امریکی بھیڑیوں کے حوالے کرنا تو دوسری طرف عملی طور پر اپنے فوجی نوعیت کے اہم اڈوں کو امریکہ کے حوالے کرنا۔ اور پھر ایف بی آئی کا پاکستان کی مساجد ومدارس سمیت ہر محکمہ میں براہ راست بلا جھجک مداخلت کرنا بہت سارے شکوک اور شبہات کو جنم دے رہا ہے۔

ادھر مقبوضہ کشمیر میں دہشت گردی کے بہانے آئے روز انڈیا کی طرف سے دھمکیاں اور سرحدوں پر فوج کا اجتماع۔ اور جواب میں مشرف بہادر کی چاپلوسانہ اور معذرت خواہانہ پالیسیاں۔ ملک کو کسی بھی وقت کسی بڑے حادثہ سے دوچار کر سکتی ہیں۔ اس طرح کے دیگر خدشات کے علاوہ پاکستان بننے سے قبل بھی کچھ خدشات ایسے تھے جن پر ہمارے اکابر نے اپنے اپنے وقت میں روشنی ڈالی تھی اور غیروں کی سازشوں سے آگاہ کیا تھا...... جس کے متعلق سرکاری طبقہ اور اپنے آپ کو پاکستان کا سچا محب وطن کہنے والے بعض بے ضمیر لوگ یہ الزام علماء کرام پر تھونپ کر کہتے ہیں کہ جناب یہ مولوی شروع سے ہی پاکستان کے مخالف تھے۔ لیکن یہ ناعاقبت اندیش طبقہ یہ سوچنے کی جسارت نہیں کرتا کہ علماء کرام پاکستان بننے کے مخالف نہ تھے...... بلکہ پاکستان بن جانے کے بعد اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اور پاکستان کے خلاف جو سازشیں ہونا تھیں...... وہ اس کے مخالف تھے اور جو کرتوت آج غیروں کو

Scanned with CamScanner

خوش کرنے کے لئے ہمارے حکمرانوں کے ہیں ان کرتوتوں کے علماء کرام مخالف تھے۔اسی سلسلہ کی ایک اہم پیش گوئی سید زادہ حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے قبل دہلی میں 5لاکھ کے عوامی مجمع سے خطاب کرتے ہوئے کی تھی جسے جناب جانباز مرزا صاحب مرحوم نے اپنی پیاری کتاب "کاروان احرار" میں نقل کیا ہے۔ذیل میں وہ خطاب لفظ بہ لفظ نقل کیا جاتا ہے۔اسے پڑھیں۔سوچیں اور فیصلہ کریں کہ ملک کے دشمن کون ہیں؟ اور محب وطن کون؟ حکمران آج جو کر رہے ہیں وہ ملک بچاؤ مہم ہے.....
یا.....پاکستان کو صفحہ ہستی سے مٹاؤ مہم ہے؟

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

دہلی ان دنوں ملکی اور غیر ملکی سیاستدانوں کا مرکز تھی۔ آقا اور محکوموں کے درمیان غلامی ختم کرنے کی بحث چل رہی تھی۔ مستقبل کے ہندوستان کا فیصلہ ہو رہا تھا۔ہندو اور مسلمان رہنما اپنی اپنی حد فاصل کی لڑائی میں مصروف تھے۔وقت ہندوستانیوں کے مقدر کا فیصلہ رقم کرنے کیلئے قلم سنبھالے بیٹھا تھا۔انہی دنوں ایک مرد درویش نے دہلی میں کھڑے ہو کر اقوام ہند کو للکارا۔یہ 26اپریل 1946ء کا ذکر ہے۔

شاہجہان کی مسجد کے سامنے کا میدان (اردو پارک) دلی کے عوام سے بھرا ہوا ہی نہیں بلکہ اچھل رہا تھا۔پانچ لاکھ سے زائد حاضرین کا اندازہ ہے۔

یہ مجلس احرار دہلی کا جلسہ تھا۔اس کی صدارت جمعیت علمائے ہند کے صدر شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کر رہے تھے۔اسٹیج سیکریٹری کے فرائض مجلس احرار کے صدر شیخ حسام الدین کے سپرد تھے۔کلہاڑیوں سے مسلح احرار سرخ پوش جلسے کے انتظام کو سنبھالے ہوئے تھے۔

رات اپنے سفر کی ابتدائی منزل طے کر چکی تھی کہ احرار رہنما سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ (امیر شریعت) جلسہ گاہ میں پہنچے۔عین اس وقت پنڈت جواہر لعل نہرو لارڈ سٹیفورڈ

Scanned with CamScanner

کر پس کی معیت میں جلسہ دیکھنے آئے۔

جواہر لعل نے کہا ”میں تو بخاری سے قرآن سننے آیا ہوں“ اس پر شاہ جی نے تقریباً پون گھنٹہ قرآن حکیم کی تلاوت کی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے آیات خداوندی کا نزول ہو رہا ہے۔ الفاظ جیسے جیسے بڑھتے گئے قرآن حکیم اپنے معنی و مطالب خود واضح کرتا چلا گیا۔ لاکھوں انسانوں کا اجتماع پتھروں کا ڈھیر معلوم ہو رہا تھا۔ چاروں طرف ہو کا عالم تھا۔ سناٹا ایسا کہ سوئی گرے تو آواز آئے۔ جیسے ہی قرآن حکیم کی تلاوت ختم ہوئی۔ پنڈت نہرو شاہ جی کے قریب آکر کھڑے ہو گئے اور معذرت خواہانہ انداز میں کہا“

”بھائیو! میں تو صرف بخاری سے قرآن سننے کے لئے حاضر ہوا تھا۔ اب میں اجازت چاہتا ہوں۔ برطانوی مشن کی آمد کے باعث مصروفیت زیادہ ہے“

یہ کہہ کر وہ اسٹیج سے اتر گئے۔ اسٹیج کافی بلندی پر تھا۔ اس پر سفید چادریں اور چاروں طرف تکیئے لگے ہوئے تھے۔ اس پر متحدہ ہندوستان کی عظیم شخصیتیں، جن میں مولانا حفظ الرحمن سہاروی، ماسٹر تاج الدین انصاری، حضرت مدنیؒ شیخ حسام الدین، مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی، مولانا احمد سعید اور اسی طرح کے دوسرے عظیم رہنما تشریف فرما تھے۔

ابتداء میں حضرت مدنیؒ نے صدارتی تقریر کی۔ ان کے بعد شیخ حسام الدین گویا ہوئے۔ انہوں نے احرار رضاکاروں کو جلسے کے انتظام کو سختی سے قائم رکھنے کی ہدایت کی۔ اس طرح رات کافی بیت چکی تھی کہ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اپنی تقریر کا آغاز کیا اور لوگوں سے کہا۔

”آپ لوگ درود شریف پڑھیں۔ پھر دوبارہ فرمایا۔ درود شریف پڑھیں۔ تیسری مرتبہ بھی یہی دہرایا۔ لوگ حیران تھے کہ آج سے پہلے شاہ جی نے تقریر سے پہلے ایسا کبھی نہیں کیا۔ اس سوال کے جواب میں شاہ جی نے خود ہی کہا۔

”آج میں نے یہ اسی لئے کیا ہے کہ اتنے بڑے اجتماع کے باوجود یار لوگ صبح کے اخبارات میں لکھیں گے کہ مجمع تو واقعی پانچ لاکھ کا تھا۔ مگر اس میں مسلمان ایک بھی نہیں تھا۔

Scanned with CamScanner

اس لئے میں نے درود شریف پڑھوالیا ہے تاکہ دوستوں کو معلوم ہو جائے کہ اس اجتماع میں مسلمان ہیں یا یہ اجتماع ہی مسلمانوں کا ہے"اس پر تمام مجمع کشت زعفران بن گیا۔

پھر خطبہ مسنونہ کے بعد کہا۔

"حضرات! آج میں نے کوئی تقریر نہیں کرنی......بلکہ چند حقائق ہیں جنہیں میں بلا تمہید کہنا چاہتا ہوں۔ اس وقت آئینی اور غیر آئینی دنیا میں خواہ دنیا کے اس علاقے کا تعلق ایشیا سے ہو یا یورپ سے۔ اس وقت جو بحث چل رہی ہے وہ یہ ہے کہ آیا ہندوستانی ہندو اکثریت کو مسلم اقلیت سے جدا کر کے برصغیر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے...... قطع نظر اس کے کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔

پاکستان کیا ہوگا؟

مجھے پاکستان بن جانے کا اتنا ہی یقین ہے جتنا اس بات پر کہ صبح کو سورج مشرق سے ہی طلوع ہوگا۔ لیکن یہ پاکستان وہ پاکستان نہیں ہوگا جو دس کروڑ مسلمانان ہند کے ذہنوں میں اس وقت موجود ہے اور جس کے لئے بڑے خلوص سے آپ کوشاں ہیں۔ ان مخلص نوجوانوں کو کیا معلوم کہ کل ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ بات جھگڑے کی نہیں سمجھنے اور سمجھانے کی ہے۔ سمجھا دو تو مان لوں گا لیکن تحریک پاکستان کی قیادت کرنے والوں کے قول و فعل میں بلا کا تضاد ہے اور بنیادی فرق ہے اور اگر آج مجھے کوئی اس بات کا یقین دلا دے کہ کل ہندوستان کے کسی قصبہ، کسی گلی میں...... کسی شہر کے کسی کوچہ میں...... حکومت الہیہ کا قیام اور شریعت اسلامیہ کا نفاذ ہونے والا ہے تو خدا کی قسم میں آج ہی اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آپ کا ساتھ دینے کو تیار ہوں...... لیکن یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے کہ جو لوگ اپنی اڑھائی من کی لاش اور چھ فٹ کے قد پر اسلامی قوانین نافذ نہیں کر سکتے، جن کا اٹھنا بیٹھنا، جن کا سونا جاگنا، جن کی وضع قطع، جن کا رہن سہن، بول چال، زبان و تہذیب، کھانا پینا، لباس وغیرہ کوئی چیز بھی اسلام کے مطابق نہ ہو وہ اس دس کروڑ کی ایک قطعہ اراضی پر اسلامی قوانین کس طرح

باور کر سکتے ہیں؟ یہ ایک فریب ہے اور میں یہ فریب کھانے کے لئے کسی طرح تیار نہیں ہوں۔ پھر آپ نے کلہاڑی کو دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر تقسیم کے بعد مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کا نقشہ سمجھانا شروع کر دیا۔ آپ نے کہا ادھر مشرقی پاکستان ہو گا، ادھر مغربی پاکستان ہو گا۔ درمیان میں ہندو کی چالیس کروڑ کی آبادی ہو گی۔ جس پر اس کی اپنی حکومت ہو گی اور وہ لالوں کی حکومت ہو گی۔

کون لالے؟ دولت والے لالے ہاتھیوں والے عیار لالے مکار لالے ہندو اپنی مکاری اور عیاری سے پاکستان کو ہمیشہ تنگ کرتا رہے گا۔ اسے کمزور کرنے کی پوری کوشش کرے گا۔ اس تقسیم کی بدولت آپ کے دریاؤں کا پانی روک دیا جائے گا۔ آپ کی معیشت تباہ کرنے کی کوشش کی جائے گی اور آپکی حالت یہ ہو گی کہ بوقت ضرورت مشرقی پاکستان، مغربی پاکستان کو اور مغربی پاکستان، مشرقی پاکستان کی کوئی بھی مدد کرنے سے قاصر ہو گا۔ اندرونی طور پر پاکستان میں چند خاندانوں کی حکومت ہو گی اور یہ خاندان زمینداروں، صنعت کاروں اور سرمایہ داروں کے خاندان ہوں گے۔ انگریز کے پروردہ فرنگی سامراج کے خود کاشتہ پودے نمبرداروں، نوابوں اور جاگیرداروں کے خاندان ہوں گے جو اپنی من مانی کارروائی سے محب وطن اور غریب عوام الناس کو پریشان کر کے رکھ دیں گے۔ غریب کی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔ ان کی لوٹ کھسوٹ سے پاکستان کے کسان اور مزدور نان شبینہ کو ترس جائیں گے۔ امیر دن بدن امیر تر اور غریب دن بدن غریب تر ہوتا چلا جائے گا۔

رات کافی بیت چکی تھی۔ حضرت امیر شریعتؒ اپنی سیاسی بصیرت کے موتی بکھیر رہے تھے۔ مستقبل سے ناآشنا مسلمان منہ کھولے انجانے واقعات کو حیرت واستعجاب کے عالم میں سن رہا تھا۔

شاہ جی نے ہندو سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

پاکستان کی بنیاد ہندو کی تنگ نظری مسلمان دشمنی پر استوار ہوئی ہے۔ دولت سے پیار کرنے والے ہندو نے گائے کی پوجا کی۔ پیپل مہاراج پر پھول چڑھائے۔ چیونٹیوں کے

Scanned with CamScanner

بلوں پر شکر اور چاول ڈالے۔ سانپ کو اپنا دیوتا مانا، لیکن مسلمانوں سے ہمیشہ نفرت کی۔ اس کے سائے تک سے اپنا دامن بچائے رکھا۔ پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ذات پات کے پجاری بڑے سے بڑے ہندو نے اچھوتوں پر اپنے مندروں کے دروازے کھول دیئے لیکن مسلمان کے لئے اپنے دل کے دروازے کبھی وا نہ کئے۔ آج اسی تعصب، تنگ نظری اور حقارت آمیز نفرت کا یہ نتیجہ ہے کہ مسلمان اپنا الگ وطن مانگنے پر مجبور ہوا ہے اور کانگریس سب کچھ دیکھ کر بھی اپنی مصلحتوں کی بناء پر خاموش رہی۔ اگر کانگریسی رہنما یا ہندو مہا سبھا آریاؤں...... جن سنگھی...... انتہا پسندی اور اسی قسم کی تحریکوں کو اپنے اثر سے ختم کر دیتے اور وہ یہ بھی کر سکتے تھے تو مسلم لیگ کو یہاں پنپنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہتی مگر کیا کیا جائے کہ یہ کوڑھ کانگریس کے اپنے اندر سے پھوٹا ہے۔ جو بیماری جسم کے اندر سے پیدا ہو اس کا علاج محض باہر کے اثرات سے نہیں ہو سکتا۔ کانگریس نے ہمارے ساتھ بھی نباہ نہ کیا۔ اگر مسلم لیگ سے بگاڑ پیدا کیا تھا تو نیشلسٹ مسلمانوں کی ہی بات مان لی ہوتی لیکن ایسا نہ ہو سکا اور ہوا کیا؟ کہ آج اس قدر قربانیوں کے باوجود دونوں فرنگی کو اپنا ثالث مان رہے ہیں۔ کون فرنگی؟ جو ہندوستان کے باسیوں کے لئے کبھی بھی صحت مند اور انصاف پر مبنی فیصلہ نہیں دے سکتا۔ اے کاش کانگریس نے ہم سے نہیں تو مسلم لیگ سے ہی بنائی ہوتی تاکہ آپس میں مل بیٹھ کر کوئی صحیح حل تلاش کر لیا جاتا۔"

رات کافی گزر چکی تھی۔ سحر قریب تھی اور حضرت امیر شریعتؒ بے تکان بولے جا رہے تھے۔ کیا مجال کہ ایک متنفس (آدمی) بھی کہیں سے ہلا ہو۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ جیتے جاگتے انسان نہیں بلکہ انسانی شکل و صورت کی پتھر کی مورتیاں پڑی ہیں۔ آخر میں حضرت امیر شریعت نے زوردار آواز میں کہا۔ "مسلم لیگ اور کانگریس دونوں سنو!

ع میر جمع ہیں احباب دردِ دل کہہ لے
پھر التفاتِ دلِ دوستاں رہے نہ رہے

شاہ جی کی پیشن گوئی

"یاد رکھو! اگر تم آج باہم مل بیٹھ کر کوئی معاملہ طے کر لیتے تو وہ تمہارے حق میں بہتر ہوتا۔ تم الگ الگ رہ کر بھی باہم شیر و شکر رہ سکتے تھے مگر تم نے اپنے تنازعہ کا انصاف فرنگی سے مانگا ہے اور وہ تم دونوں کے درمیان کبھی نہ ختم ہونے والا فساد پیدا کر کے جائے گا۔ جس سے تم دونوں قیامت تک چین سے نہیں بیٹھ سکو گے۔ اور آئندہ بھی تمہارا آپس کا کوئی سا تنازعہ باہمی گفتگو سے کبھی طے نہیں ہو سکے گا۔ آج انگریز کے فیصلے سے تم تلواروں اور لاٹھیوں سے لڑو گے تو آنے والے کل کو توپ اور بندوق سے لڑو گے۔

تمہاری اس نادانی اور من مانی سے اس برصغیر میں انسانیت کی جو تباہی ہو گی عورت کی جو بے حرمتی ہو گی، اخلاق و شرافت کی تمام قدریں جس طرح پامال ہوں گی، تم اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں وحشت و درندگی کا دور دورہ ہو گا۔ بھائی بھائی کے خون کا پیاسا ہو گا۔ انسانیت اور شرافت کا گلا گھونٹ دیا جائے گا۔ نہ کسی کی عزت محفوظ ہو گی۔ نہ مال و جان نہ ایمان اور اس کا ذمہ دار کون ہو گا؟ تم دونوں! لیکن تم یہ سب کچھ نہیں دیکھ سکتے۔ تمہاری آنکھوں پر تمہاری اپنی خود غرضیوں اور ہوس پرستیوں نے پردے ڈال رکھے ہیں اور تم ایک ایسے شخص کی مانند ہو جو عقل رکھتا ہے لیکن صحیح بات سوچنے سے عاری ہے۔ کان ہیں، مگر سن نہیں سکتا۔ آنکھیں ہیں مگر بصیرت چھن چکی ہے۔ اس کے سینے میں دل تو دھڑک رہا ہے مگر احساسات سے خالی محض گوشت کا ایک لوتھڑا

فانها لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور

ابھی تقریر جاری تھی کہ اتنے میں صبح کی اذان کانوں میں پڑی اور حضرت امیر شریعت نے دہلی والوں سے کہا۔

"میری یہ بات یاد رکھنا، حالات بتا رہے ہیں کہ اب زندگی میں جیتے جی پھر کبھی بھی ملاقات نہ ہو سکے گی۔"

Scanned with CamScanner

اب تو جاتے ہیں مے کدہ سے میر
پھر ملیں گے اگر خدا لایا

حضرات یہ تھے وہ چند حقائق جن کو میں بغیر کسی تمہید کے کہنا چاہتا تھا اور آج میں نے کہہ دیئے اور اب ؂

مانو نہ مانو جانِ جہاں اختیار ہے
نیک و بد ہم حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

دل سے جو بات نکلتی ہے

احرار رہنما سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے دہلی میں تقریر کے دوران پانچ باتوں کی نشاندہی کی۔

1۔ ادھر مشرقی پاکستان ہوگا۔ ادھر ایک ہزار میل کے فاصلے پر مغربی پاکستان ہوگا اور درمیان میں ہندو کی چالیس کروڑ آبادی ہوگی۔ وہ حکومت لالوں کی حکومت ہوگی۔ ہندو مکار ہے۔ وہ ہمیشہ پاکستان کو تنگ کرتا رہے گا۔

2۔ آپ کی حالت یہ ہوگی کہ بوقت ضرورت مشرقی پاکستان، مغربی پاکستان کی اور مغربی پاکستان، مشرقی پاکستان کی کوئی سی امداد کرنے سے قاصر ہوگا۔

3۔ تمہارے دریاؤں کے پانی روک دیئے جائیں گے۔ اسی طرح آپ کی معیشت تباہ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

4۔ پاکستان میں چند خاندانوں کی حکومت ہوگی اور یہ خاندان زمینداروں اور صنعت کاروں کے خاندان ہوں گے۔ جو اپنی من مانی کارروائیوں سے عوام الناس کو پریشان کریں گے۔ غریب کی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔ ان کی لوٹ کھسوٹ سے پاکستان کے کسان اور غریب مزدور نان شبینہ کو ترس جائیں گے۔ اس کے نتیجہ میں امیر دن بدن امیر تر اور غریب دن بدن غریب تر ہوتا چلا جائے گا۔

5۔ تم دونوں (ہندو اور مسلمان) نے (تقسیم کے وقت) فرنگی سے اپنا انصاف مانگا ہے۔ یاد

رکھو! وہ تم دونوں کے درمیان کوئی نہ کوئی ایسا فساد ضرور پیدا کر جائے گا کہ تم دونوں قیامت تک چین سے نہیں بیٹھ سکو گے۔ آج تلواروں اور لاٹھیوں سے لڑتے ہو، آنے والے کل کو توپ اور بندوق سے لڑو گے"

سیاستدان نہ تو پیغمبر ہوتا ہے کہ اس کی بات خدا کی بات (یقیناً) مانی جائے اور نہ ہی ولی ہوتا ہے کہ وہ جھوٹ سے اجتناب کرے۔ سیاست سوچ اور فکر کی ایک گیم ہے۔ اس میدان میں بڑے سے بڑا کھلاڑی بھی مات کھا سکتا ہے۔ پھر سیاست حرف آخر بھی نہیں کہ اس کے فیصلے متحرک نہ ہوں۔ اگر یہ سب حقیقت ہے تو ان نکات پر غور کریں۔ جن کا شاہ جی نے دہلی میں اپنی تقریر میں اشارہ کیا ہے۔

یہ بات تو انگریز جیسے سیاستدان سر سٹیفورڈ کرپس کی سمجھ میں بھی نہیں آئی کہ مغربی اور مشرقی پاکستان کا ایک ساتھ ربط کیسے قائم رہ سکتا ہے۔ جبکہ دونوں کے مابین ایک ہزار میل کا فاصلہ ہے اور درمیان میں چالیس کروڑ ہندو کی حکومت ہے جو دوست نہیں۔ بحری، بری اور فضائی راستے بھی اسی کے اقتدار میں ہیں۔ وہ جب چاہے اپنی سیاسی ضرورت کے تحت یہ راستے روک سکتا ہے...... چنانچہ گنگا ہائی جیکنگ کیس ہمارے سامنے ہے کہ اس کے بعد بھارت گورنمنٹ نے پاکستان کا کوئی جہاز مشرقی پاکستان نہیں جانے دیا تا آنکہ مشرقی پاکستان ہمیشہ کے لئے ہاتھ سے چلا گیا۔

یہ کہنا کہ ہندو اور انگریز تقسیم کے خلاف تھے۔ سیاسیات سے ناسمجھی کی بات ہے۔ دراصل دونوں ہی تقسیم کے حق میں تھے۔ انگریز اس لئے کہ اس کی اپنی اقتصادی حالت اس قابل نہیں تھی کہ وہ اپنی نو آبادیات پر مزید قبضہ رکھ سکے۔ لیکن جانے سے پیشتر وہ برصغیر کو اس انداز میں چھوڑ کر جانا چاہتا تھا کہ یہاں کے لوگ امن اور سکون سے نہ رہ سکیں۔

ہندو تقسیم کا اس لئے خواہش مند تھا کہ وہ بلا شرکت غیرے ہندوستان پر قابض ہو۔ ورنہ راج گوپال اچاریہ جیسا کٹر ہندو پاکستان کے حق میں کبھی آواز بلند نہ کرتا۔ اس کے ساتھ ہی ہندو عوام کو پریس کے ذریعے یہ بات سمجھا دی گئی کہ پاکستان کی مخالفت کرتے رہو تاکہ مسلمان اس مطالبے سے انحراف نہ کر جائے اور جذباتی مسلمان صرف اسی بنیاد پر پاکستان کا حامی ہوا کہ ہندو اس کا مخالف ہے۔

بنابریں شاہ جی کی قبل از وقت یہ دونوں باتیں (نمبر 1، نمبر 2) ان کی سیاسی بصیرت کی دلیل

کی جا سکتی ہیں۔

٭ "کہ تمہارے دریاؤں کے پانی روک دیے جائیں گے" اس سلسلے میں دریاؤں کی پوزیشن سمجھ لینی چاہیے۔

1۔ دریائے جہلم کشمیر کے "جل ارم" مقام سے نکل کر تریموں ہیڈ پر چناب سے ملتا ہے۔

2۔ دریائے چناب کشمیر سے نکل کر سیالکوٹ، گوجرانوالہ، گجرات، سرگودھا، جھنگ اور مظفر گڑھ میں بہتا ہے۔

3۔ دریائے راوی بھارت سے نکل کر لاہور، سیالکوٹ، شیخوپورہ، ساہیوال اور ملتان سے گزرتا ہے۔

4۔ دریائے ستلج بھارت سے نکل کر پاکستان میں "قصور" کے مقام سے داخل ہوتا ہے اور پنجند پر جہلم اور راوی سے ملتا ہے۔

5۔ دریائے بیاس بھارت سے نکل کر "قصور" کے مقام سے پاکستان میں داخل ہو کر پنجند پر جہلم، چناب اور راوی سے ملتا ہے۔

(یہ پانچوں دریا "مٹھن کوٹ" کے مقام پر دریائے سندھ سے ملتے ہیں)

تقسیم کے وقت جب دریاؤں کا مسئلہ زیر بحث آیا تو ان دونوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک انگریز مصنف مسٹر لیونارڈ موسلے اپنی کتاب "برطانوی راج کے آخری دن" میں لکھتا ہے:

"جس وقت لارڈ ریڈ کلف پنجاب تقسیم کر رہے تھے تو انہوں نے تجویز پیش کی تھی کہ پنجاب کے دریاؤں اور ان کے نہری نظام کو مشترک رکھا جائے۔ مسٹر محمد علی جناح اور پنڈت نہرو نے اس تجویز کی پر زور مخالفت کی۔ مسٹر جناح نے ریڈ کلف سے کہا۔ آپ اپنا کام کیجئے۔ پاکستان خواہ ریگستان بن جائے لیکن ہم نہری پانی کے لئے ہندوؤں کا احسان نہیں لیں گے۔ مسٹر نہرو نے ریڈ کلف سے کہا کہ یہ ہندوستان کی مرضی ہے کہ وہ اپنے دریاؤں کو جس طرح چاہے استعمال کرے۔ (ہفت روزہ اخبار جہاں۔ کراچی 13 جنوری 1971)

☆☆☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یا اللہ مدد

جیل میں خطاب

جمع و ترتیب

محمد راشد محمود صدیقی بہاولپوری

اسیر کوٹ لکھپت جیل لاہور نے جیل میں ہونے والے حضرت عثمانی صاحب کے اس خطاب کو قلمبند کیا

Scanned with CamScanner

جیل میں خطاب اور تجدید عزم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ٥ اَمَّا بَعْدُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ٥
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥ فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

قابل صد احترام میرے ہم سفر ہم مشن اسیران ناموس صحابہؓ کوٹ لکھپت جیل لاہور۔

آج 17 اکتوبر 2001ء کو ہم اور آپ یہاں اسیری کے دوران محترم ماسٹر افضل سعید شہیدؒ اور حافظ محمد رمضان شہیدؒ کے یوم شہادت کے موقع پر ان کو خراج تحسین پیش کرنے کیلئے اور تجدید عزم کیلئے۔ اس پروگرام میں جمع ہوئے ہیں۔ آج سے دو سال قبل اسی جیل کی انہی کال کوٹھریوں سے فرعون و نمرود کے جانشین شہباز شریف کے حکم پر ان دونوں حضرات کو جیل سے نکال کر جعلی پولیس مقابلہ میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے شہید کیا گیا۔

اور اس طرح جعلی پولیس مقابلوں میں متعدد مجاہدین سپاہ صحابہؓ کو جیلوں سے نکال کر شہید کرنے کا معمول بن چکا تھا۔ مگر مذکورہ دونوں شہداء کی قرآن پڑھتے ہوئے شہادت رنگ لائی ۔ اور قہر خداوندی کے نتیجے میں ان افراد کی شہادت کے صرف پانچ روز بعد شریفوں کی حکومت کا تختہ الٹ گیا اور انہیں گرفتار کر لیا گیا۔

خون پھر خون ہے گرتا ہے تو جم جاتا ہے
ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے

سامعین محترم آج یہ منظر آپکے سامنے ہے۔ نواز حکومت نے اپنی حکومت اور مادی اختیارات کے گھمنڈ میں ایران کی ایجنٹی کرتے ہوئے سپاہ صحابہؓ کے مشن کو اور داعی حق کے علمبردار مجاہدین کو کچلنے کیلئے۔ جس حد تک ظلم میں آگے نکل چکی تھی

اسکے نتیجے میں آج اللہ کی مار انکو پڑی اور وہ صرف اقتدار ہی سے نہیں بلکہ اپنے وطن سے ہاتھ دھو بیٹھے اور بڑی ذلت کے ساتھ ان کو ملک سے نکال دیا گیا۔

طاقت کے نشی حکمرانوں کا غصہ

میرے دوستوں یہ طاقت کا نشہ بھی عجیب نشہ ہے اور اقتدار کا نشہ بھی عجیب نشہ ہے۔ ان دونوں نشوں میں (مست) ہو کر جب حکمران ظلم کی حدیں پار کر رہے ہوتے ہیں تو اپنے برے انجام سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں۔ اسی نشہ میں مست فرعون نے ''اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی'' کا دعوی کیا مگر جب ڈوبنے لگا تو اپنے آپ کو بھی نہ بچا سکا۔ اور ایسے حکمرانوں کی بہادری صرف اتنی ہوتی ہے کہ وہ اپنے اور اپنے اقتدار کے مخالف سے ہمہ وقت خائف رہتے ہیں۔ چاہے وہ مخالف خود بیچارہ وسائل کے اعتبار سے، فوج اور اسلحہ سے خالی ہو تنہا ہو، اسکے پاس کچھ بھی نہ ہو، یہاں تک کہ وہ مخالف بچہ ہی کیوں نہ ہو۔ اس سے یہ اسطرح گھبراتے ہیں۔ جسطرح چوہے کے حواس بلی کو دیکھ کر باختہ ہو جاتے ہیں۔ قرآن پاک نے ''اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْد'' کا واقعہ سورۃ بروج میں بیان کیا ہے۔ قوم کے کافر بادشاہ کا ایک سرکاری جادوگر تھا۔ جب اسکی موت کا وقت قریب ہوا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ مجھے ایک ہونہار لڑکا دیں۔ جسکو میں ساحرانہ علم سکھا دوں۔ تا کہ میرے مرنے کے بعد تمہارے کام آتا رہے۔ چنانچہ بادشاہ نے ایک لڑکا اسکے سپرد کر دیا۔ لڑکے نے آتے جاتے راستے میں ایک عیسائی راہب جو کہ اس وقت کے اعتبار سے دین حق پر تھا۔ اس کے پاس آنا جانا شروع کر دیا راہب کے فیض سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ ایک دن راستے میں ایک شیر نے لوگوں کی راہ روک رکھی تھی۔ لڑکے نے پتھر اٹھایا اور کہا اے میرے رب اگر راہب کا مذہب سچا ہے۔ تو یہ شیر میرے پتھر مارنے سے مر جائے۔ چنانچہ اس نے پتھر مارا شیر مر گیا۔ لوگ لڑکے کے اندھے

Scanned with CamScanner

عقیدت مند ہو گئے۔ اور اپنی بیماریوں اور پریشانیوں کے علاج کیلئے اس سے کہنا شروع کر دیا۔ یہ سمجھ کر کہ شاید یہ داتا دربار لاہور سے یا بری امام سے اٹھکر آیا ہے۔ صاحب کرامت ہے ہماری بگڑی بنا دے گا۔ لڑکے نے عقیدہ کے بگڑے لوگوں سے کہا کہ یہ کام میں خود نہیں کر سکتا۔ بلکہ شفا دینے والا تو میرا اللہ ہے وہ وحدہ لاشریک ذات ہے۔ اگر تم اس پر ایمان لاؤ تو میں دعا کرتا ہوں۔ وہ تمہیں شفا دے گا۔ چنانچہ لوگ مسلمان ہونا شروع ہو گئے۔ لاعلاج بھی اللہ کے حکم سے شفا یاب ہونے لگے۔

بادشاہ کو معلوم ہوا تو اس پر برہم ہو کر راہب کو اور ایک نابینا۔ جس کو لڑکے کی دعا کی برکت سے اللہ نے بینا کر دیا تھا۔ دونوں کو قتل کروا دیا۔ اور لڑکے کے متعلق حکم دیا کہ اسکو پہاڑ پر لے جا کر وہاں سے گرا کر ہلاک کر دو۔ کیونکہ بادشاہ اسکو اپنے لئے خطرہ محسوس کرنے لگا۔ اس کو ایک معصوم سے ٹکر لیتے ہوئے شرم نہیں آئی۔ اپنی طاقت کے بل بوتے پر بچے کو مارنے کا حکم دے دیا۔

تم کتنے جھنگوی مارو گے

جو لوگ بچے کو پہاڑ سے گرا کر ہلاک کرنے کے لئے لے گئے۔ وہ خود گر کر ہلاک ہو گئے۔ مگر لڑکے کو اللہ نے بچا لیا۔ پھر بادشاہ نے دریا برد کرنے کا حکم دیا۔ وہ اس میں بھی بچ گیا۔ اور مختلف حیلے استعمال کئے۔ مگر لڑکے کو مار نہ سکا۔ چنانچہ لڑکے نے خود بتایا کہ تم مجھے مارنا چاہتے ہو تو لوگوں کو جمع کر کے ''بسم اللہ رب الغلام'' پڑھکر تیر مارو میں مر جاؤنگا۔ بادشاہ نے لوگوں کو جمع کر کے سولی پر لٹکا کر ایسا ہی کیا اور لڑکا اللہ کے نام پر شہید ہو گیا۔ اس پر موجود تمام بادشاہ کی رعایا نے جو کافر تھی۔ بیک آواز اقرار کیا۔ ''امنا برب الغلام'' ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ اب بادشاہ پریشان ہوا کہ جس بات کی وجہ سے میں ایک کو ختم کرنا

Scanned with CamScanner

چاہتا تھا۔ وہ ایک لڑکا تو شہید ہو گیا۔ مگر یہ سارے اسی کے عقیدے کے پیروکار بن گئے۔ چنانچہ اس نے خندقیں کھودوا کر سب کو جلانے کا حکم دے دیا۔ آپ اندازہ کریں۔ طاقت کے نشے میں بادشاہ نے احمقانہ حرکت کی۔ ایک مخالف کو راستے سے ہٹانے کی کوشش کی تو سارے مخالف ہو گئے۔ وہ ایک لڑکا مسلمان تھا پھر سارے مسلمان ہو گئے۔ آج یہی حماقت امریکہ کرنے پر تلا ہوا ہے۔ صرف سپر پاور ہونے کے نشہ میں۔ کہ اسامہ کو گرفتار کر دیا مار دو۔ اس کو یہ نہیں پتہ کہ اسامہ کی مخالفت کر کے اس حرکت کی وجہ سے دنیا بھر میں کتنے اسامے جنم لے چکے ہیں۔ جن کو کنٹرول کرنا صرف امریکہ ہی نہیں پوری دنیا کی کفریہ طاقتوں کیلئے ناممکن ہے۔ اس طرح پاکستان کے حکمران طاقت واقتدار کے نشہ میں ملک اسحاق صاحب اور بسرا کے پیچھے پڑ گئے ہیں کہ ان کو مارو تو شیعہ کے خلاف قتل غارت ختم ہو جائے گی۔ مولانا محمد اعظم طارق صاحب کو راستہ سے ہٹاؤ تو یہ آواز حق سپاہ صحابہؓ کی دب جائے گی۔ مگر انہیں معلوم نہیں کہ ایک حق نواز جھنگویؒ اور غازی حق نوازؒ کو راستہ سے ہٹاؤ گے۔ تو کئی پیدا ہو جائینگے۔ جن کو سنبھالنا تمہارے بس میں نہ ہو گا۔ اسی سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے سابقہ حکمرانوں نے اپنی ناکامیوں کو چھپانے کیلئے۔ جب دیکھا کہ ہمارے کروڑوں روپے خرچ کرنے اور ہر طریقہ استعمال کرنے کے باوجود بسرا گرفتار نہیں ہوا۔

تو انہوں نے جیل سے سپاہ صحابہؓ کے نہتے بے گناہ حافظ قرآن حضرات کو نکال کر جعلی پولیس مقابلوں میں مارنا شروع کر دیا۔ لیکن ایمان داری سے بتاؤ۔ وہ حکمران ان افراد کو شہید کر کے سپاہ صحابہؓ کی آواز حق کو دبانے میں کامیاب ہو گئے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اب سنیت کا بچہ بچہ حق نوازؒ کی اور غازیؒ کی آواز بن کر ابھر رہا ہے۔ اور ابھرتا رہے گا۔ تم نے حافظ رمضانؒ کو شہید کیا ماسٹر افضل سعیدؒ کو شہید کیا۔

Scanned with CamScanner

آج کتنے نوجوان ان کے مشن کو لے کر انکی طرح میدان عمل میں اتر چکے ہیں۔ سچ کہا ہے جس نے بھی کہا ہے۔

یہ بازی موت کی بازی ہے یہ بازی تم ہی ہارو گے
ہر گھر سے جھنگوی نکلے گا تم کتنے جھنگوی مارو گے

شہادت کیا ہے

میرے دوستو! میں شہادت کے حوالہ سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اگر چہ اس پر اسی جیل میں بھی اور باہر ملک بھر میں متعدد مرتبہ شہادت کے عنوان پر تفصیلی گفتگو کر چکا ہوں۔ مگر آج چند نئے موتی دینا چاہتا ہوں۔ شہادت بڑی با برکت موت ہے۔ شہادت گناہوں کا کفارہ ہے۔ شہادت جنت میں داخلہ کی پکی ضمانت ہے۔ شہید کے ''فلن یضل اعمال لھم ''اعمال ضائع نہیں کئے جاتے۔ حور عین اس سے نکاح کی منتظر ہوتی ہیں۔ خون کا قطرہ پہلا گرتے ہی جنت میں خود مقام دیکھ لیتا ہے۔ قیامت کے دن حساب کتاب سے نجات ہو گی۔ شہادت مختصر ترین راستہ ہے۔ جنت کا۔

دشمن کی، کافروں کی، ظالم حکمرانوں کی کوشش ہوتی ہے کہ اسلام کو اور اسلام کی آواز کو بلند کرنے والوں کو ختم کر دیا جائے انکو گرفتار کر کے اذیتیں دیکر ظلم وتشدد کر کے پریشان کیا جائے۔ جس سے یہ لٹ پٹ کر چل جائیں اور سدا پریشان رہیں۔ مگر اللہ پاک نے اسلام کی اشاعت اور دفاع و تحفظ کیلئے آنے والے مصائب اور مشکلات کو برداشت کرنے پر اتنے انعام کا اعلان کر دیا کہ مسلمان مجاہدین ان تمام تر ظلم وستم پر مبنی زیادتیوں کو کھلے دل سے برداشت کرتے اور ہنستے مسکراتے ان دشوار گزار وادیوں سے گزر جاتے ہیں۔ اور صبر استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے' وبشر الصابرین' کے مصداق اور ''ابشروا بالجنة'' کے مستحق بنتے

جاتے ہیں۔

غیرت وشہادت

غیرت کا جذبہ انسان سے بہت کچھ کر گزرنے کے فیصلے کروادیتا ہے۔اور یہ ہر انسان میں فطری طور پر موجود ہوتا ہے۔اور دنیا میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ لوگ ماں کی عزت، بیٹی کی آبرو، بہن کی آبرو، وطن کی آبرو، عقیدے کی آبرو پر غیرت میں آکر جان کی بازی لگادیتے ہیں۔جب عام انسان کی یہ حالت ہے تو پھر مسلمان اور مجاہدین اسلام کی غیرت تو صرف غیرت ہی نہیں بلکہ ایمانی چاشنی سے لبریز غیرت ہے۔تو اس ایمانی غیرت کی وجہ سے مسلمان مجاہد جہاں دین کے دفاع اور تحفظ ناموس رسالتؐ وناموس صحابہؓ کے لیے اولاد مال قربان کرتے ہیں وہاں پر رب تعالیٰ کا یہ حکم سامنے رکھ کر ''لن تنالو البر حتی تنفقو مما تحبون'' سرتن اور بدن کی قربانی سے گریز نہیں کرتا۔اور اسی کو جذبہ شہادت کہتے ہیں۔یہی جذبہ شہادت مسلمان کو اللہ کی توفیق سے بے سروسامانی کے باوجود ایسی جرات اور طاقت دیتا ہے۔کہ وہ پھر بڑی سے بڑی چٹانوں سے ٹکرانا معمولی تصور کرتا ہے۔اور ان مسلمانوں سے مجاہدین سے ٹکرانے والے ظالم کافر تمام تر وسائل اور فوج واسلحہ کی طاقت ہونے کے باوجود ڈرتے گھبراتے ہیں۔کیونکہ ان کو اپنی موت کی فکر ہوتی ہے۔جب کہ ایمانی غیرت اور شہادت کا جذبہ مجاہد کے ذہن سے موت کا خوف نکال دیتا ہے۔وہ مجاہد صرف اللہ سے ڈرتا ہے۔تو اللہ پاک سارے کافروں پر، ترھبون، اسکی ہیبت طاری کردتے ہیں۔اور وہ کافر اس سے ڈرنا شروع ہوجاتے ہیں۔یہی حالت آج بھی ہے سپاہ صحابہؓ کے بچے بچے سے ایرانی شیعہ اور شیعہ کے ایجنٹ حکمران خوف زدہ ہیں۔اور یہی خوف حکمرانوں کے لیے وبال جان ہے۔

Scanned with CamScanner

پریشانی یا خوشی

سابق حکمرانوں نے شیعوں کی ملی بھگت سے ہمارے حضرت جھنگویؒ سے لے کر ماسٹر حافظ رمضان اور غازیؒ تک سب کو راستے سے ہٹانے اور پریشان کر کے مشن چھوڑنے کے لیے سب کچھ کیا۔ مگر کامیاب نہ ہو سکے کیونکہ یہ جدید دور ہے۔ ہر شخص مختصر وقت میں بہت کچھ کرنا چاہتا ہے۔ سفر طویل سے طویل جہاز کے ذریعے اور بات فون کے ذریعے پوری دنیا میں کر سکتے ہیں۔ اور مختصر وقت میں اسی طرح اس دور میں یہ بات زیادہ قابل عمل ہونی چاہیے کہ جنت میں جانے کا راستہ بھی مختصر ہو جائے۔ تو اسکے لیے بہترین ذریعہ شہادت ہے۔ کہ ادھر روح قبض ہوئی ادھر جنت میں پہنچ جائے۔

سامعین گرامی قدر!

بات میں یہ کر رہا تھا کہ دشمن اور حکومت چاہتے ہیں کہ ان مجاہدین ناموس صحابہؓ کو انکی 'صدائے حق' دبانے کے لیے زدوکوب کریں پریشان کریں غمناک کریں۔ اس لیے وہ ہمیں اذیتیں دے کر جسمانی و ذہنی اور نظریاتی طور پر تارچ کرتے ہیں۔ تا کہ یہ جسمانی اور ذہنی طور پر مفلوج ہو جائیں۔ لیکن وہ اسیں بحمداللہ تمام ظلم وستم کی حدود کراس کر کے بھی کامیاب نہیں ہوتے۔ کیونکہ حکومت اسیری کی موت اور ہتھکڑیوں و بیڑیوں کی صورت میں جو شرمناک سلوک کرتی ہے۔ اس پر مجاہدین ناموس صحابہؓ سعادت سمجھ کر اکابر کی سنت سمجھ کر برداشت کرتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اس لیے کہ اس پر اللہ کے ہاں اجر ملتا ہے۔ یہاں آپ نے جیل میں مشاہدہ کیا بھی ہے۔ اگر غور نہ کیا ہو تو آج سے کر لیں کہ ہم اسیران ناموس صحابہؓ بحمداللہ ہشاش بشاش رہتے ہیں۔ تمام تر مشکلات کے باوجود۔ جبکہ ہمارے سروں پر نگرانی کے لیے مقرر کے گئے۔ آفیسر اور ملازمین

سپاہیوں کی حالت ملزمان جیسی ہوتی ہے۔ یہی حالت عدالت میں پیشی کے وقت ہوتی ہے۔ یہ محض اللہ کا فضل ہے۔ اور موقف اور مشن ،شیعہ کے کفر کے خلاف باہر بھی جیل میں بھی اسی طرح جاری وساری ہے۔ اب دشمنوں کی اور حکمرانوں کی یہی کوشش ہوتی ہے۔ کہ ان کو غمناک و پریشان کریں تاکہ یہ مشن چھوڑ دیں۔ چنانچہ شیعہ اور حکومت نے ہمارے علماء کرام ،حفاظ اور قرآء کو شہید کرنا شروع کر دیا۔ اور اس سلسلہ میں شہباز معلون نے اپنے دور حکومت میں فرعونیت کی جانشینی کا حق ادا کرتے ہوئے جیلوں سے نکال کر ہمارے درجنوں مجاہدین ناموس صحابہ کو شہید کر دیا۔ جس میں حافظ محمد رمضان شہیدؒ اور دوسرے ماسٹر افضل سعید شہیدؒ جنکی یاد میں آج ہم یہاں جمع ہیں۔ انکو تلاوت کرتے ہوئے شہید کر دیا۔ تاکہ یہ غمناک ہوں ، پریشان ہوں ، لیکن اللہ پاک فرماتے ہیں ،فرحین ، یہ تو شہید ہونے کے بعد بھی خوش ہو گئے۔ میں انکو خوش کر دیتا ہوں۔ تم ان کو غمناک کرنا چاہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ،فرحین بما اٰتھم اللہ من فضلہ ، وہ تو اللہ کے فضل سے خوشی اور مسرت کا اظہار کر رہے ہیں۔ میرے محترم دوستو! آج دنیا میں جتنے انسان ہیں مسلم وغیر مسلم ان کی دن رات کی مصروفیات ساری جدوجہد ساری محنت صرف اور صرف اس لیے ہے کہ ہمیں خوشی سکون مل جائے۔ ہم جب شہادت کی بات کرتے ہیں۔

تو لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو جی یہ تو مرنے کے لیے پھر رہے ہیں۔ سب گھر والوں کو پریشان کریں گے۔ اللہ پاک فرماتے ہیں کہ نہیں۔ پریشان نہیں بلکہ شہادت سے میں خوشی دیتا ہوں۔ اس لیے ہم بھی خوشی کے حصول کے لیے ساری جدوجہد کر رہے ہیں۔ پسند اپنی اپنی ہے کہ کوئی خوشی دنیا کی محبت مین تلاش کرتا ہے ۔ دولت اور خوبصورت عورت میں اچھے بنگلوں میں خوشی محسوس کرتا ہے اور تلاش

Scanned with CamScanner

کرتا ہے۔لیکن یہ ساری خوشیاں عارضی ہیں۔دائمی حقیقی خوشی شہادت کے ذریعے جنت میں ملتی ہے تو میرے دوستو ہمارے شہدائے ناموس صحابہ شہید ہو کر ہم سے جدا ہو گئے۔ہمیں اس جدائی کا دکھ تو ضرور ہے۔کہ قیمتی مجاہدین ناموس صحابہؓ سے ہم محروم ہو گئے۔مگر خوشی اس بات کی ہے کہ جہاں گئے وہاں جنت میں خوش ہیں۔میں نہیں کہتا بلکہ اللہ پاک کا قرآن کہتا ہے۔ایک ہی جگہ پر تین مرتبہ ان شہداء کی خوشی کا تذکرہ کیا۔نمبر ا ''فرحین بما اٰتٰھم اللہ من فضلہ '' ترجمہ:(خوشی کرتے ہیں اس پر جو دیا ان کو اللہ نے اپنے فضل سے)اس پر علماء کرام نے لکھا ہے کہ جسطرح ہم اعلیٰ درجہ کے ہوائی جہاز پر بیٹھ کر لحہ بھر میں جہاں چاہتے ہیں اڑتے چلے جاتے ہیں۔اسی طرح شہید' حواصل طیور خضر (پرندہ) میں داخل ہو کر جنت کی سیر کرتے ہیں۔حکمرانوں تم ان کو پریشان کر کے ہمارے شہداء کی پروان دنیا میں روکتے ہو اللہ پاک ان کو خوشی کے ساتھ جنت میں پروان دیتے ہیں۔اور دوسری خوشی کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن پاک میں اعلان ہوتا ہے ''ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم '' ترجمہ:اور خوشی ہوتی ہے انکی طرف سے جو ابھی تک نہیں پہنچے انکے پاس) یعنی وہ مسلمان اور مجاہدین جو ان کے شانہ بشانہ لڑ رہے تھے ان کے لیے بھی ان شہداء کو خوشی ہوتی ہے۔کہ واقعی وہ اچھے رستے پر چل رہے ہیں۔اور انکو کوئی خوف غم نہیں ہوگا۔جب وہ ہماری طرح شہید ہو کر اپنے مشن پر استقامت رکھتے ہوئے ایمان کی حالت میں فوت ہو جائینگے تو اسی نعمتوں والی جنت میں پہنچے گے۔یہاں پر یہ بات بھی اپنے ہمسفر ہم مشن مجاہدین ناموس صحابہؓ سے کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے شہداء ساتھیوں کی جنت میں یہ خوشی ہمارے متعلق اس صورت میں ہے۔کہ جبکہ ہم بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دشمن کے مقابل اسطرح ڈٹ کر کام کرتے رہیں۔مثلاً جسطرح مولانا جھنگویؒ،مولانا فاروقیؒ،مولانا قاسمیؒ،مولانا

Scanned with CamScanner

ذیب مریم اور دیگر شہداء نے شیعہ کے خلاف سینہ سپر ہو کر کام کیا ان شہداء کی خوشی

اس میں ہے کہ ہم بھی اسی طرح کام کریں ۔ ورنہ ہم نرم رویہ شیعہ کے خلاف

مصلحت پسندانہ رویہ اختیار کر کے شیعہ کو خوش کریں گے ۔ مگر یاد رکھو! جھنگوی

شہید کی روح تڑپ جائے گی ۔ کہ میں صاحب کچھ جس مشن کے لیے قربان کر آیا

ہوں ۔ آج اس مشن پر یہ خاموشی، کاہلی، مصلحت پسندی کو اختیار کر رہے ہیں ۔ اگر

تم چاہتے ہو کہ اللہ کے ساتھ ساتھ تمہارے شہید ہونے والے شہداء بھی خوش ہوں تو

پھر مشن جھنگوی کو فکر جھنگوی کی طرح چلائیں ۔ تیسری بات شہداء اس وجہ سے بھی

خوش ہوتے ہیں کہ "یستبشرون بنعمته من اللہ" ترجمہ: کہ اللہ کا وعدہ شہادت کے

بدلے میں نبیوں کی زبانی جو سنا تھا وہ پورا ہوا ۔ اور واقعی اللہ نے بڑے اعلیٰ

انعامات سے نوازا ہے ۔

اب بتائیں جن کو تم شہید کرتے ہو ۔ غمناک پریشان کرنے کے لیے ۔ اللہ

پاک تو ان کو اتنی ساری خوشیاں دیتے ہیں ۔ اور جسے جس کام میں خوشی مل رہی ہو

۔ بھلا وہ کام کوئی چھوڑ سکتا ہے ۔ قطعاً نہیں ۔ کیا آپ اس شہادت کی راہ کو، مشن کی

راہ کو چھوڑ دیں گے ۔ جن پر حافظ محمد رمضان شہیدؒ اور ماسٹر افضل سعیدؒ چل کر شہید

ہوئے؟ (جواب ۔ ہرگز نہیں) نعرہ تکبیر اللہ اکبر ۔

نمازوں میں شہادت کی دعا

پھر دعا کیا کرو اللہ پاک ہمیں مشن پر استقامت دے ۔ اور شہادت کے

اعلیٰ مقام سے نوازے ۔ آمین ۔ کیا آپ دعا کرتے ہیں ۔ شہادت کے

لیے ۔ (جواب: کرتے ہیں) لیکن نماز میں دعا کیا کرو ۔ بلکہ آپ نماز میں دعا

کرتے تو ہیں مگر آپ کو پتہ نہیں کہ آپ نماز میں شہادت کی دعا کرتے ہیں کہ نہیں' پتا

ہے' نہیں' چلو میں بتا دیتا ہوں مگر ایسا نہ ہو کہ میں شہادت کی دعا کی نشاندہی کروں

Scanned with CamScanner

اور آپ وہ آیت ہی پڑھنا چھوڑ دیں ۔(مسکرا کر اور حیران ہو کر سامعین نے جواب دیا۔نہیں ۔نہیں) یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ باہر جب ہم یا دیگر علماء کرام دعا کراتے ہیں تو .... اس میں یہ بات آپ نے نوٹ کی ہو گی ۔کہ جب دعا مانگتے ہیں ۔یا اللہ کاروبار میں ترقی دے تو زور سے آمین ۔کی آواز آتی ہیں ۔یا اللہ اچھی خوبصورت بیوی دے ۔اچھی گاڑی دے ۔اچھی نوکری دے تو زور زور سے کہتے ہیں ۔آمین ۔لیکن جب کہتے ہیں کہ یا اللہ شہادت کی موت دے ۔تو مجمع سے آواز بالکل پست ہو جاتی ہے اور ہلکی سی آواز آتی ہے (آمین) اس لیے خدشہ ہے کہ میں نشاندہی کروں اور آپ نماز میں وہ آیت ہی پڑھنا چھوڑ دیں ۔جسمیں شہادت کی دعا ہے ......نہیں چھوڑ یںگے ؟ تو ٹھیک ہے میں بتا دیتا ہوں ۔توجہ فرمائیں ۔ہر نماز میں جب آپ سورت فاتحہ پڑھتے ہیں تو اسمیں آپ یہ دعا بھی مانگتے ہیں کہ ''اھدنا اصراط المستقیم '' اللہ ہمیں سیدھی راہ دکھا۔کونسی راہ ۔ان لوگوں کی کہ ''صراط الذین انعمت علیھم '' جن پر تو نے انعام کیا۔وہ کون لوگ ہیں ۔اسکی وضاحت اللہ پاک نے سورۃ نساء میں فرما دی ہے ۔اولئک الذین انعم اللہ علیھم من النبین والصدیقین والشھداء والصالحین ۔ترجمہ: یعنی کہ انبیا کرامؑ ۔صدیقین شہداء ۔صالحین ۔مذکورہ دعا میں ہم چاروں چیزوں کا تذکرہ کرتے ہیں ۔یعنی کہ اللہ ہمیں انبیا کرامؑ کی راہ پر چلا ۔کیونکہ نبوت کا سلسلہ تو ختم ہو چکا ہے ۔یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ اللہ ہمیں نبوت عطا کر ۔(معاذ اللہ) بلکہ نبی والا کام کرنے کی اور ان کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرما ۔اسی طرح یا اللہ ہمیں صدیقین کی صف میں شامل فرما ۔ہمیں سچا بنا ۔یہ درجہ بھی اصل میں سیدنا صدیق اکبرؓ کا ہے کہ اسکے حقیقی مصداق اور اول مصداق صدیق اکبرؓ تھے ۔تیسری دعا یہ کرتے ہیں کہ اللہ ہمیں شہداء میں شامل فرما ۔یعنی کے شہادت کی موت اللہ ہمیں عطا فرمائیں ۔اور چوتھی

Scanned with CamScanner

دعا آخری دعا اے اللہ صالحین نیکو کار بھی بنا۔تو اس مذکورہ آیت اھد نا الصراط المستقیم' میں نماز میں شہادت کی موت مانگتے ہیں۔آئندہ اس آیت کوتوجہ کے ساتھ پڑھا کریں۔جنکو واقعی شہادت درکا ہو۔ٹھیک ہے۔

حضرت عمرؓ اللہ کے بے حد بے انتہا انعامات کے باوجود ہمیشہ دعا کرتے تھے۔الھم انی اسئلک شھادۃ فی سبیلک' اللہ مجھے شہادت کی موت نصیب فرما۔حضرت عثمان غنیؓ بھی دعا کرتے تھے۔اللھم احینی سعیداً وامتنی شھیداً۔ اللہ مجھے زندگی سعادت والی موت شہادت والی عطا فرمائیں۔آپ بھی یہی دعا کریں اسکو زبانی یاد کرلیں۔

شہید کے لیے انعامات

قابل قدر سامعین کرام! عرض میں یہ کررہا تھا کہ دشمن اور حکومت مجاہدین ناموس صحابہؓ کو شہید کرنا چاہتے ہیں۔غمناک افسردہ کرنا چاہتے ہیں۔جبکہ اللہ پاک فرماتے ہیں۔میں ان کو ایسی خوشیاں دیتا ہوں کہ دنیا میں اسکا تصور بھی نہیں کرسکتے۔چنانچہ قرآن پاک نے اسکا بڑا خوبصورت نقشہ کھینچا ہے۔آیئے توجہ کریں۔میں آپکو قرآن سنت کی روشنی میں ان شہداء کی خوشی کی حالت بتاتا ہوں۔جس سے ان کے مقام انعام درجات کا بھی آپ کو اندازہ ہوگا۔اوران کے وارثین اہل خانہ کے لیے بھی یقیناً تسلی اور صبر کا ذریعہ بنے گا۔سنو حکمرانوں حافظ رمضان اور ماسٹر افضل سعید۔مولانا سیف اللہ خالد شہیدؒ۔نورگل شہیدا اور دیگر شہید ونکو بے دردی سفاکیت کے ساتھ شہید کرنے والو آج تم ملک سے ذلت کے ساتھ نکل کرغیروں کے در پر دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہو۔اور جنہیں تم نے حقیر سمجھ کر ذلت کا نشانہ بنایا۔وہ شہداء آج حواصل طیور خضر میں داخل ہوکر جنت میں اڑتے ہنستے' کھیلتے' مہکتے' چہکتے' ہیں''اولئک لھم جنت عدن ''ان شہداء کے

لیے جنت عدن ہے بسنے والی - یعنی کہ وہ شہدا بجنت عدن میں ہیں - جہاں نہریں بہتی ہیں - ''یحلون فیھا من اساور من ذھب'' سونے کے کنگن انکو پہنا دیئے گئے ہیں ''یلبسون ثیاباً حضرًا '' سبز رنگ کا لباس پہنا دیا گیا ہے - ریشم کا متکئین فیھا علی الارائک - مسہریوں پر یوں تکیہ لگائے بیٹھے ہیں وزوجنھم بحورعین - انؐ کی شادیاں کر دی گئیں ہیں - حورعین بڑی آنکھوں والی حوروں کے ساتھ - آپ بتائیں وہ خوش ہیں مزے میں ہیں - یا غمناک اور پریشان - (جواب خوش ہیں) حکمرانوں تم نے ان کو افسردہ کیا مگر اللہ نے ان کو آسودہ کر دیا - تم نے انکو بیویوں سے جدا کیا - اللہ تعالیٰ نے انکو حورعین سے بیاہ دیا - تم نے انکو بے آرام کیا گھر سے بے گھر کیا - تم نے انکو پریشان کیا - اللہ نے انکو اعلیٰ جنت عدن دیکر فرمادیا - ''نعم الثواب'' کیا خوب اوراچھا بدلہ ہے - ''وحسنت مرتفقاً'' کیا ہی خوب ٹھکانہ آرام عطا کر دیا - (حاضرین سبحان اللہ - ماشااللہ)

نبوت اور شہید کا درجہ

توجہ فرمائیں سامعین محترم ! - اسی پر بس نہیں شہداء پر تو اللہ پاک نے بے انتہا انعامات کی بارش کی ہے - آج بڑی اور ایک اہم بات آپ کو بتانا چاہتا ہوں - علماء کرام سے آپ نے شاید یہ بات نہ سنی ہو - علماء کرام بنے مفسرین نے اس پر خوب لکھا ہے - کہ شہادت کا درجہ نبوت کے بغیر تیسرے نمبر پر ہے علامہ ابن النحاسؒ نے مشارع الاشواق میں - اولئک الذین انعمہ اللہ - الخ - اس آیت کے تحت ایک حدیث لکھی ہے - کہ انبیاً شہید سے صرف درجہ نبوت میں افضل ہیں - لکھتے ہیں کہ ممکن ہے - یہ حدیث شہداء کے بارے میں ہو لیکن آیت بالا میں ترتیب بھی اس بات کی تاکید کرتی ہے - کہ پہلے نبوت پھر صدیقین کا درجہ تیسرا درجہ شہید کا اور پھر صالحین کا - شہید مقام نبوت کے بعد تیسرے درجہ پر ہے - (شہدائے اسلام

Scanned with CamScanner

سامعین گرامی قدر!۔ اس بات کی مزید تائید واضح طور پر اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا۔کہ جنت میں ایک ایسا محل ہے جسمیں سوائے نبی وصدیق اور شہداء کے کوئی داخل نہیں ہوسکتا۔(بحوالہ وصف الفردوس)

اس فرمان سے شہید کا درجہ نبوت کے بعد اعلیٰ ترین اور تیسرے نمبر پر واضح ہوتا ہے۔حکومت کو حضورﷺ کے ان فرامین پر غور کر کے اپنی اسلام دشمنی مجاہدین سے نفرت آمیز سلوک پر نظر ثانی کرنا چاہیے۔کہ یہ طبقہ اقتدار کے نشہ میں مجاہدین کو دہشت گرد قرار دیکر انکی معصوم جانوں سے کھیلتا ہے۔محض اپنی نوکری اور اقتدار کے لیے۔اور یاد رکھیں کہ کل روز قیامت شہداء انبیا کرام کے ساتھ جنت عدن میں ہونگے اور تم ان شہداء کی دشمنی کے وجہ سے دھتکارے جارہے ہو گے۔جنرل مشرف نے بھی اپنے ایرانی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے گزشتہ دنوں غازی حق نواز شہیدؒ کے متعلق ہرزہ سرائی کرتے ہوئے کہا کہ اخباروں والوں نے غازی حق نوازؒ کو ویسے ہی ہیرو بنا کر پیش کیا۔مشرف ہوش سے بات کر یہ جرنیلی۔یہ منصب ہمیشہ نہیں رہتا اپنے اقتدار اپنے اختیارات۔اپنی مادی قوت پر گھمنڈ نہ کر یہ سوچ کہ تیری اپنی ذاتی حیثیت کیا ہے۔اگر مجھ سے پوچھتا ہے تو سن میں اللہ پر بھروسہ کر کے کہتا ہوں۔اسیری کے دوران پابند سلاسل بیڑیوں سے آراستہ ہوں۔مگر اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ خدا کی قسم حق نوازؒ واقعتاً ہیرو ہے۔اور مشرف اس کے مقابلے میں بالکل زیرو ہے۔(حاضرین مجلس۔بے شک،بے شک)اور یہ بات محض جذبات میں یا تصنع بازی میں نہیں کہی بلکہ قرآن وسنت کے بے شمار دلائل سے ثابت شدہ حقیقت ہے کہ مشرف زیرو ہے۔اور غازی حق نوازؒ ہیرو ہے۔یقین نہ آئے تو کل میدان حشر میں فیصلہ انشاءاللہ تمہارے سامنے ہوگا۔

Scanned with CamScanner

جنت عدن کا مقام نبیؑ۔ صدیقؓ۔ شہیدؓ کے لیے

میرے مکرم ساتھیوں!۔ شہید کی خوش نصیبی اور خوش قسمتی بڑے ناز کے قابل ہے۔اس مقدس مبارک موت پر جتنا ناز کیا جائے۔ جتنا فخر اور رب کا شکر کیا جائے کم ہے۔ میں شیعہ سے بھی کہتا ہوں اور پولیس افسران سے بھی جو اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل کے لیے اپنے ناپاک ہاتھوں سے ہمارے علماء کرام کو شہید کرتے ہیں۔ ٹھیک ہے۔ان کی جدائی کا ہمیں دکھ ہوتا ہے۔ان کا خلا پورا کرنا مشکل ہے۔لیکن تم ان شہداء کو ان کی مسندوں (امام خطیب) سے ہٹاتے ہو۔راہ سے ہٹاتے ہو۔ بظاہرا خاک تلے دباتے ہو۔مگر اللہ پاک انکو جنت کا اعلیٰ مقام دیتے ہیں اور پھر عام اعلیٰ مقام نہیں بلکہ جنت عدن ۔والی اعلیٰ ارفع جنت عطا فرماتے ہیں۔اور سنو یہ خوشخبری بزبان محمد مصطفےٰ ﷺ ہم تک پہنچی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا۔جنت عدن لایدخل فیھا الا الانبیا والشھدا والصدیقون و فیھا مالم یرہ احد ولا خطو علی قلب بشر کہ جنت عدن میں صرف انبیاؑ۔ صدیقؓ۔شہید ہونگے۔یعنی کے جنت عدن میں مقام نبوت اور صدیقیت کا بھی ہے اور شہید کا بھی ہے۔اور پھر اس جنت عدن میں کوئی شریف و مشرف داخل نہیں ہو سکتے۔ (کیونکہ یہ ظالم ہیں۔ الا کہ یہ توبہ کریں) گویا کہ آج جعلی پولیس مقابلوں میں شہید ہونے والے شہداء کرام جنت میں عدن میں انبیاء کے ساتھ قیام پذیر ہونگے۔اور جنت عدن ہے کیسی اور کتنی۔

جنت عدن اور ٹریڈ سنٹر

اگر کسی عام جنت کے معنیٰ میں لیا جائے تو حضور ﷺ نے فرمایا دارلمومن فی الجنتہ من الولوۃ واحدۃ فیھا اربعون قصراً۔الخ۔ترجمہ: مومن کا گھر جنت میں ایک چمکدار موتی کا ہوگا۔جسمیں چالیس محلات ہونگے۔آج لوگ

امریکہ کے ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی بات کرتے ہیں۔ایک سو دس منزلہ تھا۔ بہت بڑا تھا۔اس ٹاور میں تر تالیس ہزار چھ سو کھڑکیاں تھیں۔دس ٹی وی سٹیشن تھے۔اکہتر لفٹس تھیں۔چار لاکھ پچیس ہزار کیوبک کنکریٹ استعمال ہوا تھا۔مگر ایک جہاز کی مار تھی۔ملبہ کا ڈھیر لمحہ بھر میں بن گیا۔بش اور ٹونی بلیئر۔پاگلوں کی طرح اسامہ کو شہید کرنے کے در پے ہیں۔لیکن تم بھی یہ نہ بھولنا کہ اس کے بدلے میں تمہیں ذلت و خواری ملے گی۔اور اسامہ جیسے مجاہدوں کے لیے اللہ نے۔جنت عدن تیار کر رکھی ہے۔جو کہ ایک موتی نما ہے۔اور اس میں یعنی موتی کے اندر چالیس محلات ہیں۔اور ہر قسم کی آسائش سے مزین ہے۔جس کو قیامت کے بعد اللہ نے دوام بخشا ہے۔تم نے کروڑوں کھربوں ڈالر لگا کر پچیس سو مزدوروں کے ہاتھوں ایک ٹاور بنایا جو کہ شہداء کے جذبہ شہادت کی نذر ہو گیا۔جبکہ میرے اللہ نے کن کہہ کر جنت عدن کو بنایا اور مجاہدین ناموس صحابہؓ نے ڈالر لگا کر نہیں کفر سے جان لڑا کر اس جنت عدن کو خرید لیا اور اسکے مستحق بن گئے ہیں۔اللہ پاک ہم سب کو وہ مقام ایمان شہادت کی موت کے بدلہ میں عطا فرمائیں۔آمین ثم آمین۔

وہ لوگ جنہوں نے خون دے کر پھولوں کی رنگت بخشی
دو چار سے دنیا واقف ہے گم نام نہ جانے کتنے ہیں

آخری بات میں عرض کرتا ہوں۔مکمل توجہ فرمائیں۔

شہداء کے وارثو

آج حافظ محمد رمضان شہیدؒ اور ماسٹر افضل سعید شہیدؒ غازی حق نواز شہیدؒ ہم میں موجود نہیں۔مگر انکا نظریہ مشن جس کے لیے وہ جان دے گئے تھے۔وہ ہم میں موجود ہے اس اعتبار سے گویا کہ ہم ان کے وارث ہیں۔جسطرح باپ کے مرنے کے بعد اس کی پراپرٹی و دیگر مال و املاک کی وارث اولاد ہوتی

ہے۔ اسی طرح شہداء کے مشن کے وارث ہم ہیں۔ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ من المومنین رجال صدقوا ما عاھد واللہ علیہ کہ ایمان والوں میں سے ایک وہ طبقہ ہے کہ جس نے بیعت کے وقت رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر جو اقرار اور معاہدہ کیا تھا۔ اسلام پر مستقیم رہنے اور جان کی بازی لگانے کا۔ وہ پورا کر چکے ہیں۔ اور وہ ہے فمنہم من قضیٰ نحبہ اور دوسرا طبقہ ومنہم من ینتظر۔ انکی جیسی قربانی دینے کے لیے منتظر ہیں۔ لیکن جو مشن ان شہداء کا تھا اس پر مضبوط اور مستحکم ہیں۔ وما بدلو تبدیلا۔ ذرہ برابر بھی نہیں بدلے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وارث کی وراثت جو کہ مشن کی صورت میں ہے اسکا حق یہ ہے کہ اس پر جس طرح وہ چلے تھے۔ اس طرح تم بھی چلو۔ صحابہ کرامؓ کے دور میں جو صحابہؓ شہید ہو گئے وہ جو مشن چھوڑ گئے تھے باقی ماندہ صحابہ کرامؓ بھی انکے مشن کو جوں کا توں باقی رکھا ذرہ برابر بھی تبدیلی نہیں کی (بلکہ سختی آئی نرمی نہیں) سپاہ صحابہؓ کے اسیرو!۔ ہمارے لیے مشکل راہ ہے کہ ہم ان صحابہؓ کے بھی وارث اپنے شہداء کے بھی وارث ہیں ہمیں بھی وراثت کا حق ادا کرنا چاہیے۔ اور وہ اسی صورت میں ہے کہ صحابہؓ نے کفر کے مقابلہ میں نرمی نہیں کی۔ لہذا ہمیں بھی نرمی مصلحت پسندی سے گریز کرنا چاہیے۔ تب ہی ہم صحیح وراث بن سکتے ہیں اور ایسا اگر ہم کرلیں تو پھر انشاء اللہ وہ دن دور نہیں کہ شیعہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے میں دیر لگے۔ ہم جن شہداء کے وارث ہیں۔ انکا لہو ہمیں پکار پکار کر مشن کی تکمیل کے لیے جدوجہد کو تیز کرنے اور منزل مقصود تک پہنچانے کے لیے جھنجوڑتا ہے۔ اور مجھے سپاہ صحابہؓ کے بانی شہید حق مولانا حق نواز جھنگویؒ کے الفاظ ہر وقت کانوں میں سنائی دیتے ہیں۔ کہ ہتھکڑی کیا کرے گی۔ بیڑی کیا کرے گی۔ مقدمات کیا کرینگے۔ جیلیں کیا کرینگی۔ گولی کیا کرے گی۔ جو رات قبر میں آنی ہے۔ وہ ساری دنیا باہر لانا چاہے نہیں آسکتی۔ اور جو قبر

میں رات آنی ہے وہ کوئی طاقت باہر نہیں لا سکتی۔ جب موت کا وقت مقرر ہے تو پھر نرمی کیوں ، مصلحت کیوں ، عافیت کوشی کیوں۔ شیعہ کی تائید اور حکمرانوں کی چاپلوسی کیوں ؟ باہر کیوں نہیں نکلتے جرأت کرا ور شیعہ کو وہ لگام دے۔ جب اسیری کے دوران یہ جذبات ہیں تو پھر آزاد فضاؤں میں کام کرنے والے دوستوں سے بھی کہتا ہوں۔ شہداء کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانا آپ وارثوں کا کام ہے۔ رہی بات حکمرانوں کی مخالفت کی اور سخت قوانین کی تو پھولوں کی سیج پر تو کسی پیغمبر نے بھی کام نہیں کیا۔ ہم کس باغ کی مولی ہیں۔ انبیاء علیہم السلام نے مقدس ترین ہو کر بھی کانٹوں پر چل کر دین کو پھیلایا۔ ہم آرام طلب ہو کر حق بات نہیں منوا سکتے۔ لہذا ہمیں جرأت کیساتھ اپنے شہداء کی لاج رکھتے ہوئے کفر سے ٹکرا جانا چاہیے۔ جس طرح شہداء ٹکرائے۔

مقصد کے لیے جو بہہ جائے وہ پاک خون سستا تو نہیں
ہر روز افق پر بجتا ہے شہیدوں کا لہو چھپتا تو نہیں

حکمرانو، شیعو! ۔ جو تم سے ہو سکتا ہے کر گزرو، فاقض ما انت قاض۔ جو کر سکتے ہو کرلو جان لٹا دینگے مگر انشاء اللہ مشن سے روگردانی نہیں کرینگے۔

تراشہ

تین بچے

مولانا عبدالمالک کاندھلوی فرماتے ہیں کہ ہر چیز کا بچہ بچپن میں بھی حسین ہوتا ہے اور بڑا ہو کر بھی اسکا حسن برقرار رہتا ہے۔ مگر تین بچے ایسے ہیں کہ جتنے جتنے بڑے ہوتے ہیں ان میں نحوست محسوس ہونا شروع ہو جاتی ہے اور بُرے لگتے ہیں۔ نمبر۱ شیعہ کا بچہ نمبر۲ کتے کا بچہ نمبر۳ گوھے کا بچہ۔

علامہ عثمانی صاحب کا جیل سے شاہکار انٹرویو

یہ انٹرویو مولانا اعظم طارق صاحب محمود اقبال صاحب حافظ احمد بخش ایڈووکیٹ صاحب مولانا مسعود الرحمان عثمانی صاحب کی رہائی کے لئے چلائی گئی جیل بھرو تحریک اگست 2001 میں ہونے والی گرفتاریوں کے دوران ان گرفتار اسیران میں سے بہاولپور تور پور کے جناب خواجہ راشد محمود صدیقی نے مولانا مسعود الرحمان عثمانی صاحب سے لیا۔ جو کہ ان ایام میں شائع نہ ہوسکا اور اب اس کتاب کی زینت بنایا جارہا ہے۔

اس انٹرویو کا کتاب کے عنوان سے تعلق اور مناسبت یہ ہے کہ اس انٹرویو میں مولانا عثمانی صاحب نے زخمی ہونے کے باوجود اپنے مضبوط عزائم کا اظہار فرمایا ہے۔ اور جب بندہ انٹرویو کر رہا تھا اس وقت بھی مولانا بیڑیاں پہنے ہوئے جیل کے سیل میں سلاخوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور قریب قریب رہائی کے کوئی آثار نہیں تھے۔ پھر بھی پرعزم جوابات دیئے۔ اللہ پاک حفاظت فرمائے اور استقامت نصیب فرمائے ان کے حوصلے دیکھ کر ہم کارکنوں کے بھی عزائم بلند ہوتے ہیں۔

مسؤل خواجہ راشد محمود صدیقی

اسیر کوٹ لکھپت جیل بلاک ۲

لاہور

ستمبر ۲۰۰۱

Scanned with CamScanner

خاندانی پس منظر

س: سب سے پہلے آپ اپنے خاندانی پس منظر سے آگاہ کریں؟

ج: الحمد للہ میرا تعلق ایک دینی مذہبی خاندان سے ہے قوم کے لحاظ سے راجپوت ہیں، ہندوستان کی کسی ریاست کا والی اور راجہ جو کہ اسلام سے متاثر ہو کر مشرف با اسلام ہوا تھا اور تاج و تخت چھوڑ کر بقیہ زندگی عبادت میں گزاری تھی، والد صاحب کی طرف سے ساتویں پشت اس شخص سے ملتی ہے اور اسی طرح دادا جان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب بھی عالم باعمل اور اپنے علاقے کی معروف شخصیت تھے، قطب الاقطاب حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ وان بھچراں ضلع میانوالی سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھے تحصیل گوجر خان میں چکوال روڈ پر مغرب کی جانب سکھو موڑ کے قریب باغ فقریہ ہمارا آبائی گاؤں ہے، والد صاحب ہمارے مولانا عبدالمعبود صاحب دامت برکاتہم تین بھائی ہیں، محترم عبدالواحد صاحب مرحوم فوج سے ریٹائرمنٹ کے بعد اکوڑہ خٹک میں مولانا سمیع الحق صاحب کے ہاں عرصہ تک الحق ماہنامہ اور دیگر کتب کی کتابت کرتے رہے حضرت مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ سے بیعت تھے بڑے ہی ولی صفت انسان تھے ان سے چھوٹے مولوی بشیر احمد صاحب مدظلہ جو کہ حضرت احمد علی لاہوریؒ سے بیعت پر ہیں بزرگ صفت شخصیت ہیں ان سے چھوٹے والد محترم مولانا عبدالمعبود صاحب دامت برکاتہم ہیں حضرت والد صاحب عالم باعمل حضرت احمد علی لاہوریؒ اور مولانا عبید اللہ انورؒ سے سلسلہ بیعت میں خلیفہ مجاز ہیں، حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ کے معتمد اور مقرب شاگردوں اور احباب میں سے ہیں، بریلویت اور بدعت کے خلاف مناظرہ مباحثہ میں بھی حضرت شیخ القرآن کے حکم پر راولپنڈی کے گردونواح میں شرکت کرتے رہے اور متعدد کتابوں کے مصنف ہیں خصوصاً تاریخ مکۃ المکرمہ، تاریخ مدینۃ المنورہ ان کی نایاب کتابیں ہیں اس وقت جامع قاسم العلوم صدیق اکبر ٹاؤن اڈیالہ اور راولپنڈی شہر میں جامعہ عائشہ صدیقہ للبنات جن کی بنیاد والد محترم صاحب نے ہی رکھی تھی ان کے مہتمم کی حیثیت سے یہ دونوں ادارے چلا رہے ہیں، اللہ پاک ان کا سایہ ہم پر قائم و دائم

Scanned with CamScanner

رکھے (آمین)

اور شمائل نبوی ﷺ کی تصنیف جاری ہے۔

بہن بھائی ہم دو بھائی اور دو بہنیں ہیں مجھ سے بڑے بھائی قاری خلیل الرحمٰن ندیم صاحب جو کہ اپنے ہی مدرسہ قاسم العلوم کے ناظم اعلیٰ ہیں اور بہنیں دونوں عالمہ حافظہ ہیں اور اپنے ہی مدرسہ عائشہ صدیقہ للبنات میں پڑھاتی ہیں اور محترمہ والدہ صاحبہ کی سرپرستی اور دعائیں ہمارے ساتھ رہتی ہیں، مدرسہ عائشہؓ کی خدمات و نگرانی محترمہ والدہ صاحبہ کے ہی ذمہ ہے۔

پیدائش: میری پیدائش 15 اپریل کو راولپنڈی باغ سرداراں 1969ء میں ہوئی۔

س: **شادی کب اور کہاں ہوئی؟**

ج: شادی اور بچے میری شادی اپنی کزن کے ساتھ کراچی میں ہوئی، اہلیہ کا تعلق اگرچہ دنیاوی تعلیم اور ماحول سے تھا مگر تنظیمی سرگرمیوں اور مشکل ترین حالات میں میری خوب معاون ثابت ہوئی اور خوب نظریاتی ذہن بنایا، اسی سے اللہ پاک نے چار بچے عطا کئے ہیں پہلا بیٹا حسنین معاویہ، دوسرا بیٹا حضرت فاروقی شہید کی شہادت کے تیسرے دن پیدا ہوا، عثمان علی حمزہ، تیسرا بیٹا نور گل شہید کی شہادت سے تین دن پہلے پیدا ہو، محمد اسامہ سفیان، اور بیٹی عائشہ تبسم، گزشتہ سال میری گرفتاری کے کچھ ہی دن بعد پیدا ہوئی۔

ان کے مستقبل کا منصوبہ:

فی الحال یہ بچے چھوٹے ہیں ارادہ ہے اللہ پاک ان کو زندگی دیں تو ایک بیٹا تبلیغ دین، دوسرا بیٹا تحفظ ناموس صحابہؓ اور تیسرا جہاد کے لئے اور بیٹی ان تمام شعبہ جات کیلئے وقف ہے انشاء اللہ

س: **تعلیم کہاں سے حاصل کی؟** اساتذہ کرام کے نام وغیرہ کیا ہیں؟

ج: ابتدائی تعلیم کے سلسلے میں سب سے پہلے راولپنڈی کے چند مدارس میں مختصر وقت گزارا شاہ نذر ہل پر ایک گلی میں گولیوں والی مسجد ہے وہاں پر قاری مرسلین صاحب سے ابتدا، تھوڑا سا

قرآن پاک حفظ کیا، پھر ویسرچ جامعہ وعلوم شرعیہ، مولانا اسحاق صاحب کے مدرسہ میں استاد حافظ شیر زمان صاحب جو کہ نابینا ہیں، ان کے پاس غالباً دو پارے حفظ کئے، اسی طرح ایک دو پارے قاری محرم علی شاہ صاحب پیر چوہ والی مسجد میں مولانا چراغ الدین صاحب کے مدرسہ جامعہ سراجیہ واقعہ امام بارگاہ روڈ راولپنڈی میں پڑھے، لیکن بھاگتا بہت تھا جس مدرسہ میں بھی داخل کرواتے بھاگ جاتا تھا یعنی کہ ابتدائی کچھ عرصہ تو بھاگنے کا ریکارڈ قائم کیا، پڑھائی پر اتنی مار نہیں کھائی جتنی والد صاحب اور اساتذہ سے بھاگنے پر کھائی۔

حفظ مکمل:

والد صاحب نے اٹک شہر میں حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب کے مدرسہ اشاعت الاسلام میں داخل کروادیا وہاں سے بھی جب دل چاہتایا استاذ چھٹی نہ دیتے تو بھاگ آتا، مگر وہاں پر میں نے کچھ محنت کی اور اللہ کے فضل سے سوا سال کے عرصہ میں قرآن پاک حفظ مکمل کرلیا۔

کتب کی تعلیم:

اس کے بعد چند دن جہلم میں جامعہ حنفیہ میں داخل ہوا منزل پختہ کرنے کے لئے مگر وہاں سے بھی بھاگ آیا، تو والد صاحب اکوڑہ خٹک مولانا سمیع الحق صاحب کے پاس لے گئے وہاں وہ داخلہ دے رہے تھے مگران کے ناظم نے پشتو میں بات کی والد صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ کیا کہہ رہے ہیں میں پشتو جانتا تھا میں نے کہا یہ کہہ رہے ہیں کہ داخلہ نہیں ہے، اگلے سال آنا، میرا خیال تھا جان چھوٹ جائیگی مگر والد محترم صاحب نے واپس آکر مولانا عبداللہ شہیدؒ اسلام آباد والوں سے مشورہ کیا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ ان کو میرے شاہ مدرسہ صادق آباد میں داخل کر ادیں، چنانچہ وہاں پر داخلہ ہوا جس کے بانی فاضل دیوبند، ولی کامل، قاطع شرک وبدعت حضرت مولانا محمد عثمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے جو اس وقت باحیات تھے اور خود حضرت مولانا عبداللہ شہیدؒ نے بھی ابتدائی کتب ان سے پڑھی ہیں ان کا مدرسہ جیل نما ہے اور مکمل جیل کا سا انتظام

Scanned with CamScanner

ہے۔ وہاں پر میں نے منزل پختہ کی، حافظ گلزار احمدؒ صاحب لیاقت پور کے رہنے والے بڑے لائق استاد ہیں ان سے اور مولانا عثمان صاحبؒ سے ترجمہ قرآن پاک مکمل کیا اور ساتھ ہی قصص النبیین عربی میں مکمل کی، ان کے صاحبزادے اور حضرت مولانا اسد اللہ صاحب سے ہدایت النحو صرف وغیرہ کی ابتدائی کتب پڑھیں تین سال یہاں گزارے۔

بنوری ٹاؤن کراچی:

بعد ازیں کراچی جامعہ بنوری ٹاؤن میں والد صاحب لے گئے جہاں پر انٹرویو دے کر داخلہ لینا تھا بنوری ٹاؤن کے ایک کمرے میں تیس کے قریب طلباء بیٹھے انٹرویو دے رہے تھے قاری مفتاح اللہ صاحب دامت برکاتہم سوالات کر رہے تھے سوالات اتنے مشکل تھے کہ کئی طلباء پیچھے سے اٹھ کر چلے گئے مگر میں تو پھنسا بیٹھا تھا کہ والد صاحب بھی قاری مفتاح اللہ صاحب کے ساتھ بیٹھے تھے خیر مجھ سے بھی سوالات ہوئے ایک قاری صاحب کا رعب دوسرا والد صاحب کا رعب مگر اللہ پاک نے کامیابی دی قرآن پاک سے جو سنا گیا وہ درست تھا اور ہدایت النحو کا ایک شعر کا ترجمہ اور مفہوم پوچھا گیا جو کہ تھا تو بہت مشکل مگر میں نے کچھ محنت کی ہوئی تھی کامیابی ہوگئی (ومهفهف كالغصن قلت له انتسب. فاجاب ما قتل المحب حرام) بقیہ تعلیم یہاں ہی مکمل کی اس دوران میرے شاہ مدرسہ جانے سے قبل واہ کینٹ میں قاری محمد انصر صاحب سے تجوید اور حدر کی ایک سال تک مشق کی تھی مگر بیت زیادہ بھاگنے کی وجہ سے وقت ضائع بھی ہوا میرے بھاگنے پر برادری کے بزرگ کہتے تھے کہ یہ پڑھے گا نہیں بلکہ بڑا ہو کر خرکاروں والا کام کرے گا مگر انہیں کیا معلوم کہ بھاگنے سے ہمیں تجربات بہت ہوئے۔ ورنہ صوفی کے صوفی رہتے میرے اساتذہ میں سے بہت سے اساتذہ مولانا محمد اعظم طارق صاحب کے کلاس فیلو رہے ہیں مثلاً وہ اساتذہ کرام مجھے سب سے زیادہ جن اساتذہ سے توجہ ملی ان میں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ اٹک حضرت مولانا محمد عثمان نور اللہ مرقدہ صاحب صادق آباد فاضل دیو بند، حافظ امیر حیدر مدظلہ العالی صاحب اٹک، قاری محمد انصر مدظلہ العالی صاحب واہ کینٹ، حافظ شیر زمان

Scanned with CamScanner

صاحب مدظلہ العالی راولپنڈی ، قاری مرسلین صاحب مدظلہ العالی راولپنڈی ، حافظ گلزار صاحب رحمۃ اللہ علیہ لیاقت پور، مولانا قاری مفتاح اللہ صاحب مدظلہ العالی بنوری ٹاؤن کراچی ، مولانا عطاء الرحمٰن رحمانی صاحب مدظلہ العالی کراچی ، مولانا عبدالمنان صاحب مدظلہ العالی کراچی ، مولانا سعید اللہ صاحب مدظلہ العالی کراچی ، مولانا غلام ربانی صاحب مدظلہ العالی کراچی ، مولانا قاری نسیم صاحب مدظلہ العالی کراچی قاری محمد یٰسین صاحب مدظلہ العالی اور مولانا محمود الحسن مدظلہ العالی جا لبیہ قابل ذکر اساتذہ ہیں۔

س: تدریس کب اور کہاں سے شروع کی؟

ج: تدریس میں نے تعلیم سے فراغت کے بعد الالہ رخ مرکزی جامع مسجد واہ کینٹ میں اٹھارہ ماہ تدریس کا کام بھی کیا ہے۔ واہ کینٹ میں ہی میری اخی المکرم مولانا شعیب ندیم شہید رحمۃ اللہ علیہ سے شناسائی ہوئی اس دوران ہم دونوں کچھ دن ایک ایک کتاب کے کچھ اسباق شیخ الحدیث مولانا محمد امتیاز دامت برکاتہم صاحب کے پاس بھی پڑھتے رہے اسی طرح 1994ء کو پشاور کے حالات اور ضلع بدری کی وجہ سے ایک سال کراچی میں اقراء ایجوکیشن سنٹر اور جامعہ یعقوبیہ گلشن اقبال میں بھی تدریسی کام کیا زیادہ تر حفظ اور قرآن کی کلاس پڑھائی ہے۔

س: خطابت کب اور کہاں سے شروع کی؟

ج: خطابت کی ابتداء بچپن سے علماء کرام کی کیسٹیں اور تعلیم القرآن راولپنڈی اور جامعہ حنفیہ جہلم کے جلسوں میں شرکت سے تقاریر کا شوق پیدا ہوا خصوصا مولانا عبدالمجید ندیم شاہ صاحب، مولانا قاری محمد حنیف صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالکریم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پرترنم آوازیں بہت پسند تھیں اور پوری نقل بھی اتار لیتا تھا مدرسہ میں مختلف کلاسوں کے استاد اکثر اپنی کلاس میں بلا کر مولانا عبدالمجید ندیم صاحب کی طرز پر تقریر سنتے...... میں نے ایک رکوع بمعہ ترجمہ کے یاد کر رکھا تھا اسی کو سناتا تو استاد دعائیں دیتے اور کہتے کہ یہ مستقبل کا بڑا خطیب بنے گا۔

میرے شاہ مدرسہ میں حضرت مولانا محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ صاحب کی خاص توجہ میں اس پر باقاعدہ تربیت دی گئی تعلیم الاسلام کے حصہ سوم میں جنگ بدر کا واقعہ زبانی یاد کروا کر تمام طلباء کے سامنے تقریر کروائی جاتی اور استاذ بر ہوتا تھا کہ غلطی کی گنجائش نہیں اور پھر اسی میں جھجک ختم کرانا مقصود تھی تا کہ کھل کر بات کرنے کا ملکہ پیدا ہوا اسی طرح مدرسہ کے استاد حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب مدظلہ شجاع آبادی نے بطور خاص تربیت دی اور خطابت کے اصول وضوابط سے روشناس کروایا موضوع بنانے ترتیب آیات، احادیث واشعار کو فٹ کرنے کی ترتیب دینا اور مطالعہ وغیرہ کرنے کا طریقہ ان سے سیکھا...... یاد رہے کہ اس وقت انکے پاس مولانا عبدالکریم ندیم صاحب بھی زیر تربیت تھے اگر چہ وہ اس وقت عالم بن چکے تھے اس لحاظ سے خطابت میں میرے استاد مولانا عبدالقیوم صاحب دامت برکاتہم ہیں۔

بعد ازیں کراچی میں بنوری ٹاؤن تعلیم کے دوران بزم شیخ القرآن کے نام سے ہماری کلاس کی بزم تھی اور اساتذہ نے میرا انداز گفتگو سنا تو مجھے بزم کا جنرل سیکرٹری منتخب کر دیا اس بزم کو ہم نے بڑی کامیابی کے ساتھ چلایا یہاں پر مجھے حضرت فاروقی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے انداز میں بولنے کا کچھ تجربہ بھی پیدا ہوا لیکن استاد محترم کی ہدایت تھی کہ کسی کے نقال نہ بنو ورنہ نقصان ہوگا اس لئے سب انداز چھوڑ دیئے اب میری گفتگو کا مطالعہ اور انداز بحمداللہ اللہ پاک کا دیا ہوا عطیہ ہے اگر چہ جماعتی احباب حسن ظن کی وجہ سے کبھی حضرت حق نواز جھنگویؒ اور کبھی حضرت علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کا انداز کہہ دیتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ بہت بلند پایہ لوگ تھے میری خطابت تو ایک عام ڈیڑھ انچ کی مسجد کے خطیب کے برابر بھی نہیں میری کوشش ہوتی ہے خطیبانہ اسلوب بنے یا نہ بنے مگر جو بات حق ہو وہ سامعین کو سمجھ آجائے عمل کی توفیق ہو جائے اور اللہ پاک قبول فرمالیں۔

س: آپ اتنے لمبے لمبے سفر کرتے ہیں اور دن رات مصروف بھی رہتے ہیں مگر آپ کے بیانات مدلل علمیت کے ذخیرہ سے بھرپور اور گھنٹوں پر مشتمل ہوتے ہیں اور ہر جگہ خطاب بھی مختلف

Scanned with CamScanner

ہوتا ہے آپ کتب کا مطالعہ کیسے کرتے ہیں؟

ج: **مطالعہ و خطابت**...... پہلی بات یہ ہے کہ میرا کوئی کمال نہیں ہے۔ سب اللہ پاک کا فضل ہے اور رہی بات مطالعہ کی تو دو باتیں بطور خاص سامنے رکھتا ہوں...... ایک بات یہ کہ کسی خطبات کا سہارا نہیں لیتا کہ اس سے استدعا خراب ہوتی ہے اور ان میں روایت کی تخریج نہ ہونے کی وجہ سے صحیح اور تضعیف کا فرق مشکل ہوتا ہے اس لئے مطالعہ خود اپنا کرتا ہوں اصل کتاب اٹھا کر...... دوسری بات یہ ہے کہ سنی سنائی بات بیان کرنے سے پرہیز کرتا ہوں اور یہی مشورہ میرا نئے آنے والے خطباء کیلئے بھی ہے۔

رہی بات مطالعہ کی نیند اور مطالعہ یہ دونوں کام سفر میں کرتا ہوں...... یا پھر مہینہ میں ایک دو دن خالی کر کے والد محترم مولانا عبدالمعبود صاحب کے وسیع کتب خانہ میں گوشہ نشینی کر لیتا ہوں جس سے مہینہ دو مہینہ کا مطالعہ اور تیاری ہو جاتی ہے۔ پہلے تو ہر تقریر کیلئے کوشش ہوتی باقاعدہ مطالعہ کی...... مگر اب اللہ پاک کی مہربانی ہے ذہن میں کچھ بھی نہ ہو لیکن تقریر شروع کر دو تو اللہ پاک بلوا لیتے ہیں...... یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ میں نے عوامی سطح پر سب سے پہلی تقریر کراچی ملیر کینٹ کے فوجی ایریا کی سرکاری مسجد میں کی تھی جسمیں منع کرنے کے باوجود شرک و بدعت پر بات کی تھی۔

س: آپ کے اساتذہ کی فہرست طویل ہے بطور خاص کسی شخصیت سے متاثر ہوئے ہیں۔

ج: ویسے تو میرے تمام اساتذہ قابل قدر اور بہت ساری صفات حسنہ کے مالک ہیں البتہ انقلابی سوچ اور فکر میں ذہن کی بیداری کا سبب...... خاص کر شیعہ کے خلاف وہ قاری محمد انفر صاحب واہ کینٹ والے بنے تھے اور علاوہ ازیں جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے تمام اساتذہ کے کردار و ہدایات نے متاثر کیا۔

متاثر کن شخصیت...... سب سے زیادہ جس شخصیت نے متاثر کیا وہ تھی حضرت مولانا محمد شان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت چونکہ خود فاضل دیوبند تھے اکابر والے بہت سارے

Scanned with CamScanner

نقوش ان میں اکٹھے پائے جاتے تھے ان کی سادگی زہد و تقوی اور خشیت الہی سے بہت کچھ سیکھا ترجمہ پڑھاتے وقت ابدیدہ بھی ہوتے اور جلال بھی آتا ...... اور بہت ساری خوبیاں تھیں اور اسی طرح حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب نور اللہ مرقدہ سے بھی متاثر ہوا۔

س: سپاہ صحابہ سے پہلے کس جماعت میں شمولیت تھی؟

ج: سپاہ صحابہ بحمد اللہ زندگی کی پہلی اور آخری جماعت ہے باقاعدہ کسی جماعت کا کارکن نہیں رہا ہوں البتہ جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ سے قربت حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب کی وجہ سے تھی ...... اسی طرح جمعیت علماء اسلام (س) 1993ء میں پشاور میں مولانا سمیع الحق صاحب نے سرحد کا جنرل سیکرٹری بنانے کی آفر کی جس پر میں نے معذرت کر لی انکی سب سے بڑی وجہ کہ اکابر کی وفات کے بعد ان جماعتوں کے پاس کوئی پروگرام کوئی منزل نہیں رہی، جمعیت الیکشن لڑنے کیلئے اور باقی جماعتیں جلسہ کرنے کیلئے رہ گئی ہیں ...... یا پھر گروپ بازی اختلافات کا شکار ہیں ...... کئی دھڑوں میں بٹ چکی ہیں ...... خدام اہلسنت کے بھی قریب رہا ہوں مگر انکی تنگ نظری نے متنفر کیا انکا کام صرف اپنے علماء کرام جنکا مزاج ان سے نہ ملتا ہوا ان کو خارجی قرار دے کر ان پر کتابوں کے صفحات سیاہ کرنا ہے۔ اور اس سے بھی کہیں زیادہ جمعیت علماء اسلام (ف) سے دل کبیدہ خاطر رہا کہ ان میں بلا کا تعصب اور حسد پایا جاتا ہے۔ بلکہ یہ کہوں تو غلط نہ ہوگا کہ یہ لوگ قرآن کے مقابلہ میں مولانا فضل الرحمان کو اہمیت دیتے ہیں اور اپنے علاوہ باقی جماعتوں کو فضول سمجھتے ہیں۔

س: سپاہ صحابہ میں شمولیت کب اور کیسے ہوئی۔

ج: سپاہ صحابہ میں شمولیت ...... دوران تعلیم بناوٹی تصنع بازی والے مولویوں سے مجھے بہت کوفت ہوتی تھی اسلئے کہ یہ لوگ ایک تو اتحاد آپس میں نہیں کرتے اور دوسرا یہ کہ جو کچھ تقریروں میں کہتے ہیں حکومت کے خلاف اسلام کے نفاذ کیلئے اس پر پھر عمل نہیں کرتے میں چاہتا تھا کہ ایسا ہو کہ ہم جو کہیں اس پر عمل بھی کریں اور حکومت کو جو دھمکی دیں وہ محض بڑھکر نہ ہو بلکہ حکومت کوئی

Scanned with CamScanner

اسلامی مطالبہ تسلیم نہیں کرتی تو پھر اسے سبق بھی سکھایا جائے...... چنانچہ یہ جذبہ اور عملی حقیقت مجھے صرف اور صرف مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی تقریر میں نظر آئی سب سے پہلے مظفر گڑھ والی تقریر آگ اور شعلے سنی مدرسہ میں...... میرے دل نے گواہی دی کہ یہ شخصیت صرف زبان سے نہیں دل سے بول رہی ہے اور پھر اسی تقریر میں مولویت کا آپریشن بھی بڑے خوب صورت انداز میں کیا تو یہی تقریر میری سپاہ صحابہ میں شمولیت کا ذریعہ بن گئی۔

باقاعدہ کام...... میں نے باقاعدہ کام شروع کر دیا کراچی میں جلسہ جلوس وغیرہ پولیس سے آنکھ مچولی میں خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیا...... مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی رہائی کیلئے احتجاجی جلوس کراچی میں نکلا جس کی قیادت مولانا عبدالستار تونسوی مدظلہ مولانا مفتی احمد الرحمان صاحبؒ، اور مولانا اسفندیار صاحب کر رہے تھے۔[1] جلوس پر لاٹھی چارج کر کے منتشر کر دیا۔ مگر پھر ہم نے بنوری ٹاؤن مسجد میں نماز عصر ادا کرنے والے ہزاروں نمازیوں کے جوتوں سے جوابی تواضع کی اور پھر پولیس بھاگ گئی اخبارات میں تصویریں شائع ہوئی جس میں پولیس کو جوتے کھاتے دکھایا گیا۔ کچھ دن بعد مولانا کو رہا کر دیا گیا تو مولانا حق نوازؒ شہید ملتان سے جھنگ جلوس کی شکل میں لائے گئے اگلے دن پھر جھنگ میں دو آدمی قتل ہو گئے مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کو پھر گرفتار کر لیا گیا، اسی دن معاذ بن جبلؓ مسجد گلشن اقبال کراچی میں جہاں سپاہ صحابہؓ کراچی کا پہلا دفتر قائم کیا گیا تھا اس سپاہ صحابہؓ کے دفتر میں مدرسے سے چھپ کر گیا رات گئے تک مولانا کی ویڈیو کیسٹ رہائی کے بعد کی تقریر والی سنی اور اسی رات قاری جمشید اقبال صاحب نے رکنیت فارم فل (Fill) کیا اور میں نے دستخط کر کے باقاعدہ جماعت میں شمولیت اختیار کر لی۔

عہدہ اور منصب

س: آپ نے کس کس عہدہ پر جماعت میں کام کیا ہے؟

ج: اصل بات یہ ہے کہ بحمد اللہ شروع سے ہی عہدہ کی لالچ والی سوچ سے بالکل نفرت تھی مگر ہمارے ہاں عہدہ ایسی ضرورت بنا دیا گیا ہے کہ اسکے بغیر آدمی کتنا باصلاحیت ہو قربانی دینے

[1] پولیس نے

والا ہو کتنا مخلص کیوں نہ ہو مگر اسکو اہمیت نہیں دی جاتی اور اگر عہدہ کا لیبل لگ جائے اور وہ شخص کام کرتا ہو یا نہ کرتا ہو اس میں صلاحیت ہو یا نہ ہو وہ اس عہدے کا اہل ہو یا نہ ہو لیکن کارکن اسکو سر پر اٹھا لیتے ہیں ان سے کوئی کچھ کہہ دے تو کہتے ہیں کہ تمہیں کیا پتہ کہ فلاں سیکرٹری صاحب ہیں اس چیز نے جماعت کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ کام کے کئی لوگ ہم سے روٹھ گئے ہیں اور کوئی کام کے آدمی آگے نہیں آتے شرعی اعتبار سے اور سپاہ صحابہؓ کے دستور کے اعتبار سے بھی یہ طریقہ کار غلط ہے...... جہاں تک میرے عہدوں کا تعلق ہے تو بحمد اللہ میں نے ہمیشہ اپنے آپ کو کارکن، رضا کار اور صحابہؓ اکرام کا نوکر سمجھ کر کام کیا ہے...... یہ نوکر بننا اتنی بڑی سعادت ہے کہ جسکا آپ اندازہ نہیں کر سکتے اور اب بھی الحمدللہ نوکر ہیں بس جماعت کی طرف سے ذمہ داری دی گئی تو بھی کام کیا چھین لی تو بھی کام میں کوئی فرق نہیں آیا...... حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی زندگی میں سب سے پہلا عہدہ راولپنڈی اسٹوڈنٹس کا صدر بنایا گیا تھا حضرت علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی شہادت کے بعد میں پشاور چلا گیا اور وہاں پر مجھے کچھ عرصہ بعد با اصرار پشاور ڈویژن کا جنرل سیکرٹری بنایا گیا میرے ساتھ مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب اکوڑہ خٹک والے میرے اصرار پر ڈویژن پشاور کے صدر بنے اس کے بعد جنرل فضل حقؒ کی شہادت پر جب میں اور مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ پشاور جنرل فضل حقؒ صاحب کے گھر تعزیت کیلئے گئے واپسی پر پریس کانفرنس کیلئے پریس کلب میں اکٹھے گئے وہاں حضرت علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ نے مجھ سے بات کی کہ آپ کو ہم بڑی ذمہداری دینا چاہتے ہیں میں نے کہا حضرت کام ذمہ لگا دیں ذمہ داری چھوڑیں خیر روانگی کے وقت پشاور ائیر پورٹ پر صوبائی باڈی کو توڑنے کا اعلان کیا جس کے صدر قاری محمد اسلم صاحب خاکساری مرحوم تھے جنرل سیکرٹری سعید الرحمٰن ایبٹ آباد والے تھے...... اور کنوینئر تین رکنی صوبائی باڈی مقرر کی جس کے کنوینر قاری اسلم صاحب خاکساری تھے معاون قاری بشیر احمد صاحبؒ ہری پور والے اور مجھے منتخب کیا گیا۔ قاری اسلم صاحب تو کہیں بھی دورہ پر نہ جا سکے، قاری بشیر صاحب بھی علالت کی وجہ سے گاڑی کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے صرف ہزارہ

ڈویژن کا دورہ میرے ساتھ کر سکے ...... باقی پورے صوبہ کے پندرہ اضلاع ...... پانچ ایجنسیوں کا دورہ میں نے اکیلے کیا، نتائج اچھے رہے، صوبائی باڈی تین ماہ بعد تشکیل دی گئی اس میں صدر مولانا مسعود الرحمٰن درانی چارسدہ والے کو اور مجھے جنرل سیکرٹری صوبہ سرحد منتخب کیا گیا اس اعتبار سے مرکزی عاملہ اور شوریٰ کا ممبر بھی منتخب ہوا کام بحمد اللہ بڑی تیزی سے چلتا رہا ...... اس ناچیز نے سرحد کا تقریباً کوئی علاقہ نہیں چھوڑا جہاں بحمد اللہ آواز جھنگوی؟ صدائے حق نہ پہنچائی ہو ...... دور دراز پہاڑی علاقوں میں جانا ہوا مشکل ترین سفر تنہا کرتا رہا، پارہ چنار جیسے علاقوں میں بھی گیا، جہاں آج تک مرکزی کوئی بھی قائد پابندی کی وجہ سے نہ جا سکے ...... میں پابندی کے باوجود ان علاقوں میں گیا اور تقریریں بھی کیں اور یونٹ بھی خوب قائم کئے، پشاور سمیت کئی اضلاع میں بڑی بڑی کانفرنسیں منعقد کروائیں اس کام کی باقاعدہ ایک تاریخ ہے۔

<u>مشکلات و مخالفت</u> ...... چونکہ مختصر انٹرویو میں بیان کرنا مشکل ہے اس بڑھتی ہوئی کامیابی اور مقبولیت کو دیکھ کر دشمن تو سیخ پا تھا ہی کچھ اپنے مہربان بھی حسد کی آگ میں جلنے لگے جس میں بطور خاص اس وقت کے مرکزی نائب صدر تھے آج کل وہ جماعت کو خیر آباد کہہ گئے ہیں اس ایک شخص نے صرف اس بات پر کہ یہ پنجابی ہے پنجاب سے آیا ہے آگے نکل گیا ہے، مجھ سے معمولی باتوں پر اختلاف ڈالا اس پر میں نے شیخ الحدیث مولانا محمد امین صاحب آف ہنگو (جو کہ نوری ٹاؤن میں مدرس رہ چکے ہیں اس وقت ہنگو میں شیعت کے مقابل سینت کی قیادت کر رہے ہیں) سے بات کی تو انہوں نے مشورہ دیا کہ میں نے آپ کی باتیں بھی سن لی ہیں اور اس کی بھی اس کے ارادے ٹھیک نہیں ہیں آپ عالم ہیں مسافر ہیں بہتر ہے آپ کنارہ کشی اختیار کر لیں بزرگ تھے نہ چاہتے ہوئے بھی میں نے ان کی بات تسلیم کر لی۔

دوسرا الیکشن ہوا تو اس میں پھر مجھے جنرل سیکرٹری سرحد منتخب کیا گیا، اجلاس کے اختتام پر میں نے خود اپنی مجبوری ظاہر کر کے اپنی سیکرٹری شپ سے معذرت کر لی اور ڈپٹی سیکرٹری منصور پراچہ صاحب کو یہ عہدہ دیدیا۔ اگرچہ میرے اس اعلان پر پورے صوبہ والے شدید غضبناک ہوئے

مگر میں اختلاف کا ذریعہ بن کر جماعت کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتا تھا، موصوف بشیر الحق صاحب کے ان الفاظ نے مجھے بہت زخمی کیا کہ پشاور میں جو چھبیس شیعہ قتل ہوئے ہیں ان کا قاتل تو ہے میرا بس چلے تو میں تمہیں پھانسی پر لٹکاؤں۔

(ہر جماعت میں ان جیسے غدار لوگ ہوتے ہیں جو مخلص کارکنوں اور عہدے داروں کیخلاف ہر قسم کی زبان درازی کر کے اپنے مخلص لوگوں کی دل شکنی کرتے ہیں تاکہ یہ جماعت چھوڑ جائیں)۔(از مرتب)

نہ معلوم سپاہ صحابہؓ کے مرکزی نائب صدر ہو کر شیعہ کیلئے اتنی ہمدردی کیوں؟ اس کے بعد میں نے عہدہ لینے سے توبہ کر لی کہ رضاکار ہی ہم ٹھیک ہیں آج بھی سرحد والے قدر کرتے ہیں اور آج بھی ان کی خواہش ہے۔تمنا ہے، دلی آرزو ہے کہ میں واپس سرحد چلا آؤں۔

س: آپ نے بیعت کس کے ہاتھ پر کب اور کیسے کی؟

ج: بیعت ...... بچپن میں حفظ کے فوراً بعد مولانا عبید اللہ انور صاحب لاہوری سے شرف بیعت حاصل کی مگر بچپن اور ناسمجھی کی وجہ سے اسباق اور وظائف پر عمل جاری نہ رکھ سکا، اس کے بعد متعدد مرتبہ کئی بزرگوں سے بیعت کرنے کی کوشش کی لیکن مصروفیت اور سستی رکاوٹ بنی رہی، مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی شدید خواہش تھی، تمنا تھی ان کی شہادت سے چند ہفتے قبل شدید احساس پیدا ہوا شہادت والے دن صبح محترم والد صاحب مدظلہ نے خود مجھ سے کہا، تم ہر دوسرے دن کراچی جاتے رہتے ہو تو بہتر ہے حضرت مولانا یوسف لدھیانوی صاحب نور اللہ مرقدہ کے ہاتھ پر بیعت کر لو، حضرت والد محترم صاحب کی بات مجھے اچھی لگی اور مصمم ارادہ کر لیا کہ اب کراچی جاتے ہی اس بات پر ضرور عمل کرونگا، شومئی قسمت اسی دن دوپہر کے کھانے پر مولانا یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہ کی شہادت کی دلخراش خبر ملی اور میرے ارمان چکنا چور ہو گئے، ایک سال اس طرح گزر گیا اب گرفتاری کے دوران کوٹ لکھپت جیل لاہور سے مختلف بزرگوں کے ساتھ خط و کتابت جاری رہی، جس میں حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی

صاحب دامت برکاتہم اور مولانا مسعود اظہر صاحب دامت برکاتہم سے خط و کتابت کے ذریعہ بیعت سے مشرف ہوا۔ رہائی کے بعد باقاعدہ حضرت ہزاروی صاحب سے شرف یاب ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

س آپ کو بیعت لینے کی اجازت ہے۔ اگر ہے تو کس سے ہے؟

ج بیعت کی اجازت

بیعت لینے کی اجازت بھی نہیں ہے اور نہ ہی میں اپنے آپ کو اس قابل سمجھتا ہوں کیونکہ یہ مقام تو زندگی بھر کامل اطاعت خداوندی اور اطاعت رسولؐ سے میسر آتا ہے۔ لیکن میری زندگی کا اکثر حصہ گناہوں کی نذر ہو چکا ہے۔ اب اپنی اصلاح ہو جائے تو غنیمت ہے۔

س آپ کی پسندیدہ شخصیت کونسی ہے؟

ج پسندیدہ شخصیت

پسندیدہ شخصیت انسان کی ایک آدھ ہی ہوا کرتی ہے۔ مگر اس شخصیت کو (باعتبار) مختلف صفات سے دیکھا جائے تو تمام صفات جمیلہ کا مجموعہ کامل اکمل.... سب سے زیادہ حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی سے متاثر ہوں اور یہ انہی کا حق ہے۔

ہیں دنیا میں جتنے بھی لوگ احترام کی قابل
میں سب کو مانتا ہوں مگر مصطفیٰ ﷺ کے بعد

اصحاب نبی ﷺ میں سے سیدنا صدیق اکبرؓ...... ازواج مطہرات میں سے سیدہ عائشہؓ...... صحابیاتؓ میں سے حضرت خولہؓ بنت ازور، تابعین میں سے امام اعظم ابوحنیفہؒ، سلف صالحین میں امام احمد حنبلؒ، مصنفین میں مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مدرسین میں مولانا انور شاہ کشمیریؒ مسلم حکمرانوں میں امیر المومنین مولانا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ، مجاہدین میں اسامہ بن لادن...... اور مجددین میں حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ سب سے زیادہ پسندیدہ شخصیات ہیں۔

Scanned with CamScanner

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

س: مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کیساتھ آپ کی نشستیں رہیں ہیں؟

ج: ایک عظیم شخصیت۔ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے ساتھ سب سے پہلی براہ راست ملاقات دس اپریل 1987ء کو اوجڑی کیمپ راولپنڈی میں رونما ہونے والے میزائلوں کے سانحے کے دن ہوئی..... مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ لیاقت آباد جمعیت علماء اسلام کے امریکہ کے خلاف ہونے والے مظاہرے میں شریک تھے میزائلوں کا واقعہ ہونے کے بعد کسی طریقے سے اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گئے (جس کی مصدقہ اطلاع مجھے نہیں) اور کسی طریقے سے مولانا شعیب ندیم شہیدؒ کیساتھ رات کو واہ کینٹ لالہ رخ مرکزی مسجد میں پہنچے مولانا کا خطاب سننے کیلئے ہزاروں افراد جمع ہونے والے مایوس ہوکر جا چکے تھے مولانا نے بعد از فجر ایک مکمل درس دیا..... اس موقع پر مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ سے میری پہلی نشست ہوئی، مولانا حق نواز جھنگویؒ نے رات کا قیام میرے بستر پر کیا اور صبح میں نے خود اپنے ہاتھوں سے ناشتہ تیار کر کے مولانا حق نواز جھنگویؒ کو پیش کیا..... انہیں دنوں کی بات ہے پل پور گاؤں واہ کینٹ میں مولانا حق نواز کیساتھ میری پہلی تقریر ہوئی۔

مزید کچھ عرصہ بعد ایبٹ آباد جناح پارک میں مولانا حق نوازؒ کا تاریخی خطاب ہوا۔ وہاں سے ''see, of'' سی آف ہوئے اگلے روز حسن ابدال میں مولانا حق نوازؒ نے خطاب کرنا تھا ان کو ''Receive You'' ریسیو کرنے کیلئے میں اور مولانا حافظ صدیق صاحب ایبٹ آباد گئے واپسی پر مولانا حق نوازؒ کے ساتھ ایبٹ آباد سے حسن ابدال تک پہلی مرتبہ ایک ہی گاڑی میں سفر کا موقع ملا اس دوران مولانا حق نوازؒ کے ذاتی کردار اور شخصیت سے بہت متاثر ہوا اور مولانا کے تمام خصائل اور شمائل کو حقیقی پایا ان کے تقوی، خلوص، عجز و انکساری، عشق مصطفےٰ اور عشق صحابہ جیسی خصوصیات ان میں بدرجہ اتم موجود تھیں عشق صحابہ جیسی فنانی الصحابہ کا مقام انکو حاصل تھا۔ جسکی وجہ سے صحابہ کرامؓ کے خلاف لکھا جانے والا شیعیت کی طرف سے غلیظ ترین لٹریچر مولانا حق نواز

جھنگوی شہیدؒ کو تڑپا دیتا تھا ان کے تن بدن میں آتش فشاں بھڑک اٹھتا تھا۔ تصنع بازی، ریاکاری اور بناوٹ و سجاوٹ ان میں نام کی بھی نہیں تھی۔

س:۔ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ اور مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ عزم والے انسان تھے، کبھی پریشان نظر آئے؟

ج:۔ انتہائی درجے کی پریشانی مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ اور مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ دونوں عظیم انسان تھے ان دونوں کو انتہاء درجے کا پریشان دو باتوں میں دیکھا، پہلی بات شیعہ کی طرف سے کوئی نئی کتاب صحابہ کرامؓ کے خلاف چھپے یا کوئی ایسی حرکت یا شیعت کی طرف سے شیطنت ظہور پذیر ہو جس میں ناموس رسالتؐ و ناموس اصحابؓ اور اسلام کے خلاف کوئی مغلظات (بکواسات) یا کوئی تبرا کیا گیا ہو، تو مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کا چین، سکون حرام ہو جاتا تھا، تنہا بیٹھ کر سوچتے اور روتے رہتے تھے اور یہی حالت علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کی ہوتی تھی وہ پریشان اور فکر مند ہو جاتے تھے۔

دوسری بڑی وجہ جس میں ان دونوں حضرات کو بہت پریشان دیکھا ہے وہ کارکنوں کی گرفتاری اور عدالتی معاملات، اپنی تمام تر جماعتی اور ذاتی مصروفیات کو ثانوی حیثیت دے کر کارکنوں کی رہائی کے لیے اور مقدمات کی پیروی کو اولیت دیا کرتے تھے، اہم سے اہم پروگرام بھی نظر انداز کر دیتے تھے اور ساتھیوں کی رہائی تک ان کی بے تابی اور فکر مندی قابل دید ہوتی تھی۔

اسی طرح ایک موقع پر ایبٹ آباد سے جلسہ کے لیے حسن ابدال آئے ہوئے تھے تو حضرت مولانا حق نواز جھنگویؒ نے مولانا شعیب ندیمؒ اور مجھے جلسے میں شرکت کرنے سے صاف انکار کر کے جواب دیدیا، اس کی وجہ یہ بتائی کہ صبح لاہور میں کسی مقدمہ میں پیشی تھی، مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کا اصرار تھا کہ میں نے ہر صورت میں وہاں لاہور پہنچنا ہے، ادھر حسن ابدال کے جلسے کی اہمیت یہ تھی کہ انتظامیہ نے جلسہ پر پابندی لگا رکھی تھی اور شیعہ نے یہ چیلنج دیا کہ اگر سپاہ صحابہؓ والوں میں یہ جرات ہے تو مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کو یہاں لا کر دکھائیں (یاد رہے کہ حسن

Scanned with CamScanner

ابدال تمام قسم کے کافروں کا ایک گڑھ ہے) جس کے جواب میں سپاہ صحابہؓ کے لیے دینی حمیت و غیرت کا مسئلہ تھا، جلسہ کی اس اہمیت کو سمجھنے کے باوجود مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کا اصرار تھا میں نے ہر صورت میں لاہور عدالت جانا ہے، بالآخر یہ طے پایا کہ وکیل سے فون پر بات کر لی جائے اگر عدالت میں آپ کی حاضری ضروری قرار دے تو پھر آپ لاہور جا کر کل شام تک واپس آ جائیں، مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے بمشکل اس بات کو تسلیم کر لیا، جب وکیل سے بات ہوئی تو وکیل نے کہا کہ مولانا آپ کی حاضری ضروری نہیں ہے، آپ تشریف نہ لائیں اس طرح مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ وہاں جلسے میں پہنچنے میں کامیاب ہوئے اس طرح کی متعدد مثالیں ہیں، یہاں تک بھی مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ احتیاط کرتے تھے کہ جو وکیل اپنے مقدمات کے لیے کیا وہی وکیل یا اس سے اعلیٰ وکیل اپنے کارکنوں کے مقدمات کے لیے بھی کرتے، تا کہ کسی کے دل میں بدگمانی پیدا نہ ہو (سبحان اللہ)

آج کے دور میں مذکورہ دونوں باتوں میں شدید کوتاہی ہے نہ شیعہ لٹریچر کا کوئی نوٹس اور نہ کارکنوں کی رہائی کے معاملہ کو اہمیت۔

حضرت مولانا ایثار القاسمی شہید رحمۃ اللہ علیہ

س:۔ مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ سے بھی آپ کی ملاقات ہوئی ان کو کیسے پایا؟

ج:۔ نذر جرنیل مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ کے ساتھ راولپنڈی میں اور ملتان مسجد الخیر میں مختصر دو ملاقاتیں ہوئیں، جن کو میں نے مختصری (کم) عمر ہونے کے باوجود بہت ساری خصوصیتوں کا پیکر پایا، البتہ ان کے اخلاق، خلوص، مشن کے ساتھ محبت، کارکنوں سے محبت اور ان کی بہادری و دلیری نے سب سے زیادہ مجھے متاثر کیا۔

حضرت علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمۃ اللہ علیہ

س:۔ علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید کے ساتھ بھی آپ کا وقت گزرا اور ان کو آپ نے کیسا پایا اور آپ کے ساتھ ان کا رویہ کیسا رہا؟

Scanned with CamScanner

ج۔ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ بہت ساری خداداد صلاحیتوں اور صفات حسنہ کے مالک تھے۔ ان کی مدح سرائی میں بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ بیک وقت ایک عالم جلیل ...... فاضل نبیل ...... اسکالر ...... مورخ ...... خطیب ...... ادیب ...... باصلاحیت قائد ...... اچھے سرپرست کارکنوں کے لئے فکرمند باپ کی طرح شفیق، عظیم سیاستدان ...... پروقار شخصیت ...... جیسی خصوصیات ان میں نمایاں تھیں۔ مطالعہ کی کثرت ...... علمی شغف ...... معلومات کا ذخیرہ ایک کمپیوٹر کی طرح ان کے دماغ کے باغ میں محفوظ تھا۔ جس کی بہاروں سے وہ سامعین کو مستفید کرتے تھے۔ اللہ پاک نے غضب کے حافظے کے ساتھ ساتھ قوت گویائی میں بھی ممتاز کیا تھا گفتگو میں نیل ٹاک پر اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

سپاہ صحابہ میں بارکونسلوں ...... صحافیوں سے گفتگو ...... انٹرویو وغیرہ کی ریت کثرت سے حضرت فاروقیؒ ہی کی محنت سے شروع ہوئی ...... اور پھر ایسے ایسے محقق بیانات بارکونسلوں سے آپ نے کئے کہ پڑھا لکھا طبقہ مطمئن اور حیران ہوتا تھا۔

بندہ ناچیز نے 1993ء پشاور کونسل میں انتظامات کر کے خطاب کروایا۔ ایک گھنٹہ تک حضرت فاروقی شہیدؒ مورخانہ انداز میں شیعت کے کفر اور اسلام دشمنی پر دلائل دیتے رہے۔ اب وکلاء اور صحافیوں کے سامنے جتنی مدلل اور جامع گفتگو ہو وہ متکلم کو سوالات کر کے الجھاتے ضرور ہیں۔ لیکن حضرت فاروقیؒ کی گفتگو اتنی جامع اور کامل تھی کہ کسی وکیل کے ذہن میں سوال کا کوئی نکتہ نہ رہا۔

ایک شیعہ وکیل نے اٹھ کر سوال کیا جس کو دوسرے ساتھ بیٹھے وکیل نے یہ کہہ کر شرمندہ کر دیا کہ جناب جو سوال آپ کر رہے ہیں یہ حضرت فاروقیؒ صاحب بیان کر چکے ہیں۔ کیا آپ سو رہے تھے۔ اس طرح سے وہ بھی خاموش ہو گیا۔ اس کے علاوہ حضرت فاروقیؒ میں کاز مشن کی محبت اور ادارے منزل تک پہنچانے کی فکر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

پاکستان کے علاوہ دنیا بھر میں جماعت کو متعارف کروایا شعبہ ہائے زندگی میں ہر جگہ

Scanned with CamScanner

جماعت کا قیام اور پیغام پہنچایا۔ کارکنوں کے ساتھ لگاؤ' کارکنوں سے قربت' کارکنوں کو اہمیت دینا ان کے دکھ درد میں دلی طور غمگین ہونا' بیوہ گان کی فکر و اسیران ناموس صحابہؓ کی دلجوئی' ان کی رہائی کے لئے کوششیں کرنا' فکر مند رہنا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جن کی نیند اس وقت حرام ہوتی تھی ۔ جب تک وہ کارکنوں کی مشکل کا حل نہ نکال کر لیتے ۔ دوران سفر متعدد بار حضرت فاروقیؒ کے ساتھ جانے کا موقع ملا وہ ہر لحہ ملک بھر میں کارکنوں کے حالات پر نظر رکھنے کی فکر اور سوچ میں رہتے ۔

حتیٰ کہ خوشی کے لحات میں بھی ان کی توجہ اس طرف ہوتی ...... مری سے آگے بھوربن میں پرل کانٹی نینٹل ہوٹل کے سامنے عباسی صاحب کے بنگلے کے لان میں کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے ۔ حضرت فاروقیؒ بطور خاص پنڈی سے مجھے ساتھ لے کر گئے تھے ...... بڑا پرلطف موسم تھا...... یخ بستہ ہوائیں ...... سرسبز و شادابی ہر طرف تھی ۔ سامنے کشمیر جنت نظیر کے پہاڑ بھی نظر آ رہے تھے۔...... نیچے دریا میں بہنے والے پانی کی پرترنم آواز نے ماحول کو بڑا خوشگوار بنا دیا تھا ...... حضرت پرلطف ہوئے اور قدرے سکون کے لئے ایک دن کے قیام کے لئے یہاں تشریف فرما تھے ۔ مگر لحہ خوبصورت ہوا کے جھونکے کے ساتھ بار بار دل سے سرد آہ نکالتے ہوئے فرماتے کہ ''مولوی مسعود جگہ اور موسم بہت اچھا ہے مگر نہ معلوم ہمارے ساتھی کس حال میں ہوں گے'' پھر ایک دو بار یہ بھی آپ نے فرمایا کہ ''ہم یہاں خوش بیٹھے ہیں ۔ خدا کرے پنجاب کے کسی علاقہ سے کسی ساتھی کی شہادت کی خبر نہ آئے''۔ رات کو الگ کمرے میں آرام کے لئے لیٹے کہ آج رات نیند پوری کر لیں گے میں اور حافظ مظہر صاحب رات کو باہر 12 بجے تک برآمدہ میں بیٹھے موسم سے لطف اندوز ہوتے رہے جب ہم سونے کے لئے اندر جانے لگے تو حافظ مظہر نے کہا کہ دیکھو سو رہے ہیں کہ نہیں ؟ دروازہ کھولا تو حضرت فاروقی صاحب کتاب کے مطالعہ میں مصروف تھے اور وہ مطالعہ فجر تک جاری رہا۔

بہر حال وہ صحیح معنوں میں قائد تھے ۔ کارکنوں کو بڑی اہمیت دیتے اور افراد کو حوصلہ

دے کر تیار کرتے تھے اور نئی قیادت کے لئے متعدد افراد ان کی تربیت سے پروان چڑھے ہیں۔ وہ چھوٹے سے کام پر بھی اتنی شاباش دیتے کہ کام کرنے والوں کا مزید کام کے لئے حوصلہ بہت بڑھ جاتا۔ میرے ساتھ ہمیشہ مشفقانہ رویہ ان کا رہا۔ اور سرحد میں جماعتی کام اور ذمہ داریوں کو نبھانے پر اکثر داد تحسین دے کر حوصلہ بڑھاتے۔ جبکہ آج کل ان چیزوں کا بہت فقدان ہو گیا ہے۔ ایک دوسرے کو پھلتا پھولتا کوئی دیکھنا ہی نہیں چاہتا۔

کوٹ لکھپت جیل میں ملاقات کے دوران میری حضرت فاروقیؒ سے اس بات پر تلخی ہو گئی کہ جب میرے اوپر لاہور میں تقریر کا پہلا مقدمہ قائم ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ تم نے احتیاط کیوں نہ کی۔ اس پر کافی تلخی ہو گئی دیکھنے والے یہ سمجھ رہے تھے کہ اب بات بڑھ جائے گی۔ اور ناراضگی بھی ہو جائے گی مگر 10 منٹ بعد میں اور حضرت فاروقیؒ باہمی گفتگو کرتے ہوئے جب کسی بات پر کھل کھلا کر ہنسے تو سب دیکھ کر حیران ہوئے ابھی تو اتنی تلخی ہوئی اور ابھی ہنس رہے ہیں۔ یہ دراصل ان کا ظرف تھا کہ ہم اپنا اعتراض تکلیف...... ان کو بتاتے سخت اور سست دونوں انداز میں اور وہ ہمیں جھڑکا نہیں کرتے تھے بلکہ شفقت کا معاملہ فرماتے تھے۔ اللہ ان کو غریق رحمت فرمائے (آمین)

اب ڈھونڈیئے انہیں چراغ رخ زیباں لے کر

دیگر قائدین حضرات

س:۔ مولانا عثمانی صاحب جس طرح آپ نے حضرت جھنگویؒ اور حضرت فاروقیؒ اور دیگر قائدین کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ اسی طرح مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب مولانا یحیٰ عباسی صاحب اور ڈاکٹر خادم حسین ڈھلو صاحب اور دیگر حضرات کے متعلق بھی آپ کچھ کہنا پسند فرمائے گے کیونکہ کارکنوں میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ یہ حضرات آپ سے خوش نہیں ہیں کیا کوئی اختلافات ہیں یا کیا مسئلہ ہے؟

ج:۔ دیکھیں ہر ایک کے متعلق تفصیل کا وقت نہیں ہے اور نہ ہی میں کوئی ایسی اتھارٹی ہوں

کہ سب پر تبصرہ کروں۔ مولانا لدھیانوی صاحب ہوں۔ مولانا عباسی صاحب یا کوئی ضلعی صوبائی مرکزی کسی سطح کا قائد ہوں میرے لیے سارے قابل قدر و صد تکریم ہیں۔ مین ان سب کے جوتے اٹھانا صحابہؓ کی نسبت کے وجہ سے سعادت سمجھتا ہوں اور میں نے کبھی کسی کی کمزوریوں کی ٹوہ لگانے کی کوشش نہیں کی ہے۔ نہ میں شرعی طور پر اس کو جائز سمجھتا ہوں۔ جبکہ میں خود بہت گناہ گار سیاہ کار ہوں۔ اپنے میرے عمل درست ہو جائیں تو یہی بڑی غنیمت ہے۔

پالیسی اور کام کے انداز میں اختلاف کا حق رکھنے کے باوجود کسی کو اف تک کہنا غلط تصور کرتا ہوں اس لئے کہ یہ حضرات ہماری لیے غنیمت ہیں اور ان کا تعلق صحابہ کرام سے ہے۔ جس کے دل میں صحابہ کرام کی محبت کا ذرہ بھی ہو اس کا احترام صحابہ کرام کی وجہ سے میں ضروری سمجھتا ہوں۔ باقی ان حضرات کا مجھ سے خوش ناخوش ہونا اس سے مجھے کوئی فرق نہیں۔ کینکہ میں ان کی خوشی کے لیے نہیں بلکہ جو کرتا ہوں اللہ کی رضا کیلئے کرتا ہوں۔

س: مگر ان کو نجی محفلوں میں اکثر آپ کی مخالفت کرتے ہوئے دیکھا گیا کہ آپ سخت بولتے ہیں؟

ج: آپ کو ان باتوں میں نہیں الجھنا چاہیے۔ رہا میرا سخت بولنا تو یہ محض تصنع نہیں اللہ جانتا ہے۔ یہ میرے ضمیر کی آواز ہے جو کہ انشاء اللہ جاری رہے گی۔ مجھے کسی کی تعریف، تنقید کی کوئی پرواہ نہیں۔

مولانا شعیب ندیم شہید رحمۃ اللہ علیہ

س: مولانا شعیب ندیمؒ آپ کے رفیق رہے ہیں۔ ان کی شہادت کے اسباب پر قدرے روشنی ڈالیں؟

ج:۔ آہ آپ نے حوروں کے دلہے کا تذکرہ چھیڑ دیا۔ مولانا شعیب ندیمؒ میرے قابل صد قدر بھائی اور ایک اچھے دوست تھے۔ ہم نے راولپنڈی میں اکٹھے کام کیا۔ جس کی بہت ساری باتیں اور یادیں ہیں۔ مرکزی قائدین کی گرفتاری کے بعد ملک بھر میں قیادت کا فقدان پر کرنے

Scanned with CamScanner

میں مجھ نا چیز کے ساتھ مولانا ندیم کا نمایاں کردار رہا...... روز اول ہی سے مقامی شیعوں کو آپ کی سپاہ صحابہؓ کے پلیٹ فارم پر کاوشیں برداشت سے باہر ہونے لگیں اور انہوں نے متعدد بار آپ پر بزدلانہ وار کیے۔ اللہ پاک نے ہمیشہ آپ کی حفاظت کی۔ مولانا ندیم صاحب قائدانہ صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ خطیبانہ خصوصیات میں اپنی مثال آپ تھے...... اور پھر حق گوئی کا عنصر گفتگو میں غالب تھا جس سے شیعیت تلملا اٹھتی۔

ادھر سیاسی میدان میں بھی آپ نے ایم پی اے کا الیکشن لڑ کر وڈیروں لٹیروں کو پریشان کر دیا، جس کی وجہ سے دشمن حریف سب پریشان ہو گئے لیکن سیاسی حریف مولانا کی کم عمری کے باوجود عزت وقدر بھی کرتے تھے تو یہ چیزیں کسی بھی طور شیعہ کو برداشت نہیں تھیں۔ ادھر ملکی سطح پر جب ندیم صاحب کا طوطی بولنے لگا اور جماعت کی اعلیٰ قیادت کی حیثیت سے مرکزی صوبائی حکومت کے اعلیٰ افسران سے مذاکرات پر بھی آپ کا کردار نمایاں ابھر کر سامنے آیا تو شیعہ نے مولانا کو اپنے لئے خطرہ محسوس کیا۔ قریب ہی ان دنوں میں ایرانی کیڈٹ کا راولپنڈی میں قتل بھی اس کا الزام بھی حکومت اور شیعہ نے مولانا شعیب ندیمؒ ہی پر لگایا۔ مگر تفتیش کے بعد یہ بات ثابت نہ ہو سکی۔ چنانچہ شیعہ نے آخر کار انہیں شہید کر دیا۔

س:۔ مولانا عثمانی صاحب آپ کا کیا خیال ہے کہ مولانا ندیم کی شہادت میں صرف شیعہ ہی ملوث ہے۔ یا اس کے کچھ اور بھی محرکات ہیں؟

ج:۔ جی خواجہ صاحب! اس سلسلہ میں واضح بات یہی ہے کہ اس شہادت کے واقعہ میں عام شیعہ ملوث نہیں اور صرف شیعہ بھی ملوث نہیں بلکہ شیعہ کی اعلیٰ قیادت کے ایماء پر جن کو باقاعدہ ایران کی اشیر باد حاصل تھی۔ مولانا ندیمؒ کو شہید کیا گیا جس میں پاکستان کی ایجنسیاں، وزیر اعلیٰ میاں شہباز شریف سو فیصد برابر ملوث ہیں۔ اور یہ صرف مولانا ندیمؒ تک ہی محدود نہیں بلکہ ولی کامل حضرت مولانا عبداللہ شہیدؒ...... مولانا شعیب ندیمؒ...... کے بعد حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی شہادت ایک ہی سلسلہ کی کڑی ہے۔ جس میں ایران کے ساتھ باقاعدہ پاکستانی حکومت

Scanned with CamScanner

ملوث ہے۔ جس کے باقاعدہ شواہد ہیں اور میں اس سارے سلسلہ کا مرکزی کردار اور ماسٹر مائنڈ سابق وفاقی وزیر اطلاعات مشاہد حسین کو قرار دیتا ہوں۔

بلال مسجد

س: بلال مسجد واقع سبزہ زار اسکیم لاہور جہاں آپ خطیب رہے۔اس مسجد کے پس منظر پر کچھ فرمائیں۔

ج: بلال مسجد کا مختصر پس منظر یہ ہے کہ یہ ملتان روڈ لاہور کے جدید آباد علاقہ سبزہ زار بلاک A میں واقع ہے جس کی بنیاد مقامی چند افراد کے تعاون سے ہماری جماعت سپاہ صحابہؓ کے بزرگ رہنما اور ہر دلعزیز جناب رائے مشتاق حسین صاحب حفظہ اللہ نے رکھی۔ جو کہ پروفیسر اور بڑے گہرے وعلمی شخصیت کے مالک تھے اور مشن ناموس صحابہؓ کی تبلیغ اور شیعیت کی تردید میں ہمہ وقت مستعد رہتے اور ہر سبیل پر اپنے مشن کو بیان کرنے میں مدللانہ گفتگو کے خوب ماہر تھے اور خلوص اور مشن سے والہانہ لگن میں حضرت جھنگویؒ کی جھلک کے آثار میں نے ان میں قریب سے محسوس کئے۔اسی سوچ وفکر کو خطیبانہ زبان وبیان کا روپ دھارنے کے لئے رائے مشتاق حسین کو بلال مسجد کے منبر پر کسی اچھے عالم۔ فاضل شخصیت کی ضرورت شدت سے محسوس ہوئی تو اللہ پاک نے انتظام کروادیا اور بلال مسجد کے خطیب اول کی حیثیت سے حضرت مولانا سمیع اللہ جھنگویؒ شہید منبر رسول ﷺ پر رونق افزوں ہوئے۔اس وقت مسجد بلال ایک ڈھائی کنال کا میدان تھا جس کے ایک طرف چھوٹا سا چھپر اور باہر ترپال لگا کر جمعہ کی نماز کا خطبہ اور نماز ادا کی جاتی تھی۔اس کسمپرسی کی حالت کو دیکھ کر مولانا سمیع اللہ جھنگویؒ نے مدرسہ کی جو بنیاد رکھی۔اس کا نام اصحاب صفہؓ رکھا کیونکہ تمثیل بالکل پوری ہوتی نظر آئی تھی جو حالات ابتدائی ایام میں مسجد نبوی شریف ﷺ کے تھے کہ دوران نماز بارش ہوتی تو پانی ٹپکتا تھا۔ یہاں بھی ایسا ہی ہوتا......لیکن

مولانا سمیع اللہ جھنگویؒ

گویا کہ جھنگ سے مولانا حق نواز شہیدؒ کا پرتو بن کر یہاں آئے تھے۔آپ نے

Scanned with CamScanner

عالمانہ محققانہ انداز خطابت نے ابتداء ہی سے کھل کر دشمن صحابہؓ شیعہ کو للکارنا شروع کر دیا۔ ادھر دیکھتے ہی دیکھتے جمعہ کا مجمع ایک عظیم اجتماع کی شکل متشکل ہونا شروع ہو گیا۔ مولانا نے اپنی جان اور آرام کی پرواہ کئے بغیر حق بیان کیا اور اپنوں میں چند دنوں میں مقبول ہو گئے مگر دشمن کی آنکھ اور سینہ کا کانٹا بن کر چبھنے لگے چنانچہ ایک سال بعد مولانا کی تیز اور سخت زخم لگانے والی زبان کو کند اور گنگ کرنے کے لئے دشمن نے بزدلانہ کاروائی کرتے ہوئے اس علم کے روشن چراغ کو گل کر دیا۔
اور اس طرح بلال مسجد کے خطیب اولی شہادت کے منصب پر 1994ء کو فائز ہو گئے۔

مولانا سیف اللہ خالد شہید رحمۃ اللہ علیہ

اس کے بعد مختلف خطباء سے بطور ٹیسٹ کے جمعے پڑھوائے گئے۔ رائے مشتاق صاحب متعدد حضرات کو لا کر بیان کا موقع دیا کرتے تھے۔ اسی دوران خطباء کی تقاریر و انداز خلوص جوش و جذبہ کو دیکھ کر ہی آپ نے کسی خطیب کو مقرر کرنا تھا۔ چنانچہ رائے مشتاق حسین صاحب کی نگاہ انتخاب خطیب لا جواب حضرت مولانا سیف اللہ خالد شہیدؒ پر پڑی جو کہ بالکل نوجوان تھے۔ جہاد لنگر سے گلاب کی کلیوں کی طرح نرم حسین وجود مسعود کے ساتھ بلال مسجد کے منبر کی رونق بنے۔ خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ خوب سیرت بھی تھے۔ علم و تقویٰ سے مزین اور دشمن کے لئے اشدء علی الکفار کے مصداق تھے۔ ان کی للکار اور شعلہ نوائی دشمن کے لئے ایک بار پھر بے چینی کا سبب بنی۔ اور شیعہ کی نیندیں حرام ہو گئیں۔

ادھر بلال مسجد کی رونقیں دوبالا ہونے لگیں۔ مسجد کے اندر باہر خوب عوام کا رش ہوتا۔ دراصل عوام روایتی جمعہ دار خطیبوں سے چند منٹ کی تقاریر سن سن کر اکتاہٹ کا شکار بھی تھی۔ اور چاہتی تھی کہ کوئی علمی تقریر ہو جس میں حق و باطل کا فرق بتایا جائے تو ایسے پیاسوں کے لئے سنہری موقع تھا علم کے جام نوش کرنے کا۔ بہر حال شیعہ نے تقریباً ایک سال بعد 14 اکتوبر 1995ء کو مولانا سیف اللہ خالد صاحب کو بھی شہید کر دیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

Scanned with CamScanner

قید وبند کو صعوبتیں برداشت کرنے کے باوجود مولانا مرحوم نے شیعہ کو للکار کر کہا تھا کہ میں حضرت امی عائشہ صدیقہؓ کے ناموس کے تحفظ کے لئے اپنی معصوم بچی عائشہ یتیم کراتے ہوئے لاہور کی سڑکوں کو اپنے خون سے رنگین کر جاؤں گا۔ چنانچہ مولانا نے اللہ کی توفیق سے اپنے قول کو پورا کیا۔ اللھم ارحمھم

اس طرح سے بلال مسجد کی تاریخ کا ایک باب اور مکمل ہوا۔

اس کے علاوہ ابتداء میں جب قاری محمد رفیق بلال گنج والے وہاں تھے بریلوی حضرات نے قبضہ کی کوشش بھی کی اور قاری صاحب موصوف زخمی بھی ہوئے۔ لیکن اس مسجد کو حق کا مرکز بننا تھا اس لئے حق والوں کے پاس ہی رہی۔ تقریباً دو خطباء کرام کے علاوہ 10 دیگر افراد شہید ہو گئے ہیں۔ جن میں مسجد پر فائرنگ کے دوران شیعہ کی طرف سے حملہ کے نتیجے میں ملازم حسین، امانت علی وغیرہ خاص قابل ذکر ہیں۔ اور محترم قاری عزیز الرحمٰن شہیدؒ جو کہ مولانا سیف اللہ خالد شہیدؒ کی شہادت کے وقت موٹر سائیکل چلا رہے تھے وہ بھی حضرت فاروقی شہیدؒ کے ساتھ بم دھماکے میں شہید ہو چکے ہیں۔

اور سب سے بڑا دھچکا دو خطیب حضرات کی شہادت کے علاوہ جو لگا وہ بلال مسجد کی بنیاد اور انتظام کے روح رواں محترم جناب رائے مشتاق حسین صاحب حفظہ اللہ کا اغوا ہے جن کا تا حال ہر قسم کی معلومات کرنے کے باوجود کوئی پتہ نہ چل سکا، معلوم نہ ہو سکا۔ کہ دشمن نے اغوا کیا یا پولیس نے ان کو جعلی پولیس مقابلے میں مروا دیا ہے۔ ان کے اغوا کے بعد ہم بے سہارا سے ہو گئے اور بہت نقصان ہوا۔ جس کا خلا پر کرنا ممکن نہیں۔

س: مولانا! رائے مشتاق صاحب کو کیا واقعی شیعہ نے اغوا کیا یا کہ بعض کا خیال ہے کہ وہ خود روپوش ہو گئے اور کہیں چلے گئے ہیں؟

ج: خواجہ راشد صاحب یہ بڑا اہم سوال آپ نے کیا۔ جہاں تک یہ بات ہے کہ وہ روپوش ہو گئے یا کہیں چلے گئے ہیں۔ یہ سراسر غلط اور بے معنی سی بات ہے کیونکہ وہ چھپ جانے والی

Scanned with CamScanner

شخصیت ہی نہیں تھے۔ نہ وہ روپوش رہ سکتے ہیں اور نہ ہی ان کو ایسی کوئی مجبوری تھی۔

دوسری بات یہ ہے کہ مجھے لاہور بلال مسجد میں خطیب کی حیثیت سے تقرر کو ابھی چند ہی دن ہوئے تھے کہ یہ واقعہ پیش آ گیا جو کہ میرا پہلا اور بڑا مشکل امتحان تھا۔ میں لاہور کے معاملات سے وہاں کے انتظام سے مزاج دشمن کے وار سب چیزوں سے ناواقف تھا۔ جو مجھے بتایا گیا صحیح غلط چلانے والوں کے چلانے پر میں چلتا رہا۔ سب سے پہلے ایف آئی آر درج کروانے کے لئے جانے والے گلزار مسجد (رائے مشتاق صاحب کے رہائشی محلہ کی مسجد ہے) کے) احباب کے ساتھ بلال مسجد سے قاری احمد صاحب بھی ساتھ گئے جن کو میں نے اپنی ناقص سمجھ کے مطابق یہ تاکید کی تھی کہ ایف آئی آر ساری شیعہ کے متعلق نہ ہو بلکہ ایک نہ ایک پولیس افسر کا نام ضرور رکھنا لیکن اس اصرار کے باوجود عمر ورک SHO تھانہ سبزہ زار کا نام شامل نہ ہونے دیا گیا۔ ادھر میرے لاہور آنے سے قبل جناب طاہر کمبوہ کی شہادت کا واقعہ پیش آ چکا تھا۔ جن کو شیعہ نے اغواء کر کے سر سے تن جدا کر کے شہید کیا تھا اس نسبت سے ہم شیعہ کے خلاف جلوس نکالتے رہے ساتھیوں کی گرفتاریاں ہو گئیں۔ اور پھر ایس ایس پی مسعود آفریدی سے میں نے اور شیخ حاکم صاحب نے مذکرات کر کے ساتھیوں کی ضمانتیں کروائیں اور پھر عدالتی سطح پر اور حکومتی سطح پر ملک و بیرون ملک ہر قسم کے اثر رسوخ استعمال کر کے پتہ لگانے کی کوشش کی مگر کوئی سراغ نہ ملا۔ یہاں تک کہ ہائی کورٹ نے بھی ہماری ایک رٹ کے جواب میں انتظامیہ کو بڑے سخت ریمارکس دیتے ہوئے ایک ماہ کی وارننگ دی مگر انتظامیہ تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ میں البتہ جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ رائے مشتاق حسین کے اغوا میں سو فیصد پولیس افسر عمر ورک اور طارق مسعود کھوکھر ملوث ہیں جس کے میرے سامنے بہت سارے معتبر شواہد ہیں۔ ایک موقع پر تو حضرت فاروقی شہیدؒ کے برادر محترم بھائی طاہر صاحب کی وساطت سے ایس پی طارق مسعود نے ہم سے رابطہ کر کے صلح کی پیشکش کی اور صورت حال بتانے کا وعدہ بھی کیا مگر ہم کہتے تھے بلال مسجد میں آ جاؤ بات کر لیتے ہیں لیکن وہ بلال مسجد میں آنے سے خوف کھاتا تھا۔ پھر اس کی معطلی

ہو گئی نہ معلوم وہ کدھر گیا۔

شیعت کی تاریخ کیا ہے؟

س شیعت کی تاریخ کیا ہے اور یہ کب سے اسلام کے خلاف کام کر رہی ہے؟

ج شیعت کی ظاہری شکل ابتدائی طور پر خلافت عثمانیہ میں بنی جس کا بانی عبداللہ بن سباء تھا۔ جس نے حضرت عثمانؓ کی خلافت کو غیر منصفانہ قرار دیتے ہوئے مخالفت کی اور حضرت علی کے خلیفہ برحق اور خلیفہ بلافصل کا تصور پیش کیا دلیل اس کے پاس صرف یہ تھی کی حضرت علی حضور اکرم ﷺ کے خونی رشتے کے لحاظ سے قریبی (عزیز) رشتے دار ہیں اسی تصور کو وہ سادہ لوح مسلمانوں کے سامنے پیش کر کے حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کے خلاف بغاوت پر ابھارا۔

بات حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت تک پہنچی درحقیقت حضرت عثمان غنیؓ کی طرف سے غلبہ اسلام کی پے در پے فتوحات سے یہود، مجوس تڑپ اٹھے تھے۔ اور خلافت عثمانی کی وسعت اور ہمہ گیری کو برداشت نہ کر سکے اور منافقت اور دجل کے ان بہی خواہوں نے مصر سے اس سازش کا آغاز کیا اور ایک خط کا بہانہ بنا کر مدینہ منورہ کا محاصرہ کیا حضرت عثمان غنی کی شہادت کے بعد اس سازش نے مذہب کا روپ دھارنا شروع کر دیا اور نئے نئے عقائد گھڑنا شروع کر دیئے۔

اس سے قبل بھی حقیقتاً دیکھا جائے تو شیعیت کا مذہب زرتشت اور مجوسیت کا چربہ ہے حضور اکرم ﷺ کی آمد سے قبل ایران میں زرتشتیوں اور مجوسیں کے مذہب کی پیروی کی جاتی تھی دوسری طرف عبداللہ بن سباء کے یہودی ہونے کی وجہ سے شیعت کا مذہب یہودیت کی پیداوار ہے خلاصتاً یہودیت مجوسیت کے جراثیم واضح طور پر اب بھی شیعیت کے مذہب میں پائے جاتے ہیں جس میں سب سے زیادہ عقائد اور اعمال کی رسم اور رواج کی مثالیں موجود ہیں۔

دراصل اسلام کا غلبہ جب ہوا تھا اس کا مذہبی اور سیاسی طور پر سب سے زیادہ نقصان یہودیت اور عیسائیت کو ہوا بڑی بڑی سلطنتیں روم اور ایران جیسی عالم اسلام کے زیر سایہ آ گئیں۔

جس پر یہودیت بلبلا اٹھی پہلے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو براہ راست ظلم و ستم کا تختہ

Scanned with CamScanner

مشق بنایا گیا۔ پھر جب دیکھا کہ اس طرح کام نہیں بنتا بلکہ اسلام پھیلتا ہی چلا جارہا ہے تو پھر اسلامی عقائد کے مقابلے میں اسلام ہی کے نام پر جدید عقائد گھڑنا شروع کر دیئے۔

ایک رخ یہ ہے کہ شیعہ نے عقائد پر محنت کی اللہ پاک کے مقابل حضرت علیؓ کی خدائی کا دعویٰ کیا اور رسالت کی جگہ امامت کا عقیدہ گھڑا حضور اکرم ﷺ سے اپنے بارہ اماموں کو افضل تصور کرنا۔ قرآن کا انکار کر کے مصحف فاطمہؓ (جس کا دنیا میں وجود ہی نہیں) کو صحیفہ الٰہی تسلیم کرنا کلمہ کے دو جزوں کو بڑھا کر چھ جزوں کو ایمان کی شرط کہنا۔

صحابہ کرامؓ کے منصوص من اللہ، ایمان کی، تصدیق کی تردید کرنا...... اہلبیت سے محبت کے دعویٰ کے پس منظر میں ان کی حد درجہ گستاخی ...... خلفائے راشدینؓ کی تعریف کی بجائے تنقید اور تحقیر کر کے تبرا کرنا۔ جیسے بے شمار عقائد و مسائل مکمل اسلام سے متصادم پیش کر کے ان کو حقیقی اسلام اور اسلام کو غلط قرار دیا گیا۔ جو کہ سراسر کفر ہے۔

دوسرا رخ ظلم اور سفاکیت ہے جسکی مسلمانوں کے خلاف انتہا کر دی گئی کہ فرعون و نمرود کے ظلم کے ریکارڈ توڑ دیئے۔ (ابن علقمی حسن بن صباء خمینی سمیت) شہادت عمر فاروقؓ حضرت عثمان غنیؓ حضرت علیؓ، حضرت حسینؓ اور واقعہ کربلا سے لے کر مولانا حق نواز، حضرت فاروقی شہید مولانا یوسف لدھیانویؒ اور بیت اللہ شریف میں ہنگامہ آرائی متعدد مرتبہ زمین کھود کر ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی میتیں روضہ مبارک سے نکالنے کی ناپاک جسارت یہ سب شیعیت کی سیاہ تاریخ اسلام دشمنی کا باب ہے جس کی تفصیلات آپ کتابوں میں پڑھ سکتے ہیں اور یہ بات میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اسلام کو اور مسلمانوں کو حضور اکرم ﷺ سے لے کر آج تک جتنا نقصان یہودیت کے چربہ شیعہ نے پہنچایا ہے اتنا کسی نے نہیں پہنچایا یہودیت کی اسلام سے نفرت کو خود قرآن پاک نے بھی واضح کیا ہے۔

شیعہ کو پہلے کافر کیوں نہیں کہا

س: اگر شیعت کو اسلام کے خلاف کام کرتے ہوئے (بہت) عرصہ ہو گیا ہے تو آج تک

اسے روکا کیوں نہیں گیا بہت بڑے بڑے علماء کرام گزرے ہیں کسی نے انکو پہلے کافر کیوں نہیں کہا؟

ج جب سے شیعیت کا فتنہ ابھرا ہے ہر دور میں تابعین سے لے کر آج تک کے علماء کرام نے اس کا کامیاب تعاقب کیا جس جس دور میں جتنا جتنا اس فتنہ کے اثرات سامنے آئے وقت کے تقاضے کے مطابق ان اثرات کے خلاف آواز حق بطور خاص بلند کی گئی جس میں حضرت امیر معاویہؓ شاہ عبدالعزیزؒ امام ربانی شیخ احمد سرہندیؒ ابن تیمیہؒ ..... ماضی قریب میں مولانا عبدالشکور لکھنویؒ اور مناظر اسلام مولانا عبدالستار تونسوی دامت برکاتہم موجودہ دور میں مجدد وقت امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کا کردار سب سے زیادہ نمایاں ہے۔ انہوں نے بطور خاص شیعیت کو ناکوں چنے چبوائے ...... البتہ ہر دور میں شیعہ کے تقیہ کی آڑ کی وجہ سے جس انداز میں سرمت ہونی چاہیے تھی وہ نہ ہو سکی۔

11 فروری 1979ء میں خمینی انقلاب آیا اسنے تقیہ کی چادر اتار کر کھل کر شیعیت کے مذہب کا پرچار شروع کیا تو اس کے مقابلے میں مولانا حق نواز رحمۃ اللہ علیہ نے سپاہ صحابہؓ کو ایک تحریک کی صورت میں لاکر کھڑا کیا جو انشاء اللہ چودہ سو سال کا کفارہ ادا کر رہی ہے اور اللہ کی مدد و نصرت رہی تو شیعیت کے خاتمے کے لئے سپاہ صحابہؓ کا وار آخری وار ہوگا۔ انشاء اللہ

رہی بات شیعہ کو علماء کرام نے پہلے کافر کیوں نہیں کہا تو یہ بات ایسی نہیں ہے بلکہ ہر دور میں علماء کرام نے شیعت کے کفر کا فتویٰ جاری کیا جس کی ساری تفصیل کتابوں میں موجود ہے بلکہ شیعہ کی انوار نعمانیہ جیسی اپنی بڑی بڑی کتابوں میں خود ان کے عقائد کے خلاف ان پر کفر کا فتویٰ موجود ہے اور علماء اہلسنت کا شیعت کے کفر پر باقاعدہ اجماع ثابت ہے۔

جو شیعہ کو کافر اب بھی نہیں کہتے، کیوں؟

س: علماء دیوبند اور بعض سپاہ صحابہؓ کے قائدین بھی شیعہ کو اسٹیج پر کافر نہیں کہتے اور ایسا کرنے سے منع بھی کرتے ہیں کیا وجہ ہے؟ اور بعض شیعہ کو کافر سمجھتے ہی نہیں ہیں؟

Scanned with CamScanner

اس سلسلہ میں علماء کرام کی مختلف صورتیں ہیں بعض تو وہ ہیں کہ جن کو شیعت کا مطالعہ نہ کرنے کی وجہ سے اس مسئلہ کی اہمیت اور ان کی تکفیر کا ادراک ہی نہیں اور ایسا طبقہ بہت کم ہے اور بعض وہ ہیں، جو کہ باوجود دیوبندی ہونے کے شیعت کی تکفیر کے تقریبا قائل نہیں، جیسا کہ تھانوی حضرات میں اکثر علماء شیعہ کی تکفیر کے قائل نہیں، یہی وجہ ہے کہ مولانا منظور نعمانی صاحب کا استفتاء، جس میں دنیا بھر کے علماء کرام کے فتاویٰ جات موجود ہیں مگر تھانوی حضرات کا شیعہ کے کفر کے خلاف فتویٰ موجود نہیں، یہ موجودہ دور کی صورتحال ہے، جامعہ اشرفیہ لاہور سے حال ہی میں مولانا احمد لدھیانوی مدظلہ کے ذریعہ سے پہلی بار شیعہ کے کفر کا فتویٰ سپاہ صحابہؓ نے جاری کروایا۔

یہاں یہ وضاحت کردوں کہ اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ تھانوی سلسلہ کے اکابر خود مولانا اشرف علی تھانویؒ، شیعہ کی تکفیر کے قائل نہ تھے، ایسی بات نہیں ...... بلکہ جب علماء نے شیعہ کے کفر کا فتویٰ دیا تو مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ نے کہا کہ شیعہ کے خلاف کفر کے فتویٰ پر مجھے شرح صدر نہیں ہو رہا تو حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے مکمل و مدلل ان کو بتایا کہ ان ان وجوہات سے شیعہ کافر ہے۔ (اس کی تفصیل احسن الفتاویٰ میں ملاحظہ فرمائیں)

اسی طرح چشتیاں سے ایک کتابچہ بنام ''عظمت صحابہؓ و ردشیعیت شائع ہوا'' صیانۃ المسلمین کی طرف سے اس میں حضرت تھانویؒ کے باقاعدہ اپنے تحریری خطوط موجود ہیں، شیعہ کی تکفیر پر لیکن اس ساری صورتحال کے باوجود اس اتنے بڑے شیعہ کے فتنہ کے خلاف آواز حق بلند نہ کرنا اور برملا شیعہ کی تکفیر نہ کرنا صرف موت کا خوف اور مصلحت پسندی ہے تاکہ شیعہ سے ہمارے معاملات تعلقات متاثر نہ ہوں ...... یہاں میں دکھ کے ساتھ معذرت سے یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کائنات کا بدترین کافر غلام حسین نجفی ملعون جسکی کفر سے بھری ہوئی کتابیں کسی عالم سے پوشیدہ نہیں ہیں، اتنے بڑے (خناس) کو جامعہ اشرفیہ لاہور میں ایک صاحب جو کہ ذمہ دار بزرگ بھی ہیں، باقاعدہ دعوت دے کر بلاتے ہیں، اور خود بھی ان کے پروگراموں میں ٹھوکر نیاز

Scanned with CamScanner

بیک میں شرکت کرتے رہتے ہیں اور یہی حال اس سلسلہ کے بعض ختم نبوت تحریک کے حضرات (کراچی) والوں کا بھی تھا، یہ پھر ہمیں کہتے ہیں کہ سپاہ صحابہؓ والے اکابر کی راہ پر نہیں چلتے، تو خیر اسی طرح ایک طبقہ وہ ہے، علماء کرام کا جو کہ حکومت کا چاپلوس یا عافیت کوش ہے انہوں نے اپنی آرام کوشی اور حکمرانوں سے سب اچھا رکھنا ہوتا ہے، اس لئے وہ بے حس ہو کر سب کچھ برداشت کرتے رہتے ہیں۔ اور ایک طبقہ ہے سیاست کا اگر شیعہ کے خلاف کھل کر کام کرتے ہیں تو ان کا وہم ہے کہ ہماری سیاست متاثر ہوگی، شیعہ ہمیں ووٹ نہیں دے گا، جیسا کہ جمعیت علماء اسلام جبکہ حضرت جھنگوی شہیدؒ چیلنج کے ساتھ یہ بات کہتے تھے کہ شیعہ سنی کو ووٹ دے ہی نہیں سکتا، اور ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو کہ خود شیعہ کے خلاف کام بھی کرتا ہے مگر دفاعی انداز میں اور کھل کر شیعہ کو کافر کہنے کی جرأت نہیں کرتا جیسے ''خدام اہلسنت''، تنظیم اہلسنت اور الاخوان وغیرہ مگر یہ سب سلسلہ نتیجتاً صرف اور صرف مصلحت پسندی عافیت کوشی آرام پرستی اور تعصب اور موت کے خوف کی وجہ سے ہے اور بہانہ یہ کرتے ہیں کہ سپاہ صحابہؓ نے اکابر کا طریقہ چھوڑ دیا ہے۔

ہمیں اسلام کی پندرہ سو سالہ تاریخ میں کہیں نہیں ملتا کہ اتنے بڑے گستاخوں کافروں کے خلاف اکابر علماء کرام نے خاموشی یا مصلحت اپنائی ہو، اور نہ ہی قرآن وسنت اور صحابہ کرام کا طریقہ اس مصلحت کی اجازت دیتا ہے (خیر یہاں تفصیل کا موقع نہیں ہے) بہرحال ان کا شیعہ کو کافر کہنا ہماری ذات اور جماعت کیلئے نقصان دہ نہیں بلکہ وہ مسئلہ تحفظ ناموس صحابہؓ کیلئے نقصان دہ ہے، جس کے جواب کی ذمہ دار وہ خود ہوں گے آخرت میں، رہی بات سپاہ صحابہؓ کے عہدیداروں کا اس نعرہ سے تقاریر میں پرہیز کرنا یا کارکنوں کو روکنا تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ نادانستہ طور پر مشن سے غداری کے مترادف ہے اور مشن وکاز کیلئے سخت نقصان دہ ہے اگر کوئی اس وجہ سے شیعہ کو کافر نہیں کہتا کہ پرچہ درج ہو جائے گا اور ڈی سی صاحب ناراض ہو جائیں گے۔ تو ایں خیال است محال است جنوں۔ کیونکہ اکثر دیکھنے میں آ رہا ہے کہ شیعہ کو کافر بھی نہیں کہا اور پرچہ پھر بھی درج ہو گیا۔

خود حضرت مولانا علی شیر حیدری صاحب دامت برکاتھم نے فرمایا رہائی کے بعد خیر پور کی پہلی تقریر میں کہا پسرور کی جس تقریر کے پرچہ میں ڈیڑھ سال سزا ہوئی اس کی وجہ یہی تھی کہ میں نے اس پوری تقریر میں شیعہ کو کافر نہیں کہا اور یہ بات متعدد مرتبہ تجربہ میں آ چکی ہے...... رہی بات ڈی سی کی ناراضگی کی تو تف ہے ایسی سوچ پر جو کہ شخصی افسران کی رضا کیلئے شیعہ کو کافر نہ کہے، وہ یہ سوچ لے کہ اللہ پاک کو ناراض کر رہا ہے اور پھر کل تک قوم کو خوب جوش دلایا کہ شیعہ کافر ہے، اب قوم اشتعال میں آ کر تیار ہو چکی تو پھر جگانے والوں کا ''داستان کہتے کہتے سو جانا'' سمجھ سے باہر ہے میں اس کو بالکل غلط سمجھتا ہوں اور اپنی ناقص اور کم علمی کے اعتراف کے باوجود ایسا کرنے والے حضرات کو شرعی طور پر غلطی پر تصور کرتا ہوں، ہاں اگر مرکزی قائدین کو جماعت اور کاز کیلئے اس نعرہ سے پرہیز کی مجبور اُضرورت پیش آ جاتی ہے تو اس کے لئے تمام کارکنوں کو اعتماد میں لے کر ایک سال دو سال جماعتی سطح پر پابندی لگا دیں، کہ ہم نے نعرہ نہیں لگانا، اس کے لئے مضبوط دلائل پر مبنی وجوہات بتائیں اور کارکنوں کو قائل کریں، پھر چھ ماہ تک دیکھیں کہ وہ مقاصد حاصل ہو رہے ہیں جن کی وجہ سے نعرہ بند کیا تھا، تو ٹھیک ورنہ اپنے نعرہ کو جاری رکھیں موجودہ صورتحال میں قائدین جن جماعتی مجبوریوں کی وجہ سے نعرہ لگانے سے گریز کرتے کرواتے ہیں وہ خلوص پر مبنی ہوتا ہے مگر عوام میں غلط تاثر پھیلنا شروع ہو جاتا ہے کہ مصلحت پسندی آ گئی اور ڈر گئے بک گئے ہیں...... یہ نہیں دیکھتے کہ جب یہی قائدین گرفتار ہوتے ہیں اسی شدت بیان کی وجہ سے تو پھر کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا، ہر جگہ جذباتی نہیں ہونا چاہیے، کسی موقع پر حکمت عملی کے تحت یا کوئی جماعتی مجبوری کی وجہ سے قائدین نعرہ بلند کرنے سے روکتے ہیں تو سمجھ لینا چاہیے۔

شیعہ کافر ٹریڈ مارک ہے

س: مولانا اسی سوال کے ضمن میں آپ یہ بتا دیں کہ اگر یہ نعرہ کافر کافر شیعہ کافر چھوڑ دیں تو کونسا فرق پڑتا ہے؟

ج: ٹریڈ مارک۔ محترم فرق تو بہت پڑتا ہے اس لئے کہ شیعہ کافر یہ صرف نعرہ ہی نہیں بلکہ

Scanned with CamScanner

ہمارا TRAD MARK ہے بلکہ ہمارے مشن کی SYMPATHY (روح) ہے۔

جب جسم سے روح ہی نکل جائے تو وہ مردہ گھوڑے والی بات ہے، اور ہم پھر حقیقت پر مبنی نعرہ کو کیوں چھوڑ دیں، اور یہ دیکھیں کہ پاکستان کے حصول کیلئے کتنی جانیں قربان ہوئیں، عصمتیں لوٹیں، آج کوئی محب وطن ایک انچ زمین پاکستان کی چھوڑنے کو تیار نہیں اور ہم جس نعرہ کے پرچار پر جھنگوی شہیدؒ سے لے کر غازی حق نوازؒ تک سینکڑوں جانیں دے چکے ہیں اس نعرہ کو کیسے چھوڑ دیں۔

شیعہ غیر مسلم

البتہ ایک اور بات میں کہتا ہوں کہ اسٹیج پر سر عام شیعہ کافر کہنا جن علماء کرام کو شاق گزرتا ہے وہ ہمیں کم از کم اس کا متبادل تو بتائیں کہ ہم شیعہ کا کفر عوام الناس کے سامنے کیسے بے نقاب کریں مقصد تو مسلمانوں کو اس شیعہ کے فتنہ سے محفوظ کرنا اور حکومت سے قانونی طور پر شیعہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانا ہے یہ مقصد کسی اور طریقہ سے حل ہو سکتا ہے تو بتائیں ورنہ ہمارے کامیاب طریقہ کا ساتھ دیں، کامیاب میں نے اس لئے کہا کہ عوام و خواص اس بات کو 90 فیصد تسلیم کر چکے ہیں کہ شیعہ کافر ہے، یہ الگ بات ہے کہ وہ اس کا اظہار نہیں کرتے۔

س: سپاہ صحابہؓ کا موقف کسی کو سمجھانا ہو تو اسے کونسی کتابیں دکھائیں؟

ج: ابتدائی کارکنوں کی ذہن سازی کے لئے حضرت فاروقی شہیدؒ کا مختصر لٹریچر جو کہ مختلف صحابہ کرامؓ کے نام پر کتابچوں کی شکل میں ہے اور مولانا حق نواز اور ان کی جدوجہد سپاہ صحابہ کی پارلیمانی جدوجہد یہ کتابچے بھی بطور خاص مفید ہیں۔

علماء اور مذہبی پڑھے لکھے طبقے کے لئے حضرت فاروقی شہید کی کتاب تعلیمات اہل بیتؓ حضرت امام مہدیؒ خلافت و حکومتؓ کا مطالعہ بہت مفید ہے......اسی طرح افسران اور پڑھے لکھے دنیاوی طبقے کے لئے تاریخی دستاویز بطور خاص قابل ذکر ہے۔ علاوہ ازیں علامہ خالد محمود صاحب پی ایچ ڈی لندن دامت کاتہم......مولانا محمد نافع دامت برکاتہم......مولانا عبدالستار

Scanned with CamScanner

تونسوی اطال اللہ حیاتہ اور دیگر علماء کرام کی شان صحابہ اور ردشیعیت پر کتب کا مطالعہ ضروری ہے
بحیثیت طور پر مولانا ضیاء الرحمن فاروقی شہید کالٹریچر اس سلسلے میں سب سے زیادہ مفید ہے۔

تحفظ ناموس صحابہؓ کے لئے جدوجہد

س کیا سپاہ صحابہؓ نے تحفظ ناموس صحابہؓ کے لئے عملی کوششیں بھی کی ہیں؟

ج سپاہ صحابہؓ نے تحفظ ناموس صحابہؓ کے لئے ہر سطح پر حتی الوسع کوششیں کی ہیں اور اپنے اس تحفظ ناموس صحابہؓ کے موقف کو عوام اور خواص سرکاری اور غیر سرکاری ہر شخص تک پہنچایا اور اس مسئلہ کی اہمیت و حیثیت کو منوایا گیا۔...... جس کے نتیجے میں مسلمانوں میں شیعیت کے ساتھ روابط اور رسم ورواج میں شرکت کا سلسلہ ایک عرصہ سے چل رہا تھا جس کی آڑ میں شیعہ اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل میں صحابہؓ کے خلاف اہلسنت کی آشیر باد لے کر چل رہا تھا اس میں نوے فیصد کمی آئی ...... نادانستہ طور پر جو مسلمان شیعہ کے عقائد کی تائید کرتے یا ان کو صحیح تسلیم کرتے تھے وہ شیعہ سے مکمل ہٹ چکے ہیں اور شیعہ کی صحابہؓ دشمنی کی وجہ سے ان سے نفرت بھی کرتے ہیں یہ ہمارے موقف کی بہت بڑی کامیابی ہے...... لیکن جہاں تک تحفظ ناموس صحابہؓ کے لئے قانونی جدوجہد کا تعلق ہے تو اس میں مولانا ایثار القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے قومی اسمبلی میں اپنے موقف اور مطالبے کو پہنچانے کے بعد مولانا محمد اعظم طارق صاحب نے انتھک کوشش کی ...... جس کی وجہ سے ان کو دشمن کی طرف سے شدید مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ مگر مولانا اعظم طارق صاحب جرات اور بہادری کی مثالیں قائم کرتے ہوئے خوب در خوب دشمن اور حکومتی چٹانوں سے ٹکراتے رہے...... اسمبلی کے اندر اور باہر حکمرانوں کو اس موڑ تک لے آئے اتنا مجبور کر دیا انہیں کہ وہ ناموس صحابہ بل پاس کر کے تحفظ ناموس صحابہ کا قانون بنائے مگر کامیابی کے بالکل قریب پہنچ کر ایران کی کھلی مداخلت اور کچھ شیعہ ایجنٹوں کی منافقت سے یہ مسئلہ پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا اور باقاعدہ پاکستانی و ایرانی حکومت کی مشترکہ سازشوں کے نتیجہ میں مولانا اعظم طارق صاحب کو مختلف جھوٹے مقدمات میں الجھا کر اسمبلی کے فورم سے ہٹانے کی ناپاک جسارت کی اور سالہا سال مولانا اعظم

Scanned with CamScanner

طارق کو پابند سلاسل رہنا پڑا لیکن اس سے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ پاکستان کی نیشنل اسمبلی میں اور سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے بنچ کے روبرو شیعیت کے کفر کو قرآن وسنت کی روشنی میں تسلیم کروایا۔

اسمبلی ممبران اور جج حضرات یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے کہ شیعیت کا مذہب انتی اسلام اور گندہ غلیظ مذہب ہے مگر ان کے قلم قانون کی صورت میں یہ الفاظ لکھنے سے قاصر رہے جس میں ان کے ذاتی مفادات اور تحفظات کار فرما تھے...... اس ضمن میں مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمۃ اللہ علیہ، مولانا اعظم طارق صاحب، علامہ علی شیر حیدری صاحب کا کردار قابل تحسین ہے اور تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا؟ کامیابی و ناکامی اللہ کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

سپاہ صحابہؓ کا موقف اعلیٰ عدالتوں میں

س: مولانا اسی نوعیت کا ایک سوال ہے حضرت جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم ناموس صحابہؓ کے تحفظ کے لئے اسمبلی سے تعاون نہ ملا تو عدالت میں جائیں گے اس سلسلے میں بھی کوئی کوشش ہوئی؟

ج: آپ کا یہ سوال بڑا اہم ہے مگر مجھے افسوس ہے کہ اس پر جماعت نے بطور خاص کوئی توجہ نہیں دی اس کی وجہ یہ ہ کہ ان گزشتہ پانچ سالوں میں حکومت نے ہمیں مقدمات اور گرفتاری جیسی انتقامی کاروائیوں میں ایسا الجھادیا ہے کہ قیادت اکثر پابند سلاسل رہی اور کارکن ان کی رہائی کے مطالبات اور احتجاجات میں مصروف رہے ہمیں اس طرف سوچنے کا موقع ہی نہیں دیا گیا۔

دوسری ہماری اپنی کمزوری ہے ہم شخصیت پرستی کی وجہ سے مخصوص قیادت تک محدود ہو کر رہ گئے ہیں کہ جب وہ (جیل سے) باہر ہیں تو کام ہوتا ہے جب وہ اندر چلے گئے تو کام بند ہو جاتا ہے جب کہ اعلیٰ قیادت کے ساتھ ساتھ ثانوی سطح کی قیادت بھی ہونی چاہیے جو کہ مشکل

Scanned with CamScanner

حالات اور قائدین کی غیر موجودگی میں اپنے نظام اور پروگرام کو جاری رکھ سکیں.....علاوہ ازیں اس سلسلے میں بندہ ناچیز نے متعدد بار کوششیں کی ہیں جس میں جماعت کی طرف سے حوصلہ افزائی اور تعاون نہ کرنے کی بنا پر کامیابی نہ ہو سکی۔

مثلاً 1992ء میں ضلع چارسدہ ترنگ زائی میں رہنے والی ایک محترمہ کا ہمیں علم ہوا جو کہ پٹھان تھیں اور اس کا نکاح ضلع اٹک کے ایک شیعہ کے ساتھ غلط فہمی کی بنیاد پر کر دیا گیا تھا جب اسے معلوم ہوا کہ شیعہ کافر ہیں تو اس نے تنسیخ نکاح کا دعویٰ مقامی عدالت میں دائر کیا اسی دوران اس لڑکی کے والد کی ملاقات مجھ سے جامعہ محمودیہ ترنگ زائی میں ہوئی میں اس وقت صوبہ سرحد کا جنرل سیکرٹری تھا اور میرے ہی ہم نام مخدومی حضرت مولانا مسعود الرحمٰن درانی صاحب جو مدرسہ میں اس وقت مہتمم اور سپاہ صحابہؓ کے صوبائی صدر تھے ان کی موجودگی میں لڑکی کے والد نے ہمیں اختیار دیا کہ آپ جماعتی سطح پر اس مقدمے کی پیروی کر کے ہماری لڑکی کی جان شیعوں سے چھڑوائیں اس نے باقاعدہ ہمیں عدالتی سطح پر مختیار نامہ بھی پیش کیا میری خوشی کی انتہا نہ رہی کہ جس بات کو مولانا حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقریر میں زور دے کر فرمایا تھا کہ شیعو! تم عدالت میں آؤ میں تمہیں کافر ثابت کرونگا اگر تم نہیں آئے تو ہم ایک عرصہ تک دیکھیں گے پھر ہم خود عدالت میں آئیں گے تو اس کی ترتیب یہ ہوگی کہ ہم ایسی سنی بچی سے دعویٰ دائر کروائیں گے جس کا نکاح شیعہ کے ساتھ ہوا ہوگا اور قادیانیت کے خلاف ہونے والے عدالتی فیصلے کی طرح تمہیں بھی عدالت سے کافر قرار دلوائیں گے۔ چنانچہ مجھے مولانا حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تمنا پورہ ہوتی دکھائی دی میں نے بڑی لجاجت کے ساتھ حضرت مولانا فاروقی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اس بات کو رکھا اور مرکز کی طرف سے مکمل تعاون کی درخواست کی مگر میرے ارمان اس وقت ریزہ ریزہ ہو گئے جب حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے نہ جانے کس وجہ سے اس مسئلے کو اہمیت نہ دیتے ہوئے صرف اتنا کہہ دیا کہ تم یہ کیس لڑو جب ضرورت پڑی تو ہم مولانا علی شیر حیدری کو علمی گفتگو کے لئے پیش کر دیں گے اسی بھاگ دوڑ میں چند دن گزر گئے نتیجہ یہ نکلا کہ شیعہ کو

Scanned with CamScanner

جب یہ علم ہوا کہ سپاہ صحابہ اس مقدمہ کی پیروی کرنا چاہتی ہے تو انہوں نے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے اور اپنا تحفظ کرتے ہوئے لڑکی کو خود ہی طلاق دے دی۔

غالباً 1996ء لاہور رہائیکورٹ کے وکیل جناب رشید مرتضی صاحب جن کی ختم نبوت تحریک میں بھی نمایاں قربانیاں ہیں ان سے میری مشاورت ہوئی چنانچہ انہوں نے لاہور ہائی کورٹ میں ایک رٹ دائر کی جس کا عنوان تھا پاکستان کے آئین کے مطابق شیعہ کافر ہے وہ رٹ ہائی کورٹ نے، سپریم کورٹ میں بھیج دی سپریم کورٹ میں آٹھ شیعہ وکلاء مقابلے میں پیش ہوئے (جس میں ایک وکیل قتل ہو گیا ہے) سپریم کورٹ نے وہ درخواست واپس ہائی کورٹ بھیج دی اس پر بھی جماعت کی طرف سے سرد مہری رہی اور تا حال وہ رٹ ہائی کورٹ کے سرد خانے میں موجود ہے۔

دریا جہلم اور سپریم کورٹ

تیسری اور اہم کوشش 9 جولائی 1997ء کو مرکزی عاملہ کا اجلاس کوئٹہ میں طلب کیا گیا۔

یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب ملک میں قتل و غارت عروج پر تھی اور سپاہ صحابہؓ کیساتھ حکومت کا گرفتاریوں، پکڑ دھکڑ کی وجہ سے ریاستی تشدد اپنی مثال آپ پیش کر رہا تھا۔ اس دوران پاکستان میں سپریم کورٹ کے چیف جسٹس سید سجاد علی شاہ نے دو مرتبہ اخباری بیان دیا کہ شیعہ سنی مسئلہ کو حکومت فوراً کنٹرول کرے، ورنہ میں از خود نوٹس کے تحت اس کا ایکشن لوں گا۔

مولانا محمد اعظم طارق صاحب کی چند روز رہائی کے بعد ایس ایس پی گوجرانوالہ اشرف مارتھ کے قتل کی وجہ سے مولانا اعظم طارق صاحب کی دوبارہ گرفتاری عمل میں آ گئی۔ سپاہ صحابہؓ کے قائدین کی مزید گرفتاریوں میں مجھے گرفتار کرنے کیلئے۔ میرا نام سر فہرست رکھ کر دیوانہ وار میری تلاش شروع کر دی۔ میری مجبوری یہ تھی کہ جماعت کے اہم اجلاس اور پروگراموں کو اٹینڈ کرنا اور مرکزی سیکرٹری اطلاعات کی حیثیت سے اخبارات میں جماعت کی اہمیت اور مشن کو اخباری بیانات

Scanned with CamScanner

میں اجاگر کرنا۔ یہ کام بھی ضروری تھا، کیونکہ اکثر عہدے دار گرفتار ہو چکے تھے یا روپوش تھے۔
پولیس کے ساتھ بحمد اللہ زبردست آنکھ مچولی کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے اپنے جماعتی کام کو جاری رکھا۔ میری وجہ سے میرے والد مکرم حضرت مولانا عبدالمعبود صاحب دامت برکاتہم اور دیگر عزیزوں کو گرفتار کر لیا۔ مگر اس ساری صورتحال کے باوجود اللہ کے فضل سے ملک بھر میں آواز حق کو بلند رکھا۔ میری حالت یہ تھی کہ ایک شاپر میں ایک جوڑا کپڑوں کا رکھ کر اور جماعتی لیٹر پیڈ رکھ کر پورے ملک میں سفر کرتا رہتا اور بیانات جگہ جگہ سے جماعت کیلئے حکومت کے ظلم و جبر کے خلاف جاری کرتا۔ اس دوران لاہور سے پشاور جاتے ہوئے گوجرانوالہ میں بس نے اسٹاپ کیا تو میں نے اخبار خریدا اس میں مذکورہ چیف جسٹس سید سجاد علی شاہ کا بیان پڑھا اور کچھ سوچ بچار کے بعد اپنا سفر پشاور جانے کی بجائے جہلم اتر گیا۔ مشکل یہ تھی کہ ہر طرف ایجنسیوں کا جال بچھا تھا، کسی اپنے آدمی کے پاس جانا بھی مشکل تھا چنانچہ میں نے دریائے جہلم کے پل کے ساتھ نیچے اترنا شروع کیا اور پل کے نیچے دریا کے کنارے بیٹھ کر جیب سے لیٹر پیڈ نکال کر چیف جسٹس سجاد علی شاہ کے بیان کا جواب لکھا۔ پھر خفیہ طور پر اخبارات کو فیکس کر دیا۔ چند دن بعد کوئٹہ کے عاملہ کے اجلاس میں، میں نے قائدین سے بھرپور اور پرزور مطالبہ کیا کہ آپ کو شیعہ کے کفر کے مسئلہ پر عدالتوں میں جانا چاہیے۔ جو کہ مولانا حق نواز جھنگوی شہید کی آرزو بھی تھی کچھ بحث کے بعد اس کام کو کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ جس میں تین رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی جس میں میرا نام، مولانا احمد لدھیانوی صاحب کا اور جناب شیخ حاکم علی صاحب کا نام شامل تھا۔ ہمارے ذمہ دو کام لگائے گئے۔ (1) چیف جسٹس سجاد علی شاہ کو خط لکھنا اور (2) باقاعدہ عدالتی سطح پر کسی سنی لڑکی کے ذریعے جس کا نکاح شیعہ سے ہوا ہو۔ شیعت کے کفر کے مسئلہ پر کام شروع کرنا تھا۔ پہلا کام تو ہم نے فوراً سجاد علی شاہ کے نام ایک خط لکھ کر عملاً شروع کر دیا۔ جسکے جواب میں سجاد علی شاہ نے سپریم کورٹ میں دونوں شیعہ سنی فریقوں کو اکٹھا کر لیا۔ جس پر مولانا محمد اعظم طارق صاحب اور لشکر جھنگوی کی طرف سے جناب سید غلام رسول شاہ صاحب کا موقف چیف جسٹس نے سنا اور قتل و غارت کی

وجوہات سے آگاہی حاصل کی اور دوسری طرف باقاعدہ جماعت کے وفد کی صورت میں قائد محترم علامہ مولانا علی شیر حیدری صاحب، مولانا احمد لدھیانوی صاحب اور علامہ شعیب ندیم شہیدؒ نے مدلل ومکمل سینکڑوں کتابوں کے حوالہ جات دے کر اپنے موقف اور مشن کو سپریم کورٹ کے اعلیٰ فورم پر پیش کیا۔ جس پر سجاد علی شاہ کو یہ کہنا پڑا کہ شیعہ واقعی بہت بڑا کافر اور غلیظ مذہب رکھنے والا فرقہ ہے۔ مقابلے میں شیعہ نے بھی اپنے قائدین کے ذریعے اپنا مؤقف پیش کیا۔

جسکے جواب میں چیف جسٹس نے ان کو یہ کہہ کر خاموش کروادیا۔ تم صحابہ کرامؓ کو گالی نکال کر بہت بڑے کفر کے مرتکب ہوئے ہو۔ یہ بہت تمہاری زیادتی ہے۔ بہر حال چیف جسٹس نے پانچ رکنی بنچ تشکیل دیا۔ جو اس مسئلہ پر دونوں فریقوں کا موقف سن کر حتمی فیصلہ دے تاکہ ملک میں فسادات کا خاتمہ ہو سکے۔ قریب تھا کہ اس بحث کے نتیجے میں شیعہ کافر قرار دے دیا جاتا۔ مگر نواز شریف نے ایران کے دباؤ میں آکر چیف جسٹس کو اسکے عہدے سے برخواست ہونے پر مجبور کیا۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے۔ کہ ایک دریا کے کنارے بیٹھ کر مختصر لیٹر لکھنے کے نتیجے میں ہمارا موقف اور مشن سپریم کورٹ میں زیر بحث آسکتا ہے۔ تو اگر ہم بحیثیت جماعت عدالتی رخ پر محنت کریں۔ جلسے جلوسوں کی بجائے تو یقیناً عدالت کے ذریعے شیعت کے کفر کا فیصلہ کروایا جاسکتا ہے۔ میں اب بھی یہی کہتا ہوں۔ اپنے قائدین کو ہماری توانیاں اور قربانیاں اب اس مسئلہ پر محنت میں لگنی چاہئے۔ تاکہ شیعت کے کفر کا فیصلہ ہو سکے۔

کچھ سپاہ صحابہؓ کے متعلق

س: سپاہ صحابہ کو قائم ہوئے 16 سال ہو چکے ہیں کیا یہ اپنے مشن میں کامیاب ہوئی ہے یا جہاں سے چلی تھی ابھی تک وہیں پر ہے؟

ج: سپاہ صحابہؓ نے اس مختصر عرصے میں بہت ساری نمایاں کامیابیاں حاصل کی ہیں سب سے بڑی اور اہم کامیابی یہ ہے کہ شیعہ نے 14 سو سال سے جو اسلام کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا اور لباس خضر میں اسلام کے خلاف اسلام ہی کے نام پر سازش کر رہے تھے ان کے کفر کو بے نقاب کیا اور

صرف پاکستان میں ہی نہیں دنیا بھر میں شیعہ کو مسلمان نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ اگرچہ ہمیں قانونی طور پر ان کو کافر قرار دلوانے اور ان کی غلیظ زبان بند کرنے اور کافرانہ عقائد پر پابندی لگانے میں کامیابی نہیں ہوئی جس میں حکومتیں مسئلہ کی سنگینی کو سمجھنے کے باوجود اپنے اقتدار کو بچانے کیلئے ایرانی دباؤ کا شکار رہی ہے۔

جبکہ سپاہ صحابہؓ کی طرف سے پارلیمنٹ میں بھی حضرت مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ اور قائد محترم مولانا اعظم طارق صاحب کی کوششوں کا مستقل ایک کردار اور تاریخ کا سنہرا باب ہے اور آئندہ کسی وقت اس میں ضرور انشاء اللہ کامیابی ہوگی لیکن اس کے علاوہ عالمی، ملکی، عوامی سطح پر سپاہ صحابہؓ نے جس انداز میں شیعہ کے فتنہ کو بے نقاب کیا ہے شاید ہی اس کی مثال اس سے قبل کسی دور میں موجود ہو۔ یعنی مولانا حق نوازؒ نے فرمایا تھا کہ میں شیعہ کو گالی بنا کر چھوڑوں گا سو وہ بن چکی ہے۔

چنانچہ متعدد ملکوں میں سرکاری یا عدالتی سطح پر بھی شیعہ کے خلاف کچھ نہ کچھ اقدامات ہوئے۔ مثلاً افغانستان میں تین ہزار علمائے کرام کی شوریٰ نے فتویٰ دیا تھا کہ شیعہ کائنات کا بد ترین کافر ہے اور ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا میں کہتا ہوں کہ افغانستان میں پہلے بھی اسلامی حکومتیں قائم رہیں اور شیعہ بھی رہے لیکن اس طرف توجہ نہ ہوئی جبکہ طالبان نے یہ قدم اٹھایا کیونکہ پاکستان میں سپاہ صحابہؓ اپنی حکومت سے یہ مطالبہ کر رہی تھی اور میں نے جب قندھار میں گورنر حضرت مولانا ملا حسن رحمانی صاحب سے سوال کیا کہ شیعہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے بعد آپ کا ان کے ساتھ کیا رویہ ہوگا تو انہوں نے فرمایا تھا جس طرح کا کام پاکستان میں عیسائیوں سے لیا جاتا ہے۔ وہی کام افغانی شیعوں کو سونپا جائے گا۔ (بیت الخلا کی صفائی)۔ اسی طرح ہانگ کانگ کی عدالت نے ایک مقدمہ میں شیعہ کو کافر قرار دیا۔ پشاور میں الحاق اخبار میں چھپنے والے ایک مضمون کے خلاف ہائی کورٹ میں رٹ ہوئی تو ہائی کورٹ نے جو ریمارکس لکھے وہ ان کے کافر قرار دینے کے مترادف ہیں۔ جن کو فوراً دبا دیا گیا۔ اور سب سے بڑی کامیابی ممبر رسول ﷺ مسجد

نبوی ﷺ سے صدائے جھنگوی بلند ہوئی اور فضیلت الشیخ عبدالرحمان الخذ یفی دامت برکاتہم العالیہ نے شیعہ کے کفر کا اعلان کر کے پوری دنیا کے مسلمانوں کو سنا دیا اور اسی طرح سینکڑوں واقعات ہیں لوگوں نے شیعہ سے رشتے توڑ لئے، طلاقیں لیکر اور آئندہ رشتوں کا لین دین ختم کر دیا۔ ان کا کھانا پینا عوام نے چھوڑ دیا جلوس میں کثرت سنیوں کی ہوتی تھی۔ اب سنیوں نے اجتناب کرنا شروع کر دیا ہے۔ موقع نہیں ورنہ اس پر پوری کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب سپاہ صحابہؓ کی آواز حق بلند کرنے سے ہوا۔ ورنہ پہلے تو مسلمانوں کا ایک فرقہ سمجھ کر سب کے ساتھ تعلق رکھتے تھے اور آپ یہ دیکھیں کہ اب ملک پاکستان میں مذہبی اور سیاسی جماعتوں نے شیعہ کو اپنے پروگراموں میں بلانا اور ان سے اتحاد کرنا کم کر دیا ہے۔ (یہ گفتگو متحدہ مجلس عمل بننے سے پہلے کی ہے)

سپاہ صحابہؓ عالمی تنظیم ہے

س: سپاہ صحابہؓ پاکستان کے علاوہ کتنے ممالک میں قائم ہو چکی ہے اور کام کیسے چل رہا ہے؟

ج: سپاہ صحابہؓ درجنوں اسلامی اور چند غیر اسلامی ممالک میں باقاعدہ قائم ہو چکی ہے اس کا نیٹ ورک متعدد ملکوں میں موجود ہے جس میں بطور خاص عرب امارات، سعودی عرب، ابوظہبی، دبئی، افغانستان، بنگلہ دیش، افریقہ ان ممالک میں باقاعدہ جماعت کا کام کیا جاتا ہے...... اسی طرح امریکہ، برطانیہ، آسٹریلیا میں بھی وسیع پیمانے پر جماعت کی یونٹیں اور کام موجود ہے البتہ ہر ملک میں کرام کا طریقہ وہاں کے مقامی مخصوص حالات اور قوانین کو مدنظر رکھ کر ضرورت کے مطابق کیا جاتا ہے اور انہیں ممالک سے جماعت کو مالی سپورٹ بھی عوامی سطح پر محصول ہوتی ہے۔ اور اسی طرح سپاہ صحابہ اہلسنت کی سب سے بڑی نمائندہ تنظیم ہے۔

س: مولانا آپ نے افغانستان کا تذکرہ کیا وہاں تو صرف طالبان کی تنظیم ہے تو سپاہ صحابہؓ کیسے وہاں کام کر رہی ہے؟

ج: بات آپ کی ٹھیک ہے کہ وہاں طالبان کی حکومت آنے کے بعد تمام جہادی، مذہبی و

Scanned with CamScanner

سیاسی تنظیموں کے نام کا خاتمہ کر دیا گیا ہے تاکہ سارے مسلمان ایک امیر المومنین کے ماتحت کام کریں لیکن ہر تنظیم کے افراد کسی نہ کسی مقدار میں طالبان کے شانہ بشانہ کام کر رہے ہیں جس میں سب سے زیادہ محاذوں پر حملوں میں...... مدرسوں میں...... معرکوں میں واضح واضح اکثریت کے ساتھ سپاہ صحابہؓ کے کارکن موجود ہیں۔

جب میں سرحد کا جنرل سیکرٹری تھا اس وقت 1992ء میں خوست اور گردونواح کے علاقوں پر فارسی زبان والوں کی باقاعدہ ایک باڈی تشکیل دی تھی اور فارسی و پشتو میں شیعت کے کفر کے خلاف باقاعدہ لٹریچر شائع کروا کر سپاہ صحابہؓ افغانستان کے نام سے کام کا آغاز کروایا تھا یہ سلسلہ آج بھی کسی نہ کسی انداز میں موجود ہے۔ معلومات کے مطابق مولانا نیاز محمد ناطق صاحب کی جہاں تک افغانستان میں واقفیت ہے وہاں پر جماعتی مشن کے لحاظ سے انکا بھی کردار ہے۔

نظام خلافت راشدہؓ کی جدوجہد

س: نظام خلافت راشدہ کے نفاذ کے لئے عملی طور پر سپاہ صحابہؓ کی طرف سے کوششیں ہوئیں؟

ج: ملک پاکستان میں جتنی بھی مذہبی جماعتیں موجود ہیں وہ مختلف عنوانات سے اسی نظام خلافت کے نفاذ کے لئے اپنے اپنے انداز میں نصف صدی سے کوشاں ہیں مگر تا حال کسی طرف سے کامیابی نظر نہیں آئی ...... جس کی وجہ ایک تو اتحاد اور اتفاق کا نہ ہونا اور دوسرا جو گروہ اس نظام خلافت کی تنفیذ کی راہ میں رکاوٹ بنا ہوا ہے اس کو دانستہ طور پر اسلام کا حصہ تصور کر کے اس کے لئے نرم روش رکھنا (میری مراد اس سے شیعہ گروہ ہے) جب تک شیعہ کو غیر مسلم اقلیت قرار نہیں دلوایا جاتا اس وقت تک ان مذہبی جماعتوں کا نفاذ اسلام کی کامیابی حاصل کرنا ناممکن ہے۔ سپاہ صحابہؓ نے تنفیذ اسلام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ شیعہ کی نشاندہی کر کے عملی طور پر خلافت راشدہ کے نظام کے لئے جدوجہد کا آغاز کیا جس میں مرحلہ وار کامیابی کی طرف بڑھتے ہوئے ایک نہ ایک دن انشاء اللہ منزل تک ضرور پہنچے گی۔ کیونکہ جب بھی ہم اسلام کے نفاذ کا مطالبہ

Scanned with CamScanner

کرتے ہیں تو اسلام کے راویان صحابہ کرامؓ ہیں ان کو شیعہ معاذ اللہ کافر کہتے ہیں اور قرآن کو تحریف شدہ قرار دیتے ہیں چونکہ شیعوں کو مسلمان سمجھا جاتا ہے، اوران کا اعتراض اسلام کے نفاذ کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے...... لہٰذا اس رکاوٹ کو دور کرنا انکو کافر قرار دلوانا بہت ضروری ہے اس بات کا عملی تجربہ افغانستان میں طالبان کی حکومت کو بھی ہوا وہ سارے کافروں کو زیر کرنے کے باوجود بھی اسلام کے نفاذ میں اس وقت تک کامیاب نہیں ہوئے جب تک سرکاری سطح پر اعلانیہ طور پر شیعہ کو کافر قرار نہیں دیا۔

اوراب جب شیعہ افغانستان میں سرکاری طور پر کافر قرار دیئے جا چکے ہیں تو وہاں مکمل اسلامی نفاذ کا قیام عمل میں آچکا ہے۔

جماعت میں دودھ رہ گیا پانی نکل گیا

س: سپاہ صحابہ میں ایک وقت تھا کہ کارکنوں کی تعداد بڑھ رہی تھی مگر اب کارکن بڑھنے کی بجائے کم ہو رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

ج: کارکنوں کی تعداد کی کمی بیشی جماعتوں میں ہوتی رہتی ہے لیکن آپ کے سوال کو میں نظر انداز نہیں کروں گا بلکہ ایک دو اہم باتوں کی طرف توجہ دلانا چاہوں گا۔

ایک بات تو یہ ہے کہ جب حالات اچھے تھے اور سپاہ صحابہ کا زور تھا اور عروج تھا تو ہر ایک اس کی طرف بڑھتا تھا صرف کارکن ہی نہیں مولوی بھی، پڑھے لکھے طبقہ سے تعلق رکھنے والے بھی، بعض صحافی اور وکیل وغیرہ بھی اور ہم نے بھی خلوص کے پیش نظر ہر ایک کو گلے لگا لیا اور بلا سوچے سمجھے جس نے بھی شیعہ کو کافر کہا ہم نے اس کو عہدہ دے دیا...... لیکن جب جماعت پر ابتلاء اور آزمائشوں کا دور شروع ہوا ہر طرف سے گرفتاریاں اور گولیاں چلیں تو کچھ تو ہم سے بچھڑ کر جنت کے راہی ہو گئے جو کہ کامیاب ہوئے اور کچھ جان بچانے کے لئے پیچھے ہٹ گئے کچھ گولی سے ڈر کر...... کچھ گرفتاریوں سے ڈر کر...... جماعت کو خیر آباد کہہ گئے اور جو خالص کارکنوں کا طبقہ تھا وہ باقی رہا اس کا جماعت کو نقصان نہیں بلکہ فائدہ ہوا کہ جماعت محض جذباتیوں سے پاک ہو کر نظریاتی

ساتھیوں پر قائم ہوگئی۔ دو دورہ گیا اور پانی نکل گیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ کارکنوں کی تعداد کم نہیں، محسوس کم ہوتی ہے اس لئے کہ ہماری جماعت کے قائدین مجھ سمیت کارکنوں کو ایک نظریۂ کفر کے خلاف دلائل دے کر بیدار کرتے ہیں جب ان کے ایمانی جذبات شعلہ بن کر میدان عمل میں کفر کے لئے تلوار بے نیام بنتے ہیں تو ہم ان کو پھر صبر کی تلقین، مصلحت پسندی کی روش اپنانے کی تاکید کرنے لگ جاتے ہیں (جبکہ مولانا حق نواز ایسا نہیں کرتے تھے) اب جو کارکن اپنے ایمانی جذبات کو کنٹرول نہیں کر سکتے وہ کفر کے خلاف کچھ کرنا چاہتے لیکن جماعت ان کی حوصلہ افزائی نہیں کرتی بلکہ حالات اجازت نہیں دیتے تو پھر ان کارکنو کو جہادی تنظیمیں اپنی طرف مائل کر لیتی ہیں اور وہ ملک میں قریب کے کفر کے خلاف جہاد چھوڑ کر دیگر ممالک میں چلے جاتے ہیں۔ آپ اس کی تصدیق کیلئے افغانستان اور کشمیر کے معسکروں میں دورہ کریں میں کئی معسکروں میں گیا ہوں، دورہ کیا ہے۔ افغانستان و کشمیر اور بعض دیگر ممالک میں بھی سب جگہ پر 95% سپاہ صحابہؓ کے کارکن موجود ہیں۔ حضرت جھنگوی کے نام لیوا موجود ہیں۔ یہ بات ایک لحاظ سے اچھی ہے کہ وہ بھی دین کا کام ہے مگر ہماری قیادت کے لئے لمحہ فکریہ بھی ہے کہ محنت ہم کریں تیار ہم کریں ناموس صحابہؓ کے تحفظ کیلئے اور استعمال دوسری تنظیمیں کریں...... اور تیسری بات یہ بھی کہ ہمارے کارکنوں کی تعداد پھر بھی الحمدللہ پاکستان کی کسی بھی مذہبی، سیاسی جماعت (تبلیغی جماعت کے علاوہ) سے کم نہیں جس کا اندازہ آپ ہمارے اچانک اور ہر قسم کے حالات میں بھرپور پروگراموں سے لگا سکتے ہیں۔ یہاں پر یہ بات بھی اپنے تمام عہدے داروں سے (مرکز سے یونٹ تک) عرض کرونگا کہ وہ ہمیشہ اس بات کا خیال رکھیں کہ کوئی آپکے کسی حکم یا قدم سے بدظن ہو کر مشن سے دور ہو گیا تو کل قیامت کے دن اسکے بچھڑ جانے کا سوال آپ سے ہوگا۔

تربیتی نشستوں کی افادیت

س: سپاہ صحابہؓ کو جلسے جلوسوں سے کتنا فائدہ ہوتا ہے اور تربیتی نشستوں سے کتنا فائدہ ہوتا

ہے؟

ج: جلوس تو ضرورت کے وقت ہی نکالے جاتے ہیں کسی مسئلہ پر احتجاج کرنا ہوتا ہے تو حکومت پر اپنی پاور (شو کرنا) دکھانا مقصود ہوتا ہے جس میں مطالبہ تسلیم نہ ہونے کی صورت میں عملی اقدام بھی مقصود ہوتا ہے اور جلسے دو مقاصد کیلئے کیے جاتے ہیں ایک تو عوام تک اپنا موقف، مشن پہنچانے، سمجھانے کیلئے اور رائے عامہ کو اپنا ہم خیال بنانے کیلئے۔ اور دوسرا مقصد مسلمانوں کو کافروں کی فتنہ پردازیوں، شرانگیزیوں سے باخبر کر کے اپنے ایمان اور عقیدہ کے تحفظ کیلئے بیدار رہنے کی تلقین اور احساس ذمہ داری بتانا ہوتا ہے۔ رہی بات تربیتی کنونشن کی کنونشن اصل جماعت کی روح اور کارکنوں کیلئے آبیاری کا فائدہ دیتا ہے جس میں کارکنوں کی اچھی تربیت جماعت کی اچھی کارکردگی ظاہر ہوتی ہے اور اچھی کارکردگی کامیابی کیلئے سنگ میل ثابت ہوتی ہے۔ لیکن ہمارے ہاں جلسوں پر توجہ زیادہ اور کنونشن پر توجہ کم ہے۔ اس خطا میں عہدیدار و کارکن برابر کے شریک ہیں، کیونکہ ہوتا یہ ہے کہ کنونشن میں کارکن کا آپریشن ہوتا ہے اس کی کمزوریوں کی نشاندہی کر کے اصلاح کیلئے کہا جاتا ہے جبکہ کارکن یا عہدیدار اپنے خلاف کچھ سننے اور اپنی اصلاح کیلئے قطعی تیار نہیں۔ کے باشد۔ اس لئے وہ کنونشن کو کامیاب کرنے کی کوشش بھی نہیں کرتے...... چندہ بھی نہیں دیتے اور اکثر شرکت سے بھی گریز کرتے ہیں...... اس کے برعکس جلسہ میں چونکہ شیعہ کے خلاف لچھے دار، پرللکار تقاریر ہوتی ہیں اور شیعہ کا خوب آپریشن ہوتا ہے تو اس کیلئے وقت بھی دیتے ہیں۔ نعرے بھی لگاتے ہیں اور صرف تیس تیس چالیس چالیس ہزار روپے اشتہارات اور ویڈیو پر خرچ کر دیتے ہیں۔ یہ باتیں ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہیں اس پر ہر عہدیدار اور کارکن کو نظر ثانی کرنی چاہئے۔

یاد رکھیں جماعت کے عہدیداروں اور کارکنوں کو جتنا فائدہ تربیتی کنونشن سے ہوتا ہے اتنا جلسہ اور عظیم الشان کانفرنسوں سے نہیں ہوتا کیونکہ کنونشنز بنیاد مضبوط کرنے کا ذریعہ ہوتے ہیں اگر بنیاد ناقص ہے تو جلسہ کی گرج تو ہوگی دشمن پر برس نہ ہو سکے گی۔

Scanned with CamScanner

اس لیے میں درخواست کرتا ہوں کہ تربیتی نشستوں پر زیادہ سے زیادہ توجہ دیں اور کام کا طریقہ کار سیکھیں اور سمجھیں۔

س: حضرت آپ نے کنونشنوں کو اصلاح اور تربیت کا ذریعہ قرار دیا ہے جبکہ ہمارے ہاں کنونشنوں میں بھی جلسہ کی طرح تقریریں ہوتی ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

ج: اس کی ایک وجہ تو ہماری اپنی تربیت کی کمی ہے۔ خود ہماری تربیت پہلے ہونی چاہئے کیونکہ میں نے خود نوٹ کیا اس مسئلہ کو کہ جب احرار پارک جھنگ میں دو روزہ کنونشن ہوا تو اس پورے کنونشن میں مولانا ضیاء القاسمی سمیت مرکزی قائدین نے عام تقاریر کیں بلکہ پرترنم تقاریر بھی ہوئیں اور جو واقعتاً تربیتی امور پر مشتمل تقاریر تھی وہ صرف ایک سادہ مزاج شخص نے کی جس کی تقریر کا ایک ایک لفظ میں مولانا حق نواز جھنگوی کے گھر بیٹھ کر سن رہا تھا اور طبیعت بڑی خوش ہوئی مگر مجمع اس منکسر المزاج خطیب کی طرف بالکل توجہ نہیں کر رہا تھا۔ (میری مراد اس شخص سے ایبٹ آباد کے حافظ عبدالرشید صاحب ہیں، جو کہ اسٹوڈنٹس صوبہ سرحد کے رہنما ہیں) کیونکہ وہ خطیب بھی سادہ تھا، لباس بھی سادہ تھا، انداز بھی۔ اس لئے اس کی بات کو نظر انداز کیا جا رہا تھا اور اگر اس کے سر پر کوئی تاج سلیمانی ہوتا جس کی روشنی میں آنکھیں چکا چوند ہو رہی ہوتیں تو سب متوجہ ہوتے۔ اب اس مرکزی کنونشن سے دو روز بعد فارغ ہونے والے متعدد ساتھیوں سے میں پوچھا بتاؤ بھائی کیا پیغام لیکر جا رہے ہو تو مجھے کوئی بھی جواب نہ دے سکا کراچی کے ایک ساتھی نے کہا کہ جناب خوردن نشستن، برخواستن کے علاوہ کچھ سمجھ نہیں آیا۔ خود اندازہ کریں عام کنونشنوں میں کیا حال ہوگا۔

س: تو مولانا صاحب پھر کنونشنوں میں کیا بتایا جانا چاہئے، اس کی کوئی ترتیب ہے تو بتا دیں؟

ج: میں کیا بتا سکتا ہوں، میری اپنی تربیت نہیں۔ میرے ناقص خیال کے مطابق یہ ہے کہ جس طرح مولانا اعظم طارق صاحب نے کارواں کے ذریعہ کارکنوں سے خصوصی نشستوں کا

سلسلہ ہر ضلع میں دورہ کر کے کیا تھا اسی طریقہ کار کو بحال اور فعال کیا جائے۔اس میں ہمیں بہت سارے جماعتی فائدے ہوئے۔اس کے علاوہ تربیتی کنونشن میں کارکنوں کو کام کا طریقہ بتادیا جائے،ایک نئے آدمی کو دعوت دینے سے لیکر یونٹ کے قیام تک کا طریقہ کار بتایا جائے۔اپنے مؤقف اور مشن کو خود سمجھنے اور دوسروں کو سمجھانے کیلئے مطالعہ اور کتب کی ترتیب بتائی جائے۔تقویٰ اخلاص،اخلاق وغیرہ اختیار کرنے کی ترغیب دیجائے اور وہ کنونشن سے جب اٹھ کر جائیں تو باقاعدہ ایک ذہن لیکر جائیں ان کو یہ پتہ ہو کہ ہم شیعہ کو کافر کیوں کہتے ہیں۔ہم نے منزل کے حصول کیلئے کام کتنا اور کیسے کرنا ہے۔ہم نے یونٹ کو فعال کیسے بنانا ہے۔ہمیں کوئی صحافی مل جائے تو اس کنونشن کی طرف سے اس کو پیغام کیا دینا ہے۔تاجر کو کیا پیغام دینا ہے،گھر والوں کے لئے کیا پیغام لیکر گئے ہیں۔اسی طرح سوال جواب کی نشست رکھ کر اخلاق کے دائرے میں رہتے ہوئے اختلاف رائے کا حق دیا جائے،کارکنوں سے عہدیدار باز پرس کریں،جس نے کام اچھا کیا ہے اس کو شاباش دیں۔جس نے سستی غفلت کا مظاہرہ کیا ہے وہ اس کو تنبیہ کر کے احساس دلائیں کہ آئندہ ایسا نہ کریں۔

اسی طرح کارکن عہدیداروں سے بھی باز پرس کریں اور وہ ان کو محض چرب زبانی سے نہیں حقیقتاً مطمئن کریں اگر اپنی کوئی غلطی ہو تو عہدیدار اس کو تسلیم کریں اور ازالہ کی کوشش کریں اور اگر غلط فہمی ہے تو اس کی وضاحت فرمائیں اور اس کو مزید بہتر بنانے کیلئے مختلف موقعوں پر پروگرام ترتیب دیئے جائیں جن میں بہتر کارکردگی کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کر کے ان کو انعام دیا جائے۔(اس کی مزید تفصیلات کیلئے حضرت علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کی کتاب ''کارکن'' کا مطالعہ کریں)

جماعت کا شعبہ نشر واشاعت

س: جماعت کا شعبہ نشر واشاعت بالکل ختم ہو گیا ہے کیا اس کے بغیر کام آگے چل سکتا ہے جبکہ ہر جماعت کی کامیابی اور مشن وموقف کو تسلیم کروانے اور رائے عامہ کو اپنے حق میں ہموار

Scanned with CamScanner

کروانے کیلئے شعبہ نشر و اشاعت کا بڑا اہم کردار ہوتا ہے؟

ج: کسی بھی جماعت کی پہچان اور عروج میں شعبہ نشر و اشاعت کا نمایاں کردار ہوتا ہے عوام الناس کی ذہن سازی اپنے موقف کو تسلیم کروا کر رائے عامہ کو ہموار کرنے اور دنیا کے کونے کونے تک اپنا موقف اور پیغام پہنچانے کے لئے اسی شعبہ کی کارکردگی پر ہی انحصار ہوتا ہے...... جتنا شعبہ نشر و اشاعت مضبوط اور مربوط ہوگا آپ کی جماعت اتنا ہی پھلے پھولے گی جماعت کو عروج ملے گا...... آپ کی آواز ہر جگہ سنائی دے گی اور خصوصاً موجودہ دور تو دور ہی میڈیا کا ہے...... پبلسٹی کا دور ہے مختلف ذرائع ابلاغ سے دنیا اپنے موقف کو سمجھانے میں مصروف ہے اس میں جرائد...... اخبارات...... انٹرنیٹ وغیرہ اس سلسلہ میں بڑا اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

جماعت کو بھی ان ذرائع کو اختیار کر کے اس شعبہ کو فعال بنانا چاہئے

آج تک سپاہ صحابہؓ نے نشر و اشاعت کے سلسلہ میں جو نمایاں فرائض انجام دیئے ہیں ان میں خلافت راشدہ...... الایثار اخبار...... اور حضرت فاروقی شہیدؒ کی کتب اور قلم کا کردار خصوصاً قابلِ ذکر اور لائق تحسین ہے...... اسی طرح کچھ احباب کی ابتداء میں اس ضمن میں جو کوششیں ہوئیں انفرادی طور پر وہ بھی قابل قدر ہیں...... جس میں اسلام آباد کے چوہدری قاسم صاحب کے ذریعہ سے اشتہارات کی صورت شیعہ کے کفر پر مدلل تحریرات شائع ہوتی رہیں اور عوام الناس تک فری پہنچانے کا اہتمام ایک عرصہ تک جاری رہا اور اس کے اچھے اثرات ہم نے دیکھے بعد میں وہ سلسلہ بعض ناگزیر وجوہات کی بناء پر بند ہو گیا۔

س: حضرت عثمانی صاحب آپ نے ابھی جن چند چیزوں کا ذکر کیا ہے خلافت راشدہ اور اخبار وغیرہ کے متعلق ان کا کردار واقعی قابل تعریف ہے لیکن ان کے متعلق شکایات بھی ملتی ہیں کہ وقت پر ملتا بھی نہیں اور مضامین غیر معیاری ہوتے ہیں اور اس کے علاوہ اور کوئی سلسلہ جماعت کے پاس لٹریچر کا کیوں نہیں؟

ج: دیکھیں اس میں دو طرفہ کمزوریاں پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے مختلف شکایات آتی ہیں

Scanned with CamScanner

جماعت اور ادارہ کی طرف سے کمزوری یہ ہے کہ مرکزی عہدیداروں میں سیکرٹری نشرواشاعت کا عہدہ ہونے کے باوجود جماعت کا ترجمان جریدہ خلافت راشدہ اور الایثار پرائیویٹ طور پر چھپتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ حضرات اپنی محنت اور اپنی سوچ کے مطابق جہاں تک ہوسکتا ہے وہ بہتر سے بہتر بناکر شائع کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن چونکہ یہ کام پرائیویٹ اور انفرادی حیثیت سے ہوتا ہے جماعت کا بحیثیت جماعت کے اس میں عمل دخل کم ہو جاتا ہے سیکرٹری اطلاعات بھی اس کی نگرانی اختیارات نہ ہونے کی وجہ سے نہیں کرسکتا اس لئے اس میں کمی کوتاہی رہ جاتی ہے یا وہ جماعت کے ترجمان کی حیثیت سے معیار پر پورا نہیں اترتا اس کے لئے جماعت کی براہ راست نگرانی اور سیکرٹری اطلاعات کی نگرانی انتہائی ضروری ہے۔

دوسری بات یہ ہے جو میں نے بھی بڑی شدت سے محسوس کی ہے کہ مضامین بھی اکثر غیر معیاری ہوتے ہیں جو کہ محض شخصیت کا نام دیکھ کر یا تعلق کی بنیاد پر شائع کردیئے جاتے ہیں اور معیاری مضامین کو غیر معیاری قرار دے کر ردی کی ٹوکری کی نظر کردیا جاتا ہے اس سے صاحب مضمون حضرات کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے اس لئے اس سلسلہ کو ختم کرنا چاہئے جس کے لئے میری رائے یہ ہے کہ (جس کو ہم نے اپنے دورِ ذمہ داری میں پاس بھی کیا تھا) ملک بھر سے جماعت سے منسلک صاحب قلم حضرات پر مشتمل مجلس ادارت قائم کی جائے اور ان کے صرف نام رسالہ میں دے کر رسالہ کی زینت نہ بنائی جائے بلکہ ان کے ذمہ کام لگایا جائے...... مثلاً جماعت کے کاز اور مشن کے لحاظ سے ان کو مضامین تقسیم کئے جائیں کہ فلاں فلاں صاحب ہر ماہ کے شروع میں فلاں فلاں موضوع پر مضمون روانہ کرے......

ہر ماہ کم از کم تین مضامین معلوماتی حیرت انگیز خلافت راشدہ کی زینت بنیں جس میں شان صحابہؓ، مقام صحابہؓ وغیرہ اور شیعیت پر علمی تحقیقی مضامین کارکنوں کی تربیت اور کام کے طریقہ کار اور ترغیب پر مشتمل تحریریں ہوں...... باقی صفحات پر کارکنوں کی طرف سے بھیجے گئے مضامین کو شائع کیا جائے...... کچھ قسط وار دلچسپ عنوانات ہونے چاہئیں اور انعام کا سلسلہ ہو اور یہ سلسلہ

Scanned with CamScanner

خلافت راشدہ، الایثار اخبار دونوں کو اپنانا چاہئے اس سے آپ کا پیغام بھی بڑھے گا اور رسالہ کا معیار بھی اتنا درست ہوگا کہ غیر جماعتی لوگ بھی اس کا بے چینی سے انتظار کرینگے اب اس کے لئے ادارہ کو عملہ بڑھانا چاہئے اور جماعت کو نشرواشاعت کے لئے وسائل مہیا کرنے چاہئیں جو کہ اہم ذمہ داری ہے۔

یہ بات تو تھی جماعت اور ادارہ کی کمزوری پر اب دوسری کمزوری کارکنوں کی طرف سے ہے اور وہ یہ کہ بروقت ایجنسی ہولڈر رقم کی ادائیگی نہیں کرتے ان کی عدم ادائیگی میں کچھ کارکنوں کی لاپرواہی ہے کسی نے پیسے نہ ہونے کی وجہ سے یا پیسے کھلے نہ ہونے کی وجہ سے مفت رسالہ لے لیا...... کسی نے ایک مہینہ لیا دوسرے مہینہ لیا ہی نہیں ...... یا ایک ساتھی نے تو لے لیا اخبار اور رسالہ مگر دوسرے پورے یونٹ والے اس سے لے کر پڑھ رہے ہیں۔ اب ایجنسی ہولڈر سے رسالہ فروخت ہی نہیں ہوتا تو وہ ادارے کو رقم کیسے ارسال کرے اس لئے کارکنوں سے میری درخواست ہے کہ ہر کارکن اپنا رسالہ ذاتی طور پر نقد پیسے دے کر خریدے جو کارکن مہینہ میں پندرہ روپے خرچ نہیں کر سکتا تو وہ اور کیا قربانی دے گا؟ اپنا ذاتی رسالہ خرید کرنے کم از کم دس افراد کو پڑھائے اگر اس سے جماعتی کوئی بھی ساتھی رسالہ یا الایثار اخبار مانگتا ہے کہ مجھے دو میں پڑھ لوں تو اس کو کہہ دیں کہ پیسے دو میں تمہیں لا کر دیتا ہوں اس طرح ادارہ کو ادائیگی بھی بروقت ہوگی آپ خود براہ راست ذمہ داری سے جماعت کے حالات سے بھی آگاہ رہیں گے اور سب سے اہم بات کہ نئے افراد کو رسالہ پڑھا کر آپ نے مشن کی دعوت کا بہت بڑا کام کر لیا ہے۔ آپ کے سوال کی تیسری بات تھی کہ جماعت کے پاس خلافت راشدہ اور الایثار اخبار کے علاوہ لٹریچر کا اور انتظام کیوں نہیں تو محترم اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ بنیادی طور پر بات تو وہی وسائل کی ہے کہ وسائل کی قلت کی وجہ سے اس سلسلہ میں کوئی نمایاں کامیابی ہمیں نہیں مل رہی ورنہ مواد کے لحاظ سے حضرت مولانا ضیاء الرحمان فاروقی شہیدؒ ہی جو کچھ لکھ گئے ہیں اسی کو ہم عام کر دیں تو ہمیشہ کے لئے وہ لٹریچر کافی ہے اتنا قیمتی مواد ہے جو کہ اس طرح پڑا ہے کسی کے کام نہیں آ رہا ہے۔ اگر کوئی چیز شائع ہوئی بھی

ہے تو اس کی قیمت اتنی ہے کہ خریدنے کی استطاعت کم ہے۔

س:۔ اس سلسلہ میں کیا کیا تجاویز دینگے تا کہ جماعت ان سے مستفید ہو سکے اور یہ بھی بتائیں کہ آپ نے اپنے دور میں یعنی کہ جب آپ سیکرٹری اطلاعات رہے ہیں آپ نے کیا کیا..... اس سلسلہ میں کوئی تبدیلی کیوں نہ لائی؟

ج:۔ پہلی بات تو یہ جب مجھے سیکرٹری اطلاعات بنایا گیا تو میں نے پہلے بھر پور انداز میں معذرت کی کیونکہ میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا تھا پھر مولانا اعظم طارق صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے اصرار پر میں نے یہ حامی بھر لی مجھ ناچیز سے جو تھوڑا بہت ہو سکا وہ میں نے کیا اللہ تعالیٰ کے فضل سے جسکی زیادہ تفصیل کا وقت نہیں مختصراً عرض ہے یہی ہوا کہ وسائل کی کمی کی وجہ سے ہم بھی کوئی نمایاں کام نہ کر سکے اور اس کے ساتھ ہی دوسری اہم وجہ حوصلہ شکنی ہے میں نے محسوس کیا کہ ہمارے ذمہ دار حضرات کو بھی دانستہ یا غیر دانستہ طور پر اس شعبہ کی اہمیت اور افادیت کی طرف توجہ اور احساس نہیں جس کا اندازہ آپکو اس بات سے ہوگا کہ جب میں نے ملک بھر کے سیکرٹری اطلاعات جو تمام اضلاع کے تھے ان کو دعوت دی کہ آپ آئیں تا کہ ہم باہمی مل بیٹھ کر ایک ایسا لائحہ عمل طے کر لیں جس سے نشر واشاعت کا نظام ملک بھر میں اور بیرون ملک میں بھی مضبوط ہو اور یہ کام شاید جماعت میں بندہ ہی نے پہلی بار کیا ہے کہ اپنے ہم منصب افراد کا اجلاس بلایا اس کے بہت سارے فوائد تھے تو خیر سب سے پہلا دھچکا مجھے لگا کہ ملک بھر کے اضلاع میں سے صرف 15 حضرات تشریف لائے...... خیر ہم نے دن بھر اجلاس میں تفصیل سے نشر واشاعت کے مسئلہ پر غور خوض کیا اور نتیجتاً چند شقوں پر مبنی فیصلہ جات پر مشتمل ہم نے ایک لائحہ عمل تیار کیا جس میں نمایاں باتیں یہ تھیں کہ خلافت راشدہ کو مرکزی سیکرٹری اطلاعات کی نگرانی میں دے کر مرکز کے زیر اہتمام چلایا جائے اور اسی طرح صاحب قلم حضرات کی کمیٹی تشکیل دی جائے۔ اور ہر ضلع کا سیکرٹری نشر واشاعت آئندہ یہ اہتمام کرے کہ اس کے ضلع میں جب بھی جلسہ ہو جلسہ پر آنے والے مرکزی وصوبائی قائدین چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں ان کی پریس کانفرنس ہر صورت کروائے

ورنہ کم از کم صحافیوں سے ملاقات اور انٹرویو ضرور کروائیں اور یہ بھی ہم نے طے کیا ہے کہ ہمیں ایک دفتر دیا جائے جس میں فیکس مشین ہمارے پاس ہوتا کہ ملک بھر میں میڈیا پریس نوعیت کے سلسلہ میں بروقت کارکن وہاں پر رابطہ کرسکیں ہمارا تنخواہ دار ایک ساتھی چوبیس گھنٹے وہاں ڈیوٹی دے تا کہ ملک سے جہاں کوئی واقعہ رونما ہوا ہو اس کے متعلق مرکزی پالیسی کے مطابق بیان جاری کیا جا سکے بیانات سے اس طرح تضادات ختم ہونگے۔

اس طرح ہر جگہ ہونے والے پروگرامات کی خبریں اپنے مقامی اخبارات کو دینے کے ساتھ ساتھ مرکز کو بھی فیکس کی جائیں اور مرکزی آفس میں موجود سیکرٹری صاحب وہ لاہور کے اخبارات کو وہ خبریں روانہ کریں فیکس کے ذریعہ اس طرح روزانہ ملک بھر میں ہونے والے پروگراموں کی خبریں ملک کے اہم اخبارات میں نمایاں ہوں گی۔ جماعت کی کارکردگی کا پتہ لگتا رہے گا۔

اور یہ بھی ہم نے طے کیا کہ جماعت کی اپنی پریس مشین بھی ہونی چاہئے تا کہ ہم زیادہ سے زیادہ لٹریچر شائع کریں اور کم قیمت پر اس کو زیادہ سے زیادہ تقسیم کریں۔ اور جماعت کے تمام قسم کے بیجز، اسٹیکر، اشتہارات اسی پریس سے شائع ہوں کیونکہ دوسرے لوگ کاروبار کے طور پر یہ سب کچھ بنا کر لاکھوں نہیں کروڑوں کما رہے ہیں۔ ان ساری باتوں کی تکمیل کے لئے میں نے مرکز سے درخواست کی کہ ہمیں مرکز ایک لاکھ روپیہ دے تا کہ ہم اپنے منصوبوں کا آغاز کرسکیں تو مجھے سب سے زیادہ افسوس اور حیرت ہوئی کہ صاف انکار کر دیا گیا پھر میں نے یہ بھی کہا کہ آپ بطور قرض کے ہمیں چھ ماہ کے لئے ایک لاکھ روپیہ دیں ہم چھ ماہ کے بعد یہ لاکھ روپیہ بھی واپس کر دینگے اور آئندہ انشاء اللہ ہم یہ گارنٹی بھی دیتے ہیں کہ جماعت کے تمام اخراجات شعبہ نشرو اشاعت پورا کرے گا۔ لیکن سو فیصد انکار کر دیا گیا میں نے مولانا اعظم طارق صاحب کو اٹک جیل میں خط لکھا انہوں نے کہا کہ میں آ کر اس سلسلہ میں ضرور کچھ اقدام کروں گا مگر حضرت کی رہائی کے بعد اقدام تو اپنی جگہ نہ معلوم کیا ہوا کہ ہمیں عہدہ سے ہاتھ دھونا پڑا۔ الحمدللہ

Scanned with CamScanner

میں کہتا ہوں کہ آج بھی اگر ان آراء پر عمل کرنا چاہئیں تو مرکز کے ریکارڈ میں یہ تجاویز موجود ہیں کر سکتے ہیں اور جماعت کو پروان چڑھایا جا سکتا ہے میں کہتا ہوں مجھے عہدہ کی ضرورت نہیں لیکن یہ کام آج بھی مجھے سونپ دیا جائے تو سال چھ ماہ بعد بہترین نتائج اخذ کئے جاسکتے ہیں جن اضلاع کے سیکرٹری اطلاعات نے جلسوں، پریس کانفرنسوں کا اہتمام کیا اس کے نتائج ان سے معلوم کریں کہ کتنے مفید ثابت ہوئے کراچی میں قاری شفیق الرحمٰن علوی صاحب ہیں جو کہ اکثر اس ناچیز کی اور مولانا اعظم طارق صاحب کی پریس کانفرنسیں صحافیوں سے ملاقاتیں کرواتے رہتے ہیں رحیم یار خان میں ملک عبدالحق صاحب کی وساطت سے وہاں کے سیکرٹری اطلاعات نے پریس کانفرنسیں کروائیں ...... حیدرآباد...... ڈیرہ اسماعیل خان خانپور کوئٹہ ایبٹ آباد وغیرہ میں یہ سلسلہ بہت مفید رہا ہے۔ راولپنڈی میں بھی راجہ طارق صاحب نے یہ کام کروایا۔

اس سلسلہ میں میری ایک ضروری رائے یہ بھی ہے کہ شعبہ نشرواشاعت کے زیر اہتمام ایسا سلسلہ بھی ہو کہ جس سے ہم نئے قلمکار حضرات کو تربیت دے سکیں جس طرح سپاہ صحابہؓ نے اچھے خطیب پیدا کئے ہیں اسی طرح اچھے ادیب بھی پیدا کرنے چاہئیں۔ اس کی لئے سب سے موزوں افراد مدارس کے طلباء کرام اور جماعت سے منسلک دینی مدارس یا سکول و کالجز کے ذہین طلباء ہیں انکو اس کی ترغیب دی جائے تا کہ ان کا قلم ابتداً ایک تو ہم سے لکھنا سیکھے دوسرا آپ کے مشن اور نظریہ ہی کو لکھے تاکہ آگے چل کر وہ جس شعبہ میں بھی کام کرے گا اس کی تحریر مشن کی تبلیغ کا سبب بنے گی چاہے وہ کسی عنوان پر ہی کیوں نہ لکھے لہذا ان نوجوانوں کے غیر معیاری مضامین کو بھی اہمیت دی جائے تا کہ ان کا حوصلہ بڑھے اور وہ کچھ لکھنے کی اچھی صلاحیت پیدا کرسکیں۔

ایک بات یہ بھی قابل توجہ ہے کہ ہمارے جریدے خلافت راشدہ وغیرہ کے اندر مضامین اور معلومات میں وہ کشش اور جاذبیت ہو...... معلومات کا گراں قدر ذخیرہ ہو جس کی وجہ سے ہمارے کارکن اپنی رسالہ کو ہی اہمیت سے خریدیں اور پڑھیں اکثر دیکھا ہے کہ ہمارے ساتھی

اپنے رسالہ کو چھوڑ کر جیش محمدؐ، بنات عائشہؓ اور ضرب مومن کے خریدنے پڑھنے پر زیادہ توجہ دیتے ہیں اور دلچسپی لیتے ہیں بیشک وہ بھی پڑھیں لیکن اپنا رسالہ اتنا معیاری ہو کہ اس کو چھوڑا نہ جائے اسی طرح بنات عائشہؓ کے طرز پر طالبات اور ماؤں، بہنوں کے لئے بھی ایک ماہنامہ ہونا چاہئے جس کے بہت ہی فائدے ہیں بنات حفصہؓ نام رکھ لیا جائے میرے ذہن میں باقاعدہ پروگرام ہے اگر اللہ پاک نے موقع دیا اور توفیق دی تو ضرور اسی سلسلہ میں رہائی کے بعد کوئی اقدام اٹھایا جائے گا۔

قیادت میں تضادات کیوں؟

س: بانی سپاہ صحابہ حضرت مولانا حق نواز جھنگویؒ قائد ملت اسلامیہ فاروقی شہیدؒ اور موجودہ قیادت کی پالیسیوں میں متضاد پہلو پر روشنی تفصیل سے ڈالیں۔ کہ ایسا کیوں ہے؟

ج: یہ سوال آپ نے بڑا مشکل سا کر دیا ہے کیونکہ

بات کرتا ہوں تو مزہ الفت کا جاتا ہے
چپ رہتا ہوں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے

سب سے پہلی بات یہ ذہن میں رکھیں کہ پہلے والی قیادت ہو یا موجودہ دور کی قیادت ہمیں سب کے خلوص پر مکمل اعتماد ہے اور یہ بات بھی کہتا ہوں کہ اس نفسا نفسی کے دور میں اللہ پاک نے جیسی مخلص ...... بہادر قیادت ہمیں عطا کی ہے ایسی قیادت آس پاس نظر ڈالیں کسی جماعت کے پاس نہیں۔ دور دور تک اس کی مثال نہیں ملتی جنہوں نے پہلے خود کو قربانی کے لئے پیش کیا۔ ہتھکڑیاں پہن کر ...... بیڑیاں پہن کر ...... جسم چھلنی کروا کر ...... بموں سے ...... گولیوں سے اپنے ٹکڑے کروا کے خون کے فواروں سے پہلے شجر تحریک ناموس صحابہؓ کی آبیاری کی۔ بعد میں کارکنوں کو پیش کیا اور یہی قیادت ہے جس نے اسمبلی سے لے کر کسی ٹیبل ٹاک پر ہمیں شرمسار نہیں ہونے دیا۔

یہ کسی بھی جگہ جھکے نہیں ...... بکے نہیں ...... ان کی جتنی تعریف بلا تصنع کی جائے کم ہے۔ کسی ایک جزوی نقص یا کمزوری کو نوٹ کر کے ہمیں اس کا حکم کل پر نہیں لگانا چاہئے۔ آخر ہیں یہ انسان فرشتے تو نہیں اور امتی ہیں معصوم نبی تو نہیں۔

Scanned with CamScanner

کوئی فرق ہم محسوس کرتے ہیں تو اخلاق کے دائرے میں رہ کر اس کی نشاندہی کریں اور اصلاح کی کوشش کریں۔

دوسری بات یہ کہ ہم حضرت علیؓ کے قول کے مطابق کہ "پہلی قیادت کے مشیر یہ موجودہ قیادت والے حضرات تھے اور اب ان کے مشیر ہم جیسے بے کار خطا کار ہیں" جس کی وجہ سے مشورہ دینے والا طبقہ جو قیادت کے قریب ہے۔ اس کی اصلاح کی زیادہ ضرورت ہے۔

مزید جو واضح پالیسیوں کی کمزوریاں اور تبدیلیاں ہیں اس پر میں کسی ایک فرد کو ذمہ دار نہیں ٹھہراتا اس کے لئے حالات کی تبدیلی کا بھی مسئلہ ہے کہ اب پہلے جیسے حالات نہیں رہے اور جو لوگ منتخب ہو کر شوریٰ میں جاتے ہیں۔ وہ صاحب رائے ...... صاحب بصیرت نہیں ہوتے وہ بس لکیر کے فقیر بن کر تے جاتے ہیں کہ چلو قیادت سے ملاقات ہو جائے گی (ان کے خلوص میں شک نہیں) کیونکہ یہ بات میں نے اکثر نوٹ کی ہے کہ ایک ممبر جو رائے دیتا ہے تو پھر آگے پوری لائن اسی کی تائید کرتی جاتی ہے کہ مجھ سے قبل حضرت فلاں صاحب نے جو بات کہی میں اس کی تائید کرتا ہوں۔ اگلے صاحب بھی اٹھ کر یہی فرمائیں گے۔

اور اکثر یہ دیکھا ہے کہ قیادت کی ہاں میں ہاں ملانے کی کوشش کی جاتی ہے جس کو دوسرے لفظوں میں آپ چاپلوسی کہہ سکتے ہیں۔ یہاں سے ہی خرابی پیدا ہوتی ہے۔

مجھے تعجب ہوا کہ مولانا اعظم طارق صاحب دامت برکاتہم کی رہائی کے بعد جھنگ میں ہونے والے شوریٰ کے اجلاس میں، سب سے پہلے جب ایجنڈا پیش کیا گیا کہ اسٹیج پر مقررین کے لئے پالیسی مرتب کرنی ہے، اپنی آراء پیش کریں کہ خطیب اور مقرر کو شیعہ کافر پر بات کرنی چاہئے کہ نہیں۔

ایک تو یہ ستم یہ سوال سپاہ صحابہؓ کے اجلاس میں کیسے آ پہنچا۔ جو کہ خود دوسروں کو کہتے تھے کہ جو شیعہ کو کافر نہ کہے وہ خود کافر بلکہ مولانا جھنگوی کے جملے ہیں کہ جو زبان شیعہ کو کافر نہ کہے وہ سڑ سڑے ...... اور آج ہمارے اجلاس میں اسی نعرہ کے لئے پالیسی مرتب ہو رہی ہے۔ ہم میں

سے چند احباب نے اس کی شدید مخالفت کی جس میں قیادت کا رجحان بھی ہماری رائے سے ملتا تھا۔ خصوصاً حضرت حیدری صاحب کا کہ شیعہ کے متعلق کوئی نرمی نہیں ہوگی۔ مگر ستم بالائے ستم یہ ہوا کہ شوریٰ کے اکثریتی ارکان نے شیعہ کے خلاف سختی کی مخالفت کر کے نرم پالیسی والا مطالبہ تسلیم کروالیا۔ اور مولانا اعظم طارق صاحب نے اعلان کر دیا کہ آئندہ مولانا (مسعود الرحمان عثمانی) کی تقریر میں کافر کافر کا نعرہ نہیں لگنا چاہئے اور مولانا احمد لدھیانوی صاحب کی تقریر میں لگنا چاہئے۔

اب جب اسٹیج کی پالیسی نرم ہوئی تو الزام سارا عوامی ردعمل کا مولانا اعظم طارق صاحب پر جالگا کہ جی ان کا لہجہ بدل گیا۔ مگر ان سے کسی نے پوچھنے اور صورتحال سمجھنے کی کوشش نہیں کی کہ اصل مسئلہ کیا ہے؟

بہر کیف میں یہی عرض کروں گا کہ بدگمانی کی بجائے قیادت سے اگر اختلاف ہے جس طرح میں ان سے عرض کر دیتا ہوں اسی طرح آپ بھی اخلاقی دائرہ میں رہ کر بلکہ جماعت کا ہر فرد بھی عرض کرے اور بات موقف اور مشن کی ہو...... حقیقت اور جماعت کے مفاد میں ہو...... تو بھر پور قوت رائے سے اس کو تسلیم کروانے کی کوشش کریں۔ اور اس ضمن میں یہ بھی عرض کردوں کہ اس انٹرویو میں میری طرف سے بعض جگہ پر سخت نکتہ چینی کا آپ محسوس کریں گے مگر اس میں میرا مقصد صرف قیادت پر تنقید برائے تنقید نہیں بلکہ ان عوامل اور افراد کی نشاندہی مقصود ہے جو کہ ایسی صورت حال کا ذریعہ بن کر شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں۔

سپاہ صحابہؓ کا آئندہ لائحہ عمل

س: سپاہ صحابہؓ کا آئندہ لائحہ عمل کیا ہے اور پالیسی کیا ہے، اس بارے میں آپ کیا فرمائیں گے؟

ج: معذرت سے عرض کروں گا کہ آپ نے سپاہ صحابہؓ کے آئندہ لائحہ عمل کے متعلق سوال کیا تو حقیقت تو یہ ہے کہ سپاہ صحابہؓ کے پاس اس وقت تو آج کا بھی لائحہ عمل موجود نہیں کہ ہم نے

آج کیا کرنا ہے۔ آئندہ کالائحہ عمل کیا مرتب ہوسکتا ہے۔

اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ حکومت نے ہماری قیادت اور اہم کارکنوں و ذمہ داروں کو مقدمات میں اور دیگر معاملات میں اتنا الجھا دیا ہے کہ جماعت اپنا کوئی لائحہ عمل مرتب کر ہی نہ سکی اور دوسری وجہ خود ہماری اپنی کمزوریاں ہیں کہ ہم باہمی چھوٹی باتوں پر تنازعات (جھگڑوں) کا اتنا شکار ہو چکے ہیں کہ اس طرف کبھی توجہ دینے کی یا تو ضرورت محسوس نہ کی یا موقع نہ ملا...... اور پھر یہ بھی میں نے محسوس کیا کہ ہمارے اندر دوررس سوچ وفکر کی کمی ہے۔ ہم وقتی طور پر بڑے جلسوں کانفرنسوں اور کامیاب پروگراموں پر اتنا خوش ہو جاتے ہیں کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسا کہ ہم نے ایک بڑا جلسہ کر کے منزل پالی ہے...... اور بعض حضرات کو تو اگر احساس بھی دلایا ہے تو انہوں نے جو جواب دیا۔ اس سے صاف یہ محسوس کیا کہ اس وقت ہم صرف ڈنگ ٹپاؤ پالیسی پر گامزن ہیں۔ ہمارے پاس باقاعدہ کوئی پروگرام نہیں۔ میری یہ باتیں کڑوی ضرور ہیں لیکن آئندہ آنے والے حالات آپ کو اس کی بخوبی تصدیق کروادیں گے۔

حضرت فاروقی شہیدؒ کی شہادت تک قیادت میں مولانا جھنگویؒ کی بتائی ہوئی ہدایات کے مطابق باقاعدہ کام ہوتا رہا جس میں مولانا اعظم طارق صاحب دامت برکاتہم کا اسمبلی میں اور مولانا علی شیر حیدری صاحب دامت برکاتہم کا حکومتی سطح پر ہونے والے اجلاسوں میں اہم کردار ہے...... لیکن اس وقت ہماری حالت تاج تخت...... نبوت ختم چندہ جاری والی ہو چکی ہے۔ ایک عرصہ سے مرکز نے کارکنوں کو سوائے یونٹوں کی حاضری مکمل کرنے اور کھالیں جمع کرنے کے کوئی پروگرام نہیں دیا۔ لہذا اس کمزوری کو دور کرنا چاہئے اور اس کی ذمہ داری جتنی مولانا اعظم طارق صاحب مدظلہ پر عائد ہوتی ہے...... اتنی ہی مجلس شوریٰ کے ممبران اور ہم سب پر عائد ہوتی ہے۔ اب بھی اس کا بہتر حل نکالا جاسکتا ہے۔

سپاہ صحابہؓ کی پالیسی کیا ہے؟

رہا سوال پالیسی کا تو 5 سال مجھے بھی ہو چکے ہیں مرکز سے یہ سوال پوچھتے ہوئے لیکن

تاحال مجھے خود اس کا جواب نہیں ملا۔ پالیسی منزل پر پہنچنے کے لئے زادراہ اور سواری کا درجہ بھی رکھتی ہے۔ جب راستہ معلوم نہیں زادراہ نہیں سواری نہیں تو منزل پر پہنچنا کیسا۔

مجھے ایک موقع پر گوجرانوالہ کے کنونشن میں حضرت لدھیانوی صاحب نے پالیسی کے سوال پر جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ سپاہ صحابہؓ کی پالیسی کافر کافر شیعہ کافر ہے۔ میں نے جواب میں کہا کہ اس سے تو اب قیادت نے منع کرنا شروع کر دیا ہے۔ اب اگر پالیسی سے ہی منع کیا جائے تو پھر خود سوچیں کہ ہم کدھر جا رہے ہیں۔ اس طرح کا سوال و جواب حضرت مولانا ضیاء القاسمی مرحوم و مغفور سے بھی چناب نگر جلسہ کے موقع پر میں نے کیا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ ہر ایک کا اپنا مزاج..... اپنا انداز ہے جو جس کے دل میں آئے زبان پر آئے قلم کی نوک پر آئے وہی جماعت کی پالیسی ہے۔ خدا کے لئے ایسا نہ کریں اس کا بہتر حل نکالیں۔ لائحہ عمل اور پالیسی مرتب ہونی چاہئے تاکہ اس کے دائرہ میں رہ کر ہر شخص اس کا پابند ہو کر کام کرے۔

س: حضرت عثمانی صاحب اکثر مرکز کے احباب سے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ آپ پالیسی کی خلاف ورزی بہت کرتے ہیں۔ یہ کہاں تک صحیح ہے؟

ج: محترم میں نے عرض کیا کہ پالیسی ہے کہاں مجھے کہتے ہیں کہ شیعہ کو کافر نہ کہو۔ شیعہ کے خلاف سختی نہ کرو اور یہی جماعت کی پالیسی ہے تو میں عرض کروں گا کہ یہ پالیسی نہیں بلکہ یہ تو مولانا جھنگویؒ کے مشن و فکر سے انحراف ہے۔ ہم جماعت میں آئے کس لئے تھے۔ صحابہ کرام کے خلاف گالیاں سن کر..... لب سی کر..... خاموش بیٹھنے کے لئے؟ نہیں ہرگز نہیں تو پھر بانی جماعت کی سوچ و فکر اور مشن کے خلاف لائحہ عمل تیار کر کے کہہ دیا جائے کہ یہی جماعت کی پالیسی ہے تو یہ بالکل غلط ہے اور یہ غداری کے مترادف ہے۔

جبکہ دوسری طرف مرکزی عہدیداروں میں سے جو حضرات شیعہ کے ساتھ الیکشن اور سیاست کے لئے اپنی شہرت و سیٹ کے لئے اتحاد کرتے ہیں ملاقاتیں کرتے ہیں۔ نرم رویہ

Scanned with CamScanner

اختیار کرتے ہیں ان کو پالیسی کا مخالف کیوں نہیں کہا جاتا ان کے ساتھ کیا مفادات وابستہ ہیں۔

س: مولانا آپ کی گفتگو سے اندازہ ہوا کہ مرکزی قیادت سے آپ کے اختلافات ہیں؟

ج: آپ نے غلط انداز لگایا۔ میرا کسی سے اختلاف نہیں۔ البتہ میرے ساتھ از روئے شفقت (بقول ان کے) قیادت کے بعض حضرات کا اعتراض ہے۔ میری شدت پسندی اور اس کی مثال ایسی سمجھ لیں کہ جیسے طالبان اور اسامہ سے دیگر مسلم حکمرانوں کو اختلاف ہے کہ وہ انتہا پسند ہیں اور اپنے موقف اور مشن سے ذرہ بھر پیچھے نہیں ہٹتے اور یہی ان کی کامیابی کا راز ہے۔ اور بندہ بھی نرمی کا قطعاً قائل نہیں کیونکہ اس وقت 14 سو سال کے مظالم کے بعد شیعیت کے لئے نرمی کی کوئی گنجائش نہیں اور نہ ہی مولانا حق نواز جھنگویؒ کی فکر وسوچ میں شیعیت کے لئے نرمی کا کوئی گوشہ تھا جب وہ نرمی نہیں کرتے تھے تو ہم کس باغ کی مولی ہیں کہ ان کی فکر وسوچ کو تبدیل کریں۔

شجاع آباد کے خطاب کے یہ الفاظ میرے ضمیر اور روح کو جھنجھوڑتے ہیں۔ جس میں مولانا جھنگویؒ نے یوسف مجاہد کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ میں نے اپنی اولاد کے نام وصیت لکھ دی ہے کہ میرا وجود بھول جاؤ۔ تمہارا رب مالک ہے۔ میں صحابہؓ کی عظمت کے لئے جان دے جاؤں گا۔ آگے رب جانے اس کی پیاری مخلوق جانے۔ سپاہ صحابہؓ کے ہر کارکن کی یہ ڈیوٹی ہے کہ مفادات سے بالاتر ہو کر اس کفر کی راہ روکنے کے لئے لائن ہموار کرے۔ اپنی صفوں میں نظم وضبط پیدا کرے۔ یہ کیسٹ موجود ہے۔ سن لیں اور حضرت کا یہ جملہ ہمارے لئے ہدایات اور پالیسی کا درجہ رکھتا ہے اس کے خلاف میں کرتا ہوں یا کہتا ہوں تو مجھے قائل کریں۔ ورنہ اپنی کمزوری دور کریں۔

آپکی حوصلہ شکنی کیوں؟

س: کیا آپ کو عہدہ سے اسی وجہ سے ہٹایا گیا ہے۔ جبکہ آپ کی جماعت کے لئے بہت زیادہ قربانی تھی۔ خصوصاً قیادت جب گرفتار تھی اور جماعت کا نام ونشان لینا مشکل ہو گیا تھا۔ ہر

طرف ہو کا عالم تھا۔ آپ نے ماشاء اللہ بڑی محنت سے پورے ملک میں اپنی قیادت کی کمی محسوس نہ ہونے دیا۔ حکمرانوں اور شیعوں کو نگی کا ناچ نچاتے رہے اور جماعت کا علم بلند رکھا۔ لیکن قائدین کی رہائی کے بعد آپ کے ساتھ بجائے حوصلہ افزائی کرنے کے بالکل سوتیلا سلوک رکھا گیا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

ج: یہ آپ کا حسن ظن ہے۔ جو کچھ کیا اس کا بدلہ ہم اللہ پاک سے چاہتے ہیں۔ وہ ذات اپنی بارگاہ عالیہ میں اگر قبول فرمالے تو...... کیونکہ یہ ساری محنت اسی رب تعالیٰ کی رضا کے لئے تھی اور اس کی توفیق سے تھی۔ اس لئے عہدہ وغیرہ لینا مقصود نہ تھا نہ ہے۔

جہاں تک عہدہ کی بات ہے تو میں اس سے پہلے بھی جتنے عہدوں پر رہ کر کام کر چکا ہوں۔ وہ بھی میں نے خوشی سے نہیں لئے تھی بلکہ زبردستی اور کچھ الیکشن میں کثرت رائے کی وجہ سے مجھے دے دیئے گئے لیکن میں ذاتی طور پر عہدوں کا قائل نہیں بلکہ کام کا قائل ہوں۔ میرے پاس جماعت کا عہدہ ہوا تب بھی اور نہ ہوا تب بھی کام کی رفتار میں بحمد للہ کبھی فرق نہیں پڑنے دیا۔ جس کی گواہی سارا ملک انشاء اللہ دے سکتا ہے اور آئندہ بھی میں ایسے ہی کام کرتا رہوں گا۔ کیونکہ عہدہ سے ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے۔ اور حدیث طیبہ کے مطابق یہ کام بہت مشکل ہے۔

عہدہ ..... کے طلبگار کو قتل کرو

مجھے تو تعجب ہوا کہ ہم مذہبی جماعت کے ساتھ منسلک ہیں اور الیکشن کے سلسلے میں ہمارے تمام ذمہ داروں نے حدیث مبارکہ کی جس طرح دھجیاں اڑائی ہیں، آپ ان کا تصور نہیں کر سکتے۔ اللہ پاک ہمیں معاف فرمائیں۔ حدیث میں عہدہ طلب کرنے کی سخت الفاظ میں مذمت کی گئی ہے اور یہاں علماء کرام سمیت پورے ملک میں اپنے اپنے عہدے یا اپنے من پسند افراد کو عہدہ دلوانے کے لئے بڑے زور و شور سے الیکشن کمپین و مہم جوئی کی گئی۔ جو انتہائی قابل افسوس ہے۔

حضرت عمرؓ کا فرمان کنز الاعمال میں جلد 5 حدیث 2577 پر موجود ہے۔

Scanned with CamScanner

من دعا الی اماۃ نفسہ او غیرہ من غیر مشورۃ من المسلمین

فلا یحل لکم ان لا تقتلوہ

اس کا ترجمہ میں نہیں کرتا۔ کسی عالم سے کروالیں۔ اس لئے کہ میں تو خود گناہ گار خطاکار انسان ہوں۔ اور اپنے آپ کو ویسے بھی اس قابل نہیں سمجھتا۔ البتہ ہمارے ہاں الیکشن میں بھی جو کچھ ہوا یا ہوتا ہے، شاید ایسا تو ملکی الیکشن میں بھی نہیں ہوتا لہذا اگر اللہ کو راضی کرنا ہی مقصود ہے تو خدا کیلئے اس قسم کی روش چاہے کوئی بھی کرتا ہو، اس کی حوصلہ شکنی کرنی چاہئے۔ اس سے ہمیں اخروی اعتبار سے بہت نقصان ہو رہا ہے۔ کل روز قیامت جواب دہ ہونا پڑے گا۔ لہذا عہدہ کے سلسلے میں شرعی اصولوں کو سامنے رکھنا چاہئے اور حضرت صدیق اکبرؓ کے خلیفہ بننے کے بعد خطبہ کو بھی معیار بنانا چاہئے اور اسی طرح طالبان کی پالیسی کے مطابق عہدیداروں کا احتساب اور بار بار تبدیلی کا عمل جاری رہنا چاہئے اور اسی طرح عہدوں کو پرکشش نہ بنایا جائے کہ جس سے ہماری فکر اصل مقصد سے ہٹ جائے۔

بیرون ملک دورہ اور عمرہ کی سعادت

س: آپ نے کبھی بیرون ممالک کا سفر کیا ہے؟

ج: بیرون ملک متعدد مرتبہ افغانستان کا دورہ کیا اور وہاں پروگرامات جہاد کی نسبت سے ہوئے جن میں بطور خاص خوست، یاور اور لیزا میں جہاد کے عنوان پر تفصیلی خطاب بھی کیا اور اس کے علاوہ خوست کے گورنر مولانا عبدالعزیز صاحب اور جیل خانہ جات کے وزیر مولانا نعمان شاہ صاحب سے ملاقاتیں ہوئیں... اسی طرح مزار شریف کے فتح ہونے کے بعد سپاہ صحابہؓ کے مرکزی نورکنی وفد کی حیثیت سے قندھار میں طالبان کو مبارکباد دینے کے لئے بھی گئے۔

1994ء میں عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے لئے سعودیہ جانا ہوا۔ وہاں پر قیام کے دوران متعدد جماعتی ساتھیوں سے ملاقاتیں ہوئیں اور چھوٹے موٹے پروگرام ترتیب دیئے گئے اس کے علاوہ دبئی، امریکہ اور آسٹریلیا کے احباب نے متعدد مرتبہ اصرار کیا ان ملکوں کا دورہ

Scanned with CamScanner

کرنے کے لئے جن میں مولانا آغا راشد محمود، حافظ خالد محمود، محمد شفیق پراچہ صاحب وغیرہ کرنے کے ساتھ
میں قابل ذکر ہیں۔ مگر اندرون ملک یہ اتنی مصروفیات ہیں اور کام کی وجہ سے بیرون ملک کے سفر میں نے
زیادہ دلچسپی نہیں لی اور پھر غیر ملکی دورے کا کوئی مقصد نہیں۔

افغانستان کا دورہ اور گورنر قندھار سے ملاقات

س: افغانستان کا آپ نے کتنی بار دورہ کیا۔ آپ نے طالبان حکومت کو کیسا پایا کہ وہ واقعی خلفائے راشدین کے دور کی زندہ مثال ہیں۔ اور سپاہ صحابہ کی تحریک جو کہ خلفائے راشدین کے نظام کیلئے ہے۔ اس تحریک کے لئے طالبان کی ایسی خصوصیات بتائیں جس کو ہم بھی اپنا کر اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں؟

ج: افغانستان متعدد بار جانا ہوا۔ بطور خاص وفد کی شکل میں دو مرتبہ گیا ہوں۔ پہلی مرتبہ 1996ء میں لاہور بلال مسجد سے جانا ہوا۔ پانچ رکنی علماء کے وفد کی صورت میں جس کی قیادت بندہ ناچیز خود کر رہا تھا۔ اور میرے ساتھ ختم نبوت لاہور کے رہنما مولانا محمد احمد دیال سنگھ کالج والے جناب طاہر عبداللہ حرکت المجاہدین اور دیگر حضرات تھے۔ یہ دورہ صرف مطالعاتی دورہ تھا۔ اس میں پاور، خوست، لیزا وغیرہ معسکروں میں گئے۔ مجاہدین نے اچھا استقبال بھی کیا۔ خدمت بھی کی اور بندہ ناچیز کے جہاد کے عنوان پر تفصیلی بیانات بھی ہوئے۔ اور خوست میں اس وقت کے گورنر مولانا عبدالعزیز جلال زئی صاحب اور جیل خانہ جات کے وزیر مولانا نعیم اللہ صاحب سے بطور خاص ملاقاتیں ہوئیں پھر انہیں کے انتظام پر ہم نے خوست کا سرکاری دورہ بھی کیا۔

دوسری مرتبہ 1998ء میں مرکز سپاہ صحابہ کی عاملہ کے اجلاس میں ایک وفد تشکیل دیا گیا۔ تا کہ یہ وفد افغانستان جا کر طالبان حکومت کو فتح و کامیابی پر مبارکباد دے اور ان سے وعدے سے ہر قسم تعاون کی سپاہ صحابہ کی طرف سے یقین دہانی کروائے۔ اس وفد میں بندہ ناچیز (مولانا مسعود الرحمن عثمانی) کے علاوہ خلیفہ عبدالقیوم صاحب مدظلہ، مولانا محمد احمد مدنی صاحب کراچی، محترم الیاس زبیر صاحب کراچی، مولانا عبدالغفور ندیم صاحب کراچی، مولانا نیاز

محمد ناطق بالحق صاحب بلوچستان اور مولانا غلام غوث محمد حقانی صاحب کوئٹہ سے اور مولانا شعیب ندیم صاحب واہ کینٹ سے شامل تھے (مولانا شعیب ندیم صاحب کسی شرعی عذر کی وجہ سے نہ جا سکے۔ بعد میں کراچی بندہ کے اصرار پر مولانا عبدالغفور ندیم صاحب کو بھی شامل کرلیا گیا)۔

ہم نے کوئٹہ سے قندھار تک سرکاری مہمان (طالبان حکومت) کے حیثیت سے سفر کیا۔ وہاں جا کر ہمارا قیام قندھار گورنر ہاؤس میں تھا۔ ملا عبدالجلیل صاحب، ملا حسن رحمانی صاحب گورنر قندھار اور امیر المومنین کے چچا جنہوں نے امیر المومنین صاحب دامت برکاتہم کی تربیت کی تھی ان حضرات سے بطور خاص ملاقاتیں ہوئیں اور ہم نے ایک پشتو زبان میں تحریر گورنر قندھار ملا حسن رحمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں پیش کی۔ اس تحریر میں خلاصۃً طالبان کو مبارکباد...... اور سپاہ صحابہؓ کی طرف سے افرادی...... مالی...... صنعتی...... تجارتی وغیرہ ہم قسم کے تعاون کی پیشکش کی تھی اور پاکستان میں سپاہ صحابہؓ تحریک کی ناموس صحابہؓ کے لئے اب تک کئے گئے کام کی مختصر تفصیل...... اور اس کے کامیاب نتائج کا تذکرہ تھا۔ ساتھ ہی حکومت اور شیعہ کی طرف سے مولانا حق نواز شہیدؒ...... مولانا فاروقی شہیدؒ تک کی شہادتوں اور دیگر دشمن کی طرف سے کئے گئے مظالم کا تذکرہ تھا۔ طالبان...... سپاہ صحابہؓ کی مدح صحابہؓ کے لئے چلنے والی تحریک کے انداز...... محنت...... جرأت اور قربانیوں سے بڑے متاثر تھے اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے خراج تحسین پیش کیا اور البتہ مظالم پر دل گرفتہ بھی ہوئے لیکن پھر بھی وہ ہماری قیادت اور نوجوانوں کی استقامت وحوصلوں کی داد دیتے رہے۔ شیعہ کے کفر پر بھی ان سے بات ہوئی...... ہم نے طالبان کو شیعہ کے کفر کے خلاف سپاہ صحابہؓ سے بھی زیادہ سخت گیر پایا۔

رہا آپ کا یہ سوال کہ طالبان خلفائے راشدین کی زندہ مثال ہیں تو واقعی وہ زندہ بھی تابندہ بھی مثال ہیں۔ ہم نے جو قرآن وحدیث میں سیرت کی کتب میں خلفاء راشدین کے متعلق پڑھا اسکا عکس طالبان میں دیکھا۔ ہمیں اس وقت بڑا تعجب ہوا کہ جب ہم نے اپنے وفد کی خدمت پر مامور حضرات کا تعارف پوچھا تو معلوم ہوا کہ ہمیں گاڑی میں ادھر ادھر لانے لیجانے والے

ڈرائیور صاحب عالم بھی اور اپنے ضلع کے ڈپٹی کمشنر بھی ہیں۔ کھانے کے لئے ہاتھ دھلوانے والے عالم بھی تھے اور محکمہ جنگلات کے وزیر بھی۔ دستر خوان لگانے اور اس پر کھانا چننے والے بھی صوبائی وزیر تھے۔ چہروں پر سنت رسول سروں پر پگڑی اور عالم محمد عمل مجاہد پھر بڑے عہدوں پر فائز مگر اسکے باوجود آنے والے مہمانوں کی جوتیاں اٹھانا سعادت سمجھتے ہیں۔

دوسری بات سپاہ صحابہؓ کے لئے طالبان تحریک میں یہی نمونہ ہے کہ وہ

ما آتاکم الرسول فخذوہ

کا عملی مصداق ہیں۔

وہ کرتے ہیں جو انکو خدا اور رسول ﷺ کہتے ہیں نہ وہ جو حالات کہتے ہوں۔ اور سپاہ صحابہؓ اور طالبان میں کچھ باتیں مشترک ہیں مگر پھر بھی وہ کامیاب ہیں ہم ناکام کیوں؟

یعنی کہ طالبان اور سپاہ صحابہؓ دونوں جماعتوں میں خلوص جذبہ قربانی عملی طور پر موجود مگر وہ کامیاب اس لئے کہ وہ فرض واجب سنت تو بہت بڑی بات ہے ایک مستحب تک نہیں چھوڑتے اور ہم فرض نماز بھی نہیں پڑھتے۔ تو وہ کامیاب اور ہم ناکام بس اسی فرق کو کارکن سمجھ کر اپنے اندر بہتری پیدا کریں۔

بلال مسجد آمد کب، کیسے اور کیوں؟

س: مولانا عثمانی صاحب آپ کے لاہور آنے کی وجہ اور بلال مسجد کے خطیب کب اور کیسے بنے؟

ج: اکتوبر 1995ء عمرہ کی ادائیگی کیلئے سعودیہ جانے سے قبل مولانا سیف اللہ خالد صاحب شہیدؒ کی شہادت کی خبر اخبارات کے ذریعہ معلوم ہو چکی تھی۔ عمرہ کی ادائیگی کے بعد میرے ساتھ عمرہ کیلئے جانے والے پشاور کے ساتھی کے اصرار پر پشاور چند دن قیام کیا وہاں پر محترم نور گل شہیدؒ نے میرے ساتھ تذکرہ کیا کہ لاہور میں ایک مسجد ہے جہاں آپ اگر خطابت کے فرائض انجام دینا چاہو تو بات کروا دیتے ہیں۔ میں نے کہا ان کی شرائط کیا ہیں۔ نور گل شہیدؒ نے بتایا کہ وہ سپاہ صحابہؓ والوں کی مسجد ہے جہاں مولانا سیف اللہ خالد شہیدؒ سمیت دو خطیب اور دیگر افراد شہید ہو

چکے ہیں اور خطیب بھی جلدی شہید ہوتا ہے جو شیعہ لاہور میں قتل ہو جائے اس کا پرچہ بھی وہاں کے خطیب پر درج ہوتا ہے۔ قربانی والی جگہ ہے بتاؤ جانا چاہتے ہو؟ میں نے پوچھا مشن کے حوالہ سے وہاں کیا ترتیب ہے برادر عزیز نور گل شہیدؒ نے کہا کہ مشن مکمل کر بیان کر سکتے ہو۔ مسجد کمیٹی کوئی رکاوٹ نہیں ڈالے گی۔ میں نے فوراً حامی بھر لی کہ ٹھیک ہے ہمیں ایسی جگہ تو چاہئے جہاں مشن بھی مکمل کر بیان کریں اور شہید ہونے کے چانس بھی زیادہ ہوں...... تو اور کیا چاہئے چنانچہ نور گل صاحب نے لاہور میں اپنے تعلق والے حافظ رمضان صاحب سے رابطہ کیا۔ انہوں نے راؤ مشتاق صاحب سے بات کر کے میرا ٹیسٹ لینے کیلئے 3 نومبر 1995ء کے جمعہ کا بیان طے کر لیا..... چنانچہ میں لاہور آیا جمعہ کا بیان کیا دیگر خطباء بھی جو کہ امیدوار تھے اپنے اپنے انداز میں ایک ایک جمعہ پڑھا کر (جا چکے تھے) جا رہے تھے۔ میری خطابت اگرچہ ان حضرت کو میٹھی لگی مگر میری کوئی شرط کوئی مطالبہ نہ تھا بلکہ اللہ کے فضل سے بے لوث خدمات پیش کر دی تھیں۔ راؤ مشتاق صاحب نے فرمایا کہ ہم اجتماع کے بعد آپ کو بتا دیں گے۔ میں تھوڑا سا مایوس ہو گیا تھا کہ شاید ان کے معیار پر پورا نہیں اترا کیونکہ خطیبانہ ناز نخرے نہ آتے ہیں نہ اس کا رواں ہوں بس سادگی سے ہی جس طرح ہو سکتا ہے۔ جو توفیق اللہ بیان کر دیتا ہوں کوشش ہوتی ہے بات سننے والے کو سمجھ آ جائے اور عمل کی توفیق ہو جائے۔ خیر کچھ عرصہ بعد پشاور فون پر ان حضرات نے بات کی اور کہا کہ جی آپ سر پر کفن باندھ کر آ جائیں ہمارا فیصلہ آپ کے متعلق ہو گیا ہے۔ چنانچہ میں قاری صادق صاحب (خطیب ابوبکر مسجد پشاور) جو کہ میرے رفقاء خاص ہیں ان کو ساتھ لیکر لاہور بلال مسجد پہنچ گیا اور 22 دسمبر 1995ء کو بحیثیت خطیب جمعہ پڑھایا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ میری تقرری کا فیصلہ راؤ مشتاق صاحب کا ذاتی تھا مگر چند دیگر افراد کے نام بھی نمایاں امیدواروں میں تھے جس کی وجہ سے قرعہ اندازی کی گئی اور قرعہ اندازی میں بقول مجاہد صاحب کے تین بار مجھ ناچیز کا ہی نام نکلا۔ اس طرح سے یہاں بلال مسجد میں تقرر ہوا۔

س: مولانا عثمانی صاحب یہ بتائیں کہ ابتداء میں سابقہ خطیبوں کی طرح آپ کی محبت اور

سرگرمیاں نمایاں رہیں مگر بعد میں آپ بہت کم جمعہ پڑھاتے دیکھے گئے اور مسجد کی رونق جو آپ کے آنے کے دو سال تک بہت اچھی تھی بلکہ آپ نے جلسے کانفرنسیں کروا کر مزید بلال مسجد کو رونق افزوں کیا تھا لیکن اب وہ کیفیت نہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

ج: اس کی ایک بڑی واضح وجہ تو یہ بنی کہ دو سال تک قریبا میں پابندی سے جمعہ کی خطابت کے فرائض انجام دیتا رہا اور دور دراز سے احباب بھی تشریف لاتے رہے لیکن 16-M.P.O کے تحت مجھ پر مقدمات بننا شروع ہو چکے تھے اور حسب معمول لاہور میں قتل ہونے والے ہر شیعہ کے قتل کی تفتیش کیلئے پولیس مجھے گرفتار کرنے کی کوشش کرتی تھی جسکا ہمارے فرشتوں کو بھی علم نہ ہوتا تھا اور اسی گرفتاری کے لئے پولیس نے متعدد بار بلال مسجد کا دوران تقریر محاصرہ بھی کیا مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے میری طرف سے بھی سخت اعلان تھا کہ باوردی پولیس والا مسجد میں داخل نہ ہونے پائے ...... ورنہ گولی ماری جائے گی۔ چنانچہ کشیدگی بڑھتی گئی اسی دوران گوجرانوالہ میں ایس ایس پی اشرف مارتھ کا قتل ہو گیا تو پولیس نے بھاری نفری سے بلال مسجد کا محاصرہ کر کے چالیس کے قریب کارکنوں کو گرفتار کر لیا جبکہ میں اس موقع پر بھی پولیس کے ہاتھ نہ لگا۔ اس کے بعد حالات اتنے سخت خراب ہو گئے کہ قیادت پہلے سے گرفتار تھی۔ ادھر بلال مسجد دوسری طرف پورے ملک میں جلسوں، کانفرنسوں کے لئے ذمہ داری اور پھر سب سے افسوس کن بات گلشن جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ جامع مسجد حق نواز رحمۃ اللہ علیہ جھنگ میں بھی کافی ویرانی کا سماں بنتا رہا تھا چنانچہ ساتھیوں کے مشورہ سے یہ طے ہوا کہ حالات جب تک درست نہیں ہوتے میں بلال مسجد میں جمعہ کا بیان نہ کروں اور مولانا اعظم طارق صاحب کے پیغام کے مطابق پولیس سے بچنے اور جماعت کے کام کو برقرار رکھنے کی کوشش کرنے کی تاکید بھی تھی لہذا میں نے جامع مسجد حق نواز شہید میں باقاعدہ جمعہ پڑھانا شروع کر دیا اس سے قبل اس صورتحال کی وجہ سے وہاں بھی نمازیوں کی تعداد صرف دو صفوں تک رہ گئی تھی ایک بار پھر بتوفیق اللہ اس مسجد کی رونقیں بحال ہوئیں اور باہر گلیوں اور مکانوں کی چھتوں پر مستورات سمیت رش بڑھنے لگا۔

قائدین کے ساتھ شریف برادران حکمرانوں کی روز بروز بڑھتی ہوئی ظلم وزیادتیوں پر سخت احتجاج کرنا میرا حق تھا جو کہ بکرم اللہ حسب توفیق کرتا رہا جس پر پنجاب حکومت اور جھنگ انتظامیہ سیخ پا ہوگئی اور وہاں بھی محاصرہ، گرفتاری والا چکر شروع ہوگیا لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس وجہ سے بلال مسجد سے میرا ناغہ بڑھتا گیا اور ملک بھر میں حکمرانوں کو ناکوں چنے چبوانے کا کام اللہ پاک نے لیا۔ ادھر بلال مسجد پر وقت اور توجہ نہ دے سکا مگر جب میں نے یہاں بلال مسجد کے مدرسین، معاونین حضرات سے مسجد کے نظام وغیرہ اخراجات جو ان کے ہاتھ دے دیئے گئے تھے ان کو معلوم کرنا شروع کیا کہ کیا، کہاں اور کیسے خرچ کیا تو اس پر وہ برامان گئے۔ دراصل ہمارے ہاں ایک بڑی کمزوری یہ ہے کہ نیا نیا جب آدمی ابھرتا ہے تو اس کو خوب اچھالتے ہیں تو وہ اگر جلدی شہید ہوجائے یا گرفتار ہوجائے تو پھر تو ٹھیک ورنہ چند دن جو زیادہ گزار دے اس کے پھر عیب نکالنا شروع ہوجاتے ہیں۔ میرے ساتھ بھی کچھ یونہی ہوا جو میری تعریف اور گن گانے والے تھے آج مجھے ایک نظر دیکھنا بھی برداشت نہیں کرتے۔ اس لئے نہیں کہ میں نے مشن کو چھوڑ دیا ہے یا میں نے شیعہ یا حکومت سے دوستی کرلی ہے بلکہ صرف اس لئے کہ یہ ابھی تک شہید کیوں نہیں ہوا۔ بہرحال میں اس مسئلہ میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ بس اتنی سی بات ہے کہ بلال مسجد میں شیعہ کے کفر کے خلاف حق بیان کرنے سے مجھے بحمد اللہ شیعہ اور حکومت نہ روک سکی جبکہ اپنے مہربانوں نے یہ کارنامہ سرانجام دے کر دکھایا۔

ورنہ الحمد للہ میری وہاں کی کوئی تقریر بھی مشن اور شیعیت کے رد سے خالی نہیں اور آئندہ بھی موقع ملا تو انشاء اللہ شیعیت کے رد میں اس منبر پر بولنے کا حق ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں حالات چاہے جیسے ہوں میرے ساتھ دشمن چاہے جو کچھ بھی کرے مگر اپنوں کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

س: مولانا آپ نے اپنوں کی رکاوٹ کا اظہار کیا، کیا یہ درست ہے کہ قاری احمد صاحب بھی آپ کے راستہ میں رکاوٹ ہیں اور ان کے ساتھ آپ کے شدید اختلافات ہیں جس کی وجہ

ے یہ ساری صورتحال سامنے آئی؟

میرا ذاتی طور پر کسی سے کوئی اختلاف نہ تھا نہ ہے، نظام کا، پالیسی کا اختلاف ہر جگہ پر ہوا کرتا ہے جس کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہوتا کہ نظام اور پالیسی کو درست کرنے کا جو کہے اس کے جواب میں اس کہنے والے کی کردار کشی شروع کردی جائے۔ بلال مسجد میں میری کوئی جائیداد یا رقم یا سرمایہ خزانہ نہیں تھا جس کو لینے کیلئے میں پشاور سے یہاں آیا تھا اور ان سے لڑائی شروع کردی بلکہ مجھے ان حضرات نے بااصرار قرعہ اندازی کرکے بلایا اور منتخب کیا۔

میں یہاں ایک مسافر ہوں میں رائے مشتاق صاحب کو ایک اتھارٹی سمجھ کر آیا تھا مگر ان کے جانے کے بعد مختلف حیلے بہانوں سے مجھے تنگ کرنا شروع کیا اور جب میں نے نظام اور کردار، پالیسی درست کرنے کی بات شروع کی تو جواب میں مجھے ہی مورد الزام ٹھہرا کر میری کردار کشی کی کوشش شروع کردی تاحال شدید زیادتیوں کے باوجود تحمل سے صبر سے میں نے کام لیا۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنی کمزوریوں کو چھپانے کیلئے دوسروں کے عیب اچھالنا شروع کر دیتے ہیں۔ لیکن میں نے جوابی کاروائی نہ کی نہ آئندہ ایسا کوئی ارادہ رکھتا ہوں میں تو رات کو تہجد کے وقت جس طرح اپنے لئے رب العالمین سے مانگتا ہوں اس طرح قاری احمد سمیت دیگر حضرات محترماں و حاسدین کرام کے لئے بھی مانگتا ہوں۔ باقی ہم دونوں میں غلط کون ہے حقائق آہستہ آہستہ کھل رہے ہیں مزید کھلیں گے۔ صرف اتنا کہتا ہوں میں جب بلال مسجد لایا گیا تھا اس وقت بھی ولی نہیں تھا اور میرا تقرر بحیثیت خطیب جو ہوا وہ ولایت کے معیار پر نہیں تھا بلکہ اس کا معیار شیعیت کی کھل کر تکفیر کرنا تھا، لہذا وہ تکفیر آج بھی بحمد اللہ کر رہا ہوں اور معیار پر ہوں۔

ایک بات یہ بھی عرض کرتا چلوں کے جو الزامات قاری احمد صاحب کی طرف سے مجھ پر لگائے گئے ہیں ان کے متعلق ہر ذی عقل اس نکتہ پر غور فرمائیں تو کافی بات سمجھ آ جائے گی کہ قاری صاحب نے مجھ پر جو الزامات لگائے ہیں وہ صرف قاری صاحب اور ان کے ساتھ تین چار افراد

اور ہیں جبکہ مجھ ناچیز کا کردار ملک بھر کے چپہ چپہ میں ہر فرد جماعت کے سامنے ہے۔

دوسری طرف جو الزامات کارکنوں نے قاری صاحب پر لگائے ہیں ان کی تائید پورا ملک کرتا ہے جو بھی تھوڑی سی بھی ان سے شناسائی رکھتا ہے تو وہ بھی تائید کرتا ہے اس سے فیصلہ آپ خود فرمالیں مگر پھر بھی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ان معاملات کو نہ چھیڑا جائے اور ہر ایک اپنی اصلاح کی کوشش کرے۔ یہ بھی قابل غور بات ہے کہ آخر کچھ تو ہے جس کی وجہ سے مولانا اعظم طارق صاحب دامت برکاتہم نے بھی اس معاملہ پر دو سال ہو گئے ان سے قطع کلامی اور قطع تعلقی کی ہوئی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

گرفتاری کیسے اور کتنی بار ہوئی

س: آپ پہلے بھی کبھی گرفتار ہوئے ہیں؟

ج: جی جناب اس سے پہلے پشاور میں 13 جولائی 1992ء کو گرفتار ہوا تھا تقریباً ڈھائی ماہ پشاور جیل میں گزارے تھے جس کی تفصیلات شاید پہلے عرض کر چکا ہوں۔

س: آپ کی موجودہ گرفتاری کیسے عمل میں آئی، مقدمات کس نوعیت کے اور کتنے ہیں کیا آپ کی گرفتاری میں قاری احمد مجاہد صاحب یا اپنوں میں کسی کا کردار ہے؟

ج: پہلی بات تو یہ ہے کہ جو کچھ رب العالمین کو منظور تھا وہ ہونا تھا ہو گیا۔ اس میں کسی پر بات کرنے کا کوئی خاص جواز نہیں۔

قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ھو مولنا و علی اللہ فلیتوکل المتوکلون

البتہ یہاں جماعتی نظم کو برقرار رکھنے کیلئے ایسے محرکات کا پتہ لگانا ضروری ہے تاکہ آئندہ ایسے افراد اور محرکات سے دوبارہ کسی جماعتی ساتھی اور ذمہ دار کو نقصان نہ ہو کیونکہ شرعی طور پر یہ مسئلہ غداری کے مترادف ہے۔ البتہ میں نے ابھی تک باوجود اصرار کے اس مسئلہ پر اس لئے خاموشی اختیار کی ہے کہ جماعت مجھے پہلے یہ بتائے کہ اگر میں نشاندہی کر دوں کہ مجھے کس نے

Scanned with CamScanner

گرفتار کروایا ہے تو جماعت یا قیادت ایسے شخص کے متعلق کیا کاروائی عمل میں لائے گی۔ اگر کچھ کرنا ہے تو ٹھیک ورنہ میرے منہ کہلوا کر آپس میں اختلافات کو ہوا دینے کے سوا اور کوئی فائدہ نہیں۔

کیونکہ اس سے قبل چھ جون 1998ء کی شب جب صبح لاہور میں مظاہرہ تھا مرکزی قائدین کی رہائی کے سلسلے میں اس رات بھی مجھے بلال مسجد میں موجود افراد نے گرفتار کروانے کا پروگرام بنایا تھا جس کا مجاہد صاحب سمیت سب کو معلوم ہے شیخوپورہ میں خود میں نے مولانا لدھیانوی صاحب کو بتایا مگر لاہور ضلع تنظیم سے لیکر صوبہ مرکز تک کسی نے بھی ان ساتھیوں کی خبر نہ لی اور قاری احمد صاحب کو بھی ان کی رہائی کے بعد بتایا گیا تو انہوں نے یہ کہہ کر بات گول کر دی کہ میں کسی کو بھی مسجد سے نکال نہیں سکتا۔ (اور اب انہیں دو افراد سے قاری احمد صاحب کا اختلاف ہوا تو عثمانی صاحب پر دباؤ ڈالا گیا کہ ان کو نکالو) جب یہ حالات ہیں تو میں کسی کی نشاندہی نہیں کرنا چاہتا۔

ورنہ یہی بلال مسجد تھی، جہاں پر مسلح بکتر بند گاڑیوں سمیت تین تین سو پولیس والوں نے محاصرہ کیا اور کمانڈو ایکشن میری گرفتاری کے لئے کئے مگر میں ان کے ہاتھ بحمد اللہ نہ آیا اور اب صرف ایک پولیس موبائل آئی ہے مجھے اسلام آباد سے لاہور بلال مسجد پہنچے 20 منٹ ہوئے تھے تو اس کوٹ تھانہ کے ایس ایچ او دو تین پولیس والوں کے ساتھ مسجد کے دروازے پر آئے میں مسجد سے نکلنے والے دو تین راستوں کی طرف گیا جہاں سے ہمیشہ نکلا کرتے تھے مگر وہ سب بند تھے۔ عقب کی طرف گیٹ ہے اس کی چابی کا معلوم کیا تو جواب ملا کہ وہ گم ہو گئی ہے۔ ایک دیوار زیر تعمیر تھی وہاں سے نکلنے کی طرف گیا تو وہ دیوار تعمیر کا کام بند ہونے کے باوجود اوپر تک مکمل تھی۔ میں نے پھر گرفتاری دینے کا فیصلہ کر لیا، گرفتاری کے بعد وہاں مسجد میں موجود افراد نے صحن میں کھڑے ہو کر قہقہے لگائے۔

خیر ان باتوں کو چھوڑیں قاری احمد سمیت میں کسی کا نام نہیں لینا چاہتا۔ سب کو خود معلوم ہو جائے گا۔ رہی بات مقدمات کی تو فی الحال کوٹ لکھپت جیل میں تین 16-M.P.O کے

مقدمات اور ایک خانہ فرہنگ ایران والا مقدمہ مجھ پر ڈالا گیا ہے۔ مقدمات تو سب تقریروں کے ہی ہیں، ان کی تعداد میں نہیں بتا سکتا کیونکہ ہیں تو سب سیاسی انتقامی بنیادوں پر قائم کردہ اکثر میں نام میرا لکھا ہے اور تقریر میں نے کی نہیں بس اشتہار سے نام پڑھ کر پرچہ درج کر دیا۔ اسی طرح حکومت کی مرضی ہوئی رہا کرنے کی تو وہ کر دے گی کیونکہ کوئی مقدمہ تو ہے نہیں اور جب نہ چھوڑنا چاہے تو اپنی طرف سے بھی مقدمات بنا کر ان میں گرفتاری ڈال سکتی ہے۔ ان کو پوچھنے والا کوئی نہیں لیکن انشاء اللہ ہمارے عزائم راسخ ہیں اپنے مشن اور نظریہ کو انشاء اللہ نہ چھوڑیں گے۔

س: رہائی کے لئے جماعت کیا کوششیں کر رہی ہے۔ یا آپ ذاتی طور پر کوئی کوشش کر رہے ہیں؟

ج: ابتداء میں میری رہائی کیلئے مولانا ضیاء القاسمیؒ اور مولانا احمد لدھیانوی صاحب نے مذاکرات کے ذریعے کافی کوشش کی ہے مگر اس وقت رہائی کے سلسلے میں پیروی کرنے والے حضرات سست تھے بات کسی طرف نہ لگ سکی یعنی کہ میری صرف ایک فائل ایک وکیل سے لیکر دوسرے وکیل کو دینے میں سوا مہینہ لگا۔ وزیر قانون نے میری فائل طلب کی تو مولانا ضیاء القاسمی صاحب نے لاہور کے ایک ذمہ دار آدمی کے ذمہ لگایا کہ آپ نے یہ فائل وزیر قانون تک پہنچانی ہے۔ وہ فائل ڈھائی ماہ بعد متعلقہ شخص کو دی گئی اور ادھر جن حضرات سے مولانا قاسمی مرحوم کی بات ہوئی تھی ان کے پاس فائل پہنچنے تک حضرت قاسمی رحمۃ اللہ علیہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

اسی طرح مولانا اعظم طارق صاحب اور ڈاکٹر خادم حسین بھی موقع بہ موقع افسران سے ملاقاتوں میں میری رہائی کا مطالبہ رکھتے رہے لیکن نتیجہ کیوں کچھ نہ نکلا اس بارے میں وہ خود بتا سکتے ہیں۔ آج اشرفی صاحب کے مذاکرات کس نوعیت کے تھے اور حکمرانوں کا رویہ کیسا تھا مجھے تو یہی بتایا جاتا رہا کہ جناب آج اشرف صاحب سے اور فلاں فلاں سے بات ہو گئی ہے آپ بس اس تاریخ پر باہر آ جائیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اصل مسئلہ پیروی کا ہے۔

پیروی صحیح طرح ہو تو رہائی کا کوئی مسئلہ نہ تھا مگر پیروی کے لئے پہلے محترم ڈاکٹر۔۔۔

Scanned with CamScanner

... صاحب کے شکوہ کرنے پر پیروی کی ذمہ داری ان کو سونپی جنہوں نے چند ماہ کی بھاگ دوڑ میں جو مہربانیاں فرمائیں ان سے پہلے جناب محمود اقبال صاحب آگاہ فرما چکے ہیں۔ میں نے بآخر جناب بشیر عکاشہ سیکرٹری اطلاعات پنجاب کا نام پیش کیا بطور مشورہ کے۔ محترم ڈاکٹر خادم حسین صاحب نے ان کو تیار کیا انہوں نے ہائی کورٹ سے ماشاءاللہ ایک ماہ میں تین ضمانتیں تو کروا دیں مگر اس کے بعد تاحال پانچ ماہ گزر چکے ہیں مچلکو سمیت ان کا مجھے کچھ نہ علم ہے اور نہ ہی رابطہ ہے۔ متعدد بار فون کروائے، پیغام بھیجے مگر خط تک کا جواب نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خانہ فرہنگ ایران والی ضمانت تین ماہ خصوصی عدالت میں لگی رہی پیروی نہ ہونے کی وجہ سے ضمانت کینسل ہوگئی، پھر عکاشہ صاحب نے لگوائی تاحال پانچ ماہ سے زائد عرصہ ہوگیا ہے اس ضمانت کا کچھ علم نہیں اور پھر 8 ستمبر کو مولانا اعظم طارق صاحب نے کیس ٹرائل کے لئے میرے سامنے فیس دے کر میاں مظفر وکیل کو عدالت میں کھڑا کیا۔ وہ بمعہ فیس کے دو تین پیشیوں کے بعد ڈھائی ماہ سے غائب ہے۔ کوئی اس کو اتنا جا کر کہنے والا نہیں کہ تو نے 20 ہزار کس چیز کا لیا ہے۔ پیش کیوں نہیں ہوتا، ادھر سب جیل کے ساتھیوں کی ملاقاتیں عدالت کی اجازت سے کھل چکی ہیں مگر میں مرکزی ذمہ دار ہو کر پڑا ہوا ہوں تاحال 15 ماہ ہو گئے ملاقات کا کوئی سلسلہ نہیں اور جب باہر ان حضرات سے کارکن سوال کرتے ہیں کہ عثمانی صاحب کیلئے کیا کر رہے ہیں تو جواب دیا جاتا ہے جی ہم بہت کچھ کر رہے ہیں اور وہ جلد رہا ہو جائیں گے۔ میں اتنا صرف پوچھتا ہوں کہ کیا میں نے بھی حضرت مولانا اعظم طارق صاحب دامت برکاتہم سمیت دیگر قائدین کی رہائی کیلئے تین سال اسی طرح سرد کوششیں کی تھیں جس طرح آج میری لئے ہو رہی ہیں جبکہ غور سے دیکھا جائے تو میری گرفتاری کا سبب بننے والے مقدمات انہیں تقاریر کے ہیں جو میں نے قائدین کی رہائی کیلئے حکومت کے خلاف کیں۔ لیکن میں انشاءاللہ حوصلہ نہیں ہاروں گا اپنے مؤقف اور فکر جھنگوی کی سوچ پر اسی طرح پختہ ہوں یہ جو کچھ ہو رہا ہے اس میں جماعت کی پوزیشن خراب ہو رہی ہے۔

س: مولانا صاحب آپ کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ قائدین آپ کی رہائی میں مخلص نہیں

اور انہوں نے کچھ نہیں کیا؟

ج: میں یہ نہیں کہتا۔ مجھے مولانا اعظم طارق صاحب اور دیگر قائدین پر اعتماد ہے مگر بات یہ ہے کہ پیروی کرنے والے صرف میرے ساتھ ہی نہیں بلکہ تمام اسیران کے ساتھ بھی ایک عرصہ سے جو مذاق کر رہے ہیں اس کا سد باب کرنا قائدین ہی کی ذمہ داری بنتی ہے اور دیگر اسیران کے ساتھ بھی انتہائی نارواسلوک روا رکھا ہوا ہے مگر کوئی جماعت کی عزت کی وجہ سے بولتا نہیں جبکہ میری نشاندہی کرنے کا مقصد انتشار نہیں اور نہ ہی کسی کی کردار کشی ہے۔ بلکہ ان کمزوریوں کا سد باب کروانا ہے جو کہ جماعت کی بدنامی کا سبب بنتی ہیں۔ بعض ایسے ہی ذمہ دار حضرات جن کو عہدوں کیلئے لڑنے سے فرصت نہیں ان کی کارکردگی یہ ہے کہ جیل میں تاریخ پیشی کے لئے آئیں تو ان سے جب کوئی بھی بات پوچھی جائے تو ان کو علم بھی نہیں ہوتا۔ مولانا اعظم طارق صاحب کی رہائی گرفتاری تاریخ وغیرہ کا متعدد بار پوچھا تو جواب میں کہتے ہیں کہ جناب معلوم نہیں، میں نے تو فلاں کو کہا تھا۔ تو یہ ایک مستقل خرابیوں کی داستان ہے۔ جس کو کنٹرول نہ کیا گیا تو شدید بدنامی اور نقصان کا اندیشہ ہے۔

س: مولانا عثمانی صاحب جیل بھرو تحریک کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ یہ جماعت کا اچھا اقدام ہے؟

ج: یہ بہت اچھا فیصلہ ہے اس کو میں سراہتا ہوں کیونکہ جلوسوں میں بھی اکثر ساتھی گرفتار ہو جاتے ہیں بلکہ زیادہ ہوتے ہیں۔ پرچہ بھی درج ہو جاتا ہے جبکہ حکومت پر دباؤ اتنا نہیں ہوتا جتنا اس انداز میں ہے۔ اس لئے جب جلوس میں بھی گرفتار ہونا ہے تو پھر اس طرح بھی قربانی دی جا سکتی ہے۔ اس پر میں آپ سمیت (خواجہ راشد) تمام اسیران جیل بھرو تحریک والوں کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ اللہ پاک آپ کے مقاصد کو کامیاب فرمائے اور قبول کرے۔

س: کیا یہ تحریک جاری رہی تو مولانا اعظم طارق صاحب سمیت آپ کی جناب محمود اقبال صاحب دیگر قائدین کی رہائی ہو جائے گی؟

ج: بات یہ ہے کہ اگر محمود اقبال صاحب، حافظ احمد بخش اور میری رہائی کیلئے تحریک چلائی گئی تو مولانا اعظم طارق سمیت سب رہا ہو سکتے ہیں لیکن یہ تحریک صرف اور صرف مولانا اعظم طارق صاحب دامت برکاتہم کے لئے ہے لہذا چند دنوں تک ان کی رہائی ہو جائے گی۔

س: لیکن مولانا ہم نے تو صرف ان کی رہائی کیلئے نہیں آپ کی رہائی کیلئے بھی گرفتاری دی ہے اور ہمیں یہی کہا گیا ہے۔ کہ مولانا مسعود الرحمان عثمانی، حافظ احمد بخش ایڈووکیٹ اور محمود اقبال صاحب کی رہائی کے لئے گرفتاریاں پیش کریں اور آپکا نام اشتہارات میں بھی اور اخبارات میں بھی آیا ہے۔

ج: چلیں آپ بھی ادھر ہیں میں بھی ادھر ہوں آپ کے سامنے آ جائے گی ساری صورتحال۔ کیونکہ یہ تحریک چلائی ہی مولانا اعظم طارق صاحب کے لئے گئی تھی ہمارا نام قوم کی بیداری کے لئے استعمال کیا گیا جب میں باہر تھا تو میں نے بھی کئی اشتہاروں میں محمود اقبال صاحب کا نام دیکھا تھا رہائی کے مطالبہ کے لئے آپ اس سوال کو یہاں تک ہی مختصر کردیں تو بہتر ہے جو میں نے کہنا چاہتا وہ نہ کہلوائیں چند دن بعد صورتحال آپ کی سامنے آ جائے گی بلکہ آپ کی رہائی کیلئے بھی ممکن ہے جماعت کو ایک اور تحریک چلانا پڑے اس کو پیشگوئی سمجھئے یا تجربہ!!

(چنانچہ بعد میں ایسا ہی ہوا کہ مولانا اعظم طارق صاحب نے رہائی کے بعد مرکزی شوریٰ کے فیصلہ کے برعکس خود تحریک بھی رکوائی اور عثمانی صاحب محمود اقبال صاحب کی رہائی نہ ہو سکی اور جیل بھرنے والوں کو رہائی بھی بڑی ہی مشکل سے ملی از مرتب)

جسم کا کوئی حصہ نہیں جہاں شیعہ نے مارا نہ ہو

س: آپ کو راستہ سے ہٹانے کیلئے کبھی شیعیت نے کوئی حملہ وغیرہ کیا؟

ج: جسم کا کوئی حصہ نہیں جہاں شیعہ نے مارا نہ ہو، شیعہ کے خلاف کام کرتے ہوئے بحمد اللہ 15 سال ہو گئے ہیں کوئی موقع ایسا نہیں کہ شیعہ کے خلاف تقریراً یا تحریراً اور عملاً کام کرنے

Scanned with CamScanner

میں مصلحت اور نرمی اپنائی ہو، بلکہ سخت سے سخت حالات میں بھی خوب شدت کے ساتھ کام کیا اور اسی میں کامیابی تصور کرتا ہوں (یہ سب اللہ کا فضل ہے میرا کوئی کمال نہیں) ایسی صورت میں چاہئے تو یہ تھا کہ شیعہ میرے ٹکڑے ٹکڑے کر کے پیوند خاک کر چکے ہوتے، خصوصاً جب میں بلال مسجد لاہور میں بحیثیت خطیب کے آیا تو بلال مسجد پر گولیوں کی بوچھاڑ باہر آتے جاتے ہوئے شیعہ غنڈوں کا مسلح پیچھا کرنا معمول تھا، مگر اس کے باوجود وہ کامیاب نہ ہو سکے، اصل یہی کہا جاسکتا ہے کہ جسے اللہ رکھے ایسے کون چکھے، فون پر دھمکیاں غلیظ قسم کے خطوط متعدد بار لکھے گئے اور ایسا بھی ہوا کہ شیعہ لڑکیوں کے ذریعہ میری تقریر کی عقیدت کے بہانے پرستار بنا کر فون کرائے گئے، کہ کسی طریقے سے کسی جگہ کا وقت دے تو ہم کام کر دکھائیں، لیکن اس میں بھی کامیاب نہ ہو سکے اس طرح مختلف مواقع پر چھوٹے موٹے واقعات ہوتے رہے ہیں۔

سکھر حضرت علامہ علی شیر حیدری صاحب (کے مدرسے میں ہونے والی) کانفرنس سے واپس آتے ہوئے رات کے وقت خیر پور اور سکھر کے درمیان ٹھیڑی میں واقعہ پیش آیا تھا، ڈھیڑی وہ جگہ ہے جہاں شیعیت کی اکثریت ہے (اور کسی دور میں شیعہ سنی لڑائی میں سینکڑوں شیعوں کو قتل کر کے دریا برد کیا گیا تھا) دو تین سو مسلح شیعہ نے روڈ پر ہی ہماری گاڑی روک کر حملے شروع کر دیئے، سامنے تھانہ تھا، ساتھی گاڑیوں سے اتر کر تھانے میں گئے، پولیس والوں نے پہلے اندر سے گیٹ بند کر دیا، پھر دروازہ توڑ کر ساتھی اندر چلے گئے مگر شیعہ نے تھانے کی کھڑکیاں توڑ کر فائرنگ کی دراصل اگلی گاڑی میں مولانا عبدالرزاق حیدری صاحب تھے اور پچھلی گاڑی میں، میں اور مرکزی جنرل سیکرٹری خادم حسین ڈھلوں صاحب تھے، شیعہ نے مولانا عبدالرزاق حیدری صاحب کو تو پکڑ لیا اور ہمارے ڈرائیور نے مہارت سے کام لیتے ہوئے ہمیں بھی پتہ نہ لگنے دیا اور گاڑی ریورس کر کے وہاں سے نکالی، دس ساتھی شدید زخمی ہوئے مگر جانی نقصان میں رب تعالیٰ نے ہم سب کی حفاظت کی۔

اسی طرح ڈیرہ اسماعیل خان کی تحصیل پہاڑ پور کے ساتھ ایک جگہ میں تقریر کر رہا تھا

Scanned with CamScanner

مسجد کی دیواریں نہیں تھیں تو جب شیعہ کے خلاف کھل کر" کافر کافر شیعہ کافر" کے نعرے لگوائے تو علاقہ کے شیعہ مسلح ہو کر آ گئے اور کلاشنکوفیں لئے سامنے کھڑے ہوئے آنکھیں نکالنا شروع کیں اس وقت میں صوبہ سرحد میں جنرل سیکرٹری تھا، ڈپٹی سیکرٹری منصور پراچہ صاحب نے کان میں کہا کہ تقریر نرم اور مختصر کریں ورنہ یہ فائرنگ شروع کر دیں گے مگر بندہ نے اللہ پر بھروسہ کر کے خوب تلخ لہجہ میں ان کے کفر پر دلائل دیئے اور ان کے دلوں پر کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ منہ لٹکائے کھڑے رہے اور کچھ نہ کر سکے۔

اس طرح کے چھوٹے چھوٹے واقعات میں کافی مواقع آئے ہیں، مگر سب سے اہم واقعہ 12 جولائی 1993ء کو پیش آیا، پشاور میں، جس کی تفصیل مختصراً عرض ہے کہ یہ دس محرم کا دن تھا، انتظامیہ سے طے ہوا تھا کہ شیعہ کا جلوس گزرتے وقت ہم مسجد کھلی رکھیں گے۔ (مسجد صدیق اکبرؓ جو پشاور میں صوبائی جماعت کا مرکز اور دفتر ہے) اور صحابہ کرامؓ کے ناموں پر کسی قسم کا کپڑا نہ ڈال دیں گے۔ اور شیعہ جب یہاں سے گزریں گے وہ صحابہؓ پر تبرا بازی نہیں کریں گے۔ لیکن شیعہ کا جلوس مقررہ وقت سے پہلے آ پہنچا جس میں باقاعدہ پروگرام کے مطابق تمیں ایرانی کمانڈوز مسلح تھے، میں اپنے چند ذمہ دار ساتھیوں مولانا فضل احد صاحب اور محترم اسلم فاروقی صاحب و دیگر دفتر میں موجود تھے اور متعدد پولیس افسران بھی ہمارے ساتھ موجود تھے شیعوں نے آتے ہی صحابہ کرام پر خصوصاً حضرت امیر معاویہ کا نام لے کر تبرا کرنا شروع کیا میں نے ڈی سی اور افسران کی توجہ دلائی کہ خلاف ورزی ہو رہی ہے۔

آپ نوٹس لیں مگر وہ کچھ ٹال مٹول سے کام لینے لگے اب ہم اور تو کچھ نہیں کر سکتے تھے ہم نے کھڑکی کھول کر دفتر دوسری منزل پر تھا) سامنے کھڑے ہو کر" کافر کافر شیعہ کافر" کے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ ان نعروں کے جواب میں شیعہ کی طرف سے کلاشنکوفوں سے اندھا دھند فائرنگ ہم پر شروع ہو گئی سیدھی فائرنگ سے گولیاں ہمارے سروں کانوں اور کپڑوں کے بالکل ساتھ ساتھ گزر رہی تھیں اس کو صحابہ کرام کی کرامت کہہ لیں کہ ہمیں گولیاں نہیں لگیں عجیب منظر تھا

پولیس افسران سارے بھاگ گئے ہم چند ساتھی تنہا ان کی گولیوں کا سینہ سپر ہو کر کلمہ شہادت کا ورد کرتے ہوئے مقابلہ کرتے رہے بہر حال جب ایف سی والوں نے شیعہ پر جوابی فائرنگ کی تو شیعہ واصل جہنم ہونا شروع ہو گئے ان کی لاشیں دیکھ کر شیعہ اور آگ بگولہ ہوئے ہم نے مسجد میں عصر کی نماز شروع کی تو پولیس نے آنسو گیس پھینکنا شروع کر دیئے جب میں مسجد سے آنسو گیس کی وجہ سے ایک ساتھی کو لے کر باہر نکلا تو شیعوں نے پہچان لیا اور کہا یہی ہے مسعود الرحمٰن عثمانی ہے پکڑو اس کو بس پھر کیا تھا میرا لاغر جسم اور شیعہ کے کے لاتیں سینکڑوں شیعوں نے لمحہ بھر میں مجھ کو خوب مارا جن چھریوں سے وہ ماتم کر رہے تھے ان چھریوں کے گچھے کے گچھے مجھ پر مارنے شروع کر دیئے اور بالکل فٹ بال بنالیا۔ میری زبان پر ایک بار کلمہ شہادت جاری ہوتا اور ایک بار کافر کافر شیعہ کافر کا نعرہ بہر حال انہوں نے خوب درگت بنائی زلفیں، داڑھی کے بال کھینچ کر توڑے۔ بس ایک چیز بھی جوان کے ذہن میں نہ آئی وہ اگر چھری کو سیدھا کر کے سینے میں گھونپ دیتے یا سر میں مار دیتے تو میرا کام تمام ہو جاتا مگر وہ سیدھے گچھے مارتے تھے اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر چھریاں گر جاتی تھیں پورے پورے جسم پر زخم ہی زخم بن گئے آج بھی جس کے نشان موجود ہیں (بس وہی بات کہ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے)

خیر میں کافی زخمی ہو گیا پولیس والوں نے مجھے گرفتار کر کے گاڑی میں ڈال دیا۔ پیاس کی شدت میں زبان منہ بلب ہو رہی تھی میں نے سوچا نہ جانے پولیس کیا حشر کریگی آگے چکر کیا ہوتا ہے۔ پولیس بس انجن کے ساتھ انجن میں ڈالنے والا پانی کا گندہ سا تیل والا بدبودار گیلن پڑا ہوا تھا اس میں سخت گرم پانی تھا میں نے چند گھونٹ پیئے اور پھر تھانے پہنچ گئے۔ اس طرح سے میرے جسم کا کوئی حصہ نہیں جہاں شیعہ نے نہ مارا ہو۔ اور یہی حشر میرے ساتھ موجود دوسرے کارکنوں کا بھی ہوا۔

اللہ پاک قبول فرمالیں تو آخرت کی تکلیف اس سے ضرور ٹل جائے گی۔ (ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ)

جیل کے حالات و معمولات

س: جیل کے اپنے حالات اور دیگر اسیران ناموس صحابہؓ کے حالات پر تفصیلی روشنی ڈالیں۔

ج: تفصیلی روشنی ڈالنے کا موقع نہیں۔ اس کے لئے پوری کتاب کی ضرورت ہے البتہ جو میں نے محسوس کیا۔ اس کا خلاصہ عرض کر دیتا ہوں۔ تفصیلی تذکرہ زندگی رہی تو کسی اور تحریر میں آجائے گا۔

جہاں تک میرے حالات کا تعلق ہے تو اس کی ایک صورت مصرفیات اور مشاغل جیل ہیں، تو اس سلسلہ میں زیادہ تر میں اپنی اصلاح پر زور دے رہا ہوں۔ کیونکہ دینی خدمات سرانجام دینے والوں کا تعلق مع اللہ کے لئے خلوت کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور اس کا موقع باہر مصروفیات کی وجہ سے کم ملتا ہے جبکہ یہاں خوب اس کا موقع ملتا ہے۔ جس کی مصروفیات کی ترتیب کچھ اس طرح ہے (اوقات میں تھوڑی بہت تبدیلی ہوتی رہتی ہے) کہ رات 10 بجے سے دو بجے تک آرام کرتا ہوں۔ باقی تمام وقت معمولی وقفہ کے علاوہ پڑھنے لکھنے میں مصروف رہتا ہوں۔ 2 بجے اٹھ کر فجر کی نماز تک ذکر اذکار...... فجر کی امامت کروا کر درس...... اور پھر ناشتہ تک وظائف و تلاوت قرآن پاک...... ناشتہ سے دوپہر گیارہ بجے تک اخبار اور دیگر ساتھیوں سے خوش طبعی...... اس کے بعد ظہر تک مطالعہ یا مضمون کی تحریر۔ بعد از ظہر اور کھانے کے بعد تدریس...... قرأت و تجوید...... حدر...... بعض ساتھیوں کو پڑھانا ہوتا ہے...... عصر تا مغرب تسبیحات اور ٹہلنا بعد از مغرب کھانا اور رات 10 بجے تک ملک بھر سے آمدہ سینکڑوں خطوط کا مطالعہ اور ان کا جواب۔

اس طرح سے شب و روز گزر رہے ہیں۔ اکثر احباب نے کتاب لکھنے کا اصرار بھی کیا مگر میں نے اپنے آپ کو اس قابل نہ سمجھا۔ اس لئے اس کا آغاز نہ کیا۔ البتہ پھر مولانا مسعود اظہر صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ امت کے لئے یہاں بیٹھے بیٹھے بھی آپ کچھ نہ کچھ خدمت کر سکتے ہیں۔ اس نیت سے پھر کچھ مضامین کی صورت تحریریں میں لکھتا رہتا ہوں۔ شائع ہو گئیں تو

آپ تک پہنچ جائیں گی۔

اسیران ناموس صحابہؓ کی تعریف وتنبیہ

رہی بات دیگر اسیران کی تو یہ بات بھی زیادہ اہم اور تفصیل طلب ہے یہاں صرف ضروری بات عرض کرتا ہوں۔ کہ اسیران ناموس صحابہؓ کافی تعداد میں پنجاب اور دیگر بھی ملک بھر کی جیلوں میں عرصہ دراز سے قید وبند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں اور اس گئے گزرے دور میں بھی انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین اور اکابر حضرات کی سنت کو زندہ کرنے کیلئے جیلوں کو آباد رکھا ہوا ہے۔ اللہ پاک ان حضرات کی اس قربانی کو قبول فرما کر آزادی کی نعمت سے نوازے۔ آمین ثم آمین۔

ان اسیران میں خوبیاں بہت ہیں۔ ان کی گرفتاری کے واقعات اور چونگ سینٹر سمیت دیگر عقوبت خانوں میں ہونے والا ظلم وتشدد کی داستان اتنی دردناک ہے کہ ان کو سن کر انسان کے رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ہٹلر، راجہ رنجیت سنگھ کے مظالم ہمارے مسلم حکمرانوں کے مظالم کے سامنے بالکل ہیچ اور شرم سے سر جھکائے نظر آتے ہیں ...... لیکن دوسری طرف اسیران ناموس صحابہؓ جو کہ بالکل نوجوان شباب کی نوخیزی کے باوجود استقامت واستقلال کے ایسے پہاڑ ثابت ہوئے کہ ظالم حکومت کوئی بھی من پسند بات ان لوگوں سے نہ کہلوا سکی اور نہ ہی ان کو اپنے نظریہ مشن سے برگشتہ کر سکی۔

ان اسیران میں صحابہ کرامؓ اور اکابرین کے دور کی جھلک اور مثالیں ظلم وستم برداشت کرنے کی بے شمار ملتی ہیں۔

پھر سالہا سال سے پس دیوار زنداں ماؤں ...... بہنوں ...... بیویوں ...... بچوں سے دور ملاقاتوں پر پابندی ...... رہائی کے امکانات کم ...... اپنے اور دشمن سب مخالف ...... جیل انتظامیہ کا سوکیانہ سلوک ایک ہی کمرے میں بند سروں پر کیمرے نصب ...... ہر چیز پر پابندی ...... جیسی متعدد

مشکلات کے باوجود آئندہ کے لئے ان کے حوصلے پہلے سے بلند اور عزائم مضبوط ہیں۔

مشن میں کوئی لچک نہیں...... سخت سخت حالات میں شیعہ کے خلاف جو کام باہر آزاد فضاؤں میں ہم نہیں کر سکتے...... پروگرام وغیرہ کی صورت میں وہ کام کہیں زیادہ سختی سے جیل میں اسیران جلسہ وغیرہ کر کے کر لیتے ہیں۔ ان کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔

ان کے ان حوصلوں کو دیکھ کر ہمارے حوصلے بڑھتے ہیں۔ ہمارے عزائم بھی مزید پختہ ہوتے ہیں۔ لیکن ان ساری خوبیوں کے باوجود (جن خوبیوں کا سارا کریڈٹ جماعت کو جاتا ہے جماعت کا وقار بلند ہوتا ہے۔ ان کے حوصلوں سے دشمن اور حکومت لرزہ براندام ہوتی ہے) جماعت کی طرف سے حوصلہ افزائی کی بجائے جتنی حوصلہ شکنی اسیران کی کی جاتی ہے اتنی شاید ہی کسی کی ہوتی ہو، بالکل لاوارث نہ ملاقاتوں کے لئے جماعت کا کوئی کردار...... نہ مذاکرات نہ مقدمات کی فیس میں کما حقہ تعاون نہ ہی دیگر اخراجات کے لئے ان کی گھریلو معاونت کی جاتی ہے۔

جس کی وجہ سے یہ طبقہ اپنوں سے بڑا ہی نالاں اور بدظن ہوتا جا رہا ہے۔ لاہور جیل میں تو پھر بھی مولانا اعظم طارق صاحب ذاتی دلچسپی لے کر کچھ نہ کچھ ماہانہ تعاون کرتے رہتے ہیں۔ لیکن دوسری جیلوں میں بہت ہی پریشان کن صورتحال ہے۔ اور پھر اس میں یہ بھی ہے کہ مولانا خود تو تعاون کی کوشش کرتے ہیں اور تعاون بھی کرتے ہیں مگر جو درمیان میں واسطہ بننے والا عملہ ہے وہ بہت غلط روش پر چلتا ہے۔ جس کا بارہا مرتبہ مولانا کو اکثر ساتھیوں نے بتایا بھی۔ واضح نشاندہی بھی کی مگر اس کا کوئی خاطر خواہ نوٹس نہیں لیا گیا اور رقم ان افراد کی جیب میں پڑی رہتی ہے اور وہ افراد متعلقین کو چکر لگواتے رہتے ہیں اور ادھر ساتھی کو اتنے میں عدالت سزا سنا دیتی ہے۔ کبھی وکیل ہی پیش نہیں ہوا ہوتا۔ اور پھر جس کی قیادت تک پہنچ ہے اس کو کچھ نہ کچھ مل جاتا ہے جس کی پہنچ نہیں وہ دیکھتا رہتا ہے۔

ان معاملات کا نقصان حضرت غازی حق نواز شہیدؒ کی شہادت کی صورت میں

سامنے آتا ہے۔

دوسری طرف اسیران قیادت کے متعلق انتہائی اخلاق سے گری ہوئی گفتگو شروع کر دیتے ہیں اور مسئلہ گالم گلوچ تک پہنچ جاتا ہے۔ اس وجہ سے میں نے ان اسیران میں اس بات کو بھی نوٹ کیا کہ ان کی نظر میں قیادت کا معیار یہ ہے کہ جوان کو پیسہ دے ان کی ضمانت کروائے ان کو کھلائے پلائے وہ قائد تو ٹھیک ہے...... اچھا ہے اور اس کی عزت واحترام ہے...... اور جوان کو نقد تو کچھ نہ دے بلکہ مشن پر اعمال صالحہ پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا رہے اور ان کے اخلاق و کردار کی فکر کرے اس کو یہ دقیانوس بے کار سمجھتے ہیں بلکہ پاؤں کے جوتے کے برابر اہمیت نہیں دیتے۔

یہ یہاں پر ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بن جاتے ہیں۔ میں نے ان کی لڑائیاں دیکھیں تو حیران رہ گیا۔ ان کے ذہن میں شاید اتنی نفرت شیعہ کے متعلق نہیں جتنی اپنے ساتھی سے بغیر کسی شرعی جواز کے نفرت رکھتے ہیں (اس کی ایک وجہ تربیت کی کمی بھی ہے)۔

میں حیران ہوتا ہوں کہ جیل جیسی سخت جگہ پر امتحان گاہ میں رہ کر ایک دوسرے کے خون کے پیاسے اور وہ بھی صحابہؓ کے سپاہی ہو کر بہت افسوس ہوتا ہے۔ سب سے زیادہ افسوس اس بات پر ہوتا کہ جب ان حضرات کو اللہ و رسول ﷺ کے احکام سنا کر سمجھایا جاتا تو یہ حضرات صاف کہہ دیتے ہیں کہ حضور ﷺ کا فرمان اپنی جگہ پر ٹھیک ہے...... لیکن ہم اپنی سوچ نہیں بدل سکتے...... ہم اپنی انا ختم نہیں کر سکتے۔ ان کی اس بات سے یہ اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ہم صحابہ کرامؓ کے سپاہی ہیں اور شیعہ کو کافر بھی کہتے ہیں ...... مگر اپنا نظریہ اور سوچ اور تربیت اتنی ہے کہ حضور ﷺ کے فرمان کو ہم کچھ اہمیت دینے کے لئے تیار نہیں...... (العیاذ باللہ)

یہ ابتدائی تربیت کا فقدان ہے۔ ان معاملات کی قیادت پر ہی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اتنی قربانیاں دینے کے باوجود اس بات کا جواب کسی کے پاس نہیں کہ ہم شیعہ کو کافر کیوں کہتے ہیں۔ بس یہ پتہ ہے کہ مولانا حق نوازؒ نے شیعہ کو کافر کہا تھا اور بس...... ان باتوں سے میں خود اتنا پریشان ہوتا ہوں کہ رات کو سر پکڑ پکڑ کر بیٹھ جاتا ہوں۔ یہ دراصل اس بات کا نتیجہ ہے کہ ہم نے

Scanned with CamScanner

ان کو بالکل لاوارث چھوڑ دیا ہے۔

قیادت کو کیا کرنا چاہیئے

س: اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ قیادت کو کیا کرنا چاہیئے؟

ج: قیادت ہی نے ان حضرات کیلئے سب کچھ کرنا ہے۔ اسمیں ایک تو قیادت سب سے پہلے یہ انتظام کرے کہ ہر ضلع کو اس بات کا پابند بنایا جائے کہ وہ اپنی متعلقہ جیل کا سارا انتظام اپنے ہاتھ میں لے۔ مثلاً ضلع کا صدر ہی جیل والوں کے سارے ذاتی اور جماعتی ...... اور مقدمات کے کوائف جمع کرے اور پھر سب کی معلومات انصاف کے ساتھ مرتب کر کے ان کے مقدمات کی پیروی کے لئے اہم وکیل ...... گھر کے اخراجات کے لئے بندوبست کرے۔ اور جیل کے اندرونی انتظام بھی اسی ضلع صدر کی نگرانی میں ہو کہ وہ اسیران پر کسی ایک شخص کو امیر مقرر کرے اور ان کے اختلافات کو ختم کروائے اور ایک ضابطہ مرتب کر کے ان اسیران کو دے۔ جس پر وہ عمل کریں۔

جس میں خصوصاً ان کی اخلاقی تربیت اور مشن کی نسبت سے تربیت مضبوط ہو اور اگر کوئی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کے لئے تادیبی کاروائی بھی صدر کرے اور دیگر تمام معاملات بھی صدر ہی نمٹائے۔ اسی طرح جیل انتظامیہ اگر تنگ کرتی ہے تو اندر والوں کو ضلع صدر احتجاج کی مناسب ہدایات دے اور خود مذاکرات کرے اندر باہر کی ساری انتظامیہ سے۔ تا کہ جیل والے لاوارث سمجھ کر اسیران پر سختی نہ کریں بلکہ وہ یہ تأثر لیکر تعاون کریں کہ ان کے پیچھے بھی کوئی ہے۔

اگر ہم ان کو تنگ کریں گے تو باہر بھی ہمارے خلاف احتجاج ہو سکتا ہے۔

ادھر اسیران اپنے اندر تبدیلی لانے کی کوشش کریں موت کے منہ میں بیٹھ کر باہمی اختلاف اور غیر شرعی امور سے پرہیز کریں۔ یہ ان کے شایان شان نہیں بلکہ وہ اپنے مرتبہ کو پہچاننے کی کوشش کریں۔

والسلام

المہ

لے کراچی میں تو یقیناً ایسا ہی ہوا ہے

شیعہ کے لگائے ہوئے زخم اور ہمارا عزم

حضرت حسینؓ کی مظلومانہ شہادت کا ذمہ دار یزید بن معاویہؓ کو ٹھرا کر شیعہ یزید کی آڑ میں صحابہ کرامؓ اور پوری امت مسلمہ کو بدنا کئے ہوئے ہے کہ حضرت حسینؓ شہید مظلوم ہیں اور ان کے قاتل سنی ظالم (اور صحابہ کرامؓ کی طرف بھی اشارہ کرتے) ہیں یعنی ایک شہید کی آڑ میں شیعہ داویلہ کرتے تھکتے نہیں۔ اسی طرح پاکستان میں سپاہ صحابہؓ کے قائدین علماء کرام اور کارکنان کو شہید کرنے کی ابتداء بھی شیعہ کی طرف سے ہوئی لیکن جواب میں جب کچھ مجاہدین نے چند شیعہ چوہڑے مار دیئے تو شیعہ پھر چیخ اٹھا اور اہلسنت اور سپاہ صحابہؓ اور مولنا اعظم طارق مدظلہ کو دہشت گرد کہہ کر احتجاج کرتا ہے کہ اور کہتا ہے کہ یہ سارے سنی ظالم ہیں اور ہم مظلوم ہیں لہٰذا ان ظالم سنیوں کو پکڑو اور سزا دو کیونکہ ہم شیعہ ظالموں اور اہلنت کے قاتلوں سے سوال کریں (یہ سوال ہر غیرت مند سنی کو کرنا چاہیے) کہ شیعہ جو تم نے لاکھوں کروڑوں مسلمان شہید کئے اس کے بعد تمہیں کیا کہا جائے کیا ہمارا حق نہیں کہ ہم بھی شیعہ کے لگائے ہوئے زخموں کا شیعہ سے حساب لیں؟

حکمران طبقہ اور افسران اور بعض سادہ لوح مسلمان بھی کہہ دیتے ہیں کہ شیعہ تو کچھ نہیں کرتا جبکہ سنی اور شیعہ کا ایک ڈاکٹر ایک ذاکر مار دیتے ہیں۔ آیئے میں آپ کو سنیت کو شیعہ کے طرف سے لگائے زخم دیکھاتا ہوں۔ پھر فیصلہ آپ کریں کہ شیعہ کچھ کہتا اور کرتا ہے۔ کہ نہیں اور یہ فیصلہ بھی کریں کہ شیعہ بڑا قاتل بڑا ظالم بڑا کافر اور بڑا دہشت گرد ہے۔ یا کہ سنی۔ اور سپاہ صحابہ والے آیئے ذرا ایک جھلک اور ظلم کی دستان ملاحظہ فرمائیں۔

مسلمانوں کے خلیفہ دوم مراد پیغمبرؐ داماد علیؓ حضرت عمرؓ کو زخم لگا کر شہید کرنے والا ابولولو فیروز مجوسی النسل شیعہ تھا۔ حضرت عثمانؓ کو شہید کرنے والے عبداللہ بن سباہ اور اس

کے چیلے شیعہ مذہب کے بانی تھے۔ حضرت علیؓ کو شہید کرنے والا عبدالرحمٰن ابن ملجم شیعہ تھا۔ حضرت مسلمہ بن عقیل کو شہید کرنے والے شیعہ تھے۔ حضرت حسینؓ کو دھوکہ دیکر شہید کرنے بانو ہزار خطوط لکھنے والے شیعہ تھے۔ حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے وہ عصاء مبارک لے کر جو حضور اکرم ﷺ کے مبارک ہاتھ میں خطبہ کے وقت ہوتا تھا اس کو توڑنے والے حسینؓ کو جو حضرت عثمانؓ کی حفاظت پر مامور تھے۔ان کو زخمی کرنے والے شیعہ تھے۔ جب حضرت عثمانؓ پر وار کیا تو آپ کی اہلیہ حضرت نائلہ نے ہاتھ آگے کیا ان کی تین انگلیاں شیعہ کے وار سے کٹیں اور زخم لگا۔ پھر شہادت کے بعد حضرت عثمان کے منہ پر طمانچہ مارنے والے اور جنازے پر پتھر مارنے والے شیعہ تھے۔ جبکہ حقیقت میں شیعہ ہی حضرت حسین کے قاتل ہیں شیعہ نے خانوادہ رسول کے خون سے کربلا کی زمین رنگین کرنے کے بعد مزید زخم سنیوں کو لگایا کہ انتقام حسینؓ کے بہانے کوفہ میں 17 سترہ ہزار مسلمانوں کو شہید کیا۔ یہ زخم لگانے والا مختار ثقفی شیعہ تھا۔ ۲۹۰ھ میں دشمن کا محاصرہ کرکے اور شام میں ہزاروں مسلمان شہید کرنے والا یحی قرامطی اور اس کا بھائی حسین شیعہ تھے۔ ۲۹۴ھ میں خراسان میں ۲۰ ہزار حاجیوں کو شہید کرنے والا ذکر یہ بن مہرویہ شیعہ تھا۔۳۱۷ھ یوم الترویہ کے دن حرم مکہ میں حاجیوں پر حملہ کیا جنہوں نے غلاف کعبہ میں پناہ لی انکو بھی شہید کردیا اور بغیر کفن کے حرم شریف کے اندر ہی گڑھے کھود کر دفن کیا اور خلاف کعبۃ اللہ کو چاک کردیا حجر اسود کو اکھاڑ کر اپنے ساتھ لے گیا جو کہ ۲۲ برس بعد ۳۳۹ء کو دوبارہ نصب کیا گیا مسلمانوں کے گھروں کو لوٹا گیا ہزاروں مسلمان شہید ہوئے یہ سارا زخم لگانے والا ابو طاہر قرامطی شیعہ تھا۔ ابن علقمی جس پر اعتماد کرکے مسلمان خلیفہ معتصم باللہ نے اپنا وزیر اعظم بنایا اس نے ہلاکو خان بن تولی سے مل کر اسلامی حکومت پر حملہ کروایا بعد میں صلح کے بہانے ہلاکو سے ملاقات کی خلیفہ کی اجازت سے ادھر نصیر الدین طوسی بھی شیعہ تھا دونوں نے سازباز کرلی ابن علقمی نے واپس آکر خلیفہ معتصم باللہ سے کہا کہ ہلاکو صلح کے لئے تیار ہے اور وہ اپنی

Scanned with CamScanner

بٹی بھی آپ کے بیٹے ابوبکر کے نکاح میں دینا چاہتا ہے یہ کہہ کر خلیفہ کو بمعہ لاؤ لشکر اس کے دربار میں لے گیا وہاں پر ہلاکو نے ان سب کو شہید کر دیا جس میں بڑی تعداد میں علماء کرام بھی تھے پھر ہلاکو کے اشارے پر بغداد میں تاتاریوں نے قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا عورتوں بچوں کو شہید کیا حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر کے بچے نکال کر ان کو قتل کیا اس سارے واقعہ میں تقریباً دس لاکھ اسی ہزار مسلمان شہید ہوئے بعض روایات کے مطابق ان کی تعداد کروڑ سے اوپر تھی دریا دجلہ کا پانی سرخ ہو گیا یہ سارا کچھ کرنے اور کروانے والے ابن علقمی اور نصیر الدین طوسی شیعہ تھے یہ واقعات ۶۵۲ھ کے ہیں مسلم خراسانی شیعہ تھا جس نے بنو عباس کو بنو امیہ کے خلاف لڑا کر لاکھوں مسلمانوں کا خون کروایا حسن بن صباح شیعوں کا ہی گرو گھنٹال تھا جس نے مسلمانوں پر ظلم کا بازار گرم کیا ہزاروں مسلمان شہید کروائے قاضی القضا ابو سعید کو شہید کروایا۔ تمور لنگ نے بارہ لاکھ مسلمان شہید کروائے یہ بھی شعیہ تھا۔ ناظمین مصر شیعہ تھے جنہوں نے مسلم امراء کو شہید کروایا او مسلمانوں کے عظیم جرنیل سلطان صلاح الدین ایوبی کے راستہ میں کانٹے بچھائے اور ان کے مقابلہ میں صلیبیوں کی مدد کرنے والا رشید الدین سنسانی شیعہ تھے۔ سلطان محمود غزنوی کو ہندوؤں سے لڑوانے والے ملتان کے قرامطی شیعہ تھے۔ ۶۳۴ء رضیہ سلطانہ کے دور میں جمعہ کے دن قرامطی ایک ہزار کی تعداد میں شمشیریں لے کر جامع مسجد دہلی میں گھس آئے اور ہزاروں مسلمانوں کو شہید کر دیا یہ بھی شیعہ تھے۔ ۹۰۷ھ میں ایران کے مسند اقتدار پر اسماعیل صفوی براجمان ہوا اس نے شیعہ مذہب کو پبلک لا کے طور پر جبراً منوایا اور اعلان کر دیا کہ جمعہ کے خطبوں میں صحابہ کرامؓ پر تبرا کیا جائے خصوصاً خلفائے راشدین کے نام لے کر لعن طعن کروانا شروع کر دیا جب اسے روکا گیا تو اس نے کہا کہ خدائے جہاں ائمہ معصومین کے ساتھ میری مدد میں ہے مجھے کسی کا ڈر نہیں ہے اگر کسی نے مخالفت کی تو سر قلم کر دونگا اور کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا اور ظلم در ظلم یہ کہ دوران تبرا اس تبرا کی تائید میں بلند آواز میں بیش باد کم مبادی،

نہ کہا تو انہیں سزائے موت دی جائے گی۔اس ظلم کے علاوہ اس نے مصاحف(قرآن پاک) اور علمی کتابیں جلوادیں ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں اور علماء کرام کو شہید کروایا اور اپنا سجدہ بھی کرواتا تھا اس کے ظلم کی آگ ٹھنڈی نہ ہوتی تو ایران کے بڑے بڑے محدثین مفسرین حضرات دنیا سے رخصت ہو چکے تھے ان اللہ کے ولیوں کی قبروں سے ہڈیا نکلوا کر جلادیں۔ یہ سارے ظلم کرنے والا اسماعیل صفوی شیعہ تھا۔ افشاریہ خاندان سے تعلق رکھنے والا نادر شاہ مسند اقتدار پر آنے کے بعد عراق افغانستان اور پھر سندھ و ہندوستان میں قتل و غارت کا بازار گرم کرتا ہے۔ اور اپنے چند غنڈوں کے بدلے دلی میں ہزاروں مسلمانوں کو شہید کروادیا۔ اور حکومت وقت سے ستر کروڑ روپے کے تاوان کے عوض تخت طاؤس کو چھوڑ کر بے شمار جواہرات قیمتی دہلی سے لے کر ایران چلا گیا۔ سلطنت فیصلہ کی ساکھ اس کی وجہ سے برباد ہوگئی۔ اس نادر شاہ کا تعلق بھی شیعہ مذہب سے تھا اس نادر شاہ نے بھی دلی کو جامع مسجد میں مسلمانوں کو شہید کیا وقت کے بادشاہ اور اس کے لڑکوں کو شہید کر کے ان کی لاشوں پر تخت بچھا کر اس ظالم نے ناشتہ کیا۔اس طرح تاریخ کے اوراق شیعہ کے ظلم کی داستانوں سے بھرے پڑے ہیں۔ ماضی قریب میں ایران کے نام نہاد لیڈر خمینی نے بھی قتل وغارت گری کا بازار گرم کیا مسلمانوں کو کتے بلی کے گوشت کھانے پر مجبور کیا بیت اللہ شریف میں چار سو حاجی شہید کروائے اور روضہ انور پر قبضہ کی قبیح حرکت کی مساجد ومدراس کی جگہ سینما گھر اور پارکیں تعمیر کروائیں علماء کرام کو شہید کردیا یا جلاوطن کروایا جلوسوں پر فائرنگ کروا کر مسلمانوں کو شہید کروایا۔ پاکستان میں قتل و غارت کروائی کوئٹہ میں سن 86 ء میں وہ کون لوگ تھے جنہوں نے قتل و غارت کی جب ان پر پولیس نے گولی چلائی تو وہ لڑکیوں کے کالج میں گھس گئے اور مسلمانوں کی عفت مآب جوان بچیوں کو ڈھال کے طور پر استعمال کیا اور پھر ان جوان بچیوں کے پستان کاٹ دیئے یہ سارا ظلم کرنے اور کروانے والا خمینی اور اس کی ذریت شیعیت تھی۔ پاکستان میں مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ مولانا ایثار القاسمی

شہیدؒ، مولانا شعیب ندیم ؒ، مولنا یوسف لڈھیانوی، مولانا عبداللہؒ، مولانا حبیب اللہؒ مختارؒ
مولانا مفتی عبدالسمیع مولانا سیف اللہ خالدؒ مولانا سمیع اللہ جھنگویؒ محترم رائے مشتاق حسین،
مولانا مختار سیال سمیت ہزاروں علمائے کرام قاری حضرات و حفاظ مجاہدین۔ مساجد میں
نمازی شہید کروانے والا شیعہ ہے۔ لاہور میں بم دھماکہ کرا کے مورخ اسلام ملت اسلامیہ
کے قائد مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ قاری عزیز الرحمٰن شہیدؒ قاری عطار الرحمانؒ کو شہید
کرنے والی سازش ایران میں تیار ہوئی اور شیعہ محرم علی نے تسلیم کیا کہ میں نے یہ سب کچھ
شیعہ قائدین کے حکم پر کیا۔ لاہور کے ایک
جلسہ میں بم مار کر چار سنی مسلمان شہید کر دیئے۔ کراچی میں مساجد پر فائرنگ کر کے درجنوں
نمازی شہید کر دیئے۔ مجاہدین کے سٹال پر فائرنگ کر کے مجاہدین کو شہید کیا گیا۔ ملتان میں
مسجد پر فائرنگ کر کے تقریباً ۳۵ نمازی شہید اور زخمی کر دیئے گئے۔ لاہور میں چوبرجی جامع
مسجد محمدیہ میں بم پھینکا جس سے ۲۶ مسلمان شدید زخمی ہو گئے۔ لاہور ہی میں رسول پارک
کی جامع مسجد عثمانیہ پر فائرنگ کر کے دو ننھے منے طالب علم شہید کر دیئے۔ جامع مسجد ریحان
پر حملہ کر کے 96 مسلمان شہید کر دیئے۔ جامع ضیاء العلوم پر فائرنگ کر کے 8 مسلمان نشاط
کالونی مسجد پر فائرنگ کر کے 10 مسلمان شہید کر دیئے۔ ضیاء الحق کا طیارہ تباہ کرنے والا
پائلٹ شہود وغیرہ سب شیعہ تھے۔ افغانستان میں شمالی اتحاد کے علاقوں میں اور بامیان
شبرغان مزار شریف وغیرہ علاقوں میں طالبان باکرام کی آمد سے قبل مسلمان کو بڑی تعداد
میں شہید کر کے ان کی کھوپڑیوں کے منار بنانے والے سب شیعہ تھے۔ یہ سارا ظلم شیعہ
کرنے والا ہے۔ صرف چند آدمیوں کی بات نہیں اسلام کی پوری چودہ سو سالہ تاریخ میں
کروڑوں کی تعداد میں شیعہ نے مسلمانوں کو شہید کیا کوئی ان سے کیوں نہیں پوچھتا کہ تم نے
کس جرم میں نواسہ رسولؐ داماد رسولؐ خسر رسولؐ سے لے کر وارثان رسول غلامان رسولؐ
تک اتنی بڑی تعداد میں بے دردی کے ساتھ کس جرم میں مسلمانوں کو شہید کیا۔ تف تو ان
سرکاری افسران اور حکمرانوں پر ہے جو اتنے بڑے قاتلوں ظالموں کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ تو

Scanned with CamScanner

کچھ نہیں کرتے یہ تو مظلوم اور پرامن ہیں اور جوان ظالموں کے کفر کی ظلم کی نشان دہی کرتے ہیں انہیں ہمارے حکمران اور افسران دہشت گرد کہتے ہیں۔ چند ماہ قبل مجلس عمل والوں کی ملاقات جب مشرف سے ہوئی تو قاضی حسین احمد صاحب نے نمک حلالی کا ثبوت دیتے ہوئے مشرف کی توجہ شیعہ کی مظلومیت کی طرف دلوائی کہ جناب یہ نقوی صاحب بیٹھے ہیں ان کی جماعت پر پابندی ہے تو جواب میں مشرف نے بھی کہا کہ ہاں مجھے معلوم ہے کہ یہ مظلوم ہیں شیعہ ان کے سترہ سو آدمی پاکستان میں مارے گئے ہیں ہائے افسوس کاش جنرل مشرف تمہیں کوئی بتاتا کہ ان کے سترہ سو مارے گئے تو ان کو مظلوم کہہ دیا اور سترہ سو نہیں بلکہ ستر ہزار تو صرف مختار ثقفی نے کوفہ میں مسلمان شہید کر دیئے وہ ظلم نہیں تھا؟ ان کے چند چوہڑے مر جائیں تو تم بھی افسوس کر کے ان کو مظلوم کہتے ہو یہ کیوں نہیں پوچھتے کہ انہوں نے چودہ سو سال میں کتنے سنی شہید کیے۔ تم غصہ میں آ کر ان کو مظلوم کہہ کر اور ان کو شیعوں کو جن مجاہدوں نے مارا تم ان کو پولیس مقابلہ میں شہید کروا دیتے ہو کبھی یہ بھی سوچ لیا کرو جن شیعوں کی خاطر تم اپنے مسلمان بھائیوں کو پولیس والوں کی گولی کا نشانہ بنا رہے ہو جبکہ انہوں نے کبھی تمہاری عزت اور ابرو عقیدہ نظریہ پر حملہ نہیں کیا اور جنہوں نے متہاری بہنوں کے کوئٹہ میں پستان کاٹے تھے تمہاری مذہب پر کفریہ عقائد کی یلغار بھی کر رکھی ہے تمہارے خدا اور رسول کو صحابہ کو گالیاں بھی نکالتے ہیں بیت اللہ میں قتل و غارت کر چکے ہیں ان کو مظلوم نہ سمجھو حقائق کو جان کر معلوم کرو تاکہ تمہیں پتہ لگے کہ دنیا کے سب سے بڑے کافر سب سے بڑے قاتل سب سے بڑے ظالم شیعہ ہیں۔ لہٰذا شیعہ نے جو زخم چودہ سو سال میں مسلمانوں کو لگائے ہیں اب وقت آ گیا ہے کہ ان کا حساب شیعہ کو چکانا پڑے۔ شیعو آج تک تمہیں کسی نے نہیں پوچھا مگر اب جو غیرت کی روح حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ نے سنیت کے سینوں میں پھونکی ہے اس کے نتیجے میں سنی نوجوان کا انتقامی ہاتھ تیری گردن تک پہنچنا شروع ہو گیا ہے۔ جس کی وجہ سے شیعہ ابھی سے چلا اٹھا ابھی تک تو یہ عمل انفرادی طور پر چند مخصوص سنی جوانوں کا ہے جس کا کوئی پتہ نہیں کہ کہاں سے آتے ہیں اور کام دکھا جاتے ہیں۔ جبکہ یہ جذبہ پوری سنی قوم میں بیدار ہو گا تم ابھی سے بوکھلاہٹ کا شکار

ہوکر چیختے ہوکہ مارے گے، ابھی تک مولانا حق نواز جھنگویؒ کے انتقام کا آغاز ہے جبکہ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، اور نواسہ رسولؐ حضرت حسینؓ کا انتقام باقی ہے اور ہمارا عزم ہے کہ ہم اسمبلی سے اور عدالتوں میں قانون کے ذریعہ یہ انتقام لیتے ہوئے تمہیں بڑا کافر بڑا قاتل بڑا ظالم ثابت کروا کر کیفر کردار تک پہنچا ہیں گے اور پوری سنیت کا قرض چکا دیں گے اس لئے ہمارا مطالبہ ہے کہ حکومت اور عدالتیں گستاخ رسول ﷺ اور گستاخ صحابہؓ واہلبیت کے لئے سزائے موت کا قانون بنائے اور عمل درآمد کرتے ہوئے یہ اعلان کیا جائے کہ آج کے بعد صحابہ کرامؓ پر تبرا کرنے والے کو سرعام پھانسی دی جائیگی پھر دیکھنا آئے دن شیعہ کے لاشے گرتے ہے نظر آئے گے ہم یہ دن لانا چاہتے ہیں تاکہ شیعہ کی عقل ٹھکانے آئے اور ان کو پتہ لگے کہ صحابہ کرامؓ کو گالی نکالنا اور سنیت کو قتل کرنے کا انجام کیا ہے۔اس عزم کے تحت ہم اپنی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں لہٰذا تحفظ ناموس صحابہؓ کے مجاہدین کو حالات کے طوفانوں اور بادئی مخالف سے گھبرانا نہیں چاہیے بلکہ جرأت و ہمت کے ساتھ آگے بڑھنا چاہیے انشاء اللہ آپ کی کاوشوں سے ایک نہ ایک دن حکمرانوں کو قانون بنانا پڑے گا کہ شیعہ بدترین ظالم اور کافر ہے اور اگر خدانخواستہ ہمارے جائز مطالبات تسلیم نہ کئے گئے اور قانون سے ان ظالموں کی گرفت نہ کی گئی تو پھر وہ غیرت مند طبقہ کسی کے کنٹرول میں بھی نہیں رہے گا کیونکہ وہ سنیت کا انتقام پورا کرکے دم لینے کا عزم رکھتے ہیں ۔اور یہ ایمانی نظریاتی جنگ ہے اس میں پابندیاں ہتھ کڑیاں گولیاں بند نہیں باندھ سکتیں۔لہٰذا حکومت کو ان ظالموں کیلئے اب قانون سازی کردینی چاہیے ورنہ پابندیوں سے ہماری آواز حق کو اب دبایا نہیں جاسکتا ہم بھی اب دشمن صحابہؓ سے دو دو ہاتھ کرکے کسی نتیجہ پر پہنچنا چاہتے ہیں تاکہ روز روز کا جھگڑا اور شیعہ کے شیطنت ختم ہوسکے اب ہمارا عزم ہے کہ جو کسی کے روکے نہ روکے گا۔

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تیرے خون کا قطرہ قطرہ رہنمائے انقلاب

آہ .... اک گہرا زخم اور لگا، جو کروڑوں مسلمانوں کے دلوں کو اور عالم اسلام کو پھر زخمی کر گیا۔

امی عائشہ صدیقہؓ کے روحانی فرزند ارجمند آبروئے علماء دیوبند یادگار احمد بن حنبلؒ جبل استقامت جرنیل سپاہ صحابہؓ مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ جو زندگی بھر حکمرانوں اور صحابہؓ دشمنوں سے سینکڑوں زخم کھا کر بھی گھائل نہ ہونے والا آج (6 اکتوبر 2003 بروز پیر شام 4 بجکر 13 منٹ پر اسلام آباد میں) جام شہادت نوش کر کے سب کو زخموں سے چور چور کر گیا۔

ستم کا آشنا تھا وہ سبھی کے دل دکھا گیا
کہ شام غم تو کاٹ لی سحر ہوئی تو چلا گیا

ہر آنکھ اشکبار، ہر دل خونبار، ماؤں بہنوں کے رخساروں پر چھلکتے آنسوؤں کا سیلاب، بچوں کے اداس چہرے، کارکنوں کی غم سے نڈھال ہچکیاں بندی آوازیں۔

علماء کرام اولیاء عظام کی ریش مبارکوں سے موتیوں کی طرح ٹپکتے آنسوؤں کی لڑیاں، جنازے میں رقت آمیز مناظر، عالم، غیر عالم، بوڑھے جوان، سب افسردہ، ہر ماں کا غم ایسا جیسے اسکا اپنا لخت جگر گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا ہو۔ ہر بہن کا الم یوں جیسے اسکے سگے بھائی کو اسکی آنکھوں کے سامنے ذبح کر دیا گیا ہو۔ ہر شخص کی سسکیاں جیسے انکے والد، بھائی، یا بیٹے کو انکے سامنے سفاکیت، درندگی کا نشانہ بنایا گیا ہو۔ ہر طرف کہرام ہے۔ یارب العالمین یہ کیا ہوا اور کیسا زخم لگا کہ ہر طرف غم والم کے گہرے بادل چھا گئے۔ یہ کون اٹھا جسکے دکھ سے آسمان وزمین بھی مجروح نظر آنے لگے۔ وہ کیسا شخص تھا، جو سبھی کے دل کھا گیا۔ اسکی زندگی ایسی مرقع اوصاف جمیلہ تھی۔ کہ خود زندگی کو اس پر رشک آتا تھا۔ اور اس کی موت کا زخم ہر ایک کی زبان پر یہ سوال لے آئی کہ کون آج اس دار فانی سے رخصت ہوا۔ بقول شاعر

جیو تو ایسے جیو زندگی کو رشک آئے

مرو تو موت کہے کون مر گیا یارو

زندگی ان پر کیوں نہ رشک کرتی انکی زندگی کے شب روز انکا بچھونا اوڑھنا، اٹھنا بیٹھنا نشست برخاست، سب اللہ کے دین کی اشاعت اور دفاع کے ساتھ لازم ملزوم ہو چکا تھا۔ وہ اپنے یا اپنے کنبہ کے لئے نہیں دین الہیہ ناموس رسالت ﷺ اور ناموس صحابہؓ کے لئے زندہ تھے۔ جس ماں کی کھوکھ سے جنم لیا اسکی ناموس کے لئے نہیں بلکہ امت کی ماں امی عائشہ صدیقہؓ کی عفت کے لئے۔ انکی موت بھی اسی پر آئی۔ وہ مرد آہن جیسے حق تعالی نے دیتے تھے۔ انداز خسروانہ، وہ اپنی یا اپنے بیوی بچوں عزاوا قارب کے نقصان اور دکھوں کے لئے دکھیا نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ ناموس رسالت ﷺ وناموس صحابہؓ واہلبیتؓ پر کفار کی جانب سے اچھالے جانے والے کیچڑ اور الزام تراشی کے نشتروں سے دل گرفتہ اور سینہ زخمی زخمی کر لیتا تھا۔ پھر دن رات سکون نہ کرتے اور ہمہ وقت دشمنان صحابہؓ کے تعاقب کے لئے مستعد ومصروف رہتے، کبھی اسمبلی میں کبھی سپریم کورٹ میں، کبھی ٹی وی مکالے کا چیلنج قبول کرتے ہوئے اسکے جواب کے لئے ایک سو چودہ زخم جسم پر سجا کر بھی بڑی جرأت وہمت ومردانگی کے ساتھ اہل تشیع کو للکارتے بھی اور اہل حق خصوصاً علمائے دیوبند کی طرف سے فرض کفایہ کرتے ہوئے اپنی خداداد عزیمت سے دشمنوں کو ہزیمت کا سامنا کرواتے تو کبھی چوکوں چوراہوں میں اور منبر سے صدائے حق کو اس انداز میں بلند کرتے اور کفر کو للکارتے کہ خرمن باطل کو جلا کر راکھ کر دیتے جب حالات کی ناموافق طوفان نما ہوائیں چلتیں تو گھبرانے کے بجا آندھیوں میں بھی چراغ حق کو فروزاں رکھتے۔ دشمنان صحابہ کو ہر میدان میں پست ومبہوت کر کے انکی نیندیں حرام اور امت مسلمہ کو خواب خرگوش سے جگاتے ہوئے نگر نگر عظمت صحابہؓ کے گیت سناتے بڑھتے چلے جاتے۔

مولانا اعظم طارق کی ان کھری صفات کا زمانہ معترف ہو گیا۔ رفتہ رفتہ جس پیغام وکاز جھنگویؒ کو لیکر چلے تھے اسکو ایک کارواں کی وصرت چلا لیا۔ انکی سچائی کے اپنے بیگانے معترف

ہونے لگے مگر برا ہو اس گندی ذہنیت رکھنے والوں کا جنکو اللہ رب العزت کی عظمت، کبریائی حضرت محمد ﷺ کی مسیحائی اور یاران رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ کے ایمان وتقویٰ سے لبریز زندگی کی وجہ سے خدا اور رسول ﷺ کی نظر میں ملنے والی پذیرائی کا پاس اور حیا نہیں وہ مولانا اعظم طارق جیسے ایمانی غیرت کے خوگر کو کیسے برداشت کرتے۔ مختلف منصوبوں سے اس پیکر عزیمت کو راہ سے ہٹانے کی دشمنان صحابہؓ نے بھی اور حکمرانوں نے بھی کوشش شروع کردیں۔ لیکن اس پرخطر راہوں کے بے خطر راہی نے راہ حق میں آنے والے مصائب وآلام کی دشوار گزار وادیوں کو خندہ پیشانی وجرأت واستقلال سے عبور کیا کہ راہ میں آنے والی کتنی چٹانیں، انکے مضبوط عزائم کو دیکھکر کانپ اٹھیں۔ سلاخوں کے پیچھے ہتھکڑیاں، بیڑیاں پہن کر مسکراتے ظلم وجبر کے سامنے چلا چلا کر یہ ثابت کرتے کہ حکمرانوں اور دشمنوں ابھی تک (اس مرد آہن کی صورت میں) امام احمد بن حنبلؒ مولانا حسین احمد مدنیؒ زندہ ہیں۔ جور وجفا کی چکیوں میں پس کر بھی جانگسل مراحل سے گزر کر بھی زیر نہ ہونے۔ مولانا موصوفؒ کو دزخم خوردہ ہونے کے باوجود بھی کفر سے بسر دآزمار ہے اور اپنے مضبوط دلائل کے نشتروں سے دشمنان صحابہؓ کو زخمی کرتے رہے۔ اور ایسے عمیق زخم لگاتے کہ دشمن زخمی سانپ کی طرح تڑپ اٹھا نہ جان بجتی نہ نکلتی۔ وہ جدھر سے جس انداز میں بھی سر اٹھاتا۔ اعظم طارق سد سکندری بنکر رکاوٹ بنتے۔ مولانا مرحوم انکے لئے پیغام موت اور سایہ خون بن چکے تھے کہ ذلت رسوائی ہی صرف انکو اپنا مقدر نظر آنے لگی۔

چنانچہ اس کوہ عزیمت کو راستہ سے ہٹانے کی سازش کی گئی۔ سبائیت کے چربے نے اپنی روائتی درندہ صفتی۔ جلادی۔ سفاکیت کا مظاہرہ کرتے ہوئی بزدلانہ انداز میں کاروائی کر کے مولانا اعظم طارق شہید کو خون میں نہلا دیا۔

لیکن ایک لمحہ یا چند گولیوں سے چند منٹوں میں نہیں۔ بلکہ دشمن آغاز میں سمجھا تو ایسا ہی تھا۔ کہ یہ صرف ایک شخص کا وجود ہی تو ہے شاید ہماری ایک گولی۔ اسکا کام تمام کردے اور ہم سکون سے زندگی بسر کریں۔ لیکن اس وقت بڑی دشمنوں کو رسوائی اٹھانا پڑی جب وہ کھیں گولیاں مارنے

کے باوجود بھی ناکامی کا منہ تکنے لگے۔

دشمنان صحابہؓ نے اس پہاڑ صفت عالم دین کو ریت کا ٹیلہ یا پانی کا بلبلہ سمجھ کر اسکو مٹانے راستہ سے ہٹانے کی کوشش کی مگر جب ٹکراتے تو سمجھ لگی کہ یہ تو استقامت اور عزیمت کا کوہ گراں ہے۔ لہٰذا اس پہاڑ کو چند گولیوں سے نہیں بلکہ بموں، بارودوں سے ہی ریزہ ریزہ کیا جا سکتا ہے۔ پھر مختلف حربوں ضربوں سے اس جبل استقامت کو پاش پاش کرنے کا منصوبہ بنایا کبھی اغوا کر کے تشدد کیا گیا۔ کبھی گولیوں سے بازو اور سینہ زخمی کیا گیا۔ کبھی زہر دیکر شہید کرنے کی سازش کی گئی۔ کبھی سیاسی میدان میں شکست کے داؤ کھیل کر پریشان کیا گیا۔ کبھی بزدلانہ حملے کر کے۔ کبھی مکالے کے چیلنج کر کے شکست سے دوچار کرنے کی سازش کر کے۔ غرضیکہ یہ سفاکانہ طریقہ اپنانے کے باوجود بھی اس صاحب عزیمت کو گھائل نہ کو سکے تو پھر دشمن کی طرف سے راکٹ لانچروں سے اس پہاڑ کو ریزہ ریزہ کرنے کے لئے حملے کیے گئے۔ لاہور سیشن کورٹ میں بم دھماکہ سے جسم سارا چھلنی کر دیا اور سینکڑوں گولیوں کی بچھاڑ بھی مولانا کو نہ بچھاڑ سکی۔

مولانا اعظم طارق شہیدؒ اتنے زخم لگنے کے باوجود بھی بڑی جرأت، مستعدی کی ساتھ کفر کی تمام تر سازشی چٹانوں کو اپنے عزم مصمم سے بتوفیق اللہ پاش پاش کرتے ہوئے منبر سے گونجنے والی آواز حق کو قانون ساز اسمبلی میں پہنچکر حکمرانوں کے سینوں پر چڑھ کر بلند کرنے لگے جس سے سرکاری ایوانوں میں بھی لرزہ طاری ہو گیا۔ اسمبلی کے فورم سے اٹھنے والی صدائے حق سے دشمنان صحابہؓ اور ایران سمیت کافروں کی کاسہ لیسی کرنے والے حکمرانوں کے لئے بجلی کا کڑکا ثابت ہوئی۔

چنانچہ اب شیعہ کے ساتھ ساتھ حکمران بھی مولانا کو اپنی لئے خطرہ سمجھے اور اس کوہ گراں کو گرانے کی تدبیریں کرنے لگے۔ جیل کی طویل تاریک کوٹھڑیوں میں سینکڑوں مقدمات میں پھانس کر زنگ آلود سلاخوں اور ہتھکڑیوں، بیڑیوں سے جکڑ کر خوفناک انسانیت سوز ظلم وتشدد سے خوف زدہ کر کے موم کرنے کی ناکام کوششیں کیں۔ مگر حکمران خود اس سے خوف زدہ ہونے

لگے اور دہشت کی علامت قرار دیکر کبھی امریکہ کے حوالہ کرنے کی دھمکی کبھی لالچوں سے رام کرنے کی پیشکش کبھی بھوک ہڑتالوں سے اندر سے کھوکھلا کر کے اس پہاڑ کو ختم کرنے کی سازش۔

یہ حقیقت ہے کہ پہاڑ کو توڑنا آسان نہیں اور جب پہاڑ مختلف ہتھیاروں کی ضربوں میں نہیں ٹوٹتا تو اسکو توڑنے کے لئے بارود استعمال کیا جاتا ہے پھر بھی وہ یکدم نہیں تھوڑا تھوڑا کٹنا شروع ہوتا ہے۔ بالکل ایسے ہی اس کوہ گراں کو لاہور میں بارود سے ریزہ ریزہ کرنے کی کوشش بھی ناکام رہی۔ پہاڑ پھر پہاڑ ہوتا ہے۔ وہ ٹوٹ بھی جائے تو اسکی چٹانیں خود ایک پہاڑ ہوا کرتی ہیں۔ مولانا ایک سو چودہ زخموں کے باوجود بھی ریزہ نہ ہوئے ان کا جسم اور پر عزم بن گیا دنیائے رافضیت سٹ پٹا گئی۔ اور پکار اٹھی کہ یہ شخص کیا چیز اور کون ہے۔ گو شاعر نے جواب دیتے ہوئے دشمن کو بتایا کہ۔

وہ تھا باطل کو گریبان پکڑنے والا

جنگ سچائی کی للکار کر لڑنے والا

اہل تدبیر تھے حیران کہ آخر ہے یہ کون

ان کی چالوں کو شکنجوں سے جکڑنے والا

بالاخر تقریباً 13 سال کی جدوجہد اور سینکڑوں ضربوں کے بعد 6 اکتوبر 2003 کو مزید 42 گولیاں مار کر شہید تو کر دیا مگر نہ ریزہ ریزہ کر سکے نہ زیر کر سکے کیونکہ جانے والے مولانا اعظم طارق شہیدؒ کے خون کے قطرہ قطرہ سے نوائے انقلاب پھوٹ پڑی۔ انکی ایک زبان حق کو بند کیا گیا۔ مگر لاکھوں انسانوں کی زبانوں پر وہی کلمہ حق جاری ہو گیا۔ اسلئے ہم کہتے ہیں کہ دشمنان صحابہؓ کو کسی غلط فہمی یا خوش فہمی میں نہ رہنا چاہئے۔ کہ مولانا اعظم طارق شہیدؒ جیسا کوہ گراں راستہ سے ہٹ گیا نہیں بلکہ بن کے انقلاب کا پہاڑ اب اور بھی وہ ڈٹ گیا۔ پہلے تو انکی آواز حق دبانے کے لئے ان کے جسم پر ضربیں لگاتے اور انکو چور چور کرتے مگر اب تو وہ جا چکے ہیں۔ صدائے حق انکے مرقدم سے اٹھتی رہے گی۔ کیسے دباؤ گے کس کو دباؤ گے۔

تیرے خون کا قطرہ قطرہ رہنمائے انقلاب
تیری مرقد سے اٹھیں گے زندگی کے آفتاب

اے اعظم طارق کے روحانی فرزندو!...... اے عظیم قائد کے عظیم رضا کارو!...... اے اعظم کی طرح اعظم حوصلوں ہمتوں والو!...... مایوس اور دلبر داشتہ مت ہو!...... یہ تمہاری شان کے خلاف ہے!...... دشمن کو رولانے والو کیوں اسکو ہنسنے کا موقع دے رہے ہو!

یہ آنسوؤں کے ہار خون بہا نہیں ہیں دوستو
کہ وہ تو جان دیکر قرض دوستاں چکا گیا

ہمت باندھو! قرآن وسنت کے احکامات سے صبر کی روشنی لیکر اپنے آنسوؤں کو صاف کرو۔ صحابہ کرامؓ اور اکابر کی جرأت سے سبق لے کر اپنے غمزدہ چہروں پر رعب سجاؤ۔ اور دشمنوں کو بتادو کہ ہم اعظم طارق کی آواز بن کر، اعظم طارق کی ادا بن کر، اعظم طارق کے خون کے پیکر وفا بن کر انشاء اللہ مولانا کی طرح ہی ٹکرائیں گے۔ اور قانون تمہارے غیر مسلم قرار دلوانے کا بنا کر دم لیں گے۔ کوئی کارکن مت کہے کہ ہماری کمر ٹوٹ گئی نہیں بالکل نہیں۔ ہماری کمر انشاء اللہ مضبوط ہے۔ یاد رہے۔ دل زخمی ہونے کے باوجود ہمت وطاقت ہے وقت آنے پر منبر محراب سے لیکر اسمبلی کے حال تک دشمنان صحابہ کو بتائیں گے کہ اعظم طارق زندہ ہے۔......... اعظم طارق زندہ ہے۔......

ملت کفر سوچتی ہے کہ کس بھنور میں آ گئی
وہ اک دیا بجھا سینکڑوں دیے جلا گیا

اللہ پاک کا حکم ہے ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ۞ بل احیاء ولا کن لا تشعرون ۔ کہ شہید کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ یہ ناچیز بھی عزم اور عہد کرتا ہے۔ آپ سب بھی عہد کریں۔ کہ ہم انشاء اللہ مولانا مرحوم ومغفورؒ کے نقش قدم پر چل کر اللہ پاک کے اس حکم کو عملی طور پر بھی عمل میں لا کر دکھائینگے۔ اور اپنے عمل سے ثابت کریں گے کہ اعظم طارق کل

بھی زندہ تھا۔ اعظم طارق آج بھی زندہ ہے۔ انشاءاللہ۔

اللھم ارنا الحق حق ورزقنا الاتبا وارنا الباطل باطل ورزقنا اجنبابہ

یا رب العالمین

نشان خون شہیداں ملے گا رستے میں

بہ عزم تازہ رہو نقش پا بنا کے چلو

نوٹ

ملک بھر میں جماعتی انتہائی مصروفیات کی وجہ سے کتاب پر نظر ثانی میں کافی وقت لگ گیا۔ اسی تاخیر کی وجہ سے رہائی کے ایک سال سے زائد عرصہ بعد پریس میں یہ مجموعہ طباعت کیلئے گیا ہی تھا کہ مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کی دلخراش خبر ملی۔ تو یہ بھی ایک عمیق زخم لگا۔ کتاب کے عنوان کی مناسبت کے پیش نظر اور سعادت کے لئے اس عنوان کو بھی کتاب کی زینت بنانے کا شرف حاصل ہوا۔

والسلام

ابومعاویہ مسعود الرحمان عثمانی

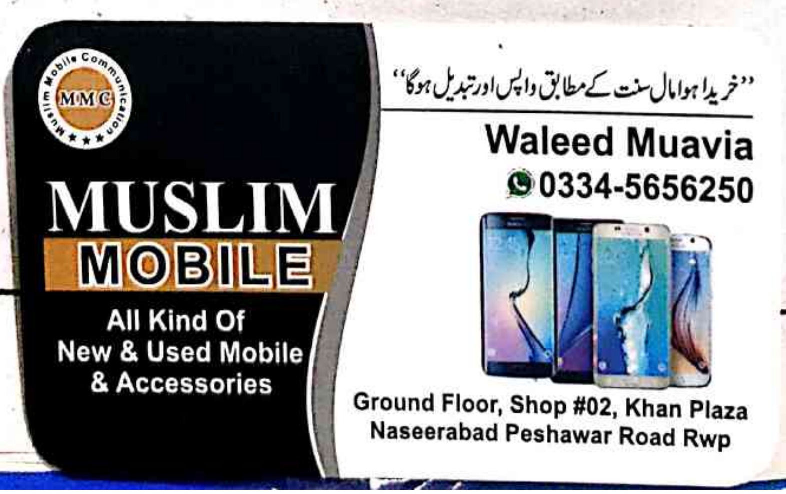

Scanned with CamScanner

علامہ عثمانی صاحب کے والد گرامی پیر طریقت حضرت مولانا عبدالمعبود مدظلہ کی تصنیفات

تاریخ مکۃ المکرّمہ

مکہ مکرمہ کی تاریخ پر لکھی گئی اردو میں مستند اور البیلی کتاب۔

تاریخ مدینہ المنورہ

مدینہ طیبہ کی تاریخ پر اپنی نوعیت کی شاہکار اور مستند تحریر۔

عمدۃ المناسک

حج کے احکام و مسائل پر لکھی گئی آسان اور مدلل کتاب جس میں قرآن وسنت کے مطابق حج کا طریقہ اور دوران حج وعمرہ پیش آنے والے مسائل کی وضاحت بڑی صراحت کے ساتھ پیش کی گئی ہے

عورتوں کی مکمل نماز

عورتوں کی نماز کہ مکمل مسائل قرآن سنت اور خصوصاً فقہ حنفی کی روشنی میں پیش کیے گئے ہیں۔

Scanned with CamScanner

اجتماعی دعا فرض نمازوں کے بعد

اس موضوع پر لکھی گئی اہم کتاب جس میں تمام اعتراضات کا مکمل و مدلل جواب ہے۔

سوانح شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ

مولانا غلام اللہ خان مرحوم و مغفور کی سوانح حیات اور توحید اور سنت پر حق گوئی کے مجاہدانہ واقعات و کردار۔

شمائل نبوی ﷺ

حضور ﷺ کے شمائل کو نئے انداز میں عشق و محبت کے ساتھ تحریر کیا گیا ہے۔ جو کہ زیر طبع ہے۔

رحمانیہ کتب خانہ لاہور

یا اللہ مدد

Scanned with CamScanner

علامہ عثمانی کی دیگر کتب
زیر طبع ہیں جلد منظر عام پر آرہی ہیں۔ ان شاء اللہ

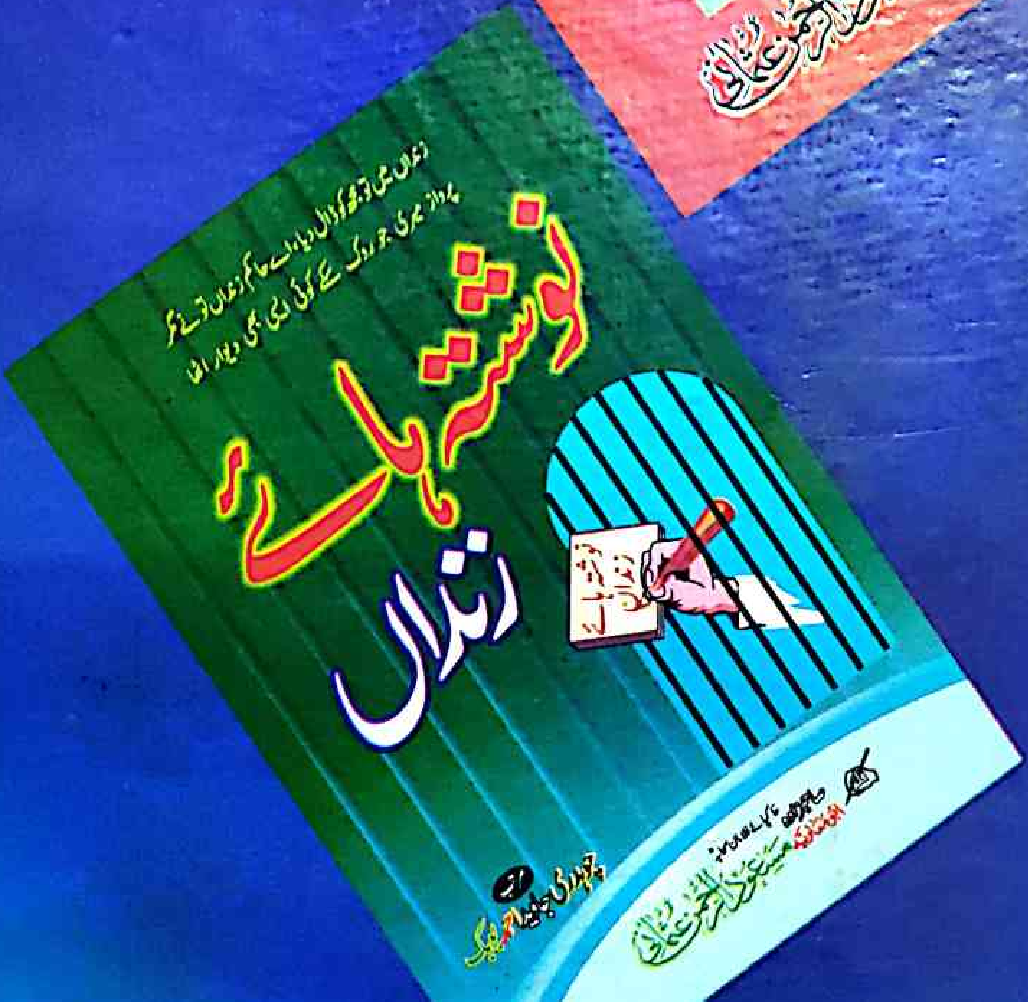

Scanned with CamScanner